



حضور ﷺ کے فضائل و محاسن پر مہکتا گلدستہ



شرح

سمائل ترمذی



پروگریسو بکس

مترجم: امام الشیخ حافظ محمد بن ابی بن سیدہ ترمذی

شرح: علامہ ابو التراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

مضوری علیہ السلام کے فضائل و محاسن پر مہکتا گلدستہ

شرح شمائل ترمذی

مؤلفہ

امام الحدیث حافظ محمد بن علی بن سؤرة ترمذی

شارح

علامہ ابو التراب محمد ناصر الدین بن ناصر المدنی عطاری

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اردو بازار، لاہور
فون 042-37124354 ٹیکس 042-37352795

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

شرح شمال ترمذی

نام کتاب	شرح شمال ترمذی
تالیف	امام الحدیث حافظ محمد بن یحییٰ بن سید ترمذی
شارح:	علامہ ابوالتراب محمد ناصر الدین ناصر الدینی عطاری
ناشر	چوہدری غلام رسول
پرینٹرز	آر آر، پرنٹرز
قیمت	600/= روپے

ملنے کے چے

اسلام پبلیکیشنز

042-37112941
0323-4636776 مکتبہ مجلس روز لاہور فون

ملت پبلیکیشنز

فصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111

E-mail: millat_publication@yahoo.com

شوروم ملت پبلیکیشنز دوکان نمبر 5- مکتبہ سنٹر نیوار دو بازار لاہور 0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پوسٹ کارڈسٹ غفری سٹریٹ
آرڈو بازار لاہور

فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

پروکریسٹوبکس

فہرست

صفحہ	عنوانات
23	☆ مقدمہ
26	☆ شمائل ترمذی بنام فیضان جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
26	☆ شمائل وخصائل
27	☆ حلیہ مقدسہ
32	باب 1: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مقدسہ کا بیان
34	☆ ریش مبارک
38	☆ قدم مبارک
39	☆ مقدس بال
40	☆ شوق دیدار
49	☆ حسن سراپا کے بارے میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا قول
50	☆ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے؟
52	☆ حسن وجمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں کا راز دان
54	☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ محبت کیوں؟

صفحہ	عنوانات
	☆ مسئلہ امتناع النظیر کی وضاحت از حضور غزالی ء زماں سید احمد
63	سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
64	☆ شبہ
65	☆ شبہ کا ازالہ
70	☆ محراب ابرو
70	☆ مقدس پیشانی
71	☆ آواز مبارک
71	☆ دستِ رحمت
75	☆ نورانی آنکھ
80	☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی ایک جھلک
81	☆ آپ کے چہرے کی برکت سے بارش
82	☆ امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال
83	☆ حسنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تقاضائے ایمان
90	☆ روایات میں تطبیق
91	☆ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: پیکرِ نظافت و لطافت
98	☆ دہمن شریف

صفحہ	عنوانات
98	☆ زبان اقدس
99	☆ لعاب دہن
100	باب 2: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کا ذکر
102	☆ ولادت مبارک اور مہر مبارک
105	☆ جس سہانی گھڑی چکا طیبہ کا چاند
108	☆ وضو کے بچے ہوئے پانی میں 70 بیماریوں سے شفا
109	☆ بخیر کی راہب اور مہر نبوت
111	☆ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
113	☆ جنازہ میں ستر ہزار فرشتے
113	☆ مٹی مشک بن گئی
114	☆ فرشتوں سے خیمہ بھر گیا
115	☆ شان خاتم الانبیاء
118	☆ مہر نبوت
121	☆ مہر نبوت آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علامت ہے
125	☆ معرفت کی باتیں
126	باب 3: موئے مبارک

صفحہ	عنوانات
126	☆ گوش مبارک
128	☆ عورتوں کی طرح کندھے سے نیچے بال رکھنا کیسا؟
131	☆ دیوبندی حکیم الامت کی عجیب منطق
131	☆ بلا تبصرہ
131	☆ صحابہ اکرام کا عمل
132	☆ موئے مبارک
	باب 4: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے
136	بالوں میں کنگھا کرنے کا بیان
140	☆ بال بکھرے ہوئے بھی نہ رکھیں
141	باب 5: موئے مبارک
142	☆ سیاہ خضاب حرام ہے
145	☆ امت کا غم خوار
	باب 6: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے
152	خضاب فرمانے کا ذکر
154	☆ مہندی لگانا مستحب ہے
155	باب 7: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نمرہ مقدسہ کا بیان

صفحہ	عنوانات
158	☆ سر تکیں آنکھیں
159	☆ سرمہ بھی سنت کی نیت سے لگائیں
160	باب 8: لباس مبارک
171	☆ شوق علم
175	باب 9: آپ کی معیشت
177	☆ سنت نبوی ﷺ کی حکمتیں
177	☆ جاندار بدن کی آفتیں
178	باب 10: موزہ مبارک
179	☆ موزے
180	☆ حضرت وحیہ بن خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
180	باب 11: نعلین مبارک
181	☆ نعلین اقدس
182	☆ مرشد کامل کے نعلین کا آداب
183	☆ فتاویٰ رضویہ اور تبرک آثار شریفہ رسول اللہ ﷺ
188	☆ فتاویٰ رضویہ اور نقش نعل پاک رسول اللہ ﷺ
196	☆ جوتا پہننے کی سنتیں اور آداب

صفحہ	عنوانات
197	باب 12: انگوشی مبارک
198	☆ خواب میں انگوشی علم کی نشانی
203	☆ مرد کو چاندی کا چھلا پہنا کیسا؟
205	باب 13: دائیں ہاتھ میں انگوشی پہننا
205	☆ انگوشی کون سے ہاتھ میں پہنے؟
207	☆ پیراریں
207	☆ دائیں ہاتھ میں انگوشی پہنا کیسا؟
210	☆ تشریحی امور میں اختیارات مصطفیٰ ﷺ
212	باب 14: تلوار مبارک
214	☆ البقار
215	☆ المائور
215	☆ الحتف
216	☆ الذوالفقار
217	☆ الرشوب
217	☆ الیغزم
218	☆ القضیب

صفحہ	عنوانات
218	☆ العضب
218	☆ القلعي
219	☆ کلزی کی تلواری
220	باب 15: زرہ مبارک
223	باب 16: خود مبارک
225	☆ چند ناقابل معافی مجرمین
226	☆ آپ ﷺ کی زرہیں
227	باب 17: دستار مبارک
228	☆ جمعہ کے دن عمامہ
229	☆ عمامہ کے فضائل
230	☆ تاجدار مدینہ منورہ ﷺ کے آٹھ ۸ ارشادات
231	☆ عمامہ کے آداب
231	☆ عمامہ شریف کی سنت کے طبی فوائد
233	باب 18: تہبند مبارک
234	☆ بہترین نمونہ
238	باب 19: رفتار مبارک

صفحہ	عنوانات
240	باب 20: رومال مبارک
241	باب 21: نشست مبارک
244	باب 22: تکیہ مبارک
245	☆ جھوٹی گواہی
245	☆ ماں باپ کی ایذا رسانی
248	☆ ٹیک لگا کر کھانے کی چار صورتیں
248	☆ ٹیک لگا کر کھانے کے طبی نقصانات
249	باب 23: تکیہ مبارک لگانا
251	☆ سرکارِ مصطفیٰ ﷺ کا وصال
251	باب 24: کھانا مبارک
252	☆ کھانا کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنے کی سنت کے طبی فوائد
254	☆ تواضع
255	باب 25: روٹی مبارک
256	☆ اہل بیت نبوت کی سخاوت
258	☆ اہل بیت کی فیاضی
259	☆ جو کے طبی فوائد

صفحہ	عنوانات
269	☆ سرکارِ مسلمانیہ علیہ السلام اور خاندانِ سرکار کا فقر اختیار
272	☆ اللہ عزوجل کے حقیقی دوست
273	باب 26: سالن مبارک
273	☆ سرکہ کے فوائد
274	☆ قدیم طب میں سرکہ کا استعمال
275	☆ کھانے پینے کو پسند کرنا
283	☆ زیتون اور اس کے فائدے
285	☆ جوڑوں اور پٹھوں کا درد
285	☆ امراض سانس
286	☆ کولیسٹرول کے لئے
286	☆ بلڈ پریشر
286	☆ گردوں کے لئے
286	☆ موٹاپا
286	☆ دانتوں کے لئے
286	☆ جسمانی طاقت اور فالج کیلئے
287	☆ وجع المفاصل اور دردوں کے لئے

صفحہ	عنوانات
287	☆ آنتوں کی سوزش کے لئے
287	☆ - کدو شریف
288	☆ انبیاء کی غذا
290	☆ کدو شریف بہت سی بیماریوں کا علاج
291	☆ سردی سے فوری نجات
291	☆ دانتوں کے امراض سے نجات
292	☆ آنکھوں کی بیماریاں ختم
292	☆ ہونٹوں کے امراض کیلئے
292	☆ بواسیر اور خونی اسہال کیلئے
292	☆ پیاس کی شدت میں مفید
293	☆ یرقان سے نجات
300	☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا گیا
303	☆ پسندیدہ کھانا
304	☆ گوشت کے 22 اجزاء جو نہیں کھائے جاتے
305	☆ مکہ میں مسیحیوں کی قیام گاہ
308	☆ ہاشم

صفحہ	عنوانات
309	☆ دجال کا ثرید
310	☆ ہاشم
310	☆ دجال کا ثرید
314	☆ نبی کریم ﷺ کی سادگی
314	☆ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت
335	باب 27: کھانے کے وقت وضو
337	باب 28: کھانے سے قبل اور بعد کے کلمات مبارکہ
346	باب 29: پیالہ مبارک
346	☆ تبرکات نبوت
348	باب 30: پھل کا استعمال
352	☆ اعلیٰ حضرت اور گلزی
357	☆ حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
358	باب 31: مشروبات مبارکہ
360	☆ محبت کے انداز
363	باب 32: پانی کا استعمال
364	☆ آپ زمزم کے فضائل

صفحہ	عنوانات
365	☆ فقط زمزم پر زندگی
371	☆ پانی پینے کا طریقہ
372	☆ تبرکات
373	☆ وضو کے بچے ہوئے پانی میں 70 بیماریوں سے شفا
374	باب 33: خوشبو مبارک
375	☆ خوشبوئے عنبریں
375	☆ (1) وادی بنو سعد میں خوشبوؤں کے قافلے
377	☆ (2) خوشبو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیکر اطہر کا حصہ تھی
379	☆ (3) بعد از وصال بھی خوشبوئے جسم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عنبر فشاں تھی
380	☆ (4) جسم اقدس کے پسینے کی خوشبوئے دنواز
381	☆ (5) عطر کا بدلہ نفیس --- پسینہ مبارک
383	☆ (6) خوشبو والوں کا گھر
385	☆ (7) اب تک مہک رہے ہیں مدینے کے راستے
386	☆ (8) آرزوئے جاں نثارانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
390	☆ حسن بے مثال
391	باب 34: کلام مبارک

صفحہ	عنوانات
393	☆ نبی کریم ﷺ کی مبارک گفتگو
396	باب 35: تقسیم مبارک
409	باب 36: خوش طبعی
417	باب 37: شعر گوئی
424	☆ اچھا شعر پڑھنا اچھا ہے
430	باب 38: قصہ گوئی
436	☆ گھر والوں کی دل جوئی
437	☆ دل خوش کرنے کی فضیلت
437	باب 39: آرام فرمانا
438	☆ ذکر الہی
444	باب 40: عبادت
445	☆ کیا ہم شکر گزار بندے ہیں؟
447	☆ جہنم کی آگ آنسو ہی بجھا سکتے ہیں
449	☆ نوافل کا بیان
453	☆ شب بیداری
462	☆ تہجد میں اٹھنے کا نسخہ

صفحہ	عنوانات
466	☆ اسلاف کی گریہ زاری
467	☆ ادب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
471	☆ قرآن پڑھنے والا
473	☆ فجر کی سنتیں ادا کرنے کا ثواب
475	☆ اللہ کا پیارا بننے کا نسخہ
477	☆ اگر شوق رفاقت ہے؟
477	باب 41: نماز چاشت
478	☆ چاشت کی نماز پابندی سے ادا کرنے کا ثواب
481	☆ تین سو ساٹھ جوڑ کا حق
483	☆ چاشت کی فضیلت
486	☆ ظہر کی سنتیں ادا کرنے کا ثواب
488	باب 42: گھر میں نفل
488	☆ گھر میں نفل نماز پڑھنے کا ثواب
489	باب 43: روزہ مبارک
492	☆ روزہ
500	☆ عاشورہ کا روزہ

صفحہ	عنوانات
501	☆ صوم وصال
503	☆ استقامت کی ضرورت
505	☆ اللہ والوں کا عمل
505	باب 44: قراءت مبارک
512	☆ بلند آواز سے ہی پڑھنا بہتر ہے مگر۔۔۔
513	☆ مسحور کن قرأت
514	☆ تاجدارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مکہ میں داخلہ
515	☆ خوش آواز نبی ﷺ
518	☆ پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح
519	باب 45: گریہ مبارک
524	☆ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ہجرت اور وفات
527	باب 46: بستر مبارک
529	☆ زاہدانہ زندگی
530	باب 47: انکسار مبارک
532	☆ تواضع
535	☆ رزق کے خزانوں کا مالک

صفحہ	عنوانات
544	☆ حسن معاشرت
549	☆ راہ خدا عزوجل میں پاؤں گرد آلود ہونے کا ثواب
551	☆ حجۃ الوداع
556	باب 48: اخلاق حسنہ
559	☆ حسن اخلاق
564	☆ معاف کرنے والے آقا
574	☆ سیرت مبارکہ کیا ہے؟
575	☆ سخاوت
578	☆ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سخاوت
580	☆ سخاوت کی فضیلت
582	☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو دوستی
583	☆ تحفہ دینے والے کے آداب
583	☆ تحفہ لینے والے کے آداب
583	باب 49: حیاء مبارکہ
585	باب 50: سخی لکھانا
589	☆ اجرت دینا کیسا؟

صفحہ	عنوانات
591	باب 51: اسماء مبارک
594	☆ نبی رحمت
596	☆ نبی توبہ
597	باب 52: گزراوقات
610	☆ مسلمانوں پر کفار مکہ کا ظلم و ستم
611	☆ عتبہ بن غزو ان کا خطبہ
615	☆ امام الزاہدین صلی اللہ علیہ وسلم
616	☆ مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوک شریف کا بیان
616	☆ دنیا پر آخرت کو ترجیح
617	☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بھنی ہوئی بکری
618	☆ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آخری تمنا
618	باب 53: عمر مبارک
621	☆ غم و الم کے بادلوں کا چھا جانا
624	☆ پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری خطبہ
629	باب 54: وصال مبارک
629	☆ سرکارِ مسلمین ﷺ کا وصال اور صحابہ کرام کا حزن و ملال

صفحہ	عنوانات
631	☆ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری دنیا میں آخری گھڑیاں
640	☆ فضائل صدیق اکبر بزبان مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما
648	☆ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کب پردہ فرمایا؟
650	☆ وصال پر چند پردرد اشعار
657	☆ وفات کا اثر
664	باب 55: وارثت
668	☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترکہ
669	☆ زمین
673	☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وارث نہیں
675	باب 56: خواب میں زیارت
677	☆ بے مثل آقا
678	☆ خواب میں زیارت
685	☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی
687	☆ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
688	☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
689	☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صفحہ	عنوانات
690	☆ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
690	☆ حضرت ام ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا
691	☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
692	☆ عبداللہ ابن مغفل
692	☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
694	☆ حضرت ابو جحیفہ
694	☆ حضرت ابورمہ ثقی
694	☆ ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
695	☆ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا
696	☆ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
697	☆ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
698	☆ ابوبکرہ
699	☆ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
699	☆ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
700	☆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
700	☆ مغیرہ بن شعبہ

صفحہ	عنوانات
701	☆ عبد اللہ ابن مسعود
701	☆ جابر ابن عبد اللہ
701	☆ حضرت عبد اللہ بن سلام
703	☆ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
704	☆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ
706	☆ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
707	☆ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
707	☆ زید بن ثابت
707	☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
708	☆ نعمان بن بشیر
709	☆ حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
709	☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
711	☆ سال میں دو مرتبہ پھل دیئے والا باغ
711	☆ شوق دیدار رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

مقدمہ

بلاشبہ جتنے فضائل و کمالات خزانہ قدرت میں ہیں سب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمائے گئے، اللہ عزَّ وَّجَلَّ فرماتا ہے:

وَيَسِّرُ لَكُمْ نِعَمَتَهُ عَلَيْكُمْ

ترجمہ کنز الایمان: اور تجھ پر اپنی نعمت پوری کریگا۔ (پ ۱۲، یوسف: ۶)
شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:
ہر نعمت کہ داشت خدا شد بر و تمام

(اللہ عزوجل نے اپنی تمام نعمتیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تمام

کر دیں۔) (مدارج النبوۃ بیان عقل و در علم، ج اول ص ۳۶)

اس بات میں ذرا بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب،
حبیب لبیب ﷺ کو اپنی ذات و صفات کا مظہر کامل بنا کر دنیا میں بھیجا اور دنیا میں
اپنے حبیب و خلیل ﷺ کے ذریعے اپنے جلووں کا ظہور فرمایا۔

اللہ جمیل یحب الجمال چنانچہ اس نے اپنے محبوب ﷺ کو سرتا پا ظاہری
حسن و جمال سے بھی خوب نوازا یعنی آپ ﷺ کو یک نے یک بنایا اور پھر اس واحد
یکتا رب عزوجل نے اپنے کلام پاک میں اپنے محبوب ﷺ کے محامد و محاسن بیان
فرمائے تاریخ گواہ ہے نور مجسم ﷺ کا ذکر جمیل صحابہ و تابعین و تبع تابعین آئمہ
مفسرین محدثین بلکہ تمام ہی بزرگان دین کا شعار رہا ہے۔ اس شمع رسالت کا ہر پروانہ
اپنی اپنی معرفت و آگہی و ادراک کے مطابق جمال مصطفیٰ ﷺ کو بیان کرتا چلا آیا
اور یہ سلسلہ صدیوں سے بلکہ عہد نبوی ﷺ سے بھی پہلے سے جاری ہے اور عاشقوں

کی روح کو تسکین اور قلب کے سرور کا سبب ہے۔

بے شمار مقدس ہستیوں نے خصائل نبوی ﷺ سے اپنی تقریر و تحریر کو آراستہ کیا اور جمال نبوی ﷺ کو اس طرح اپنی تقریروں اور تحریروں میں سمو یا کہ روشن و پر نور آقا ﷺ کے حسن و جمال، شمائل و خصائل کے جلوے تصور میں آشکار ہونے لگے اور بقائے حبیب ﷺ کا شوق جوش جنوں بن کر پورے وجود میں سرایت کر گیا۔

جمال مصطفیٰ ﷺ سے اپنی تحریروں کو منور کرنے والے بہت سے معتبر و معظم، محترم و مکرم نام قلب عاشق کے لئے فرحت و آسودگی کا سبب بنے ان مقدس ناموں میں سے تیسری صدی ہجری کا باعزت و کرامت نام امام المحدثین الحافظ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی علیہ رحمۃ متوفی ۲۷۷ ہجری کا بھی ہے جن کی مقبول اور معروف تالیف شمائل ترمذی بھی ہے۔

جو حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کے حلیہ مبارک معمولات و عادات، لباس و طعام، رفتار و گفتار جملہ شمائل و خصائل نبویہ ﷺ کا مستند و قدیم حسین و جمیل مجموعہ ہے جو نور ایمان کو جلا دینے والا لقائے حبیب ﷺ کی شوق کو بھڑکانے والا عشق رسول ﷺ کی شمع دل میں مزید فروزاں کرنے والا قلب کو راحت اور روح کو آسودگی بخشنے والا ہے۔

اس ایمان افروز مجموعہ کا ترجمہ اور اس کی شرح پیش کرنے کی سعادت فقیر کے حصے میں آئی یہ الگ بات ہے کہ یہ حقیر فقیر اس قابل نہیں کہ اپنے آقا و مولا ﷺ کے شمائل و خصائل بیان کرنے کا ذرا برابر بھی حق ادا کر سکے مگر رب عز و جل کی حکمت مرشد کی نگاہ فیض کہ مجھ ناچیز کو اس قدر عظیم خدمت کے لئے چنا اور حضور با کمال سراپا حسن و جمال ﷺ کے محامد و محاسن بیان کرنے کا موقع عنایت کیا۔ زیر نظر کتاب نہ صرف سرور عالم نور مجسم ﷺ کے حلیہ مبارک حسن و جمال سیرت و کردار، عادت و اطوار،

خصائص و کمال پر مشتمل ہے بلکہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے معمولات مبارک پر بھی مبنی ہے جس کا سیر حاصل مواد احادیث کریمہ کی روشنی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے رب کریم سے دعا ہے کہ وہ مجھ پر کئے گئے اس احسان عظیم کا بار اٹھانے کا حوصلہ و ہمت، طاقت اور توفیق مرحمت فرمائے، مسلمانوں کو اس سے استفادے کا ذوق و شوق عطا فرمائے اور سرکارِ مدینہ راحت قلب و سینہ صاحبِ معطرِ پینہ کے وسیلہ جلیلہ سے اور اپنے پیاروں کے صدقے اس کتابِ مشکِ بار کو میرے لئے ذریعے نجات بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین۔

خاکِ پائے امیرِ اہل سنت

ابو تراب ناصر الدین ناصر المدنی



شمائل ترمذی بنام فیضان جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شمائل و خصائل

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح کمال سیرت میں تمام اولین و آخرین سے ممتاز اور افضل و اعلیٰ بنایا اسی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمال صورت میں بھی بے مثل و بے مثال پیدا فرمایا۔ ہم اور آپ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ بے مثال کو بھلا کیا سمجھ سکتے ہیں؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو دن رات سفر و حضر میں جمال نبوت کی تجلیاں دیکھتے رہے انہوں نے محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمالِ بے مثال کے فضل و کمال کی جو مصوری کی ہے اس کو سن کر یہی کہنا پڑتا ہے جو کسی مداحِ رسول نے کیا خوب کہا ہے کہ ۔

لَمْ يَخْلُقِ الرَّخْنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ
أَبَدًا وَ عَلَيْنِي أَنَّهُ لَا يَخْلُقُ

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل پیدا فرمایا ہی نہیں اور میں یہی جانتا ہوں کہ وہ کبھی نہ پیدا کرے گا۔ (حیۃ الیوان اکبری، باب الہزۃ، ج ۱، ص ۷۵)

صحابی رسول اور تاجدارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درباری شاعر حضرت ہبہر حال اس پر تمام امت کا ایمان ہے کہ تناسبِ اعضاء اور حسن و جمال میں حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے مثل و بے مثال ہیں۔ چنانچہ حضرات محدثین و مصنفین سیرت نے روایات صحیحہ کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر عضو شریفہ کے تناسب اور حسن و جمال کو بیان کیا ہے۔ ہم بھی اپنی اس مختصر کتاب میں حلیہ مبارکہ کے ذکر جمیل سے حسن و جمال پیدا کرنے کے لئے اس عنوان پر حضرت مولانا محمد کمال

صاحب چراغ ربانی نعمانی ولید پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے منظوم حلیہ مبارکہ کے چند اشعار نقل کرتے ہیں تاکہ اس عالم کامل کی برکتوں سے بھی یہ کتاب سرفراز ہو جائے۔
حضرت مولانا موصوف نے اپنی کتاب پنجنور میں تحریر فرمایا کہ

حلیہ مقدسہ

ردج حق کا میں سراپا کیا لکھوں
حلیہ نور خدا میں کیا لکھوں
پر جمال رحمۃ للعالمین
جلوہ گر ہو گا مکانِ قبر میں
اس لئے ہے آگیا مجھ کو خیال
مختصر لکھ دوں جمالِ بے مثال
تا کہ یاروں کو مرے پہچان ہو
اور اس کی یاد بھی آسان ہو
تھا میلہ قد و اوسط پاک تن
پر سپید و سرخ تھا رنگ بدن
چاند کے ٹکڑے تھے اعضاء آپ کے
تھے حسین و گول سانچے میں ڈھلے
تھیں جمیں روشن کشادہ آپ کی
چاند میں ہے داغ وہ بے داغ تھی
دونوں ابرو تھیں مثالِ دو ہلال
اور دونوں کو ہوا تھا اتصال
اتصال دو مہ "حمیدین" تھا

یا کہ ادنیٰ قرب تھا تو سین کا
 تھیں بڑی آنکھیں حسین و سرگیں
 دیکھ کر قربان تھیں سب حور عیں
 کان دونوں خوب صورت ارچند
 ساتھ خوبی کے وہن بینی بلند
 صاف آئینہ تھا چہرہ آپ کا
 صورت اپنی اتنا میں ہر اک دیکھتا
 تاجہ سینہ ریش محبوب الہ
 خوب تھی منجان مو، رنگ سیاہ تھا
 سپید اکثر لباس پاک تن
 ہو ازار و جہ یا حیر ہن
 سبز رہتا تھا عمامہ آپ کا
 پر کبھی سو و سپید و صاف تھا
 میں کہوں پہچان عمدہ آپ کی
 دونوں عالم میں نہیں ایسا کوئی
 واحسن منك لم تر قط عینی
 و اجمل منك لم تلد النساء
 خلقت مبداً من کل عیب
 کانت قد خلقت کما تشاء

ترجمہ: (۱) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ حسین نہ کبھی میری آنکھوں نے دیکھا
 اور نہ ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کسی ماں نے جنما۔

(۲) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر عیب سے پاک پیدا فرمائے گئے گویا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش کے مطابق ہوئی۔

و شق له من اسمہ کی مجلہ
ف ذو العرش محمود و هذا محمد
نبی اتانا بعد یاس و فترۃ
من الرسل والاولئان فی الارض تعبد
فامسنی سراجا مستندوا و ہادیا
یلوح کما لاح الصقیل المہند
والندوا فارا و بشر جدۃ
وعلینا الاسلام فاللہ محمد

ترجمہ: (۱) اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اجلال و اکرام کے لئے اپنے نام سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام مشتق کیا تو رب عرش عزوجل محمود ہے اور یہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

(۲) یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بڑی نامیدی اور رسولوں علیہم السلام کے ایک طویل وقفہ کے بعد ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ زمین پر بتوں کی پرستش ہو رہی تھی۔

(۳) تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم روشن چراغ اور ہادی و رہبر بن کر اس طرح چمکے جیسے صیقل کردہ ہندی تلووار چمکتی ہے۔

(۴) ہمیں جہنم کا ڈر سنایا اور جنت کی بشارت دی اور ہمیں اسلام کی تعلیم دی تو ہم خدا عزوجل کی حمد بیان کرتے ہیں۔

هجوته محمداً واجبت عنه
وعند الله في ذاك الجزاء
اتهجوة ولست له بكفء
فشر كما لخبركما الفداء
هجوته مباركا برا حنيفا
امتن الله شيمته الوفاء
امن بهجو رسول الله منكم
و ممدحه و ينصرة سواه
فان ابي و والدته و عرضي
لعرض محمد معكم وقاء

(السيرة النبوية لابن هشام، شعر صان في فتح مكة، ج ۴، ص ۳۵۹)

ترجمہ: (۱) تو نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کی تو میں نے ان کی طرف سے تمہیں جواب دیا اور خدا عزوجل کے یہاں اس میں اجر و ثواب ہے۔

(۲) تو ان کی ہجو کرتا ہے جبکہ تو ان کے برابر نہیں تم میں کا برا (یعنی تو) بھلے پر (یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر) قربان ہو۔

(۳) تو نے ایسے کو برا کہا جو مبارک، پاکباز، حنیف، خدا عزوجل کے امین ہیں جنگی خصلت و فاداری ہے۔

(۴) کیا تم میں کا جو رسول خدا عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کرے اور جو انکی مدح و ستائش اور ان کی حمایت کرے دونوں برابر ہیں؟

(۵) میرے باپ دادا، میری عزت و آبرو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و حرمت کے لئے ڈھال ہے۔

و هل عدلت يوما رزية هالك
 رزية يوم مات فيه محمد
 فبوركت يا قبر الرسول و بوركت
 بلاد ثوى فيها الرشيد البسدد
 وما فقد الماضون مثل محمد
 ولا مثله حتى القيامة يفقد
 وليس هو اى نازعا عن ثنائه
 لعل به فى جنة الخلد اخلد
 مع البصطفى ارجو بذاك جواره
 وفى نيل ذاك اليوم اسعى و اجهد

(السيرۃ النبویہ لابن ہشام، شعر حسن بن ثابت فی مرثیہ، ج ۴، ص ۵۵۹-۵۶۱)

ترجمہ: (۱) کیا کسی مرنے والے کی مصیبت کا دن اس دن کے برابر ہے جس میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوا۔

(۲) تجھے مبارکباد ہے اے قبر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! اور اس شہر کو بھی جس میں ہدایت و درستی والے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آسودہ خاک ہیں۔

(۳) نہ زمانہ ماضی والوں کو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جیسے (عظیم و جلیل) کی وفات کا صدمہ ہو نہ قیامت تک کسی کو ایسا صدمہ ہوگا۔

(۴) میرا دل انکی نعت سے باز رہنے والا نہیں شاید اسی کے صدقے مجھے جنت الخلد میں دوام نصیب ہو۔

(۵) اسی کے سبب تو میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قرب کا امیدوار ہوں اور وہی دن پانے کے لئے میں کوشش و محنت کر رہا ہوں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشنے والا نہایت مہربان ہے

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ
عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور
اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

قال حافظ ابو عيسى محمد
بن عيسى بن سورة ترمذی

استاذ حافظ ابو عيسى محمد بن عيسى بن

سورة ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

رحمته الله عليه

1- بَابُ مَا جَاءَ فِي خَلْقِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مقدسہ کا بیان

❖ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ قُتَيْبَةُ بْنُ

سَعِيدٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ

رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ

أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، لَيْسَ بِالطَّوِيلِ الْبَائِنِ،

وَلَا بِالْقَصِيرِ، وَلَا بِالْأَبْيَضِ

الْأَمْهَقِ، وَلَا بِالْأَدِيمِ، وَلَا بِالْجُعْدِ

الْقَطِطِ، وَلَا بِالْسَبْطِ، بَعَقَهُ اللَّهُ

تَعَالَى عَلَى رَأْسِ أَرْبَعِينَ سَنَةً،

فَأَقَامَ بِمَكَّةَ عَشَرَ سِنِينَ،

وَبِالْمَدِينَةِ عَشَرَ سِنِينَ، وَتَوَفَّاهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ

عنه فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نہ تو

بہت لمبے تھے اور نہ چھوٹے قد کے (بلکہ

میانہ قد، لمبائی کی طرف مائل تھے) اور

آپ نہ تو بہت سفید تھے اور نہ ہی زیادہ

گندم گوں، آپ کے بال مبارک نہ تو

زیادہ گھنگریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے،

اللہ تعالیٰ نے آپ کو چالیس سال کی عمر میں

اعلان نبوت کا حکم دیا (اعلان کے بعد)

آپ دس سال تک مکہ مکرمہ میں رہے اور

پھر دس سال تک مدینہ طیبہ میں رہے، ۶۰

سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا اور اس

اللَّهُ تَعَالَى عَلَى رَأْسِ سِتِّينَ سَنَةً. وقت آپ کے سر اور داڑھی میں بیس بال
وَلَيْسَ فِي رَأْسِهِ وَلَا فِي عَشْرُونَ بھی سفید نہ تھے۔
شَعْرَةً بَيَضَاءً۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ: بَآنُ بنا ہے بون سے بمعنی دوری اسی سے ہے طلاق بائنه، یہاں
بَآنُ سے مراد ہے بہت زیادتی جو حد اعتدال سے دور ہو یعنی حضور انور اتنے دراز قد نہ
تھے کہ حد اعتدال سے دور ہوں اور اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور مائل بہ
درازی تھے کیونکہ طویل کے ساتھ بَآنُ کی قید بیان ہوئی اور قصیر مطلق بغیر قید کے
فرمایا۔ اور آپ کا رنگ شریف سفید مائل بہ سرخی تھا یا سرخی پیلا ہوا سفید جو کہ بہت ہی
حسین ہوتا ہے۔

مزید یہ کہ حضور کے بال شریف نہ تو حبشہ والوں کی طرح بالکل چھلے دار مٹھے
ہوئے تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ بال سیدھے کناروں پر خم دار تھے ایسے بال بہت
حسین معلوم ہوتے ہیں اور سرے سے مراد آخری کنارہ ہے۔ حضور انور کی نبوت کا
ظہور چالیس سال کی عمر شریف میں ہوا جب آپ کا سنہ شریف پورے چالیس سال کا
ہو چکا تھا۔

تمام (علماء) کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور انور کی نبوت کا ظہور چالیس سال کی عمر
شریف میں ہوا سرقات نے یہاں فرمایا کہ ساٹھ والی روایت میں دہائی لی گئی ہے تین
جو کسر تھی وہ چھوڑ دی گئی۔

بعض روایات میں ہے کہ سر مبارک داڑھی شریف اور ریش بچی سب میں ملا کر
بیس بال سفید تھے، بعض میں ہے کہ کل چودہ بال سفید تھے، یہ روایت چودہ بالوں والی
ہے شمار میں اختلاف ہو سکتا ہے، اس روایت میں ہے کہ سر مبارک میں چودہ بال سفید

تھے، داڑھی شریف میں پانچ بال اور ریش بچی میں ایک بال سفید۔ پہلے زر چکا کہ حضور انور درمیانہ قد تھے مائل بہ درازی یہ قد بہت حسین ہوتا ہے اور رنگت سفید جس میں سرخی پلائی ہوئی اور وہ جگمگاتی ہوتی تھی یہ حسن کی انتہا ہے۔

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے اس چمک دار رنگت پہ لاکھوں سلام اور بالوں کی درازی میں چار روایتیں ہیں: نصف کان تک، کانوں کی گدیوں تک، کانوں اور کندھوں کے درمیانی تک، کندھوں تک، ان میں تعارض نہیں کبھی تا بگوش کبھی تا بدوش مختلف اوقات میں مختلف حالات تھے۔ حضور انور بال کثواتے تھے اور سواء حج و عمرہ کے کبھی منڈواتے نہیں تھے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشنۃ المصنوع، ج ۸ ص ۴۱)

ریش مبارک

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک گھنی اور عنجان ہوتے ہوئے بھی باریک اور خوبصورت تھی، ایسی بھری ہوئی نہ تھی کہ پورے چہرے کو ڈھانپ لے۔ بالوں کا رنگ سیاہ تھا، سرخ و سفید چہرے کی خوبصورتی میں ریش مبارک مزید اضافہ کرتی۔ عمر مبارک کے آخری حصہ میں کل سترہ یا بیس سفید بال ریش مبارک میں آگئے تھے لیکن یہ سفید بال عموماً سیاہ بالوں کے ہالے میں چھپے رہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ریش مبارک کے بالوں کو کٹوا دیا کرتے تھے تاکہ بالوں کی بے ترتیبی سے شخصی وقار اور مردانہ وجاہت پر حرف نہ آئے۔

1۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضخم الرأس والدھیۃ۔
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعتدال کے ساتھ بڑے سر اور بڑی داڑھی والے تھے۔

(حاکم، المستدرک، 2: 626، رقم: 4194) (احمد بن حنبل، المسند، 1: 96) (بیہقی، دلائل النبوة،

1. (216:1) (ابن سعد، الطبقات النبوی، 411:1) (عبری، تاریخ الأمم والملوک، 221:2) (ابن اثیر،

البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، 17:6)

2- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أسود اللحية۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک سیاہ رنگ کی تھی۔

(تہقیق، دلائل النبوة، 1:217) (ابن سعد، الطبقات النبوی، 1:433) (سیوطی، اخصاص

النبری، 1:125، رقم: 4194)

3- حضرت امّ معبد رضی اللہ عنہا جنہیں سفر ہجرت میں والی کونین صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی میزبانی کا شرف لازوال حاصل ہوا، اپنے تاثرات ان الفاظ میں بیان

کرتی ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیف اللحية۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش اقدس گھنی تھی۔

(ابن جوزی، الوفاء، 397) (حاکم، المستدرک، 3:10) (ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، 3:184)

(سیوطی، الجامع الصغیر، 1:38) (مناوی، فیض القدیر، 5:77)

4- حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کث اللحية۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔

(نسائی، السنن، 8:183، کتاب الزینۃ، رقم: 5232) (ترمذی، الشمائل المحمدیہ، 1:36، رقم: 8)

(احمد بن حنبل، المسند، 1:101، رقم: 796) (بخاری، المسند، 2:253، 660) (ابن سعد، الطبقات

الکبری، 1:422)

5- حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں یوں گویا ہوئے:

كان... أسود اللحية حسن الشعر... مفاض الدحيين
(حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی) ریش مبارک سیاہ، بال مبارک خوبصورت، (اور ریش مبارک) دونوں طرف سے برابر تھی۔

(ابن عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، 1: 320) (بخاری، مجمع الزوائد، 8: 280)

6- عمر مبارک میں اضافے کے ساتھ ریش مبارک کے بالوں میں کچھ سفیدی آگئی تھی۔ حضرت وہب بن ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رأيتُ النبي صلى الله عليه وآله وسلم، و رأيتُ بياضاً من تحت
شفته السفلى العنقفة

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اور میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لب اقدس کے نیچے کچھ بال سفید تھے۔

(بخاری، الصحيح، 3: 1302، کتاب المناقب، رقم: 3352) (احمد بن حنبل، المسند، 3: 216)

(ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 434)

7- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر ادا پر قربان ہو ہو جاتے تھے، حیات مقدسہ کی جزئیات تک کا ریکارڈ رکھا جا رہا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

وليس في رأسه ولحيته عشرون شعرة بيضاء

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک اور سر مبارک میں سفید بالوں کی تعداد بیس سے زائد نہ تھی۔

(بخاری، الصحيح، 3: 1302، کتاب المناقب، رقم: 3354) (مسلم، الصحيح، 4: 1824، کتاب

الفضائل، رقم: 3347) (ترمذی، المعجم، 5: 592، کتاب المناقب، رقم: 3623) (امام مائت،
الموطا، 2: 919، رقم: 1639) (احمد بن حنبل، المسند، 3: 130) (عبد الرزاق، المصنف، 3: 599، رقم:
6886) (ابن حبان، المعجم، 14: 298، رقم: 6378) (ابو یسعی، المعجم، 1: 55، رقم: 25) (طبرانی، المعجم
الصغیر، 1: 205، رقم: 328) (شعب الایمان، 2: 148، رقم: 1412) (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ،
2: 308)

8۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک میں لب اقدس کے نیچے اور
گوش مبارک کے ساتھ گنتی کے چند بال سفید تھے جنہیں خضاب لگانے کی کبھی
ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی یہی وجہ ہے کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے خضاب وغیرہ استعمال نہیں کیا اس حوالے سے حضرت انس بن مالک
رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

و لم یختضب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ، إنما كان
البياض في عنقه وفي الصدغين وفي الرأس نهذ.
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی خضاب نہیں لگایا، کیونکہ آپ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے نچلے ہونٹ کے نیچے، کنپٹیوں اور سر مبارک میں چند بال
سفید تھے۔

(مسلم، المعجم، 4: 1821، کتاب الفضائل، رقم: 2341) (بیہقی، السنن الکبریٰ، 7: 310، رقم:

14593) (بیہقی، دلائل النبوة، 1: 232)

9۔ ریش اقدس طویل تھی نہ چھوٹی، بلکہ اعتدال، توازن اور تناسب کا انتہائی دلکش
نمونہ اور موزونیت لئے ہوئے تھی۔

كان النبي صلى الله عليه وآله وسلم كان يأخذ من لحيته من
عرضها وطولها

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ریش مبارک کے طول و عرض کو برابر طور پر تراشا کرتے تھے۔

(ترمذی، الجامع الصحیح، 2: 100، ابواب الادب، رقم: 2762) (مسئدانی، فتح الباری، 10: 350) (زرقاتی، شرح الموطا، 4: 426) (سیوطی، الجامع الصغیر، 1: 263) (محمد بن عبد الرحمن مبارکفوری، تحفۃ الاحوذی، 8: 38) (قرطبی، تفسیر، الجامع الاحکام القرآن، 2: 105) (ابن جوزی، لونا: 609) (مقریزی، امتاع الاسماع، 2: 161) (مہمانی، الانوار المحمدیہ: 214) (شوکانی، نیل الاوطار، 1: 142)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعَدَةَ
الْبَصْرِيُّ . قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ
الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنْ
أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، قَالَ : كَانَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ رُبْعَةً ، لَيْسَ بِالْقَوِيلِ
وَلَا بِالْقَصِيرِ ، حَسَنَ الْجَسْمِ ،
وَكَانَ شَعْرُهُ لَيْسَ بِمَجْعَدٍ ، وَلَا
سَبْطٍ أَشْمَرَ اللَّوْنِ ، إِذَا مَشَى
يَتَكَفَّأُ .

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
درمیانہ قد تھے، نہ زیادہ طویل نہ کچھ ٹھگنے،
نہایت خوبصورت معتدل بدن والے،
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نہ بالکل
پیچیدہ تھے نہ بالکل سیدھے (بلکہ تھوڑی
سی پیچیدگی اور گھونگریالہ پن تھ) نیز آپ
گندمی رنگ کے تھے۔ جب حضور صلی اللہ
علیہ وسلم راستہ چلتے تو آگے کو جھکے ہوئے
چلتے۔

شرح حدیث: قدم مبارک

اس پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اتفاق ہے کہ آپ میانہ قد تھے لیکن یہ آپ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معجزانہ شان ہے کہ میانہ قد ہونے کے باوجود اگر آپ ہزاروں
انسانوں کے مجمع میں کھڑے ہوتے تھے تو آپ کا سر مبارک سب سے زیادہ اونچا نظر

آتا تھا۔

قد بے سایہ کے سایہ مرحمت
 ظل محدود۔ رافت پہ لاکھوں سلام
 طائرانِ قدس جس کی ہیں قمریاں
 اُس سہمی سرو قامت پہ لاکھوں سلام

مقدس بال

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک نہ گھونگھڑدار تھے نہ بالکل
 سیدھے بلکہ ان دونوں کیفیتوں کے درمیان تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
 مقدس بال پہلے کانوں کی لوتک تھے پھر شانوں تک خوبصورت گیسو لٹکتے رہتے تھے مگر
 حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے اپنے بالوں کو اترا دیا۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد
 رضا خان قبلہ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کے مقدس بالوں کی ان تینوں
 صورتوں کو اپنے دو شعروں میں بہت ہی نفیس و لطیف انداز میں بیان فرمایا ہے کہ

گوش تک سنتے تھے فریاد اب آئے تادوش
 کہ بنیں خانہ بدوشوں کو سہارے گیسو
 آخر حج غم امت میں پریشاں ہو کر
 تیرہ بختوں کی شفاعت کو سدھارے گیسو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے موئے مبارک حضرات صحابہ گرام رضی اللہ
 عنہم میں کیوں تقسیم فرمائے تھے؟ اس سلسلہ میں علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَأَنبَأْتُمْ شَعْرَةَ فِي أَصْحَابِهِ لِيَكُونَ بَرَكَةٌ بَاقِيَةً بَيْنَهُمْ وَتَذَكُّرَةً لَهُمْ،

وَكَأَنَّهُ أَشَارَ بِذَلِكَ إِلَى اقْتِرَابِ الْأَجَلِ

(شرح العلامة الزرقانی علی المواہب اللدنیہ، ص: ۱۹۶، ج: ۸، دار المعرفۃ، بیروت)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے موئے مبارک اپنے اصحاب میں اس لیے تقسیم فرمائے، تاکہ وہ ان میں بطور برکت اور یادگار رہیں اور اسی سے گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرب وصال کی طرف اشارہ فرمادیا۔“

شوق دیدار

جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن کی تلاوت اور اسلام کی تفسیر کر رہے تھے حضرت ابو عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی طرف متوجہ ہو کر سن رہے تھے اس دوران جب بھی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ذکر آتا تو ابو عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا شوق دیدار چمک اٹھتا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ملاقات کے لئے وہ بے چین ہو جاتے۔ ایک بار ابو عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی زیارت کا کس قدر اشتیاق ہے کب سال جائے گا اور موسم حج آئے گا اور ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوں گے حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسکرائے اور فرمایا: ابو عبد الرحمن! صبر کرو، دن جلد ہی گزر جائیں گے۔

ابن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی دید کے بغیر مجھے سکون میسر نہیں کب یہ دن گزریں گے، پھر وہ کچھ دیر خاموش رہے اور فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ کسی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے میری ملاقات نہ ہو سکے اس لیے کیا آپ ہمارے سامنے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا سراپا ہی بیان کر سکتے ہیں، آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے چہرہ اقدس کی زیارت سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔ سبھی حاضرین نے بیک زبان کہا ابن مسلمہ تم نے ہمارے دل کی بات کہہ دی۔ ابن عمیر!

رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا سراپا بیان کیجئے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قعدہ سے (دورانو ہو کر) بیٹھ گئے، اپنا سر جھکایا، نظریں نیچی کیں جیسے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا سراپا اپنے ذہن میں لا رہے ہوں۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سراٹھایا اور فرمایا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے رنگ میں سفیدی و سرخی کا حسین امتزاج ہے، چشمان مبارک بڑی ہی خوبصورت ہیں، بھویں ملی ہوئی ہیں، بال سیدھے ہیں گھنگریالے نہیں ہیں، داڑھی گھنی ہے، دونوں مونڈھوں کے بیچ فاصلہ ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی گردن مبارک جیسے چاندی کی چھاگل، ہتھیلی اور قدم موٹے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جب چلتے ہیں تو ایسا لگتا ہے جیسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اونچائی سے نیچے آ رہے ہوں اور جب کھڑے ہوتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کسی کی طرف رخ فرماتے تو مکمل طور پر متوجہ ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے چہرہ مبارک پر پسینہ موتی کے مانند ہوتا ہے، نہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پست قد ہیں نہ دراز قامت، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے۔ جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو یکا یک دیکھتا ہے مرعوب ہو جاتا ہے اور جو آشنا ہو کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی صحبت میں رہتا ہے وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے محبت کرنے لگتا ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ جرأت مند ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا طرز تکلم سب سے سچا، ایفاء عہد میں سب سے پکے، سب سے نرم طبع، اور رہن بہن میں سب سے اچھے ہیں۔ میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جیسا کسی کو نہ پہلے دیکھا اور نہ ہی بعد میں۔

جس وقت حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بیان کر رہے تھے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اس جماعت پر سکوت چھایا ہوا تھا، وہ سبھی حضرات پوری توجہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اس سراپائے اقدس کو سماعت کر رہے تھے ابھی حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا بیان مکمل بھی نہ کر سکے تھے کہ اہل محفل بیک زبان پکار اٹھے۔ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ!

(صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ص ۹۶)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ
قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ
قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي
إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَزَاءَ بْنَ
عَازِبٍ، يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَجُلًا
مَرْبُوعًا، بَعِيدَ مَا بَيْنَ
الْمَنْكِبَيْنِ، عَظِيمَ الْجُمَةِ إِلَى
شَعْمَةِ أُذُنَيْهِ الْيُسْرَى، عَلَيْهِ
حُلَّةٌ خَمْرَاءُ، مَا رَأَيْتُ شَيْئًا قَطُّ
أَحْسَنَ مِنْهُ.

حضرت ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ کہتے
ہیں کہ میں نے براہین غازی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم درمیانے قد کے تھے اور آپ کے
دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ تھا (یعنی
سینہ مبارک کشادہ تھا) آپ کے بال گھنے
اور کانوں تک پہنچتے تھے، آپ پر سرخ
(دھاری دار) چادر تھی میں نے آپ سے
زیادہ خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ: یہ فرمان ترکیبی ہے یعنی قریباً درمیانہ تھے کیونکہ حضور انور صلی اللہ
علیہ وسلم قدرے طویل قد تھے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا۔ (مرقات)
دو کندھوں میں فاصلہ جب ہی زیادہ ہوگا جب کہ سینہ چوڑا ہو، حضور کا سینہ

مبارک بہت کشادہ تھا۔ چوڑا سینہ شجاعت و سخاوت، دل کی وسعت کی علامت ہے، اس سے دل کی وسعت کا پتہ لگتا ہے جس کا دل وسیع ہو وہ کینہ، غصہ، بغض و حسد سے پاک ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی ذات کا بدلہ کسی سے نہ لیا بلکہ ہمیشہ درگزر کی معافی دی، یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت قلبی۔ اور کبھی آپ کے بال شریف تا بگوش ہوتے تھے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بال شریف کندھوں تک تھے۔

یہاں سرخ سے مراد خالص سرخ نہیں کہ مردوں کے لیے خالص سرخ لباس ممنوع ہے بلکہ مخطوط بالا حمر مراد ہے یعنی اس کپڑے میں سرخ خطوط بھی تھے اور ہرے بھی اور کپڑا ریشمی نہ تھا سوتی تھا۔ حد سوتی کپڑے کا بھی ہوتا ہے یہ حد یعنی تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یعنی لباس محبوب تھا۔

جو بال کانوں کی گدیوں تک ہوں انہیں وفرہ کہتے ہیں، جو کانوں اور کندھوں کے درمیان ہوں انہیں جمہ کہا جاتا ہے اور جو کندھوں تک پہنچیں انہیں لمہ کہتے ہیں۔ حضور انور کے بال کبھی لمہ بھی ہوتے تھے اسی کا یہاں ذکر ہے۔ خیال رہے کہ عورتوں کی طرح بہت لمبے بال رکھنا مردوں کو ممنوع ہیں، کندھوں تک مردوں کے بالوں کی انتہا ہے۔

اور حضور کے جسم شریف میں وہ درازی یا پستی نہ تھی جو بری معلوم ہو۔ (مرقات)

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۸ ص ۴۲)

نبی بے مثال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کا ذکر جمیل حضرت عمر و بن العاص رضی اللہ عنہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

وَمَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَلَا أَجَلُ فِي عَيْنِي مِنْهُ، وَمَا كُنْتُ أَطِيقُ أَنْ أَمْلَأَ عَيْنِي مِنْهُ إِجْلَالًا لَهُ وَلَوْ

سئلت أن أصفه ما أظقت لأني لم أكن أملاً عيني منه
میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کوئی شخص محبوب
نہ تھا اور نہ ہی میری نگاہوں میں کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسین
تر تھا، میں حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس چہرہ کو اس کے
جلال و جمال کی وجہ سے جی بھر کر دیکھنے کی تاب نہ رکھتا تھا۔ اگر کوئی مجھے
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محامد و محاسن بیان کرنے کے لئے کہتا تو میں
کیونکر ایسا کر سکتا تھا کیونکہ (حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
حسن جہاں آرا کی چمک دمک کی وجہ سے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
آنکھ بھر کر دیکھنا میرے لئے ممکن نہ تھا۔

(مسلم، صحیح، 1: 112، کتاب الایمان، رقم: 121) (ابو عوانہ، المسند، 1: 70، 71، رقم: 200)

(ابراہیم بن محمد الحسینی، البیان والتعریف، 1: 157، رقم: 418) (ابن سعد، الطبقات، 4: 259)

(ابو نعیم، المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم، 1: 190، رقم: 315) (قاضی عیاض، الشفاء، 2: 30)

انسانی آنکھ کی بے بسی کا یہ عالم تھا کہ شاعر رسول حضرت حسان بن ثابت رضی
اللہ عنہ جو اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں درودوں کے گجرے اور
سلاموں کی ڈالیاں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کا رُوئے متور دیکھ کر اپنی آنکھیں ہتھیلیوں سے ڈھانپ لیا کرتے تھے، وہ خود
فرماتے ہیں:

لما نظرتُ إلى أنوارِ صلي الله عليه وآله وسلم وضعتُ كفي على

عيني خوفاً من ذهابِ بصري

میں نے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انوار و تجلیات کا مشاہدہ کیا تو
اپنی ہتھیلی اپنی آنکھوں پر رکھ لی، اس لئے کہ (رُوئے متور کی تابانیوں

(سے) کہیں میں بینائی سے ہی محروم نہ ہو جاؤں۔ (بہانی، جوہر الہی، 2: 450)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمال حسن کو بڑے ہی دلپذیر انداز میں بیان کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَ أَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِي

وَ أَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

خُلِقْتُ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ

كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسین تر میری آنکھ نے کبھی دیکھا ہی نہیں اور نہ کبھی کسی ماں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جمیل تر کو جنم ہی دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق بے عیب (ہر نقص سے پاک) ہے، (یوں دکھائی دیتا ہے) جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب نے آپ کی خواہش کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت بنائی ہے۔) (حسان بن ثابت، دیوان: 21)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آنحضرت بتمام از فرق تا قدم ہمہ نور بود، کہ دیدہ حیرت در جمال با کمال وی خیر و میشد مثل ماہ و آفتاب تابان و مروشن بود، و اگر نہ نقاب بشریت پوشیدہ بودی بیج کس مرا مجال نظر و ادراک حسن او ممکن نبود.

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر انور سے لے کر قدم پاک تک نور ہی نور تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کا نظارہ کرنے والے کی آنکھیں چندھیا جاتیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اطہر

چاند اور سورج کی طرح متور و تاباں تھا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلوہ ہائے حسن لباس بشری میں مستور نہ ہوتے تو رُوئے متور کی طرف آنکھ بھر کر دیکھنا ناممکن ہو جاتا۔ (محدث دہوی، مدارج النبوة، 1: 137)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ علماء محققین کے حوالے سے فرماتے ہیں:

أَنَّ جمال نبينا صلى الله عليه وآله وسلم كان في غاية الكمال لكن الله ستر عن أصحابه كثيراً من ذلك الجمال الزاهر والكمال البهر، إذ لو برز إليهم لصعب انظر إليه عليهم

ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن و جمال و جلال کمال پر تھا۔۔۔ لیکن رب کائنات نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مخفی رکھا، اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جمال پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ افروز ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روئے تاباں کی طرف آنکھ اٹھانا بھی مشکل ہو جاتا۔

(ملا علی قاری، جمع الوسائل، 2: 9)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے مقام پر 'قصیدہ بردہ شریف' کی شرح میں

لکھتے ہیں:

أنه إذا ذكر على ميت حقيقياً حاضراً، وإذا ذكر على كافر و غافل جعل مؤمناً و هول ذاكراً لكن الله تعالى ستر جمال هذا الدر المكنون و كمال هذا الجوهر المصون لحكمة بالغة و نكتة سابقة و لعلها ليكون الايمان غيبياً و الأمور تكليفاً لا لشهود عينيا و العيان بديهياً أولئلا يصير مزلة لأقدام العوام و مزلة لتضر الجمال بعرفة الملك العلّام

اگر خدائے رحیم و کریم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتم مبارک کی حقیقی برکات کو آج بھی ظاہر کر دے تو اُس کی برکت سے مُردہ زندہ ہو جائے، کافر کے کفر کی تاریکیاں دُور ہو جائیں اور غافل دل ذکرِ الہی میں مصروف ہو جائے لیکن رب کائنات نے اپنی حکمتِ کاملہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس انمول جوہر کے جمال پر پردہ ڈال دیا ہے، شاید رب کائنات کی یہ حکمت ہے کہ معاملات کے برعکس ایمان بالغیب پردہ کی صورت میں ہی ممکن ہے اور مشاہدہ حقیقت اُس کے منافی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کو مکمل طور پر اس لئے بھی ظاہر نہیں کیا گیا کہ کہیں نا سمجھ لوگ غلو کا شکار ہو کر معرفتِ الہی سے ہی غافل نہ ہو جائیں۔ (ماہلی قاری، الزبدۃ فی شرح الہدۃ: 60)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! زنانِ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور بعض لوگ انہیں دیکھ کر بیہوش بھی ہو جاتے تھے، لیکن کیا سبب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر ایسی کیفیات طاری نہیں ہوتیں۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے اللہ نے غیرت کی وجہ سے میرا جمل لوگوں سے مخفی رکھا ہے، اگر وہ کما حقہ آ شکار ہو جاتا تو لوگوں پر محویت و بے خودی کا عالم اس سے کہیں بڑھ کر طاری ہوتا جو حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر ہوا کرتا تھا۔ (شہ ولی اللہ، الذرائع: 39)

امام محمد مہدی القاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے الشیخ ابو محمد عبدالجلیل القصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

و حسن یوسف علیہ السلام وغیرہ جزء من حسنه، لآله علی
صورة اسمہ خلق، ولولا أن الله تبارک و تعالیٰ ستر جمال صورة
محمّد صلی الله عليه وآله وسلم بالهيبة و الوقار، و أعنى عنه
آخرین لما استطاع أحد انظر إليه بهذه الأبصار الدنيوية
الضعيفة

حضرت یوسف علیہ السلام اور دیگر حسنانِ عالم کا حسن و جمال حضور صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کے مقابلے میں محض ایک جز کی حیثیت
رکھتا ہے کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مبارک کی صورت پر
پیدا کئے گئے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن کو ہیبت اور وقار کے پردوں سے نہ ڈھانپا ہوتا
اور کفار و مشرکین کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار سے اندھانہ کیا گیا
ہوتا تو کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ان دنیاوی اور کمزور
آنکھوں سے نہ دیکھ سکتا۔ (محمد مہدی القاسی، مطالع السرائر: 394)

مولوی شرف علی تھانوی شیم الحبیب کے حوالے سے اس بات کی تائید یوں کرتے

ہیں:

أقول و أمّا عَدَمُ تَعَشُّقِ العوامِ علیہ کما کان علی یوسف علیہ
السلام فلغیرة الله تعالیٰ حق لم ینظر جماله کما هو علی غیرہ، کما
أنه لم ینظر جمال یوسف کما هو لا علی یعقوب أو زلیخا

میں کہتا ہوں کہ (باوجود ایسے حسن و جمال کے) عام لوگوں کا آپ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم پر اُس طور پر عاشق نہ ہونا جیسا حضرت یوسف علیہ السلام پر
عاشق ہوا کرتے تھے بسبب غیرتِ الہی کے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کا جمال جیسا تھا غیروں پر ظاہر نہیں کیا، جیسا خود حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال بھی جس درجہ کا تھا وہ بجز حضرت یعقوب علیہ السلام یا زلیخا کے اوروں پر ظاہر نہیں کیا۔ (اشرف علی تہانوی، نشر الطیب: 217)

بقول شاعر:

خدا کی غیرت نے ڈال رکھے ہیں تجھ پہ ستر ہزار پردے

جہاں میں لاکھوں ہی طور بنتے جو اک بھی اٹھتا حجاب تیرا

حسن سراپا کے بارے میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا قول

سرخیل قافلہ عشق حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت منقول ہے کہ وہ اپنی والدہ کی خدمت گزاری کے باعث زندگی بھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں بالمشافہ زیارت کے لئے حاضر نہ ہو سکے، لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ والہانہ عشق و محبت اور وارفتگی کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اپنے اُس عاشق زار کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو ہدایت فرمائی کہ میرے وصال کے بعد اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر اُسے یہ خرقہ دے دینا اور اُسے میری اُمت کے لئے دعائے مغفرت کے لئے کہنا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لئے اُن کے آبائی وطن 'قرن' پہنچے اور انہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان سنایا۔ اثنائے گفتگو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے دونوں جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ کیا تم نے کبھی فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار بھی کیا ہے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو مسکرا کر کہنے لگے:

لَمْ تَرَ كَيْفَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَّا ظِلَّهُ
تم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کا محض پر ثور دیکھا ہے۔

(نہانی، جوامع اہمار، 3: 67)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بعض صوفیا کرام کے حوالے سے فرماتے ہیں:
قال بعض الصوفية أكثر الناس عرفوا الله عزوجل و ما عرفوا
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ، لأن حجاب البشرية غطت
أبصارهم

بعض صوفیا فرماتے ہیں: اکثر لوگوں نے اللہ رب العزت کا عرفان تو
حاصل کر لیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عرفان انہیں حاصل نہ ہو سکا
اس لئے کہ بشریت کے حجاب نے ان کی آنکھوں کو ڈھانپ رکھا تھا۔

(ملا علی قاری، جمع الوسائل، 1: 10)

شیخ عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَأَنَّ مَجْمُوعَ نُورَةِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَوْ وَضَعَ عَلَى الْعَرْشِ
لَذَابَ وَلَوْ جُمِعَتِ الْمَخْلُوقَاتُ كُلُّهَا وَوَضَعَ عَلَيْهَا ذَلِكَ النُّورُ الْعَظِيمُ
لَتَهَا فُتَّتْ وَتَسَاقَطَتْ

اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کامل کو عرش عظیم پر ظاہر کر دیا جاتا تو
وہ بھی پگھل جاتا۔ اس طرح اگر تمام مخلوقات کو جمع کر کے ان پر حضور صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انوار مقدسہ کو ظاہر کر دیا جاتا تو وہ فنا ہو جاتے۔

(عبدالعزیز دباغ، الابریز، 272)

سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے؟

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کی نشاندہی کرتے ہوئے

فرماتے ہیں:

انبياء مخلوق اند از اسماء ذاتہ حق و اولیاء از اسماء صفاتیہ و بقیہ
کائنات از صفات فعلیہ و سید مرسل مخلوق ست از ذات حق و
ظہور حق در وے بالذات ست.

تمام انبیاء و رسل علیہم السلام تخلیق میں اللہ رب العزت کے اسمائے ذاتیہ
کے فیض کا پرتو ہیں اور اولیاء (اللہ کے) اسمائے صفاتیہ کا اور باقی تمام
مخلوقات صفات فعلیہ کا پرتو ہیں لیکن سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
تخلیق ذات حق تعالیٰ کے فیض سے ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی
کی ذات میں اللہ رب العزت کی شان کا بالذات ظہور ہوا۔

(محدث دہلوی، مدارج النبوۃ، 2: 771)

اسی مسکے پر امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لنا تعلقت إرادة الحق تعالى بإيجاد خلقه و تقدير رزقه، أبرز
الحقيقة المحمدية من الأنوار الصمدية في الحضرة الأحمدية، ثم
سلب منها العوالم كلها علوها و سفلها على صورة حكمه
جب خدائے بزرگ و برتر نے عالم خلق کو ظہور بخشے اور اپنے پیغام عطا کو
جاری فرمانے کا ارادہ کیا تو اپنے انوار صمدیت سے براہ راست حقیقت
محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بارگاہ احدیت میں ظاہر فرمایا اور پھر اس ظہور
کے فیض سے تمام عالم پست و بالا کو اپنے امر کے مطابق تخلیق فرمایا۔

(قسطلانی، المواہب اللدنیہ، 1: 55)

اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

يا أبا بكر! والذي بعثني بالحق! لم يعلمني حقيقة غير ربّي

اے ابوبکر! قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، میری حقیقت میرے پروردگار کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا۔

(محمد قاسی، مطالع المسرات: 129)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مذکورہ بالا تمام اقوال کی نہ صرف توثیق کرتا ہے بلکہ اُن پر مبر تصدیق بھی ثبت کرتا ہے۔

حسن و جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں کا راز دان

جس طرح اللہ رب العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ کی حقیقت کو اپنی مخلوقات سے مخفی رکھا اور تجلیاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پردوں میں مستور فرمایا، اسی طرح آپ کے اوصافِ ظاہری کو بھی وہی پروردگارِ عالم خوب جانتا ہے۔ محدثین، مفسرین اور علمائے حق کا یہ اعتقاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصافِ ظاہری کی حقیقت بھی مکمل طور پر مخلوق کی دسترس سے باہر ہے۔ اس ضمن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین عظام نے جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ بطور تمثیل ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ رسولِ محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت کو اُن کے خالق کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس لئے کہ

آل ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

1۔ امام ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و من وصفه صلى الله عليه وآله وسلم فإنما وصفه على سبيل

التبثيل وإلا فلا يعلم أحد حقيقة وصفه إلا خالقه

جس کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف بیان کئے بطور تمثیل

ہی کئے ہیں، اُن کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا۔

(بیجوری، المواہب اللدنیہ علی اشمالِ الحمدیہ: 19)

2۔ امام علی بن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كانت صفاته صلى الله عليه وآله وسلم الظاهرة لا تدرك حقائقها
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات ظاہرہ کے حقائق کا ادراک بھی ممکن
نہیں۔ (علی، السيرة المحمديه، 3: 434)

3۔ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هذه التشبيهات الواردة في حقه عليه الصلوة والسلام إنما هي على
سبيل التقريب والتشيل وإلا فذاته أعلى
اسلاف نے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف کا جو تذکرہ کیا ہے یہ
بطور تمثیل ہے، ورنہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس اور مقام اُس
سے بہت بلند ہے۔ (قسطلانی، المواہب اللدنیہ، 1: 249)

4۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

مراد من کلمہ در احوال و صفات ذات شریف وی و تحقیق آن
حرجی تمام است کہ آن متشبه ترین متشابهات است نزد من
کہ تاویل آن هیچ کس جز خدا نداند و ہر کس ہر چہ گوید
بر قدر و اندازہ فہم و دانش گوید و او صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از
فہم و دانش تمام عالم برتر است۔

میں نے حضور علیہ السلام کے محامد و محاسن پر اظہار خیال کرتے ہوئے
ہمیشہ ہچکچاہٹ محسوس کی ہے، کیونکہ (میں سمجھتا ہوں کہ) وہ ایسے اہم ترین
تشابہات میں سے ہیں کہ اُن کی حقیقت پروردگارِ عالم کے سوا کوئی دوسرا
نہیں جانتا۔ جس نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توصیف بیان کی
اُس نے اپنے فہم و فراست کے مطابق بیان کی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی ذات اقدس تمام اہل عالم کی فہم و دانش سے بالا ہے۔

(محمد ثدلولی، شرح فتوح الغیب: 340)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ،
قَالَ : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، قَالَ :
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ،
عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ ، قَالَ : مَا
رَأَيْتُ مِنْ ذِي لِمَّةٍ فِي حُلَّةٍ خَمْرَاءَ
أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، لَهُ شَعْرٌ يَضْرِبُ
مَنْكِبَيْهِ ، يَبْعِدُ مَا بَيْنَ
الْمَنْكِبَيْنِ ، لَمْ يَكُنْ بِالْقَصِيرِ ،
وَلَا بِالطَّوِيلِ .

حضرت براء بن عازب رضی اللہ
عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی زلفوں والا
سرخ (دھاری دار) جوڑے میں حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت نہیں
دیکھا آپ کے بال مبارک کندھوں تک
پہنچتے تھے اور آپ کے دونوں کندھوں کے
درمیان فاصلہ تھا، آپ نہ تو چھوٹے قد کے
تھے اور نہ ہی آپ کا قدمبارک زیادہ لمبا
تھا۔

شرح حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ محبت کیوں؟

اسلام کا مطالبہ ہے کہ ہر مؤمن کے نزدیک تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ
محبوب ترین ذات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہونی چاہے، حتیٰ کہ اسے اپنی جان
سے بھی زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہونی چاہے اگر ایسا نہیں ہے تو اس
کا ایمان خطرہ میں ہے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى
أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الْوَلَدِ وَالْوَطَنِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ

(بخاری: کتاب الایمان: باب حب الرسول من الایمان، رقم: 15)

صحابی رسول انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ، اس کے بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔

سوال یہ ہے کہ ہر مؤمن کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ محبت ہونی چاہئے اس کی کیا وجہ، مرکزی وجہ یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنے پر آمادہ کرے، لیکن ساتھ ہی ساتھ آپ صلی اللہ کی ذات میں بھی ایسی خوبیاں موجود ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ محبت کا فطری تقاضہ کرتی ہیں، ان خوبیوں کے تذکرہ سے قبل آئیے دیکھتے ہیں کہ کسی سے محبت کیوں کی جاتی ہے؟ اگر ہم اہل دنیا کی محبتوں کا جائزہ لیں اور ان کے واقعات پڑھیں تو معصوم ہوتا ہے کہ ہر محبت کے پیچھے درج ذیل تین اسباب میں سے کوئی ایک سبب ہوتا ہے:

☆ محبوب کا احسان

☆ محبوب کا کردار

☆ محبوب کا حسن و جمال

اہل دنیا کی محبتوں کے پیچھے ان اسباب میں سے کوئی ایک ہی سبب ہوتا ہے، یعنی کوئی صرف کسی کے احسان کے سبب اس سے محبت کرنے لگتا ہے، خواہ وہ عمدہ کردار اور حسن و جمال سے محروم ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح کوئی شخص کسی فن میں مہارت رکھتا ہے تو کچھ لوگ اس پر فدا ہو جاتے ہیں چاہے وہ احسان اور حسن و جمال کی خوبی سے عاری ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح کوئی حسین و جمیل ہے تو لوگ اس کے بھی گرویدہ ہو جاتے ہیں گرچہ وہ بد اخلاق اور بد کردار ہی کیوں نہ ہو۔

لیکن جب ہم جب ہم اہل ایمان کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کو دیکھتے ہیں تو پوری انسانیت میں صرف اور صرف یہی ایک ایسی محبوب ذات نظر آتی ہے جن کی

محبت کے پیچھے نہ صرف یہ کہ مذکورہ جملہ اسباب محبت بیک وقت پائے جاتے ہیں بلکہ یہ اسباب درجہ کمال کو پہنچے ہوئے ہیں:

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ثم البيل قد يكون لها يستلذه الانسان ويستحسنه كحسن الصورة والصوت والطعام ونحوها وقد يستلذه بعقله للمعاني الباطنة كمحبة الصالحين والعلماء وأهل الفضل مطلقا وقد يكون لاحسانه إليه ودفعه المضار والمكاره عنه وهذه المعاني كلها موجودة في النبي صلى الله عليه وسلم لها جمع من جمال الظاهر والباطن وكمال خلال الجلال وأنواع الفضائل واحسانه إلى جميع المسلمين بهدايته اياهم إلى الصراط المستقيم ودوام النعم والابعاد من الجحيم. (شرح النووی علی سلم: 142)

کبھی کسی سے محبت اس لذت کی بنا پر ہوتی ہے جسے انسان کسی کی صورت و آوازیہ کھانے وغیرہ میں محسوس کرتا ہے، کبھی ان اندوڑنی خوبیوں کی بنا پر ہوتی ہے جسے انسان اپنے شعور کے ذریعہ بزرگوں، اہل علم یا ہر قسم کے اہل فضل لوگوں میں محسوس کرتا ہے، اور کبھی محبت اپنے اوپر کئے گئے احسان یا اپنی مشکلات کا ازالہ کئے جانے کی بنا پر ہو جاتی ہے، اور یہ تمام اسباب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں موجود ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت ہر قسم کے ظاہری و باطنی جمال و کمال اور ہر قسم کے فضائل و کردار سے متصف ہیں نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراط مستقیم اور دائمی نعمتوں کی طرف تمام مسلمانوں کی رہنمائی کر کے اور جہنم سے انہیں دور کر کے احسان عظیم کیا ہے۔ (ایک مفکر کا خیال)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ،
 قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ ، قَالَ :
 حَدَّثَنَا الْمُسْعُوْدِيُّ ، عَنْ عُثْمَانَ
 بْنِ مُسْلِمٍ بْنِ هُرْمَزٍ ، عَنْ نَافِعِ بْنِ
 جُبَيْرٍ بْنِ مُطْعِمٍ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي
 طَالِبٍ ، قَالَ : لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالطَّوِيلِ ،
 وَلَا بِالْقَصِيرِ ، شَمْنُ الْكَفَّيْنِ
 وَالْقَدَمَيْنِ ، ضَمُّ الرَّأْسِ ، ضَمُّ
 الْكَرَادِيْسِ ، طَوِيلُ الْمَشْرِبَةِ ، إِذَا
 مَشَى تَكَفَّأَ تَكَفُّوًا ، كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ
 مِنْ صَبَبٍ ، لَمْ أَرْ قَبْلَهُ ، وَلَا بَعْدَهُ
 مِثْلَهُ ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ
 عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نہ تو
 زیادہ لمبے قد کے تھے اور نہ پست قد، آپ کی
 ہتھیلیاں اور پاؤں، گوشت سے پر تھے سر
 مبارک اور کاندھوں کے جوڑ بھاری اور
 مضبوط تھے اور سینہ مبارک سے ناف
 مبارک تک بالوں کی ایک باریک اور
 لمبی (کیر تھی جب آپ چلتے تو آگے کی
 جانب جھکاؤ ہوتا گویا بلندی سے (نشیب
 میں) اتر رہے ہیں میں نے نہ تو آپ سے
 پہلے آپ جیسا کوئی دیکھا اور نہ آپ کے
 بعد۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ: یعنی حضور انور کی داڑھی شریف نہ تو کچی تھی جو صرف ٹھوڑی پر ہوتی
 ہے بلکہ بھرا خط تھا اور نہ آپ کٹواتے تھے بلکہ پوری ایک مشت یعنی چار انگل رکھتے
 تھے لہذا یہ حدیث اس حدیث شریف کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ حضور انور داڑھی
 کو اطراف سے لیتے تھے۔ اس کی تفسیر حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا وہ عمل ہے
 کہ آپ اپنی داڑھی شریف مٹھی سے پکڑتے جو حصہ مٹھی سے باہر ہوتا اسے کٹوا دیتے
 تھے۔ تمام انبیاء کرام گھنی داڑھی والے تھے، حضور انور کی داڑھی شریف بھی گھنی اور
 بڑی تھی ایک مشت۔ اور ہتھیلیاں اور کھوے بھرے ہوئے یہ بڑا حسن ہے۔

مشرّب باب افعال کا مفعول ہے جس کے معنی ہیں سفیدی میں کچھ تھوڑی سرخی پلائی ہوئی۔ بالکل سرخ رنگ بھی اچھا نہیں اور سرخی میں سفیدی کی جھلک بھی حسن نہیں بلکہ سفیدی میں سرخی کی جھلک اعلیٰ حسن ہے۔ اس حسن کا نام ملاحت ہے یعنی نمکین حسن، پچھلے دو حسنوں کو صاحت کہا جاتا ہے۔

کو ادیس جمع ہے کو حوس کی، اس کے معنی ہیں جوڑ جہاں دو ہڈیاں جڑتی ہیں جیسے کندھے، گھٹنے، کلائی، کہنی وغیرہ۔ ہڈیوں کے کناروں کو بھی کو حوس کہتے ہیں، یہ اگر موٹے ہوں تو اعضاء میں طاقت و قوت پوری ہوتی ہے۔

مشرّبہ بالوں کی وہ پتلی دوڑی جو سینہ کے کنارہ سے ناف تک ہوتی ہے یہ کسی کے ہوتی ہے کسی کے نہیں۔ یہ ڈوری علامت ہے وفاداری کی اگر سینہ بالوں سے ننگا ہو تو آدمی اکثر بے وفا مطلبی ہوتا ہے۔

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی چال میں ضعف بھی نہ تھا اور تکبر بھی نہیں، قوت والی تواضع والی چال تھی، سر جھکا ہوا قدم پوری طاقت سے اٹھتا پوری طاقت سے زمین پر پڑتا تھا۔ یہ لفظ بنا ہے کفو سے بمعنی قدم پر اعتماد۔

یہاں قبلہ سے مراد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے اور بعدہ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف سے پہلے کا زمانہ دیکھا ہی نہیں آپ حضور انور سے قریباً تیس سال چھوٹے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۸ ص ۴۹)

ساق اصل قدم شاخ نخل کرم

شع راہ اصابت پہ لاکھوں سلام

کھائی قرآن نے خاک گزر کی قسم

اُس کف پاکی حرمت پہ لاکھوں سلام

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ
الضَّبِّيُّ البَصْرِيُّ ، وَعَلِيُّ بْنُ نُجَيْرٍ ،
وَأَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ وَهُوَ
ابْنُ أَبِي حَلِيصَةَ ، وَالْمَعْنَى وَاحِدٌ ،
قَالُوا : حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ،
عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ مَوْلَى عُفْرَةَ ،
قَالَ : حَدَّثَنِي إِبرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ
مَنْ وَلَدَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ ، قَالَ :
كَانَ عَلَيْهِ إِذَا وَصَفَ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : لَمْ
يَكُنْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بِالْقَطِيبِ الْمُنَغِطِ ، وَلَا
بِالْقَصِيرِ الْمُرْدِدِ ، وَكَانَ رُبْعَةً
مِنَ الْقَوْمِ ، لَمْ يَكُنْ بِالْجَعْدِ
الْقَطِطِ ، وَلَا بِالسَّبِطِ ، كَانَ جَعْدًا
رَجُلًا ، وَلَمْ يَكُنْ بِالْمُطَهِّمِ ، وَلَا
بِالْمُكَلِّمِ ، وَكَانَ فِي وَجْهِهِ
تَنْوِيرٌ ، أَبْيَضُ مُشْرَبٌ ، أَدْبَجُ
الْعَيْنَيْنِ ، أَهْدَبُ الْأَشْفَارِ ،
جَلِيلُ الْمَشَاشِ وَالْكَتَدِ ، أَجْرَدُ ،
ذُو مَسْرُوقَةٍ ، شَمْنُ الْكَفْلَيْنِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے
محمد بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ حضرت علی
المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم
ﷺ کا وصف بیان کرتے ہوئے
فرماتے تھے کہ آپ نہ بہت لمبے قد کے
تھے اور نہ ہی زیادہ چھوٹے قد کے بلکہ
درمیانہ قد کے تھے اور آپ کے بال
مبارک نہ تو زیادہ گھنگریالے تھے اور نہ
بالکل سیدھے بلکہ بل دار سیدھے تھے۔
آپ کا جسم گوشت سے پر نہیں تھا بلکہ
(چہرہ مبارک میں) کسی قدر گولائی تھی۔
آپ کا رنگ سرخی مائل سفید تھا۔ آنکھیں
خوب سیاہ سرمیں اور پلکیں گھنی اور لمبی
تھیں۔ جوڑ اور کندھوں کے درمیان کی
جگہ مضبوط تھی، عام بدن بالوں سے خالی تھا
البتہ سینے سے ناف تک بالوں کی ایک
باریک اور لمبی لکیر تھی۔ آپ کی ہتھیلیاں
اور قدم پر گوشت تھے جب آپ چلتے تو
زور سے پاؤں اٹھاتے گویا بلندی سے اتر
رہے ہیں جب آپ کسی کی طرف دیکھتے تو
پوری طرح دیکھتے آپ کے کندھوں کے

وَالْقَدَمَيْنِ إِذَا مَسَى كَأَنَّمَا
يَنْحَطُّ فِي صَبَبٍ ، وَإِذَا انْتَفَتِ
الْتَفَتَ مَعًا ، بَدَلْنَ كَيْفِيَهُ خَاتَمُ
النُّبُوَّةِ ، وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ ،
أَجُودُ النَّاسِ صَدْدًا ، وَأَصْدَقُ
النَّاسِ لَهْجَةً ، وَأَلْيَنُهُمْ عَرِيكَةً ،
وَأَكْرَمُهُمْ عَشْرَةً ، مَنْ رَأَاهُ بَدِيهَةً
هَابَةً ، وَمَنْ خَالَطَهُ مَعْرِفَةً أَحَبَّهُ
، يَقُولُ نَاعِيَتُهُ : لَمْ أَرْ قَبْلَهُ ، وَلَا
بَعْدَهُ مِثْلَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ .

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ یہاں وصف سے مراد ہے صورت پاک کی صفات بیان کرنا یعنی
حلیہ شریف۔ حضور انور کی نعت شریف چند قسم پر ہے:

حضور کے نور کا بیان، صورت کا بیان، سیرت و اخلاق کا بیان، گھر والوں سے
برتاوے کا بیان، مخلوق سے تعلق کا بیان، رب کی عبادت کا بیان، بندوں سے معاملات
کا بیان، حضور کی جود و سخا و کرم نوازیوں کا بیان غرض کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حال
ہر کمال لازوال کی تعریفیں دریا ناپیدا کنار ہیں۔

زفر ق تاجہ قدم ہر کجا کہ مے نگر م

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

مغط بمعنی محدود ہے باب افعال کا اسم مفعول ہے یعنی انتہائی دراز لمبے، اور

مترود بمعنی انتہائی ہے یعنی بہت ہی پستہ قد۔ (مرقات)

حضور انور کے بال شریف سیدھے اور کناروں پر خم دار تھے اسے اردو میں کنڈل والے بال کہتے ہیں۔ یہ بہت ہی حسین ہوتے ہیں حضور کے بال، کھال، خد و خال، رخسار، گفتار، کردار سب ہی حسین تھے، حضور حسن کے مرکز ہیں جہاں سے حسن تقسیم ہوتا ہے۔

مطمہ بہت موٹے کو بھی کہتے ہیں اور بہت دبلے کو بھی یہ لفظ دو ضدوں کے لیے وضع کیا گیا ہے یعنی جیسے حضور انور میا نہ قد تھے نہ بہت دراز نہ بہت پستہ قد یوں ہی حضور میا نہ جسم تھے نہ بہت بھاری نہ بہت پتلے جسم والے۔ (مرقات)

اذیج وہ آنکھ ہے جس کی سفیدی بھی تیز ہو اور پتلی کی سیاہی بھی خوب تیز ہو یہ آنکھ کا بہت حسن ہے، گدلی سفیدی یا بھوری پتلی حسن کے خلاف ہیں، لمبے پلک حسن ہے پلکوں کا چھوٹا ہونا یا بالکل نہ ہونا حسن کے خلاف ہے۔

جلیل بمعنی موٹے یا بھاری، مشاش ہڈیوں کا کنارہ کندھوں کا کنارہ یا کندھے۔ یعنی کلائیوں پنڈلیوں وغیرہ پر بہت بال نہ تھے۔ خیال رہے کہ یہ اعضاء شریفہ بالوں سے بالکل خالی نہ تھے جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔ (مرقات)

صیب بلندی کو بھی کہتے ہیں اور نشیبی زمین کو بھی، پہلے صیب بمعنی بلندی گزر چکا یہاں بمعنی گہرائی ہے۔ انسان چڑھتے اترتے دونوں حالتوں میں خوب طاقت سے چلتا ہے لہذا دونوں فرمان بالکل درست ہیں کہ سرکار کی رفتار بہت طاقت سے ہوتی تھی جیسے چڑھتے یا اترتے وقت چلا جاتا ہے۔

یعنی اپنے داہنے بائیں کنکھیوں سے نہ دیکھتے تھے بلکہ ادھر دیکھتا ہوتا تو ادھر گھوم کر دیکھتے تھے پوری توجہ سے۔

مہر نبوت کی تفصیل پہلے گزر گئی یہ مہر خاتم النبیین ہونے کی علامت تھی اسی لیے

کسی نبی کو یہ معجزہ عطا نہیں ہوا کیونکہ ان میں کوئی صاحب خاتم النبیین نہ تھے۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ اپنے پرائیوں سے بہت ہی اچھا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کسی کو تکلیف نہ پہنچی، جب کسی پر سختی کہ تو اللہ کے لیے جیسے جہاد پر کفار مجرمین کو سزا میں۔

معلوم ہوا کہ چہرہ انور میں وقار و عجب و بدبہ اور ہیبت تھی کہ جو اچانک دیکھتا تو مرعوب ہو جاتا مگر اخلاق کریمانہ ایسے تھے کہ چند روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر رہتا تو آپ سے مانوس ہو جاتا، اب بھی روضہ انور پر ہیبت ہے پہلی بار حاضری پر دل تھرا جاتا ہے پھر وہاں سے ہٹنے کو دل نہیں چاہتا حتیٰ کہ وداع کے وقت آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔ شعر

بدن سے جان نکلتی ہے آہ سینے سے

ترے فدائی نکلتے ہیں جب مدینے سے

روضہ اچھا زائر اچھے اچھی راتیں اچھے دن

سب کچھ اچھا ایک رخصت کی گھڑی اچھی نہیں

حضرات صحابہ کرام تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کیا دیکھتے حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل نہ دیکھا، دیکھتے کیسے خدا نے حضور کا مثل بنایا ہی نہیں۔ حضور انور کی بے مثالی کا مسئلہ ہم نے تفسیر نعیمی پارہ اول میں اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کی تفسیر میں کچھ تفصیل سے عرض کیا ہے جسے کہتے ہیں مسئلہ امتناع النظر۔ حضور کا مثل ناممکن ہے۔ خیال رہے کہ آیت کریمہ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ سے مراد یہ ہے کہ میں تمہاری طرح بشر ہوں اس چیز میں مثل کہ خالص بندہ ہوں مجھ میں الوہیت کا شائبہ نہیں، نہ خدا ہوں، نہ خدا کا جز، نہ خدا کا بیٹا بھائی وغیرہ بلکہ خالص بندہ ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں ایکم مثلی تم میں مجھ جیسا کون ہے یعنی کوئی نہیں۔

(مراۃ النجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۸ ص ۵۰)

مسئلہ امتناع النظیر کی وضاحت از حضور غزالی ء زماں سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرات محترم! اللہ عزوجل کے قادر مطلق ہونے کے معنی یہ ہیں کہ جو چیز حق سبحانہ و تعالیٰ کے شایان شان ہے اس کی قدرت کے ماتحت ہے۔ اسی کو ممکن کہتے ہیں اور جو چیز محال ہے یعنی نہیں ہو سکتی وہ اپنی ذات میں عیب دار اور ناقص ہونے کی وجہ سے اس قابل نہیں کہ تحت قدرت باری تعالیٰ ہو سکے اس سے اللہ عزوجل کا عاجز ہونا لازم نہیں آتا۔ بلکہ اس امر محال کافی نفیہ خراب اور ناقص ہونا ثابت ہوتا ہے، پیشاب سے وضو نہیں ہو سکتا اس سے وضو کرنے والے کا عجز ثابت نہیں ہوتا بلکہ پیشاب کا عیب دار اور ناقص ہونا ثابت ہوتا ہے کہ اس میں اس امر کی صلاحیت نہیں کہ اس سے طہارت اور پاکیزگی حاصل کی جائے۔

جو باتیں شان الوہیت کے لائق نہیں ان کا تحت قدرت نہ ہونا عین کمال ہے مثلاً اپنے جیسا معبود پیدا کرنا اپنی ذات کو معاذ اللہ دفع کر دینا اپنے لئے بیوی اولاد بھائی رشتہ دار بنانا اسی طرح جھوٹ بولنا حضرت محمد عربی ﷺ کی نظیر پیدا کرنا۔ ان سب باتوں کے لئے ضروری ہے کہ تحت قدرت باری تعالیٰ نہ ہوں ورنہ اس کی توحید اس کی حیات لم یلد ولم یولد اس کا صدق، اس کے حبیب ﷺ کا خاتم النبیین ہونا، سب کی نفی ہو جائے گی حالانکہ ان تمام امور کا حق ہونا واجب اور ضروری ہے۔ نظیر حضرت محمد ﷺ سے مراد یہ ہے کہ وجود میں حضور سید عالم ﷺ کی طرح تمام مخلوق میں سب سے پہلے پیدا ہوا اور بعثت دنیوی میں سب نبیوں کے بعد ہوا اور ظاہر ہے کہ اب ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ کائنات کی پیدائش ہو چکی اب اولیت ممکن نہیں اسی طرح تمام انبیاء معوث ہو چکے جن میں سید عالم ﷺ بھی شامل ہیں اگر کوئی نظیر حضرت محمد عربی ﷺ کی فرض کی جائے تو وہ ہمارے آقا تاجدار مدنی ﷺ کے بعد ہی ہوگا اس صورت میں

حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین نہ رہیں گے کیونکہ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کا مثل نبی بن کر آئے گا جو کہ محال ہے لہذا حضور سید عالم ﷺ کا نظیر پیدا ہونا محال ہے۔ بہر نوع تاجدار مدنی ﷺ متمتع النظیر ہیں، آپ جیسا پیدا نہیں ہو سکتا رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور دیکھ کر اہل عرب بولے۔

محمد ﷺ دوسرا پیدا جہاں میں ہو نہیں سکتا
بلکہ حضور ﷺ کا جس سے تعلق ہو گیا وہ بھی بے مثل ہو گیا اللہ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ
اے نبی کی (پاک) بیویوں! تم عورتوں میں سے کسی کی مثل نہیں۔

(پارہ ۱۲۲ احزاب آیت نمبر ۳۲)

یعنی اے میرے حبیب ﷺ کی بیویوں! تم جہاں بھر میں کسی کی مثل نہیں ہو۔ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب ﷺ کی ازواج مطہرات کو دنیا کی ہر عورت کے مقابلے میں بے مثل فرمایا حالانکہ وہ عورتیں تھیں اور دنیا میں اور عورتیں بھی تھیں مگر ازواج مصطفیٰ ﷺ کی کوئی مثل نہیں۔ کیوں! اس لئے کہ ان کا تعلق اللہ عزوجل کے پیارے حبیب ﷺ سے ہوا کیونکہ آپ ﷺ بے مثل ہیں اس لئے آپ ﷺ کی پاک بیویاں بھی بے مثل ہوئیں۔ پس آپ ﷺ کے ساتھ جس کا تعلق ہو جائے وہ بھی بے مثل ہو جاتا ہے۔

شبہ

یہاں ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب حضور سید عالم ﷺ سے تعلق رکھنے والا بے مثل ہو سکتا ہے تو اسی تعلق کی وجہ سے سرکار ﷺ کی امت بھی بے مثل ہوگی اور قعدہ ہے بے مثل، بے مثل کی مثل ہوتا ہے لہذا اہم سرکار ﷺ کی مثل ہوئے۔

شبہ کا ازالہ

حضور ﷺ اپنے مرتبہ میں بے مثل ہیں اور امت اپنے مرتبہ میں بے مثل ہے جس طرح قرآن کریم میں ہے:

کنتم خیر امتہ اخرجت للناس

تم بہترین امت ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئیں۔

(آل عمران آیت ۱۱۰)

یعنی اے محبوب ﷺ کے غلامو! تم ایسی بہترین امت ہو جو لوگوں کے واسطے نکالی گئی ہو گو یا تم تمام امتوں میں بہترین امت ہو اور تم رسولوں کی امتوں میں بے مثل امت ہو۔ جیسے حضور ﷺ تمام انبیاء میں بے مثل ہیں۔ حدیث پاک میں ہے جب تک میں جنت میں نہ جاؤں گا کوئی نبی جنت میں نہ جائے گا اور جب تک میری امت جنت میں نہ جائے گی اور کوئی امت جنت میں نہ جائے گی۔ اب اس سے واضح ہو گیا کہ سرکار ﷺ کا بے مثل ہونا اپنے رتبہ کے لائق ہے اور امت کا بے مثل ہونا اپنے مرتبہ کے موافق ہے۔ واللہ اعلم!

حضور غزالیؒ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں؛ حضرات محترم! سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد ﷺ کی مثل اور نظیر محال بالذات ہے اور ممتنع ٹھہری ہے۔ اس لئے کہ حضور ﷺ اول مخلوق اور آخری مبعوث ہیں۔ اب اگر دوسرے محمد کا وجود فرض کریں تو وہ اول نہ ہوا۔ کیونکہ ابتدائے خلق ہو چکی۔ جس کی واپسی عقلاً محال بالذات ہے پس اگر دوسرا ہو بھی تو اول نہ ہوگا جب اول نہ ہوا تو حضور ﷺ کی مثل بھی نہ ہوا۔ دوسرے محمد کا وجود حضور ﷺ کی خاتمیت کے منافی ہے جس وقت بھی اس کا وجود فرض کریں گے تو سرکار ﷺ کی خاتمیت کے عدم کو بھی ماننا پڑے گا گو یا دوسرے محمد کے وجود نے حضور اکرم ﷺ کے کمال خاتمیت

کو ختم کر دیا تو جو شخص اپنے مقابل کے کمال کو ختم کر دے وہ اس کی مثل نہ ہوگا بلکہ افضل ہوگا۔ لہذا دوسرے محمد کا وجود محال بالذات ہے۔ دوسرا محمد حضرت نبی کریم ﷺ کے کمال خاتمیت کے منافی ٹھہرا اور اس سے معاذ اللہ کلام الہی کا کذب بھی لازم آیا کیونکہ اللہ عزوجل نے حضور کریم ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا ہے۔ دوسرے کا وجود اس کلام کی تکذیب کا موجب ہوگا اور کلام الہی کی تکذیب محال۔ لہذا دوسرے محمد کا پیدا ہونا بھی محال ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد والہ و صحبہ و بارک و سلم!

(خطبات کاظمی جلد چہارم ص ۱۷۹-۱۷۸)

❖ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ . قَالَ : حَدَّثَنَا جُبَيْعُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعَجَلِيُّ ، إِمْلَاءً عَلَيْنَا مِنْ كِتَابِهِ . قَالَ : أَخْبَرَنِي رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ . مِنْ وَلَدِ أَبِي هَالَةَ زَوْجِ خَدِيجَةَ . يُكْنَى أَبَا عَبْدِ اللَّهِ . عَنْ ابْنِ أَبِي هَالَةَ . عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ . قَالَ : سَأَلْتُ خَالِي هِنْدَ بْنَ أَبِي هَالَةَ . وَكَانَ وَصَافًا . عَنْ جَلِيلَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . وَأَنَا أَشْتَبِي أَنْ يَصِفَ لِي مِنْهَا شَيْئًا أَتَعَلَّقُ بِهِ . فَقَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُحْنًا

جب حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے، جو حضور اکرم ﷺ کے حیلہ مبارکہ کے زیادہ و اصف تھے آپ کے بارے میں سوال کیا اور میری خواہش تھی کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے اوصاف مجھ سے بیان کریں تاکہ میں انہیں یاد رکھ سکوں تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ذیشان معزز تھے آپ کے چہرہ انور چودہویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ آپ نہایت متناسب قدر رکھتے تھے۔ آپ کا سر مبارک بڑھا تھا اور بال مبارک قدرے بل کھائے ہوئے تھے، اگر سر کی مانگ خود بخود نکل

آتی تو رہنے دیتے ورنہ خود نہ نکالتے جب آپ بالوں کو بڑھاتے تو کانوں کی لو سے تجاوز کر جاتے، آپ چمکدار رنگ والے کشادہ پیشانی والے تھے، ابرو مبارک خم دار، باریک تھیں اور جدا جدا تھیں، ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو جدل کے وقت سرخ ہو جاتی، آپ کا ناک مبارک بلندی، نل نہایت خوبصورت اور روشن تھی، غور سے دیکھنے والے آپ کو بلند بینی خیال کرتا آپ کی داڑھی مبارک گھنی اور رخسار مبارک نرم اور ہموار تھے۔ دہن مبارک کشادہ تھا اور دانتوں میں بھی فراخی تھی، سینے اور ناف کے درمیان بالوں کی باریک لکیر تھی۔ آپ کی گردن گویا مورت کی گردن تھی، چاندی کی طرح صاف، آپ کے اعضاء متناسب پر گوشت اور کسے ہوئے تھے، پیٹ مبارک اور سینہ ہموار تھا اور کشادہ اور دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ تھا، مضبوط جوڑوں والے تھے، بدن کا کھلا رہنے والا حصہ بھی روشن تھا۔ سینہ سے ناف تک بالوں نے ایک باریک

مُقَعَّمًا، يَتَلَأَلُ وَجْهَهُ، تَلَأَلُو الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، أَطْوَلُ مِنَ الْمَرْبُوعِ، وَأَقْصَرُ مِنَ الْمُشَدَّبِ، عَظِيمُ الْهَامَةِ، رَجُلُ الشَّعْرِ، إِنْ انْفَرَقَتْ عَقِيقَتُهُ فَرَّقَهَا، وَإِلَّا فَلَا يُجَاوِزُ شَعْرُهُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ، إِذَا هُوَ وَقَرَهُ، أَزْهَرُ اللَّوْنِ، وَاسِعُ الْجَبِينِ، أَزْجُ الْحَوَاجِبِ، سَوَابِغُ فِي غَيْرِ قَرْنٍ، بَيْنَهُمَا عِزْقٌ، يُبَدِّدُ الْغَضَبُ، أَقْنَى الْعِزْدَيْنِ، لَهُ نُورٌ يَغْلُوهُ، يَحْسَبُهُ مَنْ لَمْ يَتَأَمَّلْهُ أَشَمٌّ، كَثُ اللَّحْيَةِ، سَهْلُ الْحَدَّتَيْنِ، ضَلِيعُ الْقِمِ، مُفْلَجُ الْأَسْنَانِ، دَقِيقُ الْمَسْرُوبَةِ، كَأَنَّ عُنُقَهُ جِيدُ دُمِيَّةٍ، فِي صَفَاءِ الْفِضَّةِ، مُعْتَدِلُ الْخَلْقِ، بَادِنٌ مُمَاسِكٌ، سَوَاءُ الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ، عَرِيضُ الصَّدْرِ، بَعِيدُ مَا بَيْنَ الْمَتَكِبَتَيْنِ، ضَخْمُ الْكَرَادِيْسِ، أَنْوَرُ الْمُتَجَرِّدِ، مَوْضُولُ مَا بَيْنَ اللَّبَّةِ وَالشَّرَّةِ بِشَعْرِ يَخْرِي كَالْحِطِّ، غَارِي

الثَّدْيَيْنِ وَالْبَطْنِ مِثْلًا سَوَى
 ذَلِكَ، أَشْعَرُ الذِّعَاعَيْنِ،
 وَالْمَنْكِبَيْنِ، وَأَعَالِي الصُّدْرِ،
 طَوِيلُ الزُّنْدَيْنِ، رَحْبُ الرَّاحَةِ،
 شُنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ،
 سَائِلُ الْأَطْرَافِ أَوْ قَالَ: سَائِلُ
 الْأَطْرَافِ تَحْصَانُ الْأَتْمَصَيْنِ،
 مَسِيحُ الْقَدَمَيْنِ، يَنْبُو عَنْهُمَا
 الْمَاءُ، إِذَا زَالَ، زَالَ قِلْعًا، يَخْطُو
 تَكْفِيًا، وَيَمْشِي هَوًّا، فَرِيعُ
 الْمِشْيَةِ، إِذَا مَشَى كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ
 مِنْ صَبَبٍ، وَإِذَا التَّفَتُ التَّفَتُ
 جَمِيعًا، خَافِضُ الظَّرْفِ، نَظَرُهُ
 إِلَى الْأَرْضِ، أَطْوَلُ مِنْ نَظَرِهِ إِلَى
 السَّمَاءِ، جُلُّ نَظَرِهِ الْمُلَاحَظَةُ،
 يَسُوقُ أَصْحَابَهُ، وَيَبْدَأُ مَنْ لَيْقٍ
 بِالسَّلَامِ

خط بنایا ہوا تھا، اس لکیر کے سوا دونوں
 چھتیاں اور پیٹ بالوں سے خالی تھیں
 البتہ دونوں کلائیوں، کندھوں اور سینہ کے
 بالائی حصہ پر قدرے بال تھے کلائیوں
 دراز اور پتھلی فراخ تھی، پتھلیاں اور قدم
 پر گوشت تھے، ہاتھوں اور پاؤں کی
 انگلیاں مناسبت طور پر لمبی تھیں، پاؤں
 کے تلوے قدرے گہرے تھے، قدم ہموار
 تھے اور ان پر پانی نہیں ٹھہرتا تھا۔ جب
 چلتے تو قوت سے چلتے وقار سے پاؤں
 اٹھاتے اور پرسکون کشادہ قدم چلتے جب
 چلتے (تویوں معلوم ہوتا) گویا بلندی سے اتر
 رہے ہیں، جب کسی کی طرح دیکھتے تو پوری
 طرح متوجہ ہو کر دیکھتے، آپ نیچی نگاہ والے
 تھے اور آسمان کا بجائے زمین کی طرف
 زیادہ نظر رکھتے۔ آپ کا زیادہ تر دیکھنا آنکھ
 کے کنارے سے ہوتا تھا، صحابہ کرام کو پہلے
 روانہ فرماتے پھر آپ تشریف لاتے اور
 جب کسی سے ملتے تو پہلے سلام کرتے۔

حسن ہے بے مثل صورت لاجواب
 میں فدا تم آپ ہو اپنا جواب

شرح حدیث: جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اچانک دیکھتا وہ آپ کے رعب داب سے ڈر جاتا اور پہچاننے کے بعد آپ سے ملتا وہ آپ سے محبت کرنے لگتا تھا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انسانوں سے بڑھ کر خوب رو اور سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے۔

(صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۳۵۳۹، ج ۲، ص ۴۸۷)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے چہرہ انور کے بارے

میں یہ کہا:

فَلَمَّا تَبَيَّنْتُ وَجْهَهُ عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ۔

یعنی میں نے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو بغور دیکھا تو

میں نے پہچان لیا کہ آپ کا چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہے۔

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الزکاة، باب فضل الصدقة، الحدیث: ۱۹۰۷، ج ۱، ص ۳۶۲)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا خوب کہا کہ

چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں درو

نمک آگیاں صباحت پہ لاکھوں سلام

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے

اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

عربی زبان میں بھی کسی مداح رسول نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رخ انور کے حسن و جمال کا کتنا حسین منظر اور کتنی بہترین تشریح پیش کی ہے

نَبِيُّ بَحَالٍ كُلُّ مَا فِيهِ مُعْجَزٌ مِنَ

الْحُسْنِ لَكِنْ وَجْهَهُ الْآيَةُ الْكُبْرَى

يُنَادِي بَلَالُ الْحَالِ فِي صُفْحِ خَدَّيْهِ

يُطَالِعُ مِنْ لَا لَاءَ غُرَّتِهِ الْفَجْرَا

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حسن و جمال کے بھی نبی ہیں۔ یوں تو ان کی ہر ہر چیز حسن کا معجزہ ہے لیکن خاص کر ان کا چہرہ تو آیتِ بے برنی (بہت ہی بڑا معجزہ) ہے۔
ان کے رخسار کے صحن میں ان کے قل کا بلال ان کی روشن پیشانی کی چمک سے صبح صادق کو دیکھ کر اذان کہا کرتا تھا۔

محرابِ ابرو

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابروئے مبارک کی مدح میں فرماتے ہیں کہ ۔
جن کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی
اُن بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام
اور حضرت محسن کا کوروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چہرہ انور میں محرابِ ابرو کے حسن کی تصویر کشی کرتے ہوئے یہ لکھا کہ ۔
مہ کمال میں مہ نور کی یہ تصویریں ہیں
یا کھنچی معرکہ بدر میں شمشیریں ہیں

مقدس پیشانی

قدرتی طور سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشانی پر ایک نورانی چمک تھی۔ چنانچہ دربار رسالت کے شاعر مداح رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی حسین و جمیل نورانی منظر کو دیکھ کر یہ کہا ہے کہ ۔

مَتَى يَبْدُ فِي الدَّاجِي الْبَهِيمِ جَمِينُهُ!
يَلُحْ مِثْلَ مِصْبَاجِ الدُّجَى الْمُتَوَقِّدِ

(شرح دیوان حسان بن ثابت الانصاری، ۱۵۷)

یعنی جب اندھیری رات میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس پیشانی ظاہر ہوتی ہے تو اس طرح چمکتی ہے جس طرح رات کی تاریکی میں روشن

جراغ چمکتے ہیں۔

آواز مبارک

یہ حضرات انبیاء کرام پیغمبر السلام کے خصائص میں سے ہے کہ وہ خوب صورت اور خوش آواز ہوتے ہیں لیکن حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء پیغمبر السلام سے زیادہ خوب رو اور سب سے بڑھ کر خوش گلو، خوش آواز اور خوش کلام تھے، خوش آوازی کے ساتھ ساتھ آپ اس قدر بلند آواز بھی تھے کہ خطبوں میں دور اور نزدیک والے سب یکساں اپنی اپنی جگہ پر آپ کا مقدس کلام سن لیا کرتے تھے۔

(شرح البرقانی علی المواہب، الفصل الاول فی کما خضع... الخ، ج 5، ص 343-345)

جس میں نہریں ہیں شیر و شکر کی رواں

اس گلے کی نصارت پہ لاکھوں سلام

دست رحمت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی ریشم اور دیا کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم و نازک نہیں پایا اور نہ کسی خوشبو کو آپ کی خوشبو سے بہتر اور بڑھ کر خوشبودار پایا۔

(صحیح البخاری، کتاب النقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۳۵۶۱، ج ۲، ص ۳۸۹)

جس شخص سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مصافحہ فرماتے وہ دن بھر اپنے ہاتھوں کو خوشبودار پاتا۔ جس بچے کے سر پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا دست اقدس پھرا دیتے تھے وہ خوشبو میں تمام بچوں سے ممتاز ہوتا۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ظہر ادا کی پھر آپ اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے اور میں بھی آپ کے ساتھ ہی نکلا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر چھوٹے چھوٹے بچے آپ کی طرف دوڑ پڑے تو آپ ان میں سے ہر

ایک کے رخسار پر اپنا دست رحمت پھیرنے لگے میں سامنے آیا تو میرے رخسار پر بھی آپ نے اپنا دست مبارک لگا دیا تو میں نے اپنے گالوں پر آپ کے دست مبارک کی ٹھنڈک محسوس کی اور ایسی خوشبو آئی کہ گویا آپ نے اپنا ہاتھ کسی عطر فروش کی صندوقچی میں سے نکالا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب طیب رائحہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم... الخ، الحدیث: ۲۳۲۹، ص ۱۴۷۱)

اس دست مبارک سے کیسے کیسے معجزات و تصرفات عالم ظہور میں آئے ان کا کچھ تذکرہ آپ معجزات کے بیان میں پڑھیں گے۔

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا
موج بحر سماحت پہ لاکھوں سلام
جس کو بار دو عالم کی پروا نہیں
ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام
کعبہ دین و ایمان کے دونوں ستون
ساعدین رسالت پہ لاکھوں سلام
جس کے ہر خط میں ہے موج نور کرم
اُس کف بحر ہمت پہ لاکھوں سلام
نور کے چشمے لہرائیں دریا ہمیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

میں اندر بیٹھی کچھ سی رہی تھی میرے ہاتھ سے سوئی گر گئی، ہر چند تلاش کی مگر اندھیرے کے سبب سے نہ ملی۔ پس حضور ۷۰ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو آپ کے رخ انور کی روشنی سے سارا کمر روشن ہو گیا اور سوئی چمکنے لگی تو مجھے اس کا پتا

چل گیا۔ (ابن عساکر خصائص کبری)

سوزنِ گم شدہ ملتی ہے منہم سے ترے

شام کو صبح بناتا ہے اُجالا تیرا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دہن مبارک فراخ، موزوں اور اعتدال کے ساتھ

بڑا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضلیع الفم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دہن مبارک فراخ تھا۔

(ترمذی، الجامع الصحیح، 33:6، ابواب الناقب، رقم: 3647) (ترمذی، الجامع الصحیح، 33:6،

ابواب الناقب، رقم: 3646) (احمد بن حنبل، المسند، 5:97، رقم: 20952) (ابن حبان، الصحیح، 14:

199، رقم: 6288) (طبرانی، المعجم الکبیر، 2:220، رقم:

1904) (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1:416) (ابن کثیر، الہدایہ والنہیہ (المسیرۃ)، 6:22)

(سیوطی، الجامع الصغیر، 1:35، رقم: 24)

دہن اقدس چہرہ انور کے حسن و جمال کو دو بالا کرتا۔ ایسے کیوں نہ ہوتا آپ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دہن مبارک سے جو کلمہ ادا ہوتا حق ہوتا، حق کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ یہ

علم و حکمت کا چشمہ آبِ رواں تھا جس کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝

اور وہ اپنی (یعنی نفس کی) خواہش سے بات ہی نہیں کرتے ۝ وہ تو وہی

فرماتے ہیں جو (اللہ کی طرف سے) اُن پر وحی ہوتی ہے ۝

(القرآن، النجم، 53:3، 4)

غصہ کی حالت میں بھی دہن اقدس سے کلمہ حق ہی ادا ہوتا۔ چنانچہ حضرت

مہدی بن عمر رضی اللہ عنہما آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کو حیضہ تحریر میں لے آتے کرتے تھے کیونکہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ان سے فرمایا تھا:

اَنْتَبَ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! مَا يَخْرِجُ مِنْهُ اِلَّا حَقٌّ
 لِّكَلْبِهِ (جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے)، اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ
 قدرت میں میری جان ہے! اس منہ سے صرف حق بات ہی نکلتی ہے۔

(ابوداؤد، السنن، 3: 315، کتاب العلم، رقم: 3646) (ابن ابی شیبہ، المعصن، 5: 313، رقم:

26428) (بیہقی، المدخل الی السنن الکبریٰ، 1: 415، رقم: 756) (مسند ابی نعیم، 1: 207)

(حسن رامہریزی، الحدیث الفاصل، 1: 366)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان، اللہ کا فرمان، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
 نطق، نطق الہی، جس میں خواہش نفس کا قطعاً کوئی دخل نہ تھا۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کبھی کبھی دل لگی بھی فرمایا کرتے تھے۔
 خوش کلامی، مزاح اور خوش مزاجی کے جواہر سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو
 مزین ہوتی لیکن اُس خوش طبعی، خوش مزاجی یا خوش کلامی میں بھی شائستگی کا دامن ہاتھ
 سے نہ چھوٹتا، مزاح اور دل لگی میں بھی جو فرماتے حق فرماتے

❖ حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى مُحَمَّدُ بْنُ
 الْمُسْتَنَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ،
 حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ يَمَالِثِ بْنِ
 حَزْزَبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ
 سَمُرَةَ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلِيْعَ
 الْقَمِي، أَشْكَلَ الْعَنِي، مَنُهِوسَ
 سَاكِ بْنِ حَرْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
 فرماتے ہیں میں نے حضرت جابر بن سرہ
 رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دھن مبارک کشادہ، آنکھیں
 فراخ اور سرخ مائل اور ایڑیاں مبارک
 دہلی چلی تھیں۔

العقب۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی محمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: حضرت ساک ابن حرب مشہور تابعی ہیں، کوئی ہیں، تیس صحابہ سے آپ کی مذاقات ہے، بہت مقبول الدعا تھے، خود کہتے ہیں کہ میری پینائی جاتی رہی تھی اللہ تعالیٰ سے دعا کی اس نے مجھے پینائی واپس فرمادی۔ (اشع)

منہ کی کشادگی حسن ہے اور منہ کی تنگی بدزیب مگر کشادگی زیادہ مراد نہیں کہ وہ بدزیب ہوتی ہے۔ بعض نے فرمایا کہ یہاں کشادگی منہ سے مراد ہے فصاحت و بلاغت مگر یہ قوی نہیں کہ یہاں حلیہ شریف کا ذکر ہے فصاحت کو حلیہ شریف سے تعلق نہیں۔

اشکل بنا ہے شکلہ سے، شکلہ کے معنی ہوتے ہیں مخلوط رنگ جس میں سفیدی میں سرخ ڈورے ہوں یا آنکھ کی سفیدی مائل بہ سرخی ہو اسی سے بنا ہے اشکل۔ عربی میں وجہ کہتے ہیں چہرہ کو اور فہم کہتے ہیں دہان یعنی منہ کو، کشادہ منہ سے مراد ہے ہونٹ قدرے دراز ہوں یہ بھی حسن و خوبی ہے۔

محدثین فرماتے ہیں کہ ساک نے جو اشکل العین کی تفسیر کی ہے وہ درست نہیں تمام محدثین کا اسی پر اتفاق ہے کہ اشکل کے معنی یہ نہیں، اس کے معنی وہ ہی ہیں جو ابھی مذکور ہوئے یعنی آنکھ کی تیز سفیدی میں سرخ باریک ڈورے یہ بھی حسن ہے۔

پتل ایزی بہت حسین ہوتی ہے موٹی و چوڑی ایزی بھدی ہوتی ہے، حضور سلی اللہ علیہ وسلم میں حسن کے تمام اوصاف جمع تھے۔

(مراۃ الجنح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۸ ص ۴۳)

نورانی آنکھ

نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر درود
اوپنی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس آنکھوں کا یہ اعجاز ہے کہ آپ بہ یک وقت آگے پیچھے، دائیں بائیں، اوپر نیچے، دن رات، اندھیرے اجالے میں یکساں دیکھا کرتے تھے۔ (الخصائص الکبریٰ للسیوطی، باب معجزة والخصائص۔۔۔ الخ، ج ۱، ص ۱۰۴، المواہب اللدیہ، وشرح الزرقانی، الفصل الاول فی کمال خلقہ۔۔۔ الخ، ج ۵، ص ۲۶۳، ۲۶۴)

چنانچہ بخاری و مسلم کی روایات میں آیا ہے کہ
 أَقْبِسُوا الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ فَوَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ بَعْدِي۔

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الصلاة، باب الرکوع، الحدیث ۸۶۸، ج ۱، ص ۱۸۰)

یعنی اے لوگو! تم رکوع و سجود کو درست طریقے سے ادا کرو کیونکہ خدا کی قسم! میں تم لوگوں کو اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا ہوں۔
 صاحب مراقاة نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا کہ
 وَهِيَ مِنَ الْخَوَارِقِ الَّتِي أُعْطِيَهَا عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

(مراقاة الفاتح شرح مشکاۃ المصابیح، تحت الحدیث ۸۶۸، ج ۲، ص ۵۹۱)

یعنی یہ باب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان معجزات میں سے ہے جو آپ کو عطا کئے گئے ہیں۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھوں کا دیکھنا محسوسات ہی تک محدود نہیں تھا بلکہ آپ غیر مرئی و غیر محسوس چیزوں کو بھی جو آنکھوں سے دیکھنے کے لائق ہی نہیں ہیں دیکھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ بخاری شریف کی ایک روایت ہے کہ وَاللَّهِ مَا يَخْفَى عَنْ رُكُوعِكُمْ وَلَا خُشُوعِكُمْ۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الخشوع فی الصلاة، الحدیث ۷۴۱، ج ۱، ص ۲۶۲)

یعنی خدا کی قسم! تمہارا رکوع و خشوع میری نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہتا۔ سبحان اللہ! پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نورانی آنکھوں کے اعجاز کا کیا کہنا؟ کہ بیٹھ

کے پیچھے سے نمازیوں کے رکوع بلکہ ان کے خشوع کو بھی دیکھ رہے ہیں۔

”خشوع“ کیا چیز ہے؟ خشوع دل میں خوف اور عاجزی کی ایک کیفیت کا نام ہے جو آنکھ سے دیکھنے کی چیز ہی نہیں ہے مگر نگاہ نبوت کا یہ معجزہ دیکھو کہ ایسی چیز کو بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا جو آنکھ سے دیکھنے کے قابل ہی نہیں ہے۔ سبحان اللہ! چشمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعجاز کی شان کا کیا کوئی بیان کر سکتا ہے؟ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب قبلہ بریلوی قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا۔

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال
دھوم ”والنجم“ میں ہے آپ کی بینائی کی
فرش تا عرش سب آئینہ ضمائر حاضر
بس قسم کھائیے امی تری دانائی کی

❖ حَدَّثَنَا هَنَادُ بْنُ الشَّرِيعِ ،
قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ بَنِي الْقَاسِمِ ،
عَنْ أَشْعَثَ يَغْنِي ابْنِ سَوَّارٍ ، عَنْ
أَبِي إِسْحَاقَ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ ،
قَالَ : رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فِي لَيْلَةٍ إِضْحِيَّانٍ ،
وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ خَمْرَاءُ ، فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ
إِلَيْهِ وَإِلَى الْقَمَرِ ، فَلَهُوَ عِنْدِي
أَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ .

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ
کو چودہویں رات میں (دھاری دار)
سرخ یعنی جوڑا پہنے ہوئے دیکھا میں
(کبھی) میں کبھی آپ کی طرف دیکھتا اور
کبھی چاند کی طرف تو آپ میرے نزدیک
یقیناً چاند سے زیادہ حسین تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ: آپ کا نام جابر ابن سمرہ ہے، کنیت ابو عبد اللہ ہے، قبیلہ بنی عامر ہے، حضرت سعد ابن ابی وقاص کے بھانجے ہیں، کوفہ میں رہے وہاں ہی وفات پائی، ۴۷ھ چوتھریں وفات پائی۔ (اکمل)

اضحیٰ الف اور ح کے کسرہ سے وہ رات جس میں چاند رات بھر رہے یعنی چودھویں شب اور بادل بھی نہ ہو آسمان صاف ہو جب یہ دو شرطیں ہوں تو اسے اضحیٰ کہتے ہیں۔

اس طرح کہ کبھی تو آسمان کے چاند کو دیکھتا تھا اور کبھی اپنے مدینہ کے چاند شمس الضحیٰ بدرالدجی کو صلی اللہ علیہ وسلم۔ خیال رہے کہ حضور انور کا چہرہ دیکھنا بھی اعلیٰ عبادت ہے جیسے قرآن مجید کا دیکھنا بھی عبادت ہے بلکہ قرآن کو دیکھنے سے چہرہ انور دیکھنا اعلیٰ وافضل ہے کہ قرآن کو دیکھ کر مسلمان صحابی نہیں بنا حضور کا چہرہ دیکھ کر صحابی بن جاتا ہے، ان کا نام مسلمان بنائے، ان کا چہرہ صحابی بنائے اور ان کا تصور عارف بناتا ہے۔ شعر

تجھی کو دیکھنا تیری ہی سنا تجھ میں غم ہونا
حقیقت معرفت اہل طریقت اس کو کہتے ہیں
ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا
تصور میں تیرے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

فرشتے قبر میں وہ چہرہ ہی دکھاتے ہیں پہچان کراتے ہیں قرآن مجید یا کعبہ معظمہ نہیں دکھاتے، انہیں کے چہرے کی شناخت پر قبر میں بیڑا پار ہوتا ہے، ہر مؤمن کی قبر مدینہ ہے بلکہ ہر مؤمن کا سینہ مدینہ ہے۔ ہم نے عرض کیا ہے۔

بنادو میرے سینہ کو مدینہ نکالو بحر غم سے یہ سفینہ

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ حضور انور نے خالص سرخ کپڑے کبھی نہ پہنے بلکہ اس

سے مردوں کو منع فرمایا، ان جیسی احادیث میں سرخ دھاریوں والے جوڑہ مراد ہوتا ہے وہ ہی یہاں مراد ہے۔

ان حضرات کی نگاہ حقیقت بین تھی، حقیقت میں چہرہ مصطفوی چاند سے کہیں زیادہ حسین ہے کہ چاند صرف رات میں چمکے یہ چہرہ دن رات چمکے، چاند نصف تین رات چمکے یہ چہرہ ہمیشہ ہر دن رات چمکے، چاند جسموں پر چمکے یہ چہرہ دلوں پر بھی چمکے، چاند نور ابدان دے یہ چہرہ نور ایمان دے، چاند گھٹے بڑھے یہ چہرہ گھٹنے سے محفوظ رہے، چاند کو گرہن لگے یہ کبھی نہ لگے، چاند سے عالم اجسام کا نظام قائم ہے حضور سے عالم ایمان کا۔ حضور انور کا چاند سے زیادہ حسین ہونا صرف ان کی عقیدت میں نہ تھا بلکہ واقعہ یوں ہی ہے۔ چاند دیکھ کر کسی نے اپنے ہاتھ نہ کاٹے، حسن یوسف دیکھ کر زنانِ مصر نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور حسن یوسفی سے حسن محمد کہیں افضل ہے لہذا حضرت جابر کا یہ فرمان بالکل درست ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۸ ص ۵۳)

❖ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ،
 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
 الزُّوَّائِيُّ، عَنْ زُهَيْرٍ، عَنْ أَبِي
 إِسْحَاقَ، قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ الْبَرَاءَ
 بْنَ عَازِبٍ: أَكَانَ وَجْهُ رَسُولِ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ
 السَّيْفِ؟ قَالَ: لَا، بَلْ مِثْلَ
 الْقَمَرِ۔

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ کسی شخص نے
 حضرت براء رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک
 تلوار کی طرح شفاف تھا۔ انہوں نے کہا
 کہ نہیں بلکہ بدر کی طرح روشن گولائی لئے
 ہوئے تھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: جیسے تلوار سفید اور چمکدار ہوتی ہے ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

چہرہ انور چمکدار تھا مگر چونکہ اس تشبیہ میں دھوکہ ہوتا تھا کہ تلوار کی طرح لمبا ہو اس لیے اس کی تردید کر دی گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کو تلوار سے تشبیہ نہ دو چاند سورج سے تشبیہ دو مگر حقیقت یہ ہے۔ شعر

میں وہ شاعر نہیں جو چاند کہہ دوں ان کے چہرے کو
میں ان کے کفش پا پر چاند کو قربان کرتا ہوں
چہرہ انور مائل بہ گولائی تھا نہ بالکل گول نہ لمبا لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں
کہ بیس بہ کلشم۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۸ ص ۳۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی ایک جھلک

۱: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھا۔

(صحیح بخاری: ۳۰۴۹، صحیح مسلم ۹۳/۲۳۳۷)

۲: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چاند جیسا (خوبصورت اور پر نور) تھا۔

(صحیح بخاری: ۳۰۵۲)

۳: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ ایسے چمک اٹھتا گویا کہ چاند کا ایک ٹکڑا ہے۔ (صحیح بخاری: ۳۰۵۶، صحیح مسلم: ۲۷۶۹)

۴: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی (خوبصورت) دھاریاں بھی چمکتی تھیں۔

(صحیح بخاری: ۳۰۵۰، صحیح مسلم: ۱۴۵۹)

۵: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چاند کی طرح (خوبصورت، ہلکا سا) گول تھا۔

(صحیح مسلم: ۱۰۹/۲۳۴۴)

۶: آپ صلی اللہ علیہ وسلم گورے رنگ، پر ملاحیت چہرے، موزوں ڈیل ڈول اور

میانہ قد و قامت والے تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۳۴۰)

آسمان کی طرف اٹھادیا ایک دم چاروں طرف سے بدلیاں نمودار ہوئیں اور فوراً ہی اس زور کا بارانِ رحمت برسا کہ عرب کی زمین سیراب ہو گئی۔ جنگلوں اور میدانوں میں ہر طرف پانی ہی پانی نظر آنے لگا۔ چشیل میدانوں کی زمینیں سرسبز و شاداب ہو گئیں۔ قحط دفع ہو گیا اور کال کٹ گیا اور سارا عرب خوش حال اور نہال ہو گیا۔

چنانچہ ابوطالب نے اپنے اس طویل قصیدہ میں جس کو انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح میں نظم کیا ہے اس واقعہ کو ایک شعر میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ

وَأَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَنَامُ بِوَجْهِهِ
يَمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةً لِّلْأَرَامِلِ

یعنی وہ (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ایسے گورے رنگ والے ہیں کہ ان کے رخ انور کے ذریعہ بدلی سے بارش طلب کی جاتی ہے وہ یتیموں کا ٹھکانا اور بیواؤں کے نگہبان ہیں۔

(شرح الزرقانی علی المواہب، ذکر وفات امہ و ما تعلق بابو یہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱ ص ۳۵۵)

امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال

جب امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقت وصال آیا، تو حضرت سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں اور آپ نے یہ شعر پڑھا:

وَأَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَنَامُ بِوَجْهِهِ
رَبْنُحُ الْيَتَامَى عِصْمَةً لِّلْأَرَامِلِ

ترجمہ: سفید رنگ والے جن کے چہرے کے سبب بادل برستے ہیں، آپ یتیموں کی بہار اور بیواؤں کا سہارا ہیں۔

تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی

شان ہے۔ (لباب الاحیاء ص ۳۹۵)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْمَصَّافِيُّ
سُلَيْمَانُ بْنُ سَلَمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا
النَّظَرُ بْنُ شُمَيْلٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ
أَبِي الْأَخْطَرِ، عَنِ ابْنِ شَهَابٍ،
عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ،
قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْيَضَ كَأَمَّا صَبِغَ
مِنْ فِضَّةٍ، رَجُلَ الشَّعْرِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ سفید
رنگ تھے گویا چاندی ڈھالی گئی ہو اور آپ
کے بال کسی قدر سیدھے گھٹکر یا لے تھے۔

شرح حدیث: حُسنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تقاضائے ایمان

اَقْلَمِ رسالت کے تاجدار حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسندِ محبوبیت
پر کیٹا و تنہا جلوہ افروز ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باطن بھی حسن بے مثال کا مرقع
اور ظاہر بھی انوار و تجلیات کا آئینہ دار ہے۔ جہاں نقطہ کمال کی انتہاء ہوتی ہے وہاں
سے حسن و جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابتدا ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے حسن و جمال کو بے مثل ماننا ایمان و ایقان کا بنیادی جزو ہے۔ کسی شخص کا ایمان
اُس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک وہ نبی بے مثال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باعتبار
صورت و سیرت اِس کائناتِ ہست و بود کی تمام مخلوقات سے افضل و اکمل تسلیم نہ
کر لے۔

1۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من تمام الإیمان به اعتقاد أنه لم يجتمع في بدن آدمي من

المحاسن الظاهرة الدالة على محاسنه الباطنة، ما اجتماع في
بَدَنِهِ عليه الصلوة والسلام

کسی شخص کا ایمان اُس وقت تک مکمل ہی نہیں ہو سکتا جب تک وہ یہ اعتقاد
نہ رکھے کہ بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود اقدس میں ظاہری و
باطنی محاسن و کمالات ہر شخص کی ظاہری و باطنی خوبیوں سے بڑھ کر ہیں۔

(ملاعلی قاری، جمع الوسائل، 10:1)

2- شیخ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَمِمَّا يَتَّبِعِينَ عَلَى كُلِّ مَكْلَفٍ أَنْ يَعْتَقِدَ أَنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ تَعَالَى
أَوْجَدَ خَلْقَ بَدَنِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى وَجْهِهِ لَمْ يُوجَدْ قَبْلَهُ
وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ

مسلمانانِ عالم اس بات پر متفق ہیں کہ ہر شخص کے لئے سرکارِ دو عالم صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ ربِّ کائنات
نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدنِ اطہر کو اس شان سے تخلیق فرمایا
ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے اور آپ کے بعد کسی کو آپ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مثل نہ بنایا۔ (بیجوری، الموابہ اللہ نی علی اشمال الحمدیہ: 14)

3- امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

إِنَّ مِنْ تَسَامُرِ الْإِيمَانِ بِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْإِيمَانُ بِأَنَّ اللَّهَ
تَعَالَى جَعَلَ خَلْقَ بَدَنِهِ الشَّرِيفِ عَلَى وَجْهِهِ لَمْ يَظْهَرْ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ
خَلْقَ آدَمِي مِثْلَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

یہ یقینی اور قطعی بات ہے کہ ایمان کی تکمیل کے لئے (بندۂ مومن کا) یہ
اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

- سے پہلے اور نہ بعد میں ہی کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل حسین و جمیل بنایا۔ (قسطلانی، المواہب اللدنیہ، 1: 248)
- 4- حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی پر ایمان کی تکمیل کے موضوع پر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:
- مِن تَمَامِ الْإِيمَانِ بِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الْإِيمَانُ بِهِ بِأَنَّهُ سَبْحَانَهُ خَلَقَ جَسَدَهُ عَلَى وَجْهِهِ لَمْ يَظْهَرْ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ وَمِثْلَهُ -
- ایمان کی تکمیل کے لئے اس بات پر ایمان لانا ضروری ہے کہ رب کائنات نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود اقدس حسن و جمال میں بے نظیر و بے مثال تخلیق فرمایا ہے۔ (سیوطی، الجامع صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صغیر، 1: 27)
- 5- امام عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
- وَقَدْ صَرَّحُوا بِأَنَّ مِنْ كَمَالِ الْإِيمَانِ إِعْتِقَادُ أَنَّهُ لَمْ يَجْتَمِعْ فِي بَدَنِ إِنْسَانٍ مِنَ الْمَحَاسِنِ الظَّاهِرَةِ، مَا اجْتَمَعَ فِي بَدَنِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ -
- تمام علماء نے اس امر کی تصریح کر دی ہے کہ کسی انسان کا ایمان اُس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک وہ یہ عقیدہ نہ رکھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس میں پائے جانے والے محامد و محاسن کا کسی دوسرے شخص میں موجود ہونا ممکن ہی نہیں۔ (مناوی شرح المشائل بر حاشیہ جمع الوسائل، 1: 22)
- 6- مذکورہ عقیدے پر پختہ یقین رکھنے کے حوالے سے حافظ ابن حجر کی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

أَنَّهُ يَجِبُ عَلَيْكَ أَنْ تَعْتَقِدَ أَنَّ تَمَامَ الْإِيمَانِ بِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الْإِيمَانُ بِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَوْجَدَ خَلْقَ بَدَنِهِ الشَّرِيفِ عَلَى

وجہ، لم یظهر قبلہ ولا بعدہ فی آدمی مثله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(اے مسلمان!) تیرے اوپر واجب ہے کہ تو اس اعتقاد کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان کامل کا تقاضا سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک کو حسین و جمیل اور کامل بنایا ہے اُس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے یا بعد میں کسی بھی شخص کو نہیں بنایا۔ (سہانی، جواہر النور، 2: 101)

7۔ پیکر مقدس کی رنگت:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک کی رنگت سفید تھی، لیکن یہ دودھ اور چوڑے جیسی سفیدی نہ تھی بلکہ ملاحظہ آمیز سفیدی تھی جو سُرخ مائل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کی رنگت کو چاندی اور گلاب کے حسین امتزاج سے نسبت دی ہے، کسی نے سفید مائل بہ سُرخ کہا ہے اور کسی نے سفید گندم گوں بیان کیا ہے۔

1۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

کان اندرہم لوناً

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رنگ روپ کے لحاظ سے تمام لوگوں سے زیادہ پُر نور تھے۔ (بیہقی، دلائل النبوة، 1: 300)

2۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ جسم اطہر کی رنگت کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أحسن الناس لوناً

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رنگت کے اعتبار سے سب لوگوں سے زیادہ حسین تھے۔

(ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، 1: 321) (یہی روایت ابن سعد نے 'الطبقات الکبریٰ' (1):

9415) میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے)

3۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أذھر اللون

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ سفید چمکدار تھا۔

(مسلم، الصحیح، 4: 1815، کتاب الفضائل، رقم: 2330) (داری، السنن، 1: 45، رقم: 61) (احمد

بن حنبل، المسند، 3: 228)

4۔ حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت ہے:

ولا بالابيض الأمهق وليس بالادم

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ نہ تو بالکل سفید اور نہ ہی گندمی تھا۔

(بخاری، الصحیح، 3: 1303، کتاب النقب، رقم: 3355) (مسلم، الصحیح، 4: 1824، کتاب

الفضائل، رقم: 2347) (ترمذی، الجامع الصحیح، 5: 592، ابواب النقب، رقم: 3623) (ابن حبان،

الصحیح، 14: 298، رقم: 6387) (نسائی، السنن الکبریٰ، 5: 409، رقم: 9310) (طبرانی، المعجم الصغیر، 1:

205، رقم: 328) (بیہقی، شعب الایمان، 2: 148، رقم: 1412) (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1:

413، 418) (ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، 6: 569، رقم: 3354) (سیوطی، الجامع الصغیر، 1: 31، رقم:

17) (طبرانی، تاریخ، 2: 221)

5۔ حضرت جریری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ

کو جب یہ کہتے سنا:

رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و ما علی وجه الأرض

رجل رأی غیری

میں نے رسولی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے اور آج

میرے سوا پوری دنیا میں کوئی ایسا شخص موجود نہیں جسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف نصیب ہوا ہو۔

تو میں عرض پرداز ہوا:

فکیف رأیتہ؟

آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیسا دیکھا؟
تو انہوں نے میرے سوال کے جواب میں فرمایا:

کان أبيض مليحاً مقصداً

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ مبارک سفید، جاذب نظر اور قد میانہ تھا۔

(مسلم، الصحیح، 4: 1820، کتاب الفضائل، رقم: 2340) (احمد بن حنبل، المسند، 5: 454)

بزار، المسند، 7: 205، رقم: 2775) (بخاری، الادب المفرد، 1: 276، رقم: 790) (ابن سعد،

الطبقات الکبریٰ، 1: 417، 418) (فاکھی، اخبار مکہ، 1: 326، رقم: 664)

7۔ امام ترمذی حضرت ابو طفیل رحمۃ اللہ علیہ ہی سے روایت کرتے ہیں:

کان أبيض مليحاً مقصداً

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ مبارک سفید، جاذب نظر اور قد میانہ تھا۔

(ترمذی، المعجم الصحیح، 26: 26) (خطیب بغدادی، الکفای فی علم الروایہ، 1: 137)

8۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم أبيض مشرباً بخمرة

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ سفیدی اور سُرخنی کا حسین امتزاج تھا۔

(احمد بن حنبل، المسند، 1: 116، رقم: 944) (ابن عبد البر، التمهید، 3: 8) (ابن حبان، الثقات،

7: 448، رقم: 10865) (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 419) (مناوی، فیض القدیر، 5: 70)

سیوطی، الجامع الصغیر، 1: 23) (امام صالحی، تہذیب الہدی والارشاد، 2: 10)

9- حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كان أبيض تعلوه حمرة

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ سفیدی اور سرخی کا حسین مرقع تھا۔

(روایاتی، مسند الرویانی، 2: 318، رقم: 1280) (طبرانی، المعجم الکبیر، 10: 183، رقم:

10397) (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 416) (ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، 1: 323)

10- حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كان لون رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم أسمر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رنگت (کی سفیدی) گندم گوں تھی۔

(ابن حبان، الصحیح، 14: 197، رقم: 2686) (مقدسی، الذیاد فی حادیث الخیار، 5: 309، رقم:

1955) (بغوی، معجم الصحاح، 1: 521، رقم: 2115) (ابن جوزی، الوفا، 410)

11- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أبيض كأنما صيغ من فضة

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفید رنگت والے تھے گویا آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کا جسم مبارک چاندی سے ڈھالا گیا ہو۔

(ترمذی، الشمائل المحمدیہ، 25: 11) (سیوطی، الجامع الصغیر، 1: 22)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اما لون آنحضرت سر وشن و تاباں بود و اتفاق دارند جمهور اصحاب

بر بیاض لون آن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، و وصف کردند او را

بایض و بعضی گفتند کان ایض ملیحاً و در روایتی ایض ملیح

الوجه و این احتمال دارد کہ مراد وصف کہ بیاض و ملاحظتو

صفت زائدہ برانہ بیان حسن و جمال و لذت بخشی و دلربائی دیدار

جان افزای و با باشد. (عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوہ، 1: 26)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک رنگ خوب روشن اور چمکدار تھا۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر متفق ہیں کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ سفید تھا، اسی چیز کو احادیث نبوی میں لفظ ابیض سے تعبیر کیا گیا ہے اور بعض روایات میں کان ابیض ملیحاً اور بعض روایات میں ابیض ملیح الوجہیہ الفاظ بھی ملتے ہیں۔ ان سے مراد بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رنگ کی سفیدی بیان کرنا مقصود ہے، باقی ملاحظہ کا ذکر بطور صفت زائدہ ہے اور اس لئے اس کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے جو لذت اور تسکین روح و جاں حاصل ہوتی ہے، اس پر دلالت کرے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن و جمال بے مثال تھا۔ جسم اطہر کی رنگت، نور کی کرنوں کی برم جہم اور شفق کی جاذب نظر شرخی کا حسین امتزاج تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کو کائنات کی کسی مخلوق سے بھی تشبیہ نہیں دی جاسکتی اور نہ ہی الفاظ میں جلوہ ہائے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نقشہ کھینچا جاسکتا ہے، اس لئے کہ ہر لفظ اور ہر حرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس سے فروتر ہے۔ یہاں جذبات و احساسات کی بیساکھیاں بھی ٹوٹ جاتی ہیں۔

روایات میں تطبیق

امام عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ ان تمام روایات کو بیان فرمانے کے بعد رقمطراز ہیں:

ثبت بسجوع هذه الروایات أن المراد بالسمرة حمرة تخالط البياض، وبالبياض المثلث ما يخالط الحمرة، وأما وصف لونه

فی اخبار بشدة البياض فمحمول على البريق و اللبعان كما يشير
إليه حديث كان الشمس تحرك في وجهه

ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ جن میں لفظ سرہ کا ذکر ہے، وہاں اس سے مراد وہ سُرخ رنگ ہے جس کے ساتھ سفیدی کی آمیزش ہو، اور جن میں سفیدی کا ذکر ہے اس سے مراد وہ سفید رنگ ہے جس میں سُرخ ہو اور بعض روایات میں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک رنگ کو بہت زیادہ سفید بیان کیا گیا ہے، اس سے مراد اس کی چمک دمک ہے، جس طرح حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور میں آفتاب مجبوراً م ر ہتا ہے۔ (مناوی، حاشیہ بر جمع الوسائل، 1: 13)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ 'جمع الوسائل' میں امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں:

قال العسقلانی تبين من مجموع الروايات أن المراد بالبياض
المنفى ما لا يخالطه الحمرة، والمراد بالسمره الحمرة التي يخالطها
البياض

امام عسقلانی نے فرمایا: ان تمام روایات سے واضح ہوتا ہے کہ صرف سفیدی سے مراد وہ سفید رنگت ہے جس میں سُرخ کی آمیزش نہ ہو اور سرہ سے مراد وہ سُرخ رنگ ہے جس کے ساتھ سفیدی کی آمیزش ہو۔

(ملا علی قاری، جمع الوسائل، 1: 13)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ہیکرِ نظافت و لطافت

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جسمانی وجاہت اور حسن و رعنائی قدرت کا ایک عظیم شاہکار تھی جس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نفاست پسندی اور نظافت و

طہارت کی عادت شریفہ نے چار چاند لگا دیئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر تاپا پاکیزگی کا پیکہ تھے۔ جسم اطہر ہر طرح کی آلائشوں سے پاک و صاف تھا۔

1- حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم رقيق البشمة
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اقدس نہایت نرم و نازک تھا۔

(ابن جوزی، الوفا: 409)

2- آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم حضرت ابوطالب فرماتے ہیں:

والله ما ادخلته فراش فاذا هو في غاية الدين
خدا کی قسم! جب بھی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ بستر
میں لٹایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کو نہایت ہی نرم و نازک
پایا۔ (رازی، التفسیر الکبیر، 31: 214)

3- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ما مَسِسْتُ حَرِيرًا وَلَا دِيْبَا جَا أَلَيْنَ مَنْ كَفَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
میں نے کسی ایسے ریشم یا دیبا ج کو مس نہیں کیا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی مبارک ہتھیلی سے زیادہ ملائم ہو۔

(بخاری، الصحیح، 3: 1306، کتاب السائب، رقم: 3368) (مسلم، الصحیح، 4: 1815، کتاب

الفضائل، رقم: 2330) (ترمذی، الجامع الصحیح، 4: 368، ابواب البر والصلة، رقم: 2015) (احمد بن حنبل،

المسند، 1: 230، رقم: 13823) (ابن حبان، الصحیح، 14: 211، رقم: 6303) (ابن ابی شیبہ، المصنف،

6: 315، رقم: 31718) (ابو یعلیٰ، المسند، 6: 128، رقم: 3400) (عبد بن حمید، المسند، 1: 378، رقم:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہری صفائی و پاکیزگی کا بھی خصوصی اہتمام فرماتے تھے، نفاست پسندی میں اپنی مثال آپ تھے۔ اگرچہ جسم اطہر ہر قسم کی آلائش سے پاک تھا اور قدرت نے اس پاکیزگی کا خصوصی اہتمام فرمایا تھا، تاہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لباس اور جسم کی ظاہری پاکیزگی کو بھی خصوصی اہمیت دیتے تھے۔

شب میلاد جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے اس وقت بھی ہر لمحہ پاکیزگی اور طہارت کا مظہر بن گیا، عام بچوں کے برعکس جسم اطہر ہر قسم کی آلائش اور میل کچیل سے پاک تھا۔

4۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ محترمہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ولدتہ نظیفاً ما بہ قدر

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح پاک صاف جنم دیا کہ آپ کے جسم پر کوئی میل نہ تھا۔ (خفاجی، نسیم الریاض، 1: 363)

5۔ ایک دوسری روایت میں مذکور ہے:

ولدتہ أمہ بغیر دم ولا وجع

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بغیر خون اور تکلیف کے جنم دیا۔ (ملاحی قاری، شرح الشفا، 1: 165)

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کی سی شانِ نفاست اللہ رب العزت نے آج تک کسی کو عطا نہیں کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں حسن و جمال کے پیکر اتم تھے وہاں نفاست و طہارت میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

قَالَ: أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، مجھے انبیائے کرام دکھلائے گئے، جب میں

اللَّهُ ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : عُرِضَ عَلَيَّ الْأَنْبِيَاءُ ، فَإِذَا مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ ، فَذَرَبَ مِنَ الرِّجَالِ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنْوَةَ ، وَرَأَيْتُ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ، فَإِذَا أَقْرَبَ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهَا عُرْوَةَ بْنَ مَسْعُودٍ ، وَرَأَيْتُ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ، فَإِذَا أَقْرَبَ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهَا صَاحِبُكُمْ ، يَعْنِي نَفْسَهُ ، وَرَأَيْتُ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ، فَإِذَا أَقْرَبَ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهَا دِحْيَةَ .

انہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو وہ درمیانہ قد قبیلہ شمنوہ کے مردوں سے معلوم ہوتے تھے اور میں نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کو دیکھا تو میرے دیکھے ہوئے افراد میں سے ان سے زیادہ مشابہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے، میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو وہ تمھارے صاحب (نبی کریم ﷺ) سے زیادہ مشابہ تھے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا تو جن کو میں نے دیکھا ہے ان میں سے وہ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ مشابہ تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ

یہ واقعہ شب معراج کا ہے کہ بیت المقدس میں بھی اور آسمان پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے نبیوں سے ملاقات کی، رب فرماتا ہے: فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَائِهِ۔

شمنوہ یمن میں ایک مشہور قبیلہ ہے جس کے لوگ بہت خوبصورت اور خوش اخلاق ہوتے ہیں، موسیٰ علیہ السلام کا حسن صورت بتانے کے لیے حضور نے ان کا ذکر

فرمایا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر نبی کے مقام ان کی قبور سے بھی خبردار ہیں اور تمام نبیوں سے ملاقات کی ہے انہیں جانتے پہچانتے ہیں۔

بعض شارحین نے سمجھا کہ یہ عروہ بھائی ہیں حضرت عبداللہ ابن مسعود کے یہ غلط ہے، یہ مسعود دوسرے ہیں جن کے بیٹے عروہ ہیں، آپ صحابی ثقیفی ہیں، جب حضور انور طائف کی فتح سے مدینہ منورہ واپس ہوئے تو آپ مدینہ منورہ آکر مسلمان ہوئے پھر اپنی کافر قوم کو اسلام کی دعوت دی، آپ نے اپنی گھر کی چھت پر کھڑے ہو کر بہ آواز بلند اذان دینے لگے کسی نے اسی حالت میں آپ کو تیر مارا جس سے آپ اذان دیتے ہوئے شہید ہوئے، حضور انور نے فرمایا کہ یہ اس اسرائیلی مؤمن کی طرح ہیں جو گزشتہ زمانہ میں اپنی قوم کو تبلیغ کرتے ہوئے شہید کیا گیا تھا۔ (اشع) یہ بہت حسین تھے۔

یعنی میں بالکل حضرت ابراہیم کی ہم شکل ہوں جو انہیں دیکھنا چاہے وہ مجھے دیکھ لے، حضور سیرت طیبہ طاہرہ میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملتے جلتے تھے۔ اور دحیہ ابن خلیفہ کلبی بڑے مشہور صحابی ہیں، بہت ہی حسین و جمیل تھے، اکثر جبریل امین آپ کی شکل میں حاضر ہوتے تھے، حضرات صحابہ سمجھتے تھے کہ دحیہ کلبی آئے جبریل جب شکل انسانی میں آتے تو اس شکل میں آتے تھے، ان کی اپنی شکل و صورت تو ایسی ہے کہ کسی میں انکے دیکھنے کی تاب نہیں حضور انور نے صرف دو بار آپ کو اصلی شکل میں دیکھا جیسا کہ روایات میں ہے۔

(مراۃ النجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۷ ص ۵۳۵)

❖ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ ،
وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ، الْمَعْنَى وَاحِدٌ ،
قَالَا : أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ ،
عَنْ سَعِيدِ الْجُرَيْرِيِّ ، قَالَ :

سعيد جريري رحمه الله کہتے ہیں کہ
میں نے ابو الطفیل رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے
ہوئے سنا، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو
دیکھنے والوں میں اب روئے زمین پر

سَمِعْتُ أَبَا الطُّفَيْلِ ، يَقُولُ : میرے سوا کوئی نہیں رہا۔ میں نے ان سے
 رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ کہا کہ مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ
 وَسَلَّمَ وَمَا بَقِيَ عَلَى وَجْهِ حلیہ بیان کیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں
 الْأَرْضِ أَحَدٌ رَأَاهُ عَمْرِي ، قُلْتُ : نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے
 صِفَتُهُ لِي ، قَالَ : كَانَ أَهْيَضَ ، حضور گورے تمکین حسن والے میانہ قد
 مَلِيحًا ، مُقْصَدًا ۔ تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ

آپ کا نام عامر ابن وائلہ ہے، لیثی ہیں، کنانی ہیں، کنیت ابو طفیل اسی کنیت میں
 مشہور ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف کے آٹھ سال پائے، ردے زمین
 میں سب سے آخری صحابی آپ ہیں جن کی وفات سب صحابہ سے آخر میں ہوئی، آپ کی
 وفات کے بعد کوئی صحابی دنیا میں نہ رہے دور صحابہ آپ کی وفات پر ختم ہوا، ۱۰۲ھ
 ایک سو دو میں وفات پائی، مکہ معظمہ میں وفات ہوئی وہاں ہی دفن ہوئے۔

(مرقات، اکمال وغیرہ)

حسن دو قسم کا ہوتا ہے: ملیح اور صبیح۔ ملیح جس کا ترجمہ ہے تمکین حسن اگرچہ
 صباحت بھی حسن ہے مگر ملاح حسن کا اعلیٰ درجہ ہے۔ اس میں فرق بیان سے معلوم
 نہیں ہو سکتا بلکہ اس کی چھانٹ عاشق کی نگاہ کرتی ہے اس کے بیان سے زبان قاصر
 ہے۔ (۱۰۷) اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا۔ شعر

ذکر سب پھیکے جب تک نہ مذکور ہو تمکین حسن والا ہمارا نبی

یوں سمجھو کہ سفید رنگ صبیح ہے اور سفیدی میں سرخی کی جھلک ہو اور اس میں کش
 ہو کہ دل ادھر کچھ اور دیدہ اس کے دیدار سے سیر نہ ہو وہ ملیح ہے یعنی تمکین حسن حضور

ایسے ہی حسین تھے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۸ ص ۴۴)

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ الزُّهْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ابْنُ أَبِي مُوسَى عَنْ عُقْبَةَ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْلَجَ الثَّنِيَّتَيْنِ، إِذَا تَكَلَّمَ رُئِيَ كَالنُّورِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَائِيَاكَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے دانت مبارک کشادہ تھے، جب آپ گفتگو فرماتے تو ان سے نور نکلتا ہوا دکھائی دیتا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ

آگے والے اوپر نیچے کے چار دانتوں کو رباعیہ کہتے ہیں، ان سے متصل ایک ایک دانت ثنائی کہلاتے ہیں، کیلوں کو انیاب کہتے ہیں، داڑھوں کو اضراس۔ حضور کی ثنائیہ دانت رباعیہ سے بالکل ملے ہوئے نہ تھے بلکہ ان کے درمیان باریک کھڑکیاں تھیں۔ یہ بھی حسن کا بہترین مرقع ہے یہ کھڑکی اوپر نیچے والے دونوں ثنائیا میں تھیں۔ (اشعہ)

یہ نور دن میں بھی دیکھا جاتا تھا مگر رات میں تو دانتوں کے اس نور سے سوئی تلاش

کر لی جاتی تھی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔

سوزن گم شدہ ملتی ہے تبسم سے تیرے

رات کو صبح بناتا ہے اُجالا تیرا

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۸ ص ۵۶)

دہن شریف

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رخسار نرم و نازک اور ہموار تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منہ فراخ، دانت کشادہ اور روشن تھے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو آپ کے دونوں اگلے دانتوں کے درمیان سے ایک نور نکلتا تھا اور جب کبھی اندھیرے میں آپ مسکرا دیتے تو دندان مبارک کی چمک سے روشنی ہو جاتی تھی۔

(الخصائص الکبریٰ للسیوطی، باب الایات فی لمہ... الخ، ج ۱ ص ۱۰۶، ملخصاً)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی جمائی نہیں آئی اور یہ تمام انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے کہ ان کو کبھی جمائی نہیں آتی کیونکہ جمائی شیطان کی طرف سے ہوا کرتی ہے اور حضرات انبیاء علیہم السلام شیطان کے تسلط سے محفوظ و معصوم ہیں۔

(المواہب اللدیۃ و شرح الزرقانی، الفص الرابع ما احصی بہ... الخ، ج ۷ ص ۹۸)

زبان اقدس

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس وحی الہی کی ترجمان اور سرچشمہ آیات و معجزات ہے اس کی فصاحت و بلاغت اس قدر حد اعجاز کو پہنچی ہوئی ہے کہ بڑے بڑے فصحاء و بلغاء آپ کے کلام کو سن کر دنگ رہ جاتے تھے۔

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے

کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس زبان کی حکمرانی اور شان کا یہ عجیب زتھ کہ زبان سے جو فرما دیا وہ ایک آن میں معجزہ بن کر عالم وجود میں آگیا۔

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں

اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

اسکی پیاری فصاحت پہ بے حد درود

اسکی دلکش بلاغت پہ لاکھوں سلام

لعاب دہن

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لعاب دہن (تھوک) زخموں اور بیماریوں کے لئے شفاء اور زہروں کے لئے تریاقِ اعظم تھا۔ چنانچہ آپ معجزات کے بیان میں پڑھیں گے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں میں غار ثور کے اندر سانپ نے کاٹا۔ اس کا زہر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لعاب دہن سے اتر گیا اور زخم اچھا ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آشوبِ چشم کے لئے یہ لعاب دہن شفاءِ اعلیٰ بن گیا۔ حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ میں جنگِ بدر کے دن تیر لگا اور پھوٹ گئی مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لعاب دہن سے ایسی شفا حاصل ہوئی کہ درد بھی جاتا رہا اور آنکھ کی روشنی بھی برقرار رہی۔ (زاد المعاد وغرۃ بدر)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر تیر لگا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر اپنا لعاب دہن لگا دیا فوراً ہی خون بند ہو گیا اور پھر زندگی بھر ان کو کبھی تیر و تلوار کا زخم نہ لگا۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابہ، ابو قتادہ بن ربیع الانصاری، ج ۷، ص ۷۷۲)

شفاء کے علاوہ اور بھی لعاب دہن سے بڑی بڑی معجزانہ برکات کا ظہور ہوا۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں ایک کنواں تھا۔ آپ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا تو اس کا پانی اتنا شیریں ہو گیا کہ مدینہ منورہ میں اس سے بڑھ کر

کوئی شیریں کنواں نہ تھا۔

(المواہب اللدیہ مع شرح الزرقانی، الفصل الاول فی کمال خلقہ... الخ، ج ۵، ص ۲۸۹)

امام بیہقی نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عاشوراء کے دن دودھ پیتے بچوں کو بلاتے تھے اور ان کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال دیتے تھے۔ اور ان کی ماؤں کو حکم دیتے تھے کہ وہ رات تک اپنے بچوں کو دودھ نہ پلائیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی لعاب دہن ان بچوں کو اس قدر شکم سیر اور سیراب کر دیتا تھا کہ ان بچوں کو دن بھر نہ بھوک لگتی تھی نہ پیاس۔

(المواہب اللدیہ مع شرح الزرقانی، الفصل الاول فی کمال خلقہ... الخ، ج ۵، ص ۲۸۹)

جس کے پانی سے شاداب جان و جنان
اس دہن کی طراوت پہ لاکھوں سلام
جس سے کھاری کنوئیں شیرۂ جاں بنے
اس زلال حلاوت پہ لاکھوں سلام

2- بَابُ مَا جَاءَ فِي خَاتِمِ النُّبُوَّةِ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کا ذکر

❖ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنِ الْجَعْدِيِّ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ، يَقُولُ: ذَهَبْتُ فِي خَاتَمِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، حَدَّثَنَا جَعْدُ بْنُ الرَّحْمَنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

حضرت جعد بن الرحمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے (سائب بن یزید) میری خالہ حضور اکرم ﷺ کے پاس لے گئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ، (یہ) میرا بھانجا بیٹا ہے تو حضور اکرم ﷺ نے میرے سر پر

إِنَّ ابْنَ أُخْتِي وَجِعَ فَمَسَحَ رَأْسِي
وَدَعَا لِي بِالدَّرَكَةِ . وَكَوَضًا .
فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوئِهِ . وَقُمْتُ
خَلْفَ ظَهْرِهِ . فَنَظَرْتُ إِلَى الْخَاتِمِ
بَلَنَ كَتِفَيْهِ . فَإِذَا هُوَ مِثْلُ زِرِّ
الْحَجَلَةِ .

دست مبارک پھیرا اور میرے لیے برکت
کی دعا فرمائی، پھر آپ نے وضو فرمایا تو
میں نے آپ کے وضو مبارک کا بچا ہوا پانی
پیا، پھر میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ
کے پیچھے کھڑے ہو کر مہر نبوت کو دیکھا جو
آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان تھی،
وہ (مہر نبوت) مسہری کی گھنڈی کی مثل
تھی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان عیدہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ

حضرت سائب ابن یزید ازدی ہیں، خذلی، ۲ھ میں پیدا ہوئے، اپنے والد
کے ساتھ حجتہ الوداع میں شریک ہوئے، اس وقت سات سال کے تھے، نو عمر صحابی
ہیں، عہد فاروقی میں بازار مدینہ کے حاکم تھے۔

غالباً آپ کے سر میں درد ہی تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کی
برکت سے جاتا رہا اس ہاتھ کی برکت یہ ہوئی کہ حضرت سائب کی عمر سو ۱۰۰ سال ہوئی
لیکن نہ کوئی بال سفید ہوا اور نہ دانت گرا۔ (مرقاۃ) اس سے معلوم ہوا کہ یہاں کو
بزرگوں کے پاس دم درد کے لیے لے جانا اور بزرگوں کا تکلیف کی جگہ ہاتھ پھیرنا
سنت سے ثابت ہے۔

فضالہ شریف (بچا ہوا پانی) یا غسلہ (دھوون شریف) دوسرے معنی زیادہ ظاہر
ہیں۔ صحابہ کرام اس غسلہ شریف کو حاصل کرنے کے لئے لڑتے تھے۔ خیال رہے کہ
امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو یا غسل کا غسلہ نجس ہے مگر ہمارا غسلہ نہ کہ

حضور کا، وہ تو تبرک اور نور ہے حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات شریف امت کے لئے پاک ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح)

مہر نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن کے نیچے دو کندھوں کے درمیان ایک پارہ گوشت تھا جس پر کچھ تل تھے۔ کبوتری کے انڈے یا مسبری کی گھنڈی کے برابر پارہ گوشت نہایت چمکیلا اور نورانیت تھا، تل سیاہ آس پاس بال، ان کے اجتماع سے یہ جگہ نہایت بھلی ہوتی تھی نیچے سے دیکھو تو پڑھنے میں آتا تھا اَللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ اور پر سے دیکھو تو پڑھا جاتا ہے تَوَجَّهَ حَيْثُ كُنْتُ فَإِنَّكَ مَنْصُورٌ اسے مہر نبوت اس لیے کہتے تھے کہ گزشتہ آسمانی کتب میں اس مہر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتم النبیین ہونے کی علامت قرار دیا گیا تھا وفات کے وقت یہ مہر شریف غائب ہو گئی تھی۔ اس میں اختلاف ہے کہ بوقت ولادت موجود تھی یا نہیں۔ بعض نے فرمایا کہ شق صدر کے بعد فرشتوں نے جو نائکے لگائے تھے ان سے یہ مہر پیدا ہو گئی تھی۔ صحیح یہ ہے کہ بوقت ولادت اصل مہر موجود تھی مگر اس کا ابھار ان نائکوں کے بعد ہوا۔ ان شاء اللہ اس کی زیادہ تحقیق آخر کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کے بیان میں کی جائے گی۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱ ص ۲۵۱)

ولادت مبارک اور مہر مبارک

حضرت سیدنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں: جب تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے شکم میں تشریف فرما رہے میں نے کبھی دردِ عالم، بوجھ یا پیٹ میں مروڑ محسوس نہ کیا۔ حمل ٹھہرنے کے کامل نو (9) ماہ بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہو گئی۔ جب وقت ولادت قریب آیا تو عام عورتوں کی طرح مجھ پر بھی گھبراہٹ طاری ہو گئی۔ میرے خاندان والے میری اس کیفیت سے واقف نہ تھے، میں گھر میں تنہا تھی۔ حضرت سیدنا عبدالمطلب طوافِ خانہ کعبہ زادھا اللہ شرفا

وَتَعْظِيمًا مِّنْ مَّشْغُول تھے۔ لہذا میں نے دستِ طلب اس ذات کے سامنے دراز کر دیا جس پر کوئی پوشیدہ چیز بھی مخفی نہیں۔ اچانک میں نے دیکھا کہ میری غم کُسا رہن فرعون کی بیوی حضرت سیدتنا آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لے آئیں۔ پھر میں نے ایک نور دیکھا جس سے سارا مکان روشن ہو گیا۔ یہ حضرت سیدتنا مریم بنت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ پھر میں نے چودھویں کے چاند جیسے چمکتے دکلتے چہرے دیکھے، یہ حوروں کا قافلہ تھا۔ جب دروازہ کی تکلیف زیادہ ہوئی تو میں نے ان خواتین سے ٹیک لگائی۔ پھر عالم الغیب والشہادہ عَزَّ وَجَلَّ نے مجھ پر ولادت آسان فرمادی اور میرے بطن سے حبیبِ خدا عَزَّ وَجَلَّ و صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے اور اَلَمْ یہ تھا کہ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہاتھوں پر سہارا دیئے ہوئے ٹکٹکی باندھے آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ حضرت سیدتنا آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر شفقت کرنے لگیں، حضرت سیدتنا مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی جلدی جلدی حاضر ہو گئیں۔ حوروں نے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قدمین شریفین کے بوسے لئے۔

حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام بھی کا شانہ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ حضرت سیدنا میکائیل علیہ السلام نے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیا، حضرت سیدنا اسرافیل علیہ السلام بھی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ پھر فرشتے آقائے نامدار، مدینے کے تاجدار، حبیبِ پروردگار عَزَّ وَجَلَّ و صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نگاہوں سے اوجھل لے گئے اور آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ساری کائنات کی سیر کرانے لگے، تمام حقیقی نہروں کو آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غسل فرمانے سے فیض یاب کیا اور آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ گرامی جنتی درختوں کے پتوں پر رقم کر دیا۔ پھر لمحہ بھر میں آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو واپس بھی لے

آئے۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ساری کائنات پر فضیلت دی گئی۔ حضرت سیدتنا آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سرمہ لگانا چاہا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پشیمان کرم میں اچھی طرح سرمہ لگا ہوا تھا۔ حضرت سیدتنا مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ناف مبارک کا ثنا چاہی تو دیکھا کہ وہ پہلے سے کٹی ہوئی تھی اور اس سے اضافی حصہ زائل ہو چکا تھا۔ پھر حور عین (یعنی بڑی بڑی آنکھوں والی حور) نے حبیبِ خدا عزَّ وَّجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مختلف خوشبوئیں لگائیں۔ اس کے بعد تین فرشتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ اقدس کی جانب جلدی جلدی بڑھے۔ ایک کے پاس سرخ سونے کا تھال، دوسرے کے پاس موتیوں سے بنا ہوا جگ اور تیسرے کے پاس سبز ریشمی رومال تھا۔ انہوں نے حبیبِ خدا عزَّ وَّجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نورانی مکھڑے کو جگ کے پانی سے دھویا۔ پھر چونے سے ختم نبوت و تصدیق کی مہر نکالی جو انتہائی روشن و چمک دار تھی اور اس مہر بان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک پر لگادی۔ پس یوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر سعادت و توفیق کی تکمیل ہوئی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حکم ہوا: مقرب فرشتوں سے پہلے دنیا میں سے کسی کو محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے نہ بلائیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر عرشِ خوشی سے جھوم اٹھا اور کرسی بھی خوشی سے اترانے لگی اور جنوں کو آسمان پر جانے سے روک دیا گیا تو وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے: بے شک ہمیں اپنے راستے میں بڑی مشقت کا سامنا ہوا ہے۔ اور فرشتے انتہائی خوشی و رعب سے تسبیح خوانی کرنے لگے، ہوائیں جھوم جھوم کر چلنے لگیں اور انہوں نے بادلوں کو ظاہر کر دیا، باغات میں ٹہنیاں ٹھکنے لگیں اور کائنات کے گوشے

گوشتے سے اَهْلًا وَسَهْلًا مَرْحَبًا کی صدا میں آنے لگیں۔

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی فیروز بختیوں کے ستارے کائنات میں ظاہر فرمائے تو کائنات روشن ہو گئی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جود و عطا کی بجلیوں کو چکایا تو وہ چمکنے و ڈمکنے لگیں۔ اور رسالت مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چاند نما دلائل کے انوار کو پھیلایا تو وہ خوب جگمگانے لگے۔ اور کفار کی امیدوں کو ختم کر دیا پس وہ خاک میں مل گئیں۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو غلبہ عطا فرما کر کفار بادشاہوں کو ذلت و رسوائی سے دو چار کیا پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رعب و دبہ سے ان کے سر پست ہو گئے اور انہیں گردنیں جھکانی پڑیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے انسانیت مانوس ہو گئی اور اس نے رفعت و بلندی پالی۔ جن چوری چھپے سننے سے روک دیئے گئے۔ آسمانی فرشتے رکوع و سجود کرنے لگے۔ حضرت سیدنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حسین و جمیل حبیبِ خدا عَزَّ وَجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جنم دے کر کامیابی و کامرانی کے مقام پر فائز ہو گئیں اور حضرت سیدنا حمیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی دانش مند خاتون آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلانے سے مشرف ہوئی اور کائنات بھر میں مداحین (یعنی تعریف کرنے والوں) کی زبانیں شکر ادا کرتے ہوئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف و توصیف میں مگن ہو گئیں۔

(الروض الفائق فی المواقف و البزاق ص ۷۷)

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند

اس عظیم الشان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری پر ساری کائنات خوشی سے جموم اٹھی۔ اس ماہ مبارک کی پہلی رات حضرت سیدنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عجیب کیف و سرور حاصل ہوا۔ دوسری رات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو

حصولِ مطلوب کا مژدہ ملا۔ تیسری رات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بہا گیا کہ آپ کے شکمِ اطہر میں جو ہستی ہے وہ ہماری حمد بجالانے اور شکر ادا کرنے والی ہے۔ چوتھی رات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ملائکہ کی تسبیح سنی جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا اعلان کر رہے تھے۔ پانچویں رات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خواب میں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نور والے اور بلندیوں کے مالک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت دے رہے تھے۔ چھٹی رات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایب دائی فرحت و سرور حاصل ہوا کہ اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہ کمزور پڑیں، نہ آپ کو کبھی تھکاوٹ ہوئی۔ ساتویں رات اللہ عزّ و جلّ نے اپنی رضا کا نور پھیلا یا تو وہ ہر طرف پھیل گیا۔ آٹھویں رات ولادتِ حبیب دیں کا وقت قریب آنے کی وجہ سے ملائکہ نے حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کاشانہ اقدس کا چکر لگایا۔ نویں رات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سعادتوں اور تو نگری کی ابتداء ہوئی۔ دسویں رات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تھکاوٹ و تکلیف جاتی رہی۔ گیارہویں رات حضور سید المرسلین، جنابِ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس جہانِ فانی میں تشریف لائے تو سارا گھر نور سے منور ہو گیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شک و شبہ اور ذرِ ختم ہو گیا، صفا و مروہ پہاڑ خوشی سے جھوم اٹھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں جلوہ گر ہوتے ہی اپنے پروردگارِ حقیقی عزّ و جلّ کی بارگاہ میں سجدہ کیا اور اپنی انگلی آسمان کی جانب اس طرح بلند کی جیسے کوئی شخص عاجزی و انکساری سے اپنے مالک کے سامنے ہاتھ بلند کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو کائنات میں بکھر گئی، ملائکہ نے تکبیر و تہلیل (اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ) کے نعرے لگائے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عظمت و جلالت والے چہرہ اقدس کے مبارک نور سے ساری زمین بقیعہ نور (یعنی نور کا ٹکڑا) بن گئی۔

حضرت سیدنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سفید بادلوں کو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا جنہوں نے نبی رحمت، شفیع امت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مجھ سے چھپ لیا پھر میں نے کسی کہنے والے کو یہ کہتے سنا: اے فرشتو! انہیں مشرق و مغرب کا طواف کراؤ، انہیں تمام سمندری مخلوق، جنگلوں، جانوروں اور خالی جگہوں میں رہنے والے جنوں کے پاس سے گزراؤ اور انہیں ہر ذی روح پر پیش کرو تا کہ وہ انہیں ان کے نام اور اوصاف کے ساتھ پہچان لیں، نیز انہیں سب انبیاء علیہم السلام کی جائے ولادت کا بھی چکر لگواؤ تاکہ ان کی برکت کے آثار و نشانات اُن کو بھی عام ہوں۔

حضرت سیدنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مزید فرماتی ہیں: پھر وہ بادل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دور ہو گئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سفید ادنیٰ کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے اور نیچے سبز ریشم بچھا ہوا تھا۔ تین افراد بڑی تیزی سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جانب بڑھے ایک کے پاس سرخ سونے کا طشت، دوسرے کے پاس موتیوں سے جڑا ہوا کوزہ اور تیسرے کے پاس سبز ریشم کا رومال تھا۔ انہوں نے چہرہ حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کوزے کے پانی سے دھویا پھر رومال سے تصدیق کی مہر نکال کر پشت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ثبت کر دی۔ اس کے ساتھ ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سعادت اور توفیق مکمل ہو گئی، پھر کسی کی آواز آئی: انہیں لوگوں کی نگاہوں سے چھپا دو اور انہیں حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برزیدگی، حضرت سیدنا شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرفت، حضرت سیدنا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رقت و نرمی، حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گہری دوستی، حضرت سیدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرمانبرداری، حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صبر، حضرت سیدنا یعقوب علیہ

الصلوۃ والسلام کی بردباری، حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کا حسن و جمال، حضرت سیدنا داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کی سریلی آواز، حضرت سیدنا سیمان علیہ الصلوۃ والسلام کا حکم، حضرت سیدنا لقمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکمت، حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی طاقت، حضرت سیدنا یحییٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا زہد اور حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی خندہ پیشانی عطا کر دو، بلکہ ان کو تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوۃ والسلام کے اخلاقی حمیدہ سے متصف کر دو۔

(رسائل میلاد مصطفیٰ، باب مولد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لابن حجر مکی علیہ الرحمۃ، ص ۲۴)

۲۴، مختصر ۱) (المواہب اللدیۃ مع شرح الزرقانی، ولادت... الخ، ج 1، ص 215) (الروض الفائق فی انوار عظیمۃ الزکاتین ص ۵۷۳)

وضو کے نیچے ہوئے پانی میں 70 بیماریوں سے شفا

لوہنے وغیرہ سے وضو کرنے کے بعد بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا سنت بھی ہے اور شفا بھی چٹانچ میرے آقا اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ مخزجہ جلد 4 صفحہ 575 تا 576 پر فرماتے ہیں: بقیۃ وضو (یعنی وضو کے نیچے ہوئے پانی) کے لیے شرعاً عظمت و احترام ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت کہ حضور نے وضو فرما کر بقیۃ آب (یعنی نیچے ہوئے پانی) کو کھڑے ہو کر نوش فرمایا اور ایک حدیث میں روایت کیا گیا کہ اس کا پینا شتر مَرَض سے شفا ہے۔ (الفرز دوس ۲ ص ۳۶۲ حدیث ۳۶۱۷) تو وہ اِن اُمور میں آب زمزم سے مشابہت رکھتا ہے ایسے (یعنی وضو کے نیچے ہوئے) پانی سے استیجا مناسب نہیں۔ تنویر کے آداب وضو میں ہے: وضو کے بعد وضو کا پسماندہ (یعنی بچا ہوا پانی) قبلہ رخ کھڑے ہو کر پئے۔ (نحوۃ البصائر ج ۱ ص ۲۷۵)

علامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں نے تجربہ کیا ہے کہ

جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وضو کے بقیہ (ب-قی-یہ) پانی سے شفا حاصل ہو جاتی ہے۔ نبی صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس صحیح طب نبوی میں پائے جانے والے ارشاد گرامی پر اعتماد کرتے ہوئے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔ (رؤ الخراج ص ۲۷۷) وَاللّٰهُ سُبْحٰنُهُ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصٰبِ۔

❖ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَعْقُوبَ حضرت جابر بن سرہ رضی اللہ عنہ
الْطَّالِقَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ
بْنُ جَابِرٍ، عَنْ سِمَالِ بْنِ حَرْبٍ، کے دونوں کندھوں کے درمیان کبوتری
عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ کے انڈے کی طرح سرخ غدود دیکھی۔
الْحَاتِمَ بْنَ كَيْتَفٍ رَسُولِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، غُدَّةً
مِثْلَ بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ۔

• شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ مہر نبوت جسم شریف کے ہمرنگ تھی برص کی طرح بہت چنی نہ تھی، یہ
بہت ہی حسین معلوم ہوتی تھی حضور کا حسن اسی شعر میں مذکور ہے۔ شعر

خوبی و شکل و شمائل حرکات و سکنات
آنچہ خواباں ہمہ دارند تو تہاداری
کس نیست در جہاں کہ ز حسنت عجب نہ ماند
ای در کمال حسن عجب تر ز ہر عجب

(مرآۃ النایج شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۸ ص ۳۸)

نخیر کی راہب اور مہر نبوت

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف بارہ برس کی ہوئی تو اس وقت

ابوطالب نے تجارت کی غرض سے ملک شام کا سفر کیا۔ ابوطالب کو چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے بہت ہی والہانہ محبت تھی اس لیے وہ آپ کو بھی اس سفر میں اپنے ہمراہ لے گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اعلان نبوت سے قبل تین بار تجارتی سفر فرمایا۔ دو مرتبہ ملک شام گئے اور ایک بار یمن تشریف لے گئے، یہ ملک شام کا پہلا سفر ہے اس سفر کے دوران بُصریٰ میں بُحیرئِ راہب (عیسائی سادھو) کے پاس آپ کا قیام ہوا۔ اس نے توراۃ و انجیل میں بیان کی ہوئی نبی آخر الزماں کی نشانیوں سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور بہت عقیدت اور احترام کے ساتھ اس نے آپ کے قافلہ والوں کی دعوت کی اور ابوطالب سے کہا کہ یہ سارے جہان کے سردار اور رب العالمین کے رسول ہیں، جن کو خدا عز و جل نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ شجر و حجر ان کو سجدہ کرتے ہیں اور ابران پر سایہ کرتا ہے اور ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہے۔ اس لئے تمہارے اور ان کے حق میں یہی بہتہ ہوگا کہ اب تم ان کو لے کر آگے نہ جاؤ اور اپنا مال تجارت یہیں فروخت کر کے بہت جلد مکہ چلے جاؤ۔ کیونکہ ملک شام میں یہودی لوگ ان کے بہت بڑے دشمن ہیں۔ وہاں پہنچتے ہی وہ لوگ ان کو شہید کر ڈالیں گے۔ بُحیرئِ راہب کے کہنے پر ابوطالب کو خطرہ محسوس ہونے لگا۔ چنانچہ انہوں نے وہیں اپنی تجارت کا مال فروخت کر دیا اور بہت جلد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ لے کر مکہ مکرمہ واپس آ گئے۔ بُحیرئِ راہب نے چلتے وقت انتہائی عقیدت کے ساتھ آپ کو سفر کا کچھ توشہ بھی دیا۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب ماجاء فی بدو نبوة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۳۶۳۰)

ج ۵، ص ۳۵۶ والسیرة النبویة لابن ہشام، قصۃ بحیری، ص ۷۳)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ عَنْ ابْنِ دَاوُدَ عَنْ حَضْرَتِ رَمِيْثَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

حَضْرَتِ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ قَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

بْنِ الْمَاجْشُونِ . عَنْ أَبِيهِ . عَنْ
 عَاهِيمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ . عَنْ
 جَدِّهِ رُمَيْثَةَ . قَالَتْ : سَمِعْتُ
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ . وَلَوْ أَشَاءُ أَنْ أَقْبَلَ
 الْحَاتِمَ الَّذِي بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِنْ
 قُرْبِهِ لَفَعَلْتُ . يَقُولُ لِسَعْدِ بْنِ
 مُعَاذٍ يَوْمَ مَاتَ : اهْتَزَّ لَهُ عَرْشُ
 الرَّحْمَنِ .

سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے
 (رمیثہ نے) فرمایا میں نے رسول اللہ
 ﷺ سے سنا (دراں حالیکہ میں حضور
 اکرم ﷺ کے اتنے قریب تھی کہ اگر
 چاہتی تو آپ کے دونوں کندھوں کے
 درمیان مہر نبوت کو بوسہ دے دیتی) آپ
 نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے
 میں فرمایا (جس دن ان کا انتقال ہوا) ان
 (حضرت سعد) کے لیے اللہ تعالیٰ کا عرش
 حرکت میں آگیا (یعنی خوشی سے جھوم
 اٹھا)۔

شرح حدیث: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سعد بن معاذ بن النعمان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ مدینہ منورہ کے
 رہنے والے بہت ہی جلیل القدر صحابی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے
 مدینہ منورہ تشریف لے جانے سے پہلے ہی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
 مدینہ منورہ بھیج دیا کہ وہ مسلمانوں کو اسلام کی تعلیم دیں اور غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ
 کرتے رہیں۔ چنانچہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تبلیغ سے حضرت سعد
 بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دامن اسلام میں آگئے اور خود اسلام قبول کرتے ہی یہ اعلان
 فرما دیا کہ میرے قبیلہ بنو عبد الأشہل کا جو مرد یا عورت اسلام سے منہ موڑے گا میرے
 لئے حرام ہے کہ میں اس سے کلام کروں۔ آپ کا یہ اعلان سنتے ہی قبیلہ بنو عبد الأشہل کا
 ایک ایک بچہ دولت اسلام سے مالا مال ہو گیا۔ اس طرح آپ کا مسلمان ہو جانا مدینہ

منورہ میں اشاعت اسلام کے لیے بہت ہی بابرکت ثابت ہوا۔

(اسد الغابہ، سعد بن معاذ، ج ۲، ص ۲۴۱)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی بہادر اور انتہائی نشانہ ہزار تیر انداز بھی تھے۔ جنگ بدر اور جنگ احد میں خوب خوب داؤ شجاعت دی، مگر جنگ خندق میں زخمی ہو گئے اور اسی زخم میں شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ ان کی شہادت کا واقعہ یہ ہے کہ آپ ایک چھوٹی سی زرہ پہنے ہوئے نیزہ لیکر جوش جہاد میں لڑنے کے لئے میدان جنگ میں جا رہے تھے کہ ابن العرقہ نامی کافر نے ایسا نشانہ باندھ کر تیر مارا کہ جس سے آپ کی ایک رگ جس کا نام اکحلے کٹ گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کے لیے مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ایک خیمہ گاڑا اور ان کا علاج شروع کیا۔ خود اپنے دست مبارک سے دھرتیہ ان کے زخم کو داغا اور ان کا زخم بھرنے لگ گیا تھا لیکن انہوں نے شوق شہادت میں خداوند تعالیٰ سے یہ دعا مانگی:

یا اللہ! عزوجل تو جانتا ہے کہ کسی قوم سے مجھے جنگ کرنے کی اتنی تمنا نہیں ہے جتنی کفار قریش سے لڑنے کی تمنا ہے جنہوں نے تیرے رسول کو جھٹلایا اور ان کو ان کے وطن سے نکالا، اے اللہ! عزوجل میرا تو یہی خیال ہے کہ اب تو نے ہمارے اور کفار قریش کے درمیان جنگ کا خاتمہ کر دیا ہے لیکن اگر ابھی کفار قریش سے کوئی جنگ باقی رہ گئی ہو جب تو مجھے زندہ رکھنا تاکہ میں تیری راہ میں ان کافروں سے جنگ کروں اور اگر اب ان لوگوں سے کوئی جنگ باقی نہ رہ گئی ہو تو تو میرے اس زخم کو پھاڑ دے اور اسی زخم میں تو مجھے شہادت عطا فرما دے۔

خدا کی شان کہ آپ کی یہ دعا ختم ہوتے ہی بالکل اچانک آپ کا زخم پھٹ گیا اور خون بہہ کر مسجد نبوی میں بنی غفار کے خیمے کے اندر پہنچ گیا۔ ان لوگوں نے چونک کر کہا کہ اے خیمہ والو! یہ کیسا خون ہے جو تمہاری طرف سے بہ کر ہماری طرف آ رہا ہے؟

جب لوگوں نے دیکھا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زخم سے خون جاری تھا اسی زخم میں ان کی شہادت ہو گئی۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرجع انبی صلی اللہ علیہ وسلم من احزاب... الخ، الحدیث: ۴۱۲۲، ج ۳، ص ۵۷)

عین وفات کے وقت ان کے سرہانے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ جان کنی کے عالم میں انہوں نے آخری بار جمال نبوت کا دیدار کیا اور کہا: السلام علیک یا رسول اللہ! پھر بلند آواز سے کہا کہ یا رسول اللہ! عز وجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور آپ نے تبلیغ رسالت کا حق ادا کر دیا۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب پنجم، ج ۲، ص ۱۸۱)

آپ کا سال وصال ۵ ہجری ہے۔ بوقت وصال آپ کی عمر شریف ۷۳ برس کی تھی۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ان کو دفن کر واپس آرہے تھے تو شدت غم سے آپ کے آنسوؤں کے قطرات آپ کی ریش مبارک پر گر رہے تھے۔ (الاکمل فی ۲۱۰ ارجا، حرف اسمن، فصل فی اصحابہ، ص ۵۹۶ و اسد الغابہ، سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، ج ۲، ص ۴۴۳)

جنازہ میں ستر ہزار فرشتے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ عز وجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ سعد بن معاذ کی موت سے عرش الہی بل گیا اور ستر ہزار فرشتے ان کے جنازہ میں شریک ہوئے۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدیۃ، غزوة بنی قریظہ، ج ۳، ص ۹۲ و حجة اللہ علی العالمین، الخاتمة

فی اثبات کرامات الاولیاء... الخ، المطلب الثانی ذکر جملة جمیلة... الخ، ص ۶۱۷)

مٹی مشک بن گئی

حضرت محمد بن شریحیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ ایک شخص نے

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کی مٹی ہاتھ میں لی تو اس میں سے مشک کی خوشبو آنے لگی اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب ان کی قبر کھودی گئی تو اس میں سے خوشبو آنے لگی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے سبحان اللہ! سبحان اللہ! فرمایا اور مسرت کے آثار آپ کے رخسار انور پر نمودار ہو گئے۔ (شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ، غزوة بنی قریظہ، ج ۳، ص ۹۸-۹۹)

فرشتوں سے خیمہ بھر گیا

حضرت سلمہ بن اسلم بن حریش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیمہ میں داخل ہوئے تو وہاں کوئی بھی آدمی موجود نہ تھا مگر پھر بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم لمبے لمبے قدم رکھ کر پھلا جلتے ہوئے خیمہ میں تشریف لے گئے اور ان کی لاش کے پاس تھوڑی دیر ٹھہر کر باہر تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! عز وجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ خیمہ میں لمبے لمبے قدم کے ساتھ پھلا جلتے ہوئے داخل ہوئے حالانکہ خیمہ میں کوئی شخص بھی موجود نہ تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خیمہ میں اس قدر فرشتوں کا ہجوم تھا کہ وہاں قدم رکھنے کی جگہ نہ تھی اس لئے میں نے فرشتوں کے بازوؤں کو بچا بچا کر قدم رکھا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمة فی اثبات کرامات الاولیاء... الخ، المطب الثالث فی ذکر جملة حمیة)

... الخ، ص ۶۱۷)

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ
الصَّبَّيْ، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، وَعَلِيُّ
وَاحِدٍ. قَالُوا: حَدَّثَنَا عَيْسَى بْنُ
يُونُسَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ

حضرت ابراہیم بن محمد رضی اللہ عنہ
(حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے)
فرماتے ہیں جب حضرت علی مرتضیٰ کرم
اللہ وجہہ حضور اکرم ﷺ کے اوصاف

مَوَّلَىٰ غُفْرَةٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي
 إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ مِنْ وَلَدِ عَلِيٍّ
 بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: كَانَ عَلِيٌّ
 إِذَا وَصَفَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَرَّ الْحَدِيثُ
 بِطَوِيلِهِ، وَقَالَ: بَلَنْتُ كِتْفِيهِ
 خَاتَمَ النَّبُوءَةِ، وَهُوَ خَاتَمُ
 النَّبِيِّينَ.

شرح حدیث: شان خاتم الانبیاء

خالق کائنات نے اپنے برگزیدہ نبیوں اور رسولوں کو امتیازات نبوت عطا کر کے انہیں عام انسانوں سے ممتاز پیدا کیا جبکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ رب العزت نے عظمت و رفعت کا وہ بلند مقام عطا کیا کہ جس تک کسی فرد بشر کی رسائی ممکن نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی جو اس حکم ایزدی کی تصدیق کرتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، ان کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کیسے مقفل کر دیا گیا ہے۔ یہ مہر نبوت دونوں کندھوں کے درمیان ذرا بائیں جانب تھی۔

1- حضرت عبداللہ بن مسرج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فَنظَرْتُ إِلَى خَاتَمِ النَّبُوءَةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ عِنْدَ نَاحِضِ الْيَسَرَى
 میں نے مہر نبوت دونوں کندھوں کے درمیان بائیں کندھے کی ہڈی کے قریب دیکھی۔ (مسلم، الصحیح، 4: 1823، کتاب الفضائل، رقم: 2346)

2- حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت ابراہیم بن محمد کہتے ہیں:

کان علی إذا وصف رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ، فذكر
الحديث بطوله، وقال بين كتفيه خاتم النبوة وهو خاتم النبيين
صلى الله عليه وآله وسلم

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات
گناتے تو طویل حدیث بیان فرماتے اور کہتے کہ دونوں شانوں کے
درمیان مہر نبوت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین تھے۔

(ترمذی، الجامع الصحیح، 5: 599، ابواب المناقب، رقم: 3638) (ابن ابی شیبہ، المصنف، 6:

328، رقم: 31805) (ابن عبد البر، التمهید، 3: 30) (ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، 2: 248)

3۔ مہر نبوت خوشبوؤں کا مرکز تھی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فالتقمت خاتم النبوة بغن، فكان ينتم علي مسكاً

پس میں نے مہر نبوت اپنے منہ کے قریب کی تو اُس کی دِلنواز مہک مجھ پر
غالب آ رہی تھی۔ (سالمی، سبل الہدی والرشاد، 2: 53)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر نبوت کی ہیئت اور
شکل و صورت کا ذکر مختلف تشبیہات سے کیا ہے: کسی نے کبوتر کے انڈے سے، کسی نے
گوشت کے ٹکڑے سے اور کسی نے بالوں کے گچھے سے مہر نبوت کو تشبیہ دی ہے۔
یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ تشبیہ ہر شخص کے اپنے ذوق کی آئینہ دار ہوتی
ہے۔

1۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

کان خاتم رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يعنى الذی بین
كتفيه غدة حمراء مثل بيضة الحمامة

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان مہر

نبوت تھی، جو کبوتر کے انڈے کی مقدار سرخ ابھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا۔

(ترمذی، الجامع الصحیح، 5: 602، ابواب المناقب، رقم: 3644) (احمد بن حنبل، المسند، 5: 104،

رقم: 21036) (ابن حبان، الصحیح، 14: 209، رقم: 6301) (ابن ابی شیبہ، المصنف، 6: 328، رقم:

31808) (طبرانی، المعجم الکبیر، 2: 220، رقم: 1908) (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 425)

2۔ حضرت ابو زید عمرو بن الخطاب انصاری رضی اللہ عنہ نے اس مہر نبوت کو بالوں

کے گچھے جیسا کہا۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنے

پشت مبارک پر مالش کرنے کی سعادت بخشی تو اُس موقع پر انہوں نے مہر

اقدس کا مشاہدہ کیا۔ حضرت علیاء (راوی) نے عمرو بن الخطاب سے اُس

مہر نبوت کی کیفیت دریافت کی تو انہوں نے کہا:

شعر مجتہد علی کتفہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک کندھوں کے درمیان چند بالوں کا

مجموعہ تھا۔

(احمد بن حنبل، المسند، 5: 341، رقم: 22940) (حاکم، المستدرک، 2: 663، رقم: 4198)

(ابویعلیٰ، المسند، 12: 240، رقم: 6846) (بخاری، معجم الامام، 1: 514، رقم: 2096) (ابن سعد،

الطبقات الکبریٰ، 1: 426)

3۔ حضرت ابو نضرۃ غوفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سألتُ أبا سعيد الخدري عن خاتم رسول الله صلى الله عليه وآله

وسلم يعني خاتم النبوة، فقال كان في ظهره بضعة ناشرة

میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی مہر یعنی مہر نبوت کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: وہ

(مہر نبوت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت اقدس میں ایک

اُبھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا۔ (ترمذی، الشرح المحمدی، 1: 46، رقم: 22) (بخاری،

تاریخ الکبیر، 4: 44، رقم: 1910) (طبری، تاریخ الأمم والملوک، 2: 222)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ .
 قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ ، قَالَ :
 حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ ، قَالَ :
 حَدَّثَنِي عَلْبَاءُ بْنُ أَحْمَرَ
 الْيَشْكِرِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو
 زَيْدٍ عَمْرُو بْنُ أَخْطَبِ الْأَنْصَارِيِّ
 . قَالَ : قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَا أَبَا زَيْدٍ ، اذْنُ
 مِثِّي فَاْمْسَحْ ظَهْرِي ، فَمَسَحْتُ
 ظَهْرَهُ . فَوَقَعَتْ أَصَابِعِي عَلَى
 الْحَاتِمِ قُلْتُ : وَمَا الْحَاتِمُ ، قَالَ
 : شَعْرَاتُ مُجْتَمِعَاتٍ .

حضرت عمرو بن اخطب انصاری
 رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم
 ﷺ نے مجھ سے فرمایا اسے ابو زید !
 میرے قریب ہو اور میری پشت پر ہاتھ
 پھیرا میں نے آپ کی پشت مبارک پر
 ہاتھ پھیرا تو میری انگلیاں مہر نبوت پر جا
 لگیں۔ میں (عمرو بن اخطب کے
 شاگرد) نے پوچھا مہر نبوت کیا ہے؟ تو
 فرمایا کچھ اکٹھے بال تھے۔

شرح حدیث: مہر نبوت

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ مہر نبوت کبوتر کے انڈے کے برابر تھی اور اس پر
 یہ عبارت لکھی ہوئی تھی کہ

اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ يَوْمَهُ حَيْثُ كُنْتُ فَإِنَّكَ مَنْصُورٌ

یعنی ایک اللہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں (اے رسول!) آپ جہاں بھی

رہیں گے آپ کی مدد کی جائے گی اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ

كَانَ نُورًا يَتَلَأَلُ يَعْنِي مَهْرُ نُبُوتٍ اِيك چمکتا ہوا نور تھا۔ راویوں نے اس کی ظاہری

شکل و صورت اور مقدار کو کیونتر کے انڈے سے تشبیہ دی ہے۔

(حاشیہ جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب ماجاء فی خاتم النبوة، حاشیہ: ۲، ج ۲، ص ۲۰۶)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَرِيدَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ :
 عَنْ فَرَمَاتٍ هِيَ فِي مِثْلِ دَانِ كَرَمِ :
 حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ بْنِ وَاقِدٍ ،
 حَدَّثَنِي أَبِي ، قَالَ : حَدَّثَنِي عَبْدُ
 اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ ، قَالَ : سَمِعْتُ أَبِي
 بُرَيْدَةَ ، يَقُولُ : جَاءَ سَلْمَانُ
 الْفَارِسِيُّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، حِينَ قَدِمَ
 الْمَدِينَةَ بِمَائِدَةٍ عَلَيْهَا رُطْبٌ ،
 فَوَضَعَهَا بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ : يَا
 سَلْمَانُ مَا هَذَا ، فَقَالَ : صَدَقَةٌ
 عَلَيْكَ ، وَعَلَى أَصْحَابِكَ ، فَقَالَ :
 ارْفَعْهَا ، فَإِنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ ،
 قَالَ : فَرَفَعَهَا ، فَجَاءَ الْغَدَا بِمِثْلِهِ ،
 فَوَضَعَهُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ :
 مَا هَذَا يَا سَلْمَانُ ، فَقَالَ : هَدِيَّةٌ
 لَكَ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ
 عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد کرم
 حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے
 سنا کہ جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ
 عنہ مدینہ طیبہ آئے تو بارگاہ رسالت میں
 حاضر ہوئے۔ آپ کے پاس تازہ کھجوروں
 کا ایک خوان تھا جو آپ نے حضور اکرم
 ﷺ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ کے لیے
 اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے
 لیے صدقہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے
 فرمایا اسے اٹھا لو، ہم صدقے نہیں کھایا
 کرتے راوی کہتے ہیں حضرت سلمان
 فارسی نے خوان اٹھالیا، دوسرے دن پھر
 اسی طرح کی کھجوریں لا کر بارگاہ بے کس
 پناہ میں پیش کیں تو آپ نے فرمایا اے
 سلمان یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا یہ
 آپ کے لیے تحفہ ہے۔ اس پر حضور اکرم
 ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا
 ہاتھ برہاؤ (یعنی کھاؤ) پھر حضرت

علیہ وسلم لأَصْحَابِهِ : اِهْبُطُوا
ثُمَّ نَظَرُوا إِلَى الْخَاتَمِ عَلَى ظَهْرِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ ، فَأَمَّنَ بِهِ ، وَكَانَ لِلْيَهُودِ
فَاشْتَرَاةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، بِكَذَا وَكَذَا يَزْهِمَا
عَلَى أَنْ يَغْرِسَ لَهُمْ نَخْلًا ،
فَيَعْمَلَ سَلْمَانٌ فِيهِ ، حَتَّى
تُطْعِمَ ، فَغَرَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، النَّخْلَ إِلَّا
نَخْلَةً وَاحِدَةً ، غَرَسَهَا عُمَرُ فَحَمَلَتْ
النَّخْلُ مِنْ عَامِهَا ، وَلَمْ تَحْمِلْ
نَخْلَةً ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا شَأْنُ هَذِهِ
النَّخْلَةِ ؟ فَقَالَ عُمَرُ : يَا رَسُولَ
اللَّهِ ، أَنَا غَرَسْتُهَا ، فَزَعَّهَا رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،
فَغَرَسَهَا فَحَمَلَتْ مِنْ عَامِهَا .

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے آپ کے
پشت مبارک پر مہر نبوت کو دیکھا اور آپ
پر ایمان لائے۔ حضرت سلمان فارسی رضی
اللہ عنہ ایک یہودی کے غلام تھے، پھر
حضور اکرم ﷺ نے آپ کو کچھ درہموں
سے اس شرط پر خریدا کہ آپ ان کے
(یہودیوں کے) لیے کھجور کے درخت
لگائیں اور ان کے پھل دار ہونے تک
حفاظت کریں، پھر حضور اکرم ﷺ نے
تمام درخت اپنے دست مبارک سے
لگائے، صرف ایک درخت حضرت فاروق
اعظم رضی اللہ عنہ نے لگایا اس ایک کھجور
کے علاوہ باقی تمام درخت اسی سال پھل
لائے۔ اس پر حضور اکرم اقدس ﷺ نے
فرمایا اس درخت کو کیا ہوا؟ حضرت عمر
فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول
اللہ ﷺ وہ درخت میں نے لگایا ہے
اس پر آپ نے وہ درخت اکھیڑ دیا اور
(دوبارہ) خود لگایا تو وہ اسی سال پھل دار
ہو گیا۔

شرح حدیث: مہربوت آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علامت ہے

مہربوت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے کی علامت ہے، سابقہ الہامی کتب میں مذکور تھا کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک علامت اُن کی پشتِ اقدس پر مہربوت کا موجود ہونا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل کتاب جنہوں نے اپنی کتابوں میں پڑھ رکھا تھا اس نشانی کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاتے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشتِ اقدس پر مہربوت کی تصدیق کر لینے کے بعد ہی ایمان لائے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کا واقعہ کتب تاریخ و سیر میں تفصیل سے درج ہے۔ آتش پرستی سے توبہ کر کے عیسائیت کے دامن سے وابستہ ہوئے۔ پادریوں اور راہبوں سے حصولِ علم کا سلسلہ بھی جاری رہا، لیکن کہیں بھی دل کو اطمینان حاصل نہ ہوا۔ اسی سلسلے میں اُنہوں نے کچھ عرصہ غمور یا کے پادری کے ہاں بھی اس کی خدمت میں گزارا۔ غمور یا کا پادری الہامی کتب کا ایک جید عالم تھا۔ اس کا آخری وقت آیا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اب میں کس کے پاس جاؤں؟ الہامی کتب کے اُس عالم نے بتایا کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ قریب ہے۔ یہ نبی دینِ ابراہیمی کے داعی ہوں گے۔ اور پھر غمور یا کے اُس پادری نے مدینہ منورہ کی تمام نشانیاں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو بتا دیں کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے کھجوروں کے جھنڈ والے اس ہمبر دنواز میں سکونت پذیر ہوں گے۔ عیسائی پادری نے اللہ کے اس نبی کے بارے میں بتایا کہ وہ صدقہ نہیں کھائیں گے البتہ ہدیہ قبول کر لیں گے اور یہ کہ ان کے دونوں کندھوں کے درمیان مہربوت ہوگی۔ پادری اس جہانِ فانی سے کوچ کر گیا، تلاشِ حق کے مسافر نے غمور یا کو خدا حافظ کہا اور سلمان فارسی ہمبر نبی کی تلاش میں نکل پڑے۔ سفر کے دوران

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ چند تاجروں کے ہتھے چڑھ گئے لیکن تلاش حق کے مسافر کے دل میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کی تڑپ ذرا بھی کم نہ ہوئی بلکہ آتش شوق اور بھی تیز ہو گئی، یہ تاجر انہیں مکہ لے آئے، جس کی سرزمین نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مولد پاک ہونے کا اعزاز حاصل کر چکی تھی۔ تاجروں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو ایذا، مظاہر کیا اور انہیں مدینہ جو اس وقت یثرب تھا، کے بنی قریظہ کے ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ انہوں نے یہودی کی غلامی قبول کر لی۔۔۔ یہودی آقا کے ساتھ جب وہ یثرب (مدینہ منورہ) پہنچ گئے تو گویا اپنی منزل کو پایا۔

غور یا کے پادری نے یثرب کے بارے میں انہیں جو نشانیاں بتائی تھیں وہ تمام نشانیاں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیں، وہ ہر ایک سے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کے بارے میں پوچھتے رہتے لیکن ابھی تک قسمت کا ستارا۔۔۔ ثریا پر نہ چمک پایا تھا اور وہ بے خبر تھے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے اس شہر خنک میں تشریف لانے والے ہیں۔ بعض روایات میں مذکور ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک دن اپنے یہودی مالک کے کھجوروں کے باغ میں کام کر رہے تھے، کھجور کے ایک درخت پر چڑھے ہوئے تھے کہ انہوں نے سنا کہ اُن کا یہودی مالک کسی سے باتیں کر رہا تھا کہ مکہ سے ہجرت کر کے قبائیں آنے والی ہستی نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کی دعویٰ ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا دل مچل اٹھا، اور تلاش حق کے مسافر کی صعوبتیں لمحہ مسرت میں تبدیل ہو رہی تھیں۔ وہ ایک طشتری میں تازہ کھجوریں سجا کر والی، کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یہ صدقے کی کھجوریں ہیں۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کھجوریں واپس کر دیں کہ

ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے۔ غمور یا کے پادری کی بتائی ہوئی ایک نشانی سچ ثابت ہو چکی تھی۔ دوسرے دن پھر ایک خوان میں تازہ کھجوریں سجائیں اور کھجوروں کا خوان لے کر رسول ذی شمایہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یہ ہدیہ ہے، قبول فرما بیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تحفہ قبول فرمالیا اور کھجوریں اپنے صحابہ میں تقسیم فرمادیں۔

دو نئیوں کی تصدیق ہو چکی تھی۔ اب مہر نبوت کی زیارت باقی رہ گئی تھی۔ تاجدار کائنات اجنت البقیع میں ایک جنازے میں شرکت کے لئے تشریف لائے اور ایک جگہ جلوہ افروز ہوئے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آقائے دو جہاں کی پشت کی طرف بے تابانہ نگاہیں لگائے بیٹھے تھے۔ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نور نبوت سے دیکھ لیا کہ سلمان کیوں بے قراری کا مظاہرہ کر رہا ہے، مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے از رو محبت اپنی پشت انور سے پردہ ہٹا لیا تاکہ مہر نبوت کے دیدار کا طاب اپنے من کی مراد پالے۔ پھر کیا تھا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی کیفیت ہی بدل گئی، تصویر حیرت بن کے آگے بڑھے، فرط محبت سے مہر نبوت کو چوم لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لا کر ہمیشہ کیلئے دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستہ ہو گئے۔

(حاکم، المستدرک، 3: 698، رقم: 6544) (بزار، المسند، 6: 463-465، رقم: 2500)

طبرانی، معجم الکبیر، 6: 222-224، رقم: 6065) (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 4: 75-80) (یونعم

اسہانی، دلائل النبوة، 1: 40) (شواہد النبوة، رکن رابع، ص ۸۴)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حضرت ابو نصرہ رضی اللہ عنہ فرماتے

قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْوَضَّاحِ، ہیں، میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی

اللہ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت

عَنْ أَبِي نَضْرَةَ الْعَوْفِيِّ ، قَالَ :
سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ ، عَنْ
خَاتِمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَغْنِي خَاتِمَ الثُّبُوءَةِ ،
فَقَالَ : كَانَ فِي ظَهْرِهِ بَضْعَةٌ
تَأْمِنُهُ .

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْيَقْدَامِ
أَبُو الْأَشْعَثِ الْحِجْلِيُّ الْبَصْرِيُّ ،
قَالَ : أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ
عَاصِمِ الْأَحْوَلِ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
سَرْجِسَ ، قَالَ : أَتَيْتُ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي
نَاحِيَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ ، فَنُذِرْتُ هَكَذَا
مِنْ خَلْفِهِ ، فَعَرَفَ الَّذِي أُرِيدُ ،
فَأَلْقَى الرِّدَاءَ عَنْ ظَهْرِهِ ، فَرَأَيْتُ
مَوْضِعَ الْخَاتِمِ عَلَى كَتِفَيْهِ ، مِثْلَ
الْجَنَاحِ حَوْلَهَا خِيَلَانٌ ، كَأَنَّهَا
تَأْلِيلٌ ، فَرَجَعْتُ حَتَّى اسْتَقْبَلْتُهُ ،
فَقُلْتُ : غَفَرَ اللَّهُ لَكَ يَا رَسُولَ
اللَّهِ ، فَقَالَ : وَلَكَ فَقَالَ الْقَوْمُ :
أَسْتَغْفِرُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا
آپ کی پشت مبارک پر ابھرا ہوا گوشت
تھا۔

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ کی
بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ صحابہ کرام میں
تشریف فرما تھے۔ میں آپ کے پیچھے گھومنا
تو حضور اکرم ﷺ میری مراد سمجھ گئے
اور چادر مبارک اپنی پشت سے ہٹائی، میں
نے آپ کے دونوں شانوں کے درمیان
مہربوت دیکھی جو مٹھی کی طرح تھی جس کے
گردل ہوں گویا کہ وہ مسے ہیں (پستان کا
سرا) پھر میں نے مہربوت کو بوسہ دیا اور
عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ آپ کی مغفرت
فرمائے آپ نے فرمایا اور تمہارے لئے
بھی، صحابہ کرام نے فرمایا (اے عبداللہ
بن سرجس) حضور اکرم ﷺ نے
تیرے لیے بخشش کی دعا فرمائی آپ نے

علیہ وسلم : فَقَالَ : نَعَمْ . فرمایا ہاں ! اور تمہارے لیے بھی اور پھر
 وَلَكُمْ . ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ آپ نے یہ آیت تلاوت کی : اور اے
 ﴿وَأَسْتَغْفِرُ لِدُنْيِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ﴾ محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان
 وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ (پ ۲۶، محمد: ۱۹) مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی
 مانگو۔

شرح حدیث: معرفت کی باتیں

اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

وَأَسْتَغْفِرُ لِدُنْيِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ *

ترجمہ کنز الایمان: اور اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں
 اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔ (پ 26، جمر: 19)

اس آیت کریمہ میں خود خدائے بزرگ و برتر حکم فرما رہا ہے: اے محبوب صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے دعائے مغفرت
 کیجئے۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ اللہ عز و جل اپنے بندوں کو خود کسی کام کا حکم فرمائے اور پھر اس
 کی بجا آوری پر انہیں اجر نہ دے، یا جو اس نے وعدہ کیا ہے اسے پورا نہ کرے؟ ایسا
 ہرگز نہیں ہو سکتا۔ وہ پاک پروردگار عز و جل تو وعدوں کو پورا کرنے والا ہے جو اس سے
 اُمید رکھتا ہے وہ کبھی بھی مایوس نہیں ہوتا۔ جب کسی بندے سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے
 اور اسے اپنے گناہ پر شرمندگی بھی ہو پھر نبی مکرم، نور مجسم، شاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وآلہ وسلم اس کی شفاعت فرمائیں اور جس ذات کی نافرمانی اس گناہ گار شخص سے
 ہوئی وہ ذات بھی ایسی کریم کہ بڑے بڑے گناہوں کو محض اپنے لطف و کرم سے بخش
 دے اور جو اس کے سامنے صدق دل سے تائب ہو جائے اور دو قطرے آنسوؤں کے
 بہا لے تو زمین و آسمان کے برابر گناہوں کو بھی معاف فرما دے۔ کیا وہ پاک پروردگار

عز وجل ہمارے گناہوں کو معاف نہیں فرمائے گا؟ ضرور فرمائے گا ہمیں اس کی پاک ذات پر کامل یقین ہے۔

3- بَابُ مَا جَاءَ فِي شَعْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ موئے مبارک

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ کے بال
عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، مبارک کانوں کے نصف تک پہنچتے تھے۔
قَالَ: كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى يَصْفِ
أُذُنَيْهِ.

شرح حدیث: گوش مبارک

آپ کی آنکھوں کی طرح آپ کے کان میں بھی معجزانہ شان تھی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنی زبان اقدس سے ارشاد فرمایا کہ اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ وَاسْمَعُمْ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ۔ (الخصائص الکبریٰ للسیوطی، باب الایۃ فی سمد الشریف، ج ۱، ص ۱۱۳)
یعنی میں ان چیزوں کو دیکھتا ہوں جن کو تم میں سے کوئی نہیں دیکھتا اور میں ان آوازوں کو سنتا ہوں جن کو تم میں سے کوئی نہیں سنتا۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سمع و بصر کی قوت بے مثال اور معجزانہ شان رکھتی تھی۔ کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دور و نزدیک کی آوازوں کو یکساں طور پر سن لیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کے حلیف بنی خزاعہ نے، جیسا کہ فتح مکہ کے بیان میں آپ پڑھ چکے ہیں، تین دن کی مسافت سے آپ کو اپنی امداد و نصرت کے لئے پکارا تو آپ نے ان کی فریاد سن لی۔ علامہ زرقانی نے اس

حدیث کی شرح میں فرمایا کہ لَا بُعْدَ فِي سَمَاءِهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ كَانَ يَسْمَعُ أَصِيْطَ السَّمَاءِ یعنی اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین دن کی مسافت سے ایک فریادی کی فریاد سن لی تو یہ آپ سے کوئی بعید نہیں ہے کیونکہ آپ تو زمین پر بیٹھے ہوئے آسمانوں کی چرچراہٹ کو سن لیا کرتے تھے بلکہ عرش کے نیچے چاند کے سجدہ میں گرنے کی آواز کو بھی سن لیا کرتے تھے۔

(شرح الزرقانی علی المواہب، باب غزوة الفتح، ج ۳، ص ۸۱، وخصائص الکبریٰ لمسیوطی،

باب الایۃ فی سجد الشریف، ج ۱، ص ۱۱۳)

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان

کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

❖ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ .
قَالَ : أَحْبَبْنَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي
الزِّنَادِ . عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ . عَنْ
أَبِيهِ . عَنْ عَائِشَةَ . قَالَتْ : كُنْتُ
أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ .
وَكَانَ لَهُ شَعْرٌ فَوْقَ الْجَبَّةِ . وَكُنْ
الْوُفْرَةَ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی
ہیں ، میں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن
سے غسل کیا کرتے تھے (درمیان میں
پردہ ہوتا تھا) اور آپ کے بال مبارک
کندھوں سے کچھ اوپر اور کانوں سے
قدرے نیچے ہوتے تھے۔

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ .
قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو قَطَنِ . قَالَ :
حَدَّثَنَا شُعْبَةُ . عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ .
عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ . قَالَ : كَانَ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ
عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
میانہ قد تھے۔ آپ کے دونوں کندھوں
کے درمیان فاصلہ تھا (یعنی سینہ مبارک

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْبُوعًا ، بَعِيدَ مَا بَيْنَ الْيَنْكَبِزِينَ ، وَكَانَتْ جُحْتُهُ تَطْرِبُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ .

کشاہہ تھا) اور آپ کے بال مبارک
کانون کی لوت تک پہنچتے تھے۔
الینکبیزین ، وَكَانَتْ جُحْتُهُ
تَطْرِبُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ .

شرح حدیث: عورتوں کی طرح کندھے سے نیچے بال رکھنا کیسا؟

اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ، میں ارشاد فرماتے ہیں:

حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَعَنَ اللَّهُ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالتَّمْثِيلَاتِ مِنَ
النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ ، رَوَاهُ الْإِمَامَةُ أَحْمَدُ - وَ الْبُخَارِيُّ وَابُو دَاوُدَ
وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا -
اللَّهُ كِي لَعَنَ انْ مَرْدُوں پَر كِه كِسِي بَات مِیں عورتوں سے مشابہت پیدا کریں
اور ان عورتوں پَر كِه مردوں سے ، (ائمہ حدیث مثلاً امام احمد ، بخاری ،
ابوداؤد ، ترمذی اور ابن ماجہ نے اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے روایت کیا ہے۔

(مسند امام احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۱ / ۲۵۴) (صحیح
بخاری کتاب اللباس باب المتشبهین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ / ۸۷۴) (سنن ابی داؤد کتاب
اللباس باب فی لباس النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲ / ۲۱۰) (جامع الترمذی کتاب الآداب باب ما جاء
فی المتشبهات امین کمپنی دہلی ۲ / ۱۰۲)

ایک عورت مردوں کی طرح کمان کندھے پر لگائے جاتی تھی اسے دیکھ کر یہ

فرمایا۔

رواہ الطبرانی فی الکبیر۔ عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے اسے روایت فرمایا۔

(مجمع الزوائد کتاب الادب باب فی المتعظیمین الخ دار الکتاب بیروت ۸/ ۱۰۳-۱۰۲)
ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کی گئی کہ ایک عورت مردانہ خود
پہنتی ہے فرمایا:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الرجلۃ من النساء
رواہ ابوداؤد۔ عن ابن ابی مہکیۃ عنہا رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لباس النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۰)
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اس عورت پر کہ کوئی وضع
مردانی اختیار کرے۔ (امام ابوداؤد نے ابن ابی ملیکہ کے حوالے سے سیدہ عائشہ
صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت فرمائی۔

کمان یا جوتا اجزائے بدن نہیں۔ جب ان میں مشابہت پر لعنت فرمائی تو بال کہ
اجزائے بدن ہیں ان میں مشابہت اور کس درجہ سخت تر ہوگی۔ ولہذا عورت کو حرام ہے
کہ اپنے بال تراشے کہ اس میں مردوں سے مشابہت ہے یوہیں مردوں کو حرام ہے کہ
اپنے بال عورتوں کی طرح بڑھائیں اور وجہ دونوں جگہ وہی مشابہت ہے کہ حرام
و موجب لعنت ہے۔

در مختار میں ہے:

قطعت شعر را سہا اثبت ولعننت و المعنی البؤثر التشبیہ۔
کسی عورت نے اپنے سر کے بال کاٹے تو وہ اس کام کی وجہ سے گناہگار
ہوگی اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی اور اس میں معنی موثر تشبیہ ہے۔

(در مختار کتاب الحظر والابادہ فصل فی التبع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۰)

ردالمحتار میں ہے:

ای العلة البوثرة فی اثمها التشبه بالرجال فانه لا يجوز كالتشبه بالنساء حتی قال فی المجتبی یکره غزل الرجل علی هیأة غزل النساء۔ واللہ تعالی اعلم۔

عورت کے گناہگار ہونے میں اثر انداز ہونے والی علت مردوں سے مشابہت ہے اس لئے کہ وہ جائز نہیں۔ جیسے مردوں کی عورتوں سے مشابہت درست نہیں۔ یہاں تک کہ المجتبیٰ میں فرمایا کہ مردوں کا عورتوں کی ہیئت پر سوت کا تنا مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ردالمحتار کتاب الحظر والابادہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۶۱) (فتاویٰ رضویہ، جلد

۲۳ ص ۲۸۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ،
قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ بْنُ
حَازِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ
قَتَادَةَ، قَالَ: قُلْتُ لَأَنْبَسٍ:
كَيْفَ كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: لَمْ
يَكُنْ بِالْجَعْدِ، وَلَا بِالسَّبِطِ، كَانَ
يَبْلُغُ شَعْرُهُ شَحْمَةً أُذُنَيْهِ.

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے
ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ
پوچھا حضور اکرم ﷺ کے بال مبارک
کیسے تھے؟ انہوں نے فرمایا نہ تو زیادہ
گھنگریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے اور
آپ کے بال مبارک کانوں کی لوت تک
پہنچتے تھے۔

سو کھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے
چھائے رحمت کی گھٹائے تمہارے گیسو

ہم یہ کاروں پہ یا رب تپش محشر میں
سایہ افکن ہو تیرے پارے کے پیارے گیسو

شرح حدیث: دیوبندی حکیم الامت کی عجیب منطق

بلا تبصرہ

حکیم الامت حضرت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا بال مبارک تقسیم کرنا، اپنی تعظیم و عبادت کے لیے نہ تھا؛ بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت پر نظر کرتے ہوئے ان کے نزاع و قتال کے رفع دفع کرنے کے لیے تھا، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بالوں کو دفن کراتے، تو یقیناً صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین زمین سے ان کو نکالنے کی کوشش کرتے، اور عجیب نہیں کہ قتال کی نوبت آجاتی۔ (ملفوظات حکیم الامت، ص: ۱۷۱، ج: ۲۳، ملفوظ: ۵۰۱)

صحابہ اکرام کا عمل

امام ابو عمر یوسف بن عبد البر کتاب الاستعیاب فی معرفۃ الاصحاب میں فرماتے ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت میں فرمایا:

انی صحبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فخری لحاجة فاتبعته باداة فکسانی احد ثوبیه الذی یلی جسده فخبأته لهذا الیوم، واخذ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اظفارہ وشعرہ ذات یوم فاخذته، فخبأته لهذا الیوم فاذا انامت فاجعل ذلك القیص دون کففی میالی جسدی وخذ ذلك الشعر والاظفار فاجعله فی فی وعلی عینی ومواضع السجود منی۔

(کتاب الاستعیاب فی معرفۃ الاصحاب علی ہامش الاصابۃ ترجمہ معاویہ بن سفیان مطبوعہ

یعنی میں صحبتِ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے شرفِ یاب ہوا ایک دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ وسلمہ علیہ، حاجت کے لئے تشریف فرما ہوئے ہیں۔ میں لوٹا لے کر ہمراہ رکابِ سعادت مآب ہوا۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جوڑے سے گرتا کہ بدنِ اقدس سے متصل تھا مجھے انعام فرمایا، وہ گرتا میں نے آج کے لئے چھپا رکھا تھا۔ اور ایک روز حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ناخن و موئے مبارک تراشے وہ میں نے لے کر اس دن کے لئے اٹھا رکھے، جب میں مرجاؤں تو قمیص سراپا تقدیس کو میرے کفن کے نیچے بدن کے متصل رکھنا، و موئے مبارک و ناخن ہائے مقدسہ کو میرے منہ اور آنکھوں اور پیشانی وغیرہ مواضعِ سجود پر رکھ دینا۔

موئے مبارک

مقامِ حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بال بنوا کر تمام بال مبارک ایک سبز درخت پر ڈال دیئے۔ تمام اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسی درخت کے نیچے جمع ہو گئے اور بالوں کو ایک دوسرے سے چھیننے لگے۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے بھی چند بال حاصل کر لئے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال ظاہری کے بعد جب کوئی بیمار ہوتا تو میں ان مبارک بالوں کو پانی میں ڈبو کر پانی مریض کو پلاتی تو رب العزت اسے صحت عطا کر دیتا۔

(مدارج النبوۃ، قسم سوئم، باب ششم، ج ۲، ص ۲۱۷)

نسیم الریاض میں لکھا ہے کہ عدیم بن طاہر علوی کے پاس چودہ موئے مبارک تھے انہوں نے ان کو امیر حلب کے دربار میں پیش کیا۔ امیر حلب نے خوش ہو کر اس مقدس تحفہ کو قبول کیا اور علوی صاحب کی انتہائی تعظیم و تکریم کرتے ہوئے ان کو انعام و

اکرام سے مالا مال کر دیا لیکن اس کے بعد جب دوبارہ علوی صاحب امیر حلب کے دربار میں گئے تو امیر نے تیوری چڑھا کر بہت ہی ترش روئی کے ساتھ بات کی اور ان کی طرف سے نہایت ہی بے التفاتی کے ساتھ منہ پھیر لیا۔ علوی صاحب نے اس بے توجہی اور ترش روئی کا سبب پوچھا تو امیر حلب نے کہا کہ میں نے لوگوں کی زبانی یہ سنا ہے کہ تم جو موئے مبارک میرے پاس لائے تھے ان کی کچھ اصل اور کوئی سند نہیں ہے۔ علوی صاحب نے کہا کہ آپ ان مقدس بالوں کو میرے سامنے لائیے۔ جب وہ آ گئے تو انہوں نے آگ منگوائی اور موئے مبارک کو دکھتی ہوئی آگ میں ڈال دیا پوری آگ جل جل کر راکھ ہو گئی مگر موئے مبارک پر کوئی آنچ نہیں آئی بلکہ آگ کے شعلوں میں موئے مبارک کی چمک دمک اور زیادہ نکھر گئی۔ یہ منظر دیکھ کر امیر حلب نے علوی صاحب کے قدموں کا بوسہ لیا اور پھر اس قدر انعام و اکرام سے علوی صاحب کو نوازا کہ اہل دربار ان کے اعزاز و وقار کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ (الکلام الامین ص ۱۰۸)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ أَبِي عُمَرَ التَّمِيمِيُّ، قَالَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَتْ : قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ قَدَمَةً، وَلَهُ أَرْبَعُ خَدَائِرَ.

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مکہ مکرمہ میں ایک مرتبہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے (تو میں نے دیکھا) کہ آپ کے چار گیسو مبارک تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: غالباً فتح مکہ کے دن کی تشریف آوری مراد ہے جب حضور نے ام

ہانی کے گھر میں غسل بھی کیا اور نماز چاشت بھی پڑھی تھی بعد ہجرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم چار بار مکہ معظمہ تشریف لے گئے عمرہ قضا کے لیے، فتح مکہ کے لیے، عمرہ ہجرانہ کے لیے اور حجۃ الوداع کے لیے۔ حضور انور نے چار عمرے کیے ہیں اور ایک حج، تین عمرے ذیقعدہ ہی میں ایک عمرہ جو حج الوداع کے ساتھ کیا وہ ذی الحجہ میں۔ یہ واقعہ جو آپ بیان فرما رہی ہیں وہ فتح مکہ کے دن کا ہے۔

بٹے ہوئے بالوں کو غدیرہ ضفیرہ کہا جاتا ہے جس کی جمع غدار اور ضفار ہے یعنی اس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بالوں مبارک کو چار حصوں میں کیا ہوا تھا دو حصے بٹ کر داہنے ہاتھ کی طرف لٹکے ہوئے تھے اور دو حصے بائیں جانب۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۶ ص ۲۸۹)

❖ حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ قَالِبِ بْنِ الْبُتَانِ، عَنْ أَنَسٍ : أَنَّ شَعْرَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ.

❖ حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، لِلْعَبْدِ آهْ بْنِ عُثْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَدِّلُ شَعْرَهُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (شروع شروع میں) اپنے بالوں کو بغیر مانگ کے چھوڑتے تھے (کیونکہ) مشرکین اپنے سروں کی مانگ نکالتے تھے جبکہ اہل کتاب اپنے بالوں کو بغیر مانگ

الزُّهْرِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بَوَّكَانَ الْمُسْرِكُونَ يَفْرِقُونَ رُؤُوسَهُمْ ، وَكَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يُسَدِّلُونَ رُؤُوسَهُمْ ، وَكَانَ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ فِيمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيهِ بِشَيْءٍ ، ثُمَّ فَرَّقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ .

کے چھوڑتے تھے اور حضور اکرم ﷺ ان امور میں اہل کتاب کے موافق کام کرتے تھے جن میں کوئی (مستقل) حکم نازل نہ ہوتا بعد میں آپ اپنے سر مبارک کی مانگ نکالتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: موافقت اور مشابہت میں بڑا فرق ہے کفار سے مشابہت بہر حال حرام ہے موافقت جائز ہے مگر جائز چیزوں میں۔ مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں سے حضور انور کو منع نہیں فرمایا گیا ان میں ایسے کام اختیار فرماتے تھے جو مشرکین کے مخالف ہوں اہل کتاب کے موافق۔

سر کے بالوں میں مانگ نہ نکالتے تھے یوں ہی کھلے ہوئے چھوڑ دیتے تھے اور پیشانی سے مراد سر ہے، بعض روایات میں راسہ ہے یعنی حضور انور نے مانگ نہ نکالی بلکہ بال شریف کھلے رکھے۔

جبریل امین نے حضور انور سے یہ ہی عرض کیا کہ مانگ نکالا کریں، چنانچہ اب مسلمانوں کو یہ ہی سنت ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۶ ص ۲۶۸)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ، قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ كَافَجٍ ،

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضور اکرم ﷺ کے بال مبارک چار حصوں میں تقسیم دیکھے۔

السَّيِّحِ ، عَنْ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ ، عَنْ
مُجَاهِدٍ ، عَنْ أُمِّ هَانِئٍ ، قَالَتْ :
رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ ذَا ضَفَائِرَ أَرْبَعٍ -

4- بَابُ مَا جَاءَ فِي تَرْجُلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں کنگھا کرنے کا بیان

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى
الْأَنْصَارِيُّ ، حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ
عِيسَى ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ ،
عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ،
عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ : كُنْتُ
أُرْجِلُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَأَنَا حَائِضٌ -

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
فرماتی ہیں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر
مبارک کو کنگھی کیا کرتی تھی اس حال میں
کہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ: جب حضور انور اعتکاف میں ہوتے تو اپنا سر مبارک گھر کی کھڑکی
میں داخل فرما دیتے تھے ام المؤمنین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر دھو بھی دیتیں تھیں تیل
کنگھی بھی کر دیتی تھیں۔ معلوم ہوا کہ بحالت حیض عورت کا جسم پاک ہوتا ہے وہ ناپاکی
حکمی ہے اور بحالت اعتکاف اپنے بعض اعضاء مٹی سے باہر نکال دینا جائز ہے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۶ ص ۲۶۲)

❖ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عِيسَى ،
قَالَ : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، قَالَ :
فَرَمَاتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر سر

حَدَّثَنَا الزَّبَّيْعُ بْنُ صَبِيحٍ، عَنْ
 يَزِيدَ بْنِ أَبَانَ هُوَ الرَّقَاشِيُّ، عَنْ
 أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ يُكْبِذُ كَهْنَ رَأْسِهِ وَتَسْرِخُ
 بِخَبْتِهِ، وَيُكْبِذُ الْفَنَاعَ حَتَّى كَأَنَّ
 قُوْبَهُ، قُوْبَ زَيْلَابٍ.

مبارک میں کنگھی کیا کرتے تھے تیل
 لگاتے اور ڈاڑھی مبارک میں کنگھی کیا
 کرتے تھے اور اکثر دستار مبارک کے
 نیچے ایک (چھوٹا سا) رومال رکھتے تھے
 یہاں تک وہ کپڑا تیل سے تر رہتا تھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ رات کو حضور کے سرہانے مسواک
 اور کنگھی رکھی جاتی تھی جب شب اٹھتے تو یہ دونوں چیزیں استعمال فرماتے، حضرت
 عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سات چیزیں سفر و حضر میں نہ
 چھوڑتے تھے: پیشاب کا برتن، آئینہ، سرمہ دانی، مسواک، قینچی، سرمہ کی سلائی۔ (مرقات)
 فناع ق کے کسرہ سے وہ کپڑا جو ٹوپی کے نیچے پہنا جائے تاکہ تیل ٹوپی و عمامہ
 میں نہ لگے وہ کپڑا ہی تیل میں تر رہے یعنی چونکہ آپ سر میں تیل زیادہ استعمال کرتے
 تھے اس لیے ٹوپی شریف کے نیچے ایک کپڑا تیل سے بچاؤ کے لیے استعمال فرماتے
 تھے۔

یعنی یہ قناع تیل میں ایسا بھیگا رہتا تھا جیسے تیل والے کے کپڑے تیل سے تر
 رہتے ہیں دوسرے کپڑے مراد نہیں کیونکہ حضور کے کپڑے بہت صاف اور چنے رہتے
 تھے آپ سفید کپڑے پسند فرماتے تھے جو صاف ہوں۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۶ ص ۲۸۸)

❖ عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ،
 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی

قَالَتْ: إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُحِبُّ التَّيْمُنَ
 فِي ظُهُورِهِ إِذَا تَطَهَّرَ، وَفِي تَرْجَلِهِ
 إِذَا تَرَجَّلَ، وَفِي انْتِعَالِهِ إِذَا
 انْتَعَلَ.

ہیں رسول ﷺ وضو فرمانے، کنگھی
 استعمال فرمانے اور جوتا پہننے میں دائیں
 طرف سے شروع کرنا پسند فرماتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ: یہ تین چیزیں بطور مثال ارشاد فرمائی گئیں ورنہ سرمہ لگانا، ناخن و
 بغل کے بال لینا، حجامت اور مونچھیں کٹوانا، مسجد میں آنا اور مسواک کرنا وغیرہ سب میں
 سنت یہ ہے کہ داہنے ہاتھ یا داہنی جانب سے ابتداء کرے کیونکہ نیکیاں لکھنے والا فرشتہ
 داہنی طرف رہتا ہے اس کی وجہ سے یہ سمت افضل ہے حتیٰ کہ داہنا پڑوسی بائیں پڑوسی
 سے زیادہ مستحق سلوک ہے۔ (اشعۃ المصباح) علماء فرماتے ہیں کہ دوسری مسجدوں میں
 صف کا داہنا حصہ بائیں سے افضل مگر مسجد نبوی میں بایں حصہ داہنے سے افضل کیونکہ
 وہ روضۂ مطہرہ سے قریب ہے۔ روضۂ مطہرہ دل ہے اور دل بائیں طرف ہے جس پر
 زندگی کا دار و مدار ہے ان کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔ صوفیائے کرام کے اقوال بے دلیل
 نہیں ہوتے کیونکہ جب نیکیاں لکھنے والے فرشتے کی وجہ سے داہنا حصہ بائیں سے
 افضل ہوا تو وہاں قرب مصطفویٰ کی وجہ سے بائیں سمت افضل ہوگی۔ چنانچہ سرکار
 مآتے ہیں کہ نماز میں داہنی جانب نہ تھوکو نہ جوتا رکھو کیونکہ ادھر رحمت کا فرشتہ ہے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱ ص ۳۸۱)

پیارے بھائیو! ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیدھی طرف سے
 وضو کرنا پسند فرماتے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وضو کرتے وقت پہلے سیدھا ہاتھ مبارک
 دھوتے پھر بایں۔ اسی طرح پاؤں مبارک دھوتے وقت بھی یہی ترتیب ملحوظ رکھ

کرتے۔ نیز اس حدیث پاک میں کنگھا اور نعلین شریفین کے بارے میں بھی سیدھی ہی جانب سے شروع کرنا منقول ہوا۔ یعنی سراقدس اور داڑھی مبارک میں جب کنگھا فرماتے تو پہلے سیدھی جانب سے شروع کرتے، پھر بائیں جانب۔ نیز نعلین شریفین پہنتے وقت بھی پہلے سیدھے قدم مبارک کو نعل پاک میں داخل فرماتے پھر بائیں قدم مکرم کو۔ صرف ان تین کاموں ہی کی تخصیص نہیں، جتنے بھی تکریم کے کام ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیدھی جانب سے ہی شروع کرنا پسند فرماتے۔ چنانچہ لباس پہننا، مسجد میں داخل ہونا، سر اور مونچھ وغیرہ کے بال تراشنا، مسواک کرنا، ناخن کاٹنا، آنکھوں میں سرمہ ڈالنا، کسی کو کوئی چیز دینا یا کسی سے لینا، کھانا پینا وغیرہ وغیرہ کام سیدھے ہاتھ سے سیدھی جانب سے کرنے چاہیں۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ،
قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ،
عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، عَنِ
الْحُسَيْنِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغْفَلٍ،
قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّرْجُلِ، إِلَّا
غَبَاً.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: یہ حکم مرد کے لیے سر کے بالوں میں کنگھی کرنے کے متعلق ہے یعنی جس مرد کے سر پر بال ہوں وہ روزانہ ان میں تیل و کنگھی نہ کرے کہ اسی میں لگا رہے بلکہ کبھی کرے کبھی نہ کرے، ایک دن کرے ایک دن نہ کرے۔ خواجہ حسن بھری فرماتے ہیں کہ ہفتہ میں ایک دن کرے۔ غبنین کے کسرہ سے ب کے شد سے، اس

کے معنی ہیں اونٹ کو ایک دن پانی پلانا ایک دن ناغہ کرنا تجارت کو بھی غب کہا جاتا ہے۔ اس ممانعت کا مقصد یہ ہے کہ انسان ظاہری آرائش میں مشغول ہو کر رب کو نہ بھول جائے اس حکم سے عورتیں مستثنیٰ ہیں وہ چاہیں تو روزانہ مانگ چوٹی کریں، یوں ہی اگر مرد ڈاڑھی میں روزانہ کنگھی کرے تو مضائقہ نہیں دیکھو مرقات۔ اشعة اللمعات نے فرمایا کہ وضو کے بعد ڈاڑھی میں کنگھی کرنا فقیری کو دور کرتا ہے، امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم روز ڈاڑھی میں دوبار کنگھی کرتے تھے۔ (اشعہ)

(مرآة النجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱ ص ۳۸۱)

بال بکھرے ہوئے بھی نہ رکھیں

حضرت سیدنا عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدار دو عالم، شاہ بنی آدم، رسول اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اتنے میں ایک شخص آیا جس کے سر اور ڈاڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ ہمارے پیٹھے مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف اس انداز پر اشارہ کیا جس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کو بال درست کرنے کا حکم فرما رہے ہیں۔ وہ شخص بال درست کر کے واپس آیا، سر کا مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ اس سے بہتر نہیں ہے کہ کوئی شخص بالوں کو اس طرح بکھیر کر آتا ہے گویا وہ شیطان ہے۔

(موطا امام مالک، کتاب الشعر، باب اصلاح الشعر، الحدیث، ۱۸۱۹، ج ۲، ص ۳۳۵)

❖ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ
يَتَوَجَّلُ غَبَاً.

صحابہ رسول میں سے ایک صحابی
فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
بکھار کنگھی فرمایا کرتے تھے۔

۵- بَابُ مَا جَاءَ فِي شَيْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ موئے مبارک

❖ عَنْ قَتَادَةَ . قَالَ : قُلْتُ
لَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ : هَلْ خَضَبَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ ؟ قَالَ : لَمْ يَبْلُغْ ذَلِكَ
إِنَّمَا كَانَ شَيْبًا فِي صُدْغَيْهِ وَلَكِنْ
أَبُو بَكْرٍ خَضَبَ بِالْحِجَاءِ وَالْكَتَمِ
حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے
ہیں میں نے حضرت انس بن مالک رضی
اللہ عنہ سے پوچھا کیا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے
خضاب استعمال فرمایا؟ انہوں نے جواب
دیا آپ (کے بال) خضاب کی حد کو پہنچے
ہی نہ تھے، صرف آپ کی کنپٹیوں میں کچھ
سفیدی تھی لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی
اللہ عنہ نے مہندی اور وسہ سے خضاب
لگایا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ: آپ کا نام ثابت ابن اسلم بنانی ہے، کنیت ابو محمد، بصرہ کے مشہور
بڑے عابد تابعی ہیں، حضرت انس کے ساتھ چالیس سال تک رہے، چھیالیس سال عمر
پائی، ۱۲۳ھ ایک سو تیس میں وفات ہوئی، آپ اکثر حضرت انس سے روایات
لیتے ہیں۔

سر شریف اور ڈاڑھی مبارک میں چند گنتی کے باسفید تھے جو شمار میں آجاتے پھر
خضاب کیسے ہوتا۔

یعنی حضرت ابو بکر صدیق نے پکا لال رنگ کا خضاب کیا جو مہندی اور تھوڑے
وسہ سے حاصل ہوتا ہے اتنا وسہ شامل نہ کیا کہ سیاہ ہو جاوے کہ سیاہ خضاب مطلقاً
منوع ہے اور حضرت عمرؓ نے خالص مہندی کا سرخ خضاب کیا لہذا خضاب سنت صحابہ

ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۶ ص ۳۱۹)

سیاہ خضاب حرام ہے

میرے آقا علیہ السلام، امام اہلسنت، ولی نعمت، عظیم البرکت، عظیم الحرمین، پروانہ شمع رسالت، مجتہد دین و ملت، حامی سنت، ماحی بدعت، عالم شریعت، پیر طریقت، باعث خیر و برکت، حضرت علامہ مولانا الحاج الحافظ القاری شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

صحیح مذہب میں سیاہ خضاب حالت جہاد کے سوا مطلقاً حرام ہے جس کی حرمت پر احادیث صحیحہ و معتبرہ ناظر۔

فأقول: وباللہ التوفیق (پس میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ سے ہے۔ ت):

حدیث اول: احمد و مسلم و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد حضرت ابوقحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی داڑھی خالص سپید دیکھ کر ارشاد فرمایا:

غیروا هذا بشیب و اجتنبوا السواد۔

اس سپیدی کو کسی چیز سے بدل دو اور سیاہ رنگ سے بچو۔

(صحیح مسلم کتاب اللباس والزیۃ باب استحب خضاب الشیب بصفرة الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۹۹/۲)

حدیث دوم: امام احمد اپنی مسند میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

غیروا الشیب ولا تقربوا السواد۔

پیری تبدیل کرو اور سیاہ رنگ کے پاس نہ جاؤ۔

(مسند امام احمد بن حنبل عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳)

حدیث سوم: امام احمد ابواؤد و نسائی و ابن حبان و حاکم باقادرہ تصحیح اور ضیافتیہ اور
یہی سنن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور والا صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

يَكُونُ قَوْمٌ فِي آخِرِ الزَّمَانِ يَغْضِبُونَ بِهَذَا السَّوَادِ كَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ لَا
يَجِدُونَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ۔

آخر زمانے میں کچھ لوگ سیاہ خضاب کریں گے جیسے کبوتروں کے پونے
وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھیں گے۔

(مسند امام احمد بن حنبل عن عبداللہ ابن عباس الکلب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۷۳)

جنگلی کبوتروں کے سینے اکثر سیاہ نیلگوں ہوتے ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
ان کے بالوں اور داڑھیوں کو ان سے تشبیہ دی۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۳، ص ۳۹۵-۳۹۶، اضافہ نمبر ۱، لاہور)

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ،
وَيَحْيَى بْنُ مُوسَى، قَالَا: حَدَّثَنَا
عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ
ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: مَا
عَدَدْتُ فِي رَأْسِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجْهِيَّتَهُ، إِلَّا
أَرْبَعَ عَشْرَةَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ.

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى،
قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ:
حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَمَاعٍ بْنِ
حَضْرَتِ سَمَاعِ بْنِ حَرْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،
فَرَمَاتے ہیں، میں نے سنا کہ حضرت جابر
بن سرہ رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

حَزْبٍ ، قَالَ : سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ ، وَقَدْ سُئِلَ عَنْ شَيْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ : كَانَ إِذَا كَهَنَ رَأْسَهُ لَمْ يَزِمْ مِنْهُ شَيْبٌ ، وَإِذَا لَمْ يَذْهَبْ رُؤْيُ مِنْهُ شَيْءٌ .

کے سفید بالوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا جب آپ سر مبارک میں تیل لگاتے تو سفیدی نظر نہ آتی اور جب تیل نہ لگاتے تو کچھ (سفیدی) نظر آتی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: آپ کے بالوں کا ملا ہوا ہونا جب ظاہر ہوتا تھا جب کہ بال شریف بکھرے ہوئے ہوتے ورنہ ظاہر نہ ہوتا تھا جس سے معلوم ہوا کہ بہت تھوڑے بال سفید تھے۔

حضور کی داڑھی شریف پورا خط گھنے بال تھے۔ حق یہ ہے کہ ایک مشت رہتی تھی، ایک مشت سے داڑھی کم کرنا ممنوع ہے، مشت سے زیادہ میں بہت اختلاف ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی داڑھی سینہ تک رہتی تھی، حضور غوث پاک کی داڑھی لمبی تھی، حضرت ابن عمر ایک مشت رکھتے تھے۔ (امعة اللغات)

(مرآة النایح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۸ ص ۲۸)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو بْنُ الْوَلِيدِ الْكِنْدِيُّ الْكُوفِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ ، عَنْ شَرِيكِ ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ ، قَالَ : إِذَا كَانَ شَيْبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ کے تقریباً بیس بال سفید تھے۔

عليه وسلم نَحْوًا مِنْ عَشْرِينَ
شَعْرَةً بَيْضَاءَ.

❖ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ
الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ
هِشَامٍ، عَنْ شَيْبَانَ، عَنْ أَبِي
إِسْحَاقَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ
عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ: يَا
رَسُولَ اللَّهِ، قَدْ شِئْتُ، قَالَ:
شَيْئَتْنِي هُوْدٌ، وَالْوَاقِعَةُ،
وَالْمُرْسَلَاتُ، وَعَمَّ يَتَسَاءَلُونَ،
وَإِذَا الشَّنْشُ كُوِّرَتْ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی
اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ
آپ پر بڑھاپے کے آثار ظاہر ہو گئے
ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مجھے
سورہ ہود، واقعہ، مرسلات، یَتَسَاءَلُونَ
اور تلویر (کی تلاوت) نے بوڑھا کر دیا
ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں
فرماتے ہیں کہ: یعنی ان سورتوں میں عذاب الہی کا ذکر ہے جن سے مجھ اپنی امت کی فکر ہے۔
(مراۃ الناجح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۷ ص ۲۰۱)

امت کا غم خوار

میرے آقا علیحضرت، امام اہلسنت، ولی نعمت، عظیم البرکت، عظیم المرتبت،
پروردگارِ جمع رسالت، مجددِ دین و ملت، حامی سنت، ماحی بدعت، عالم شریعت، پیر
طریقت، باعصِ غیر و برکت، حضرت علامہ مولانا الحاج الحافظ القاری شاہ امام احمد رضا
خان علیہ رحمۃ الرحمن مفتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں:

جب وہ جانِ راحت کانِ رافت پیدا ہوا بارگاہ الہی میں سجدہ کیا اور ربِ ہبلی
امق اسے فرمایا، جب قبر شریف میں اتار الپ جاں بخش کو جنبش تھی، بعض صحابہ نے

کان لگا کر سنا آہستہ آہستہ امتی امتی ۲ فرماتے تھے۔ قیامت کے روز کہ عجب ختی کا دن ہے، تانے کی زمین، ننگے پاؤں، زبانیں پیاس سے، باہر، آفتاب سروں پر، سائے کا پتہ نہیں، حساب کا دغدغہ، مُلکِ قہار کا سامنا، عالم اپنی فکر میں گرفتار ہوگا، مجرمان بے یار دامِ آفت کے گرفتار، جدھر جائیں گے سوا نفسو نفسو اذہبوا الی غدیری ۳۔ کچھ جواب نہ پائیں گے،

(۱) تا ۳۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۱)
اس وقت یہی محبوب غمگسار کام آئے گا، قفل شفاعت اس کے زورِ بازو سے کھل جائے گا، عمامہ سرا قدس سے اتاریں گے اور سر بسجود ہو کر یارب امتی اے فرمائیں گے۔
(۱) صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۱)
وائے بے انصافی! ایسے غم خوار پیارے کے نام پر جان نثار کرنا اور مدح و ستائش و نشر فضائل سے اپنی آنکھوں کو روشنی اور دل کو ٹھنڈک دینا واجب یا یہ کی حتی الوسع چاند پر خاک ڈالے اور ان روشن خوبیوں میں انکار کی شاخیں نکالے۔

مانا کہ ہمیں احسان شناسی سے حصہ نہ ملا، نہ قلب عشق آشنا ہے کہ حسن پسند یا احسان دوست، مگر یہ تو وہاں چل سکے جس کا احسان اگر نہ ماننے، اس کی مخالفت کیجئے تو کوئی مضرت نہ پہنچے اور یہ محبوب تو ایسا ہے کہ بے اس کی کفش بوسی کے جہنم سے نجات میسر نہ دنیا و عقبیٰ میں کہیں ٹھکانا متصور، پھر اگر اس کے حسن و احسان پر والہ و شیدانہ ہو تو اپنے نفع و ضرر کے لحاظ سے عقیدت رکھو۔

اے عزیزِ اجشمِ خرد میں سرمئی انصاف لگا اور گوشتِ قبول سے پنبہ انکار نکال، پھر تمام اہل اسلام بلکہ ہر مذہب و ملت کے عقلاء سے پوچھتا پھر عشاق کا اپنے محبوب کے ساتھ کیا طریقہ ہوتا ہے اور غلاموں کو مولیٰ کے ساتھ کیا کرنا چاہیے، آیا نشر فضائل و تکثیر مدائح اور ان کی خوبیِ حسن سن کر باغِ باغ ہو جانا، جاے میں ٹھولا نہ سمانا یا

زہدِ محاسن، نفی کمالات اور ان کے اوصافِ حمیدہ سے یہ انکار و تکذیب پیش آتا، اگر ایک ماقبل منصف بھی تجھ سے کہہ دے کہ نہ وہ دوستی کا مقتضی نہ یہ غلامی کے خلاف ہے تو تجھے اختیار ہے ورنہ خدا و رسول سے شرمنا اور اس حرکت بے جا سے باز آ، یقین جان لے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوبیاں تیرے منائے سے نہ منیں گی۔

جانِ برادر! اپنے ایمان پر رحم کر، خدائے قہار و جبار جل جلالہ، سے لڑائی نہ باندھ، وہ تیرے اور تمام جہان کی پیدائش سے پہلے ازل میں لکھ چکا تھا و دفعنا لک ذکرک۔ (القرآن الکریم ۹۳/۴)

یعنی ارشاد ہوتا ہے اے محبوب ہمارے! ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کیا کہ جہاں ہماری یاد ہوگی تمہارا بھی چرچا ہوگا اور ایمان بے تمہاری یاد کے ہرگز پورا نہ ہوگا،

آسمانوں کے طبقے اور زمینوں کے پردے تمہارے نام نامی سے گونجیں گے، مؤذن اذانوں اور خطیب خطبوں اور ذاکرین اپنی مجالس اور واعظین اپنے مناہر پر ہمارے ذکر کے ساتھ تمہاری یاد کریں گے۔ اشجار و اجبار، آہو و سومار و دیگر جاندار و اطفال شیر خوار و معبودان کفار جس طرح ہماری توحید بتائیں گے ویسا ہی بہ زبان فصیح و بیان صحیح تمہارا منشور رسالت پڑھ کر سنائیں گے، چار اکناف عالم میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا غلغلہ ہوگا، جزا شقیائے ازل ہر ذرہ کلمہ شہادت پڑھتا ہوگا، مسلمان ملاء اعلیٰ کو ادھر اپنی تسبیح و تقدیس میں مصروف کروں گا ادھر تمہارے محمود و درود مسعود کا حکم دوں گا۔ عرش و کرسی، ہفت اوراقِ سرودہ، قصور جنائ، جہاں پر اللہ لکھوں گا۔ محمد رسول اللہ بھی تحریر فرماؤں گا، اپنے پیغمبروں اور اولوالعزم رسولوں کو ارشاد کروں گا کہ ہر وقت تمہارا دم بھریں اور تمہاری یاد سے اپنی آنکھوں کو روشنی اور جگر کو ٹھنڈک اور قلب کو تسکین اور بزم کو تزئین دیں۔ جو کتاب نازل کروں گا اس میں تمہاری مدح و ستائش

اور جمال صورت و کمال سیرت ایسی تشریح و توضیح سے بیان کروں گا کہ سننے والوں کے دل بے اختیار تمہاری طرف جھک جائیں اور نادیدہ تمہارے عشق کی شمع ان کے کانوں، سینوں میں بھڑک اٹھے گی۔ ایک عالم اگر تمہارا دشمن ہو کر تمہاری تنقیص شان اور محو فضال میں مشغول ہو تو میں قادر مطلق ہوں، میرے ساتھ کسی کا کیا بس چلے گا۔ آخر اسی وعدے کا اثر تھا کہ یہود صد ہا برس سے اپنی کتابوں سے ان کا ذکر نکالتے اور چاند پر خاک ڈالتے ہیں تو اہل ایمان اس بلند آواز سے ان کی نعت سناتے ہیں کہ سامع اگر انصاف کرے بے ساختہ پکار اٹھے۔ لاکھوں بے دینوں نے ان کے محو فضائل پر کر باندھی، مگر مٹانے والے خود مٹ گئے اور ان کی خوبی روز بروز مترقی رہی، پھر اپنے مقصود سے تو یاس و ناامیدی کر لینا مناسب ہے ورنہ رب کعبہ ان کا کچھ نقصان نہیں، بالآخر ایک دن تو نہیں، تیرا ایمان نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۳۰، ص ۱۵۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ، حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے
 قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ، عَنْ ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول
 عَلِيِّ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کیا وجہ ہے کہ) ہم آپ میں
 عَنْ أَبِي مُحْيِفَةَ، قَالَ: قَالُوا: يَا بڑھاپے کے آثار دیکھتے ہیں آپ نے
 رَسُولَ اللَّهِ، تَرَاكَ قَدْ شَبَّهْتَ فرمایا مجھے سورہ ہود اور اس جیسی دوسری
 قَالَ: قَدْ شَبَّهْتَنِي هُوَ سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔
 وَأَخَوَانَهَا.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: اس طرح کہ حضور پر ضعف کے آثار نمودار ہیں حتیٰ کہ اکثر نماز بھی بیٹھ کر پڑھتے ہیں، یہ مطلب نہیں کہ آپ کے بال سفید یا نگاہ کمزور ہو گئی کیونکہ حضور

انور کے سر مبارک داڑھی شریف اور ریش شریف میں میں سے کم بال سفید تھے۔ (ازمرقات) حتیٰ کہ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے شمار کی ہے آپ کے کل چودہ بال سفید تھے۔ (مرقات) بعض روایات میں ہے کہ چودہ بال سر شریف میں، پانچ بال داڑھی میں، ایک بال ریش ہنکی میں۔

یعنی جن سورتوں میں عذاب الہی کا ذکر ہے ان کے عذاب سے مجھے اپنی امت پر خوف ان کی فکر اس قدر ہے کہ اس فکر نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ ایک بزرگ نے خواب میں حضور کی زیارت کی یہ ہی حدیث پیش کی، فرمایا حدیث صحیح ہے، ہم نے یہ فرمایا ہے اس نے پوچھا کون سی آیت نے حضور کو بوڑھا کیا، فرمایا فَاسْتَقَمَ كَمَا أَمَرْتُ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ۔ (مرقات) امت کی استقامت بڑی مشکل چیز ہے جس کی فکر حضور کو ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۷ ص ۲۰۰)

حضرت ابو رمثہ تمیمی (قبیلہ تیم رباب سے) فرماتے ہیں کہ میں میرا لڑکا حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے جب میں نے آپ کو دیکھا تو کہا یہ اللہ کے نبی ﷺ ہیں، آپ پر (اس وقت) دو ہز کپڑے تھے اور آپ کے بالوں پر سفیدی نمایاں تھی جو سرخ رنگ کی تھی۔

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ صَفْوَانَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ إِتَادِ بْنِ لَقِيطِ الْعَجَلِيِّ، عَنْ أَبِي رَمْثَةَ التَّمِيمِيِّ، تَبِيحَ الرَّبَابِ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَعِيَ ابْنُ لِي، قَالَ: فَأَرَيْتُهُ، فَقُلْتُ لِمَا رَأَيْتُهُ: هَذَا نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ قُوتَانِ أَخْضَرَانِ، وَلَهُ شَعْرٌ قَدْ عَلَاهُ الشَّيْبُ، وَشَيْبُهُ أَحْمَرُ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ کے نام میں اختلاف ہے یا تو رفاعہ ابن یثرب ہے یا عمارہ ابن یثرب، قبیلہ تیم رباب سے ہیں نہ کہ تیم قریش سے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ تمبی ہیں اپنے والد کے ساتھ آئے اور دونوں مسلمان ہو گئے بعد میں کوفہ میں قیام رہا۔

(لغات و مرقات و احوال العلماء)

قمیض اور تہبند شریف یا تو بالکل سبز تھے یا اس میں سبز دھاریاں تھیں پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ جنتیوں کا لباس سبز ہوگا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: عَلَيْهِمْ مِثَابُ سُنْدُسٍ خُفٍّ۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرد کو ہرے کپڑے پہننا جائز ہے اگر اس عمل شریف کی اتباع میں ہو تو مستحب ہے۔

یعنی سر مبارک میں ایک آدھ بال شریف سفید تھا، شعر کی تنکیر کی بیان کرنے کے لیے ہے۔ حضور اقدس کے سفید بالوں کے متعلق تین روایات ہیں: چودہ بال شریف سفید تھے، سترہ تھے، بیس تھے، ہو سکتا ہے کہ اولاً چودہ بال شریف سفید ہوئے ہوں پھر آخر میں سترہ سر مبارک میں اور تین داڑھی شریف میں کل بیس لہذا تینوں روایات درست ہیں۔

اس عبارت کے تین مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ وہ سفید بال مہندی سے سرخ کیے گئے تھے۔ دوسرے یہ کہ عطریا خوشبودار تیل کے رنگ سے سرخ تھے یا یہ کہ خالص سفید نہ تھے بلکہ مائل بہ سرخی تھے جب بال سفید ہونے والا ہوتا ہے تو پہلے سرخ ہوتا ہے پھر سفید یا اولاً جڑ کی طرف سے سفید ہوتا ہے نوک کی طرف سے سرخ۔

سر کے بال جو کان کی گدی یا تنک پہنچیں و فرہ کہلاتے ہیں اور جو کان و کندھوں کے درمیان ہوں انہیں جھہ کہا جاتا ہے اور اگر کندھوں تک پہنچ جائیں تو لمہ ہیں۔ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے بال شریف کبھی وفرہ ہوتے تھے کبھی جبہ، کبھی مہ۔ کندھوں سے نیچے بال مردوں کے لیے بہتر نہیں۔ اس کی تحقیق ان شاء اللہ صیہ شریف کی احادیث میں ہوگی۔

یعنی ان چند سفید بالوں کو مہندی سے سرخ کیا گیا تھا مگر یہ ان کا اپنا خیال ہے۔ حق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خضاب نہ لگایا نہ سرخ نہ کسی اور رنگ کا، آپ کے بال شریف خضاب کی حد تک سفید ہوئے ہی نہیں، جب سرکار سر میں تیل ڈالتے تو وہ سفید بال ظاہر ہوتے تھے ورنہ نہیں چند سفید بال ظاہر نہیں ہوا کرتے، ہاں یہ ثابت ہے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھنڈک کے لیے سر شریف میں مہندی لگائی ہے۔ (اشع) نیز داڑھی شریف بھی مہندی سے دھوئی ہے یعنی صفائی کے لیے مہندی لگا کر دھو ڈالی ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۶ ص ۲۰۲)

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ .
 قَالَ : حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ الثَّعْمَانِ .
 قَالَ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ .
 عَنْ يَمَالِثِ بْنِ حَزْبٍ ، قَالَ : قِيلَ
 لِحَبَابِ بْنِ سَمُرَةَ : أَكَانَ فِي رَأْسِ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ شَيْبٌ ؟ قَالَ : أَمْ يَكُنْ
 فِي رَأْسِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْبٌ إِلَّا شَعْرَاتُ
 فِي مَفْرِقِ رَأْسِهِ ، إِذَا أَتَاهُ
 وَارَاهُنَ الثَّغْنِ .

حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت جابر بن سرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں سفید بال تھے؟ انہوں نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کی مانگ میں صرف چند بال سفید تھے، جب آپ تیل لگاتے تو وہ چھپ جاتے۔

6- بَابُ مَا جَاءَ فِي خِضَابِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب فرمانے کا ذکر

❖ حدیثی اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ ، حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ فرماتے
 قَالَ : حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ ، قَالَ : ہیں میں اپنے لڑکے کو لے کر رسول
 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ حَكْمٍ ، اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، آپ
 عَنْ إِثْبَادِ بْنِ لَهَيْطٍ ، قَالَ : أَخْبَرَنِي نے فرمایا تمہارا بیٹا یہ ہے؟ میں نے عرض
 أَبُو رِمَثَةَ ، قَالَ : أَتَيْتُكَ رَسُولَ کیا ہاں یا رسول اللہ! آپ گواہ رہیں،
 اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ آپ نے فرمایا اس کا وبال تجھ پر نہیں اور
 ابْنِي ، فَقَالَ : اهْنُكَ هَذَا ، تیرا وبال اس پر نہیں (یعنی عربوں کی
 فَقُلْتُ : نَعَمْ ، أَشْهَدُ بِهِ ، قَالَ : جاہلانہ رسم کے مطابق بیٹے کے جرم میں
 لَا يَنْجِي عَنْكَ ، وَلَا تَنْجِي عَنْهُ ، باپ اور باپ کے جرم میں بیٹا نہیں پکڑا
 قَالَ : وَرَأَيْتُ الشَّيْبَ أَحْمَرَ۔ جائیگا) راوی نے کہا کہ میں نے آپ پر
 سرخ بڑھا پا دیکھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہا شہد صیغہ مخاطب امر ہے یعنی حضور گواہ رہیں یا اشد متکلم مضارع ہے یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ میری پشت سے ہے۔ انکا مقصد یہ تھا کہ میں اور یہ چونکہ باپ بیٹے ہیں اس لیے میرے جرم کا یہ ذمہ دار ہوگا اور اس کے جرم کا میں ذمہ دار جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں مروج تھا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ فرمایا جو آگے مذکور ہے۔

یعنی تمہارے جرم میں وہ نہ پکڑا جائے گا اور اس کے جرم میں تم نہ پکڑے جاؤ

مے، اس کا قصاص تم سے اور تمہارا قصاص اس سے نہ لیا جائے گا یا کل قیامت میں تمہارے گناہ میں وہ نہ پکڑا جائے گا اور اس کے گناہ میں تم گرفتار نہ ہو گے اپنی کرنی اپنی بھرنی ہوگی۔ خیال رہے کہ بچہ کے گناہ پر باپ کی پکڑ جب ہوگی جب باپ نے بچہ کی تربیت میں کوتاہی کر کے اسے مجرم بنایا ہو لہذا یہ حدیث دوسری احادیث کے خلاف نہیں۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۵ ص ۳۸۳)

❖ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ، حضرت عثمان بن موهب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کیا حضور اکرم ﷺ نے خضاب لگایا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

❖ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبِي ، عَنْ شَرِيكٍ ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مَوْهَبٍ ، قَالَ : سَأَلَ أَبُو هُرَيْرَةَ : هَلْ خَضَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : نَعَمْ .

❖ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ هَارُونَ ، قَالَ : أَلْبَانَا النَّظَرُ بْنُ زُرَّارَةَ ، عَنْ أَبِي جَنَابٍ ، عَنْ إِتَادِ بْنِ لَقِيطٍ ، عَنِ الْجَهْدَمَةِ ، أَمْرَأَةٍ بِشِيرِ ابْنِ الْمُخَصَّاصِيَّةِ ، قَالَتْ : أَنَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ يَنْفُضُ رَأْسَهُ وَقَدْ اغْتَسَلَ ، وَبِرَأْسِهِ رَدْعٌ مِنْ جَنَاءٍ أَوْ قَالَ : رَدْعٌ شَكَّ فِي هَذَا الشَّيْخُ .

بشیر بن خصاصیہ کی زوجہ حضرت جہدہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضور اکرم ﷺ کو اپنے خانہ اقدس سے باہر تشریف لاتے ہوئے دیکھا آپ نے غسل فرمایا تھا اور (آپ) سر مبارک جھاڑ رہے تھے اور آپ کے سر مبارک میں خوشبو کا اثر تھا یا مہندی کا، اس میں (راوی کے) استاد کو شک ہوا۔

شرح حدیث: مہندی لگانا مستحب ہے

تنہا مہندی مستحب ہے اور اس میں کتم کی پتیاں ملا کر کہ ایک گھاس مشابہ برگ زیتون ہے جس کا رنگ گہرا سرخ مائل سیاہی ہوتا ہے اس سے بہتر اور زرد رنگ سب سے بہتر، اور سیاہ و سے کا ہو خواہ کسی چیز کا مطلقاً حرام ہے۔ مگر مجاہدین کو۔

سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

مرعی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رجل قد خضب بالحناء فقال ما احسن هذا قال فمراخ قد خضب بالحناء و الکتتم فقال هذا احسن من هذا ثم مراخ قد خضب بالمصفر فقال هذا احسن من هذا کله۔

(سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی خضاب الصفرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۲۳)

یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک صاحب مہندی کا خضاب کئے گزرے فرمایا یہ کیا خوب ہے۔ پھر دوسرے گزرے انھوں نے مہندی اور کتم ملا کر خضاب کیا تھا فرمایا: یہ اس سے بہتر ہے، پھر تیسرے زرد خضاب کئے گزرے فرمایا: یہ ان سب سے بہتر ہے۔

معجم کبیر طبرانی و مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصفرة خضاب المومن والحبرة خضاب المسلم والسواد خضاب الکافر۔

(المستدرک علی الصحیحین کتاب معرفۃ الصحابہ ذکر عبداللہ بن عمرو بن العاص دار الفکر بیروت ۳/

(۵۲۶) (کنز العمال بحوالہ طب وک من ابن عمر حدیث ۱۷۳۱۵ موسسة الرسالہ بیروت ۶/۶۲۸)

زرد خضاب ایمان والوں کا ہے اور سرخ اہل اسلام کا اور سیاہ خضاب کافروں کا

ہے۔ (ترمذی رضویہ، جلد ۲۳، ص ۸۶، رمضان فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ
الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ
عَاصِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ
سَلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُجَيْدٌ، عَنْ
أَنْسٍ، قَالَ: رَأَيْتُ شَعَرَ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَحْضُوبًا. قَالَ حَمَاد: وَأَخْبَرَنَا
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ عَقِيلٍ
قَالَ: رَأَيْتُ شَعَرَ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ أَنْسِ

بن مالک محضوباً

7- بَابُ مَا جَاءَ فِي تَحْلِيلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سرمہ مقدسہ کا بیان

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ
الزَّائِجِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ
الطَّيَالِسِيُّ، عَنْ عَبَادِ بْنِ
مَنْصُورٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ
عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، قَالَ: اكْتَحِلُوا بِالْإِثْمِدِ،
فَإِنَّهُ يُجْلُو الْبَصَرَ، وَيَنْبِثُ الشَّعَرَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا اشد سرمہ لگایا کرو کیونکہ وہ آنکھوں کو
روشن کرتا ہے اور پکوں کے بال پیدا کرتا
ہے اور انہوں نے بتایا کہ حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی اس
میں سے آپ ہر رات تین مرتبہ ایک آنکھ

وَزَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَتْ لَهُ مُكْحَلَةٌ
يَكْتَحِلُ مِنْهَا كُلَّ لَيْلَةٍ، ثَلَاثَةً فِي
هَذِهِ، وَثَلَاثَةً فِي هَذِهِ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: یعنی ہمیشہ اٹھ سرمہ لگایا کرو۔ اٹھ الف اور میم کے کسرہ ث کے سکون سے ایک خاص سرمہ کا نام ہے جسے اصفہانی سرمہ کہا جاتا ہے یہ ہلکے سرخ رنگ کا سرمہ ہوتا ہے اس بارج کے موقعہ پر یہ سرمہ مجھے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ سے ملا۔ بعض شارحین کا قول ہے کہ عام سیاہ سرمہ کو ہی اٹھ کہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ تہ کا نام اٹھ ہے، بعض نے کہا کہ جس سرمہ میں تھوڑا مشک حل کر لیا جائے وہ اٹھ ہے مگر پہلا قول زیادہ قوی ہے، عرب میں اب بھی اسی خاص لال سرمہ کو اٹھ کہا جاتا ہے۔

یعنی اٹھ سرمہ آنکھوں کی روشنی زیادہ کرتا ہے، پلک کے بال دراز کرتا ہے اگر نہ ہوں تو اگاتا ہے۔ مرقات میں ہے کہ یہ آنکھ کا پانی خشک کرتا ہے، آنکھ کے زخم اچھے کرتا ہے، نگاہ قائم رکھتا ہے غرضکہ اس میں بہت فائدے ہیں مگر اس کے لیے جسے موافق آجاوے بعض لوگوں کو موافق نہیں آتا۔ غرضکہ طبیب کی رائے سے اسے استعمال کرنا چاہیے۔

اس طرح کہ پہلے داہنی آنکھ میں دو سلائیاں پھر بائیں آنکھ میں تین پھر داہنی میں ایک اس طرح کہ ابتداء بھی داہنی سے ہوا انتہاء بھی داہنی پر، ہمیشہ رات کو سوتے وقت اس طرح سرمہ لگانا فقیری اور ضعف بھر کو دور کرتا ہے۔ بعض روایات میں ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سوتے وقت داہنی آنکھ میں تین سلائیاں اور بائیں میں دو لگایا کرتے تھے ہو سکتا ہے کہ کبھی یہ عمل ہو کبھی وہ لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

یہاں زعم کا فاعل حضرت ابن عباس ہیں اور زعم بمعنی قول ہے نہ کہ بمعنی وہم، عربی میں بہت دفعہ زعم بمعنی قول استعمال ہوتا ہے۔ بعض شارحین نے کہا کہ زعم کا فاعل محمد ابن حمید ہیں جو امام ترمذی کے شیخ ہیں مگر پہلا احتمال قوی ہے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۶ ص ۳۱۳)

❖ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْتَحِلُ قَبْلَ أَنْ يَنَامَ بِالْإِثْمِدِ، فَلَا تَأْفِي كُلَّ عَيْنٍ، وَقَالَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، فِي حَدِيثِهِ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَتْ لَهُ مَكْحَلَةٌ يَكْتَحِلُ مِنْهَا عِنْدَ النَّوْمِ، فَلَا تَأْفِي كُلَّ عَيْنٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ ہر رات سونے سے قبل دونوں آنکھوں میں تین تین مرتبہ اشمہ سرمہ لگاتے تھے اور یزید بن ہارون نے اپنی حدیث میں فرمایا کہ نبی پاک ﷺ کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس میں سے سوتے وقت ہر آنکھ میں تین تین مرتبہ سرمہ لگایا کرتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: حکم استحبالی ہے کہ زندوں اور مردوں کے لیے سفید کپڑا مستحب ہے ورنہ عورت میت کے لیے روشنی، سوتی، سرخ، پیلا ہر طرح کا کفن جائز ہے اگرچہ بہتر سفید اور سوتی ہے۔

یہاں سرمہ سے زندوں کا سرمہ مراد ہے کیونکہ مردے کو سرمہ لگانا سنت نہیں، اشمہ سرمہ سے مراد سادہ اصفہانی سرمہ ہے یعنی پتھر والا۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ شب کو سوتے وقت ہر آنکھ میں تین تین سلائی لگاتے تھے، اس سے پلک کے بال بڑھتے ہیں اور آنکھوں میں روشنی ہوتی ہے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲ ص ۸۶۲)

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ ،
 قَالَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ ، عَنْ
 مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
 الْمُنْكَدِرِ ، عَنْ جَابِرٍ هُوَ ابْنُ عَبْدِ
 اللَّهِ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : عَلَيْكُمْ
 بِالْإِيمَانِ عِنْدَ التَّوْمِ ، فَإِنَّهُ يَجْلُو
 الْبَصَرَ ، وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ .

شرح حدیث: سرگیس آنکھیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے
 ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 سوتے وقت اٹھ سرمہ ضرور لگایا کرو کیونکہ
 یہ آنکھوں کو روشن کرتا ہے اور بال اگاتا
 ہے۔

پیدائش کے بعد حضرت سیدتنا آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وآلہ وسلم کو سرمہ لگانا چاہا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پشیمان کرم
 میں اچھی طرح سرمہ لگا ہوا تھا۔ حضرت سیدتنا مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ناف مبارک کا ٹٹا چاہی تو دیکھا کہ وہ پہلے سے کٹی ہوئی تھی اور
 اس سے اضافی حصہ زائل ہو چکا تھا۔ پھر حور عین (یعنی بڑی بڑی آنکھوں والی حور)
 نے حبیبِ خدا عز وجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مختلف خوشبوئیں لگائیں۔ اس
 کے بعد تین فرشتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ اقدس کی جانب جلدی
 جلدی بڑھے۔ ایک کے پاس سرخ سونے کا تھال، دوسرے کے پاس موتیوں سے بنا
 ہوا جگ اور تیسرے کے پاس سبز ریشمی رومال تھا۔ انہوں نے حبیبِ خدا عز وجل و
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نورانی مکھڑے کو جگ کے پانی سے دھویا۔ پھر چوٹ
 سے ختم نبوت و تصدیق کی مہر نکالی جو انتہائی روشن و چمک دار تھی اور اس مہر بان نبی صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک پر لگادی۔ پس یوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسم پر سعادت و توفیق کی تکمیل ہوئی۔ (الروض الفائق لی التواضع والرزاق ص ۳۷۳، سنن
نور، فتح مغیب، ترجمہ رشید رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہا، ص ۸۱۰)

سرمہ بھی سنت کی نیت سے لگائیں

حضرت سیدنا معاذ بن جبل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور پر
نور، شافع یوم نشور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کا ارشاد گرامی قدر ہے:

إِنَّ الْعَبْدَ لَيَسْتَلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى عَنْ كُحْلِ عَيْنَيْهِ وَ
عَنْ فِتَاتِ الطَّيْنَةِ بِمَا ضَبَعَهُ ثَوْبَ أَخِيهِ

ترجمہ: یعنی بروز قیامت بندے سے ہر چیز کے بارے میں سوال ہوگا
یہاں تک کہ آنکھ کے سرمے، انگلی سے مٹی کریدنے اور اپنے بھائی کے
کپڑے کو چھونے کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا۔

(الفرودس بہاؤر الخطاب، ج ۵، ص ۲۸۳، حدیث ۸۱۹۲)

اور ایک دوسری روایت میں ہے:

مَنْ تَطَيَّبَ لِلَّهِ تَعَالَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ رِيحُهُ أَطْيَبُ مِنَ الْبُسْنِ
وَمَنْ تَطَيَّبَ لِغَيْرِ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ رِيحُهُ أَثْنُ مِنَ الْجِيفَةِ
ترجمہ: یعنی جو اللہ (عزوجل) کے لئے خوشبو لگائے تو قیامت کے دن اس
حال میں آئے گا کہ اسکی خوشبو کستوری سے زیادہ مہک رہی ہوگی اور جو غیر
اللہ (کو راضی کرنے) کے لئے خوشبو لگائے تو قیامت کے دن اس حال
میں آئے گا کہ اسکی بدبو مردار سے زیادہ ہوگی۔

(معنف عبدالرزاق، ج ۳، ص ۳۱۹، حدیث ۷۹۳۲)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ،
قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ،
حضر ابن عباس رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں بے شک (تمہارا) سب سے

اچھا سرمہ، اٹھ سرمہ ہے جو آنکھوں کو روشن کرتا اور بال اگاتا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ خَيْرَ أَلْحَالِكُمْ الْإِثْمِدُ ، يَجْلُو الْبَصَرَ ، وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اٹھ سرمہ ضرور لگایا کرو کیونکہ یہ آنکھوں کو روشن کرتا اور بال اگاتا ہے۔

❖ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُسْتَمِيرِ الْبَصْرِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : عَلَيْكُمْ بِالْإِثْمِدِ ، فَإِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ ، وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ .

8- بَابُ مَا جَاءَ فِي لِبَاسِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لباس مبارک

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور اکرم ﷺ کو سب سے زیادہ پسند لباس قمیص (کرتہ) تھا۔

❖ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ ، قَالَتْ : كَانَ أَحَبَّ الْقِيَابِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَمِيصُ .

❖ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ . حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے
عَنْ أُمِّهِ . عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ . قَالَتْ : مروی ہے فرماتی ہیں کہ پسندیدہ ترین
كَانَ أَحَبَّ الْثِيَابِ إِلَى رَسُولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لباس جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہنا کرتے تھے،
يَلْبَسُهُ . الْقَبِيضُ . قمیض تھی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ ثیاب جمع ہے ثوب کی، پہننے کے کپڑے کو ثوب کہا جاتا ہے خواہ
سلا ہوا ہو یا بغیر سلا لہذا بے سلا تہبند بھی ثوب ہے اور سلا ہوا پانجامہ کرتا بھی ثوب۔
قمیض سے مراد سوتی قمیض ہے حریر ریشم تو مرد کو حرام ہے اور حضور انور نے کبھی
ادنی قمیض نہیں پہنی کہ یہ بدن میں چھپتی ہے اور پسینہ میں بودیتی ہے۔ قمیض کے پسند
ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ بدن سے چمٹی رہتی ہے بدن سے سرکتی نہیں، نماز میں اسے
بار بار چڑھانا نہیں پڑتا جیسا کہ چادر اوڑھنے کی حالت میں ہوتا ہے۔ حضور کی قمیض
میں گریبان نہ ہوتا تھا بلکہ دو طرفہ کندھوں پر چاک کھلے ہوتے تھے جیسے کہ احادیث
میں وارد ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۷۳)

❖ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ . حضرت اسماء بن یزید رضی اللہ عنہا
قَالَتْ : كَانَ كُمُ قَبِيضٍ رَسُولِ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیض
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَى مبارک کی آستین کلائی تک تھی۔
الرُّسْغِ .

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ لہذا سنت یہ ہی ہے کہ قمیض کی آستینیں نہ تو کلائی سے اوپر ہوں نہ
نیچے یعنی پھیل یا انگلیوں تک۔ جن روایات میں ہے کہ حضور انور کی آستینیں انگلیوں تک

ہوتی تھیں وہاں جبہ کی آستینیں مراد ہیں لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ جبہ کی آستینیں دراز ہوتی تھیں قمیض کی آستینیں چھوٹی، آج کل قمیض کی آستینیں آدھی کلائی تک بعض لوگ رکھتے ہیں یہ سنت کے خلاف ہے۔ شلو کے یا واسکٹ کی آستینیں بازو تک ہوتی ہیں یا بالکل نہیں ہوتیں یہ بھی جائز ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۷۴)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو عَمَارٍ الْحُسَيْنِيُّ عَنْ بَنِي مُرَيْطٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُسَيْمٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ مِنْ مُزَيْنَةَ لِنُبَايَعِهِ، وَإِنَّ قَبِيصَهُ لَمُطْلَقٍ، أَوْ قَالَ: زُرُّ قَبِيصِهِ مُطْلَقٌ قَالَ: فَأَدْخَلْتُ يَدِي فِي جَيْبِ قَبِيصِهِ، فَمَسَسْتُ الْخَاتَمَ.

حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور (وہ فرماتے ہیں) میں قبیلہ مزینہ کے ایک گروہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بیعت کے لیے حاضر ہوا (تو میں نے دیکھا کہ) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قمیض کا گھنڈی (بٹن) کھلی تھی، فرماتے ہیں پھر میں نے اپنا ہاتھ آپ کے کرتے کے گریبان میں ڈال کر مہربوت کو چھوا۔

شرح حدیث: اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

قمیص مبارک نیم ساق تک تھا۔

مواہب شریف میں ہے:

کان ذیل قبیصہ وردانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی انصاف الساقین۔

(المواہب اللدیۃ المقصد الثالث النوع الثانی مکتب اسلامی بیروت ۲/ ۴۲۸)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قمیص مبارک کا دامن اور چادر مبارک یعنی تہبند یہ دونوں آدھی پنڈلیوں تک ہوا کرتے تھے۔

حاکم نے تصحیح اور ابوالشیخ نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی

ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لبس قمیصا وكان فوق

الکعبین۔ (المسند رک لمحمد بن کتب اللباس دار الفکر بیروت ۴/ ۱۹۵)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ایسا کرتہ زیب تن فرمایا جو ٹخنوں سے اوپر تک زرا لمبا تھا۔

اور کم طول کا بھی وارد ہے بیہقی نے شعب الایمان میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے روایت کی:

كان له صلى الله تعالى عليه وسلم قميص من قطن قصير الطول

قصير الكم۔ (شعب الایمان حدیث ۶۱۶۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۱۵۴)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک ایسا سوتی کرتہ تھا جس کا طول کم اور آستین مختصر تھی۔

گریبان مبارک سینہ اقدس پر تھا۔ اشد الممعات میں ہے:

جیب قمیص آن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سینہ مبارک

وہ بود چنانکہ احادیث بیسار بر آن دلالت دآمد و علمائے

حدیث تحقیق این نمود مانند۔

(اشد الممعات شرح مشکوٰۃ کتب اللباس الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۳/ ۵۴۴)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قمیص مبارک کا گریبان آپ کے

سینہ مبارک پر تھا۔ چنانچہ بہت سی احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور محدثین حضرات نے اس کی تحقیق کی ہے۔ اسی میں ہے:

تحقیق آنست کہ گریبان پیراہن نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر سینہ بود۔

(احمد المصنفات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس الفصل الثانی مکتبہ نور یہ رضویہ کھر ۳/ ۵۴۴)

تحقیق یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک کرتے کا گریبان آپ کے سینہ مبارک پر تھا۔

دامن کے چاک کھلے ہونا ثابت ہے کہ ان پر ریشمی کپڑے کی گوٹ تھی اور گوٹ کھلے ہوئے چاکوں پر لگاتے ہیں۔ صحیح مسلم و سنن ابی داؤد میں اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے:

انھا اخراجت جبۃ طیالسة کسروانیۃ لھا لبنۃ دیباۃ و فرجیہا مکفوفین بالدیباۃ۔

(صحیح مسلم کتاب اللباس ۲/ ۱۹۰ و سنن ابی داؤد کتاب اللباس ۲/ ۲۰۵)

سیدہ اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک طیاسی کسروانی جبہ (لوگوں کو دکھانے کے لئے) باہر نکالا جس کے گریبان پر ریشمی کپڑے کی گوٹ لگی ہوئی تھی اور اس کی دونوں اطراف ریشم گھری ہوئی تھیں۔

اس زمانہ میں گھنڈی تکے ہوتے جن کو زور و عروہ کہتے ہیں ثابت نہیں۔ نہ ان میں کوئی حرج ہے۔ رنگ سبز و سرخ بھی ثابت ہے۔ اور محبوب تر سفید۔ حدیث میں ہے:

البسوا الشیاب البیض فانها اطهر واطیب وکفتموا فیها موتاکم۔
رواہ احمد۔ والاربعة الاعن سمرة بن جندب رضی اللہ تعالیٰ
عنه۔ (مسند امام احمد بن حنبل حدیث سمرہ بن جندب الکلب الاسلای بیروت
(۱۷/۵)

سفید کپڑے پہنو کہ وہ زیادہ پاکیزہ اور خوب ہیں۔ اور اپنے اموات کو
سفید کفن دو۔ (امام احمد اور دیگر ائمہ اربعہ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن
ماجہ) نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کو روایت کیا
ہے۔) (فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۲ ص ۷۰۷ اضافہ نڈیشن، لاہور)

❖ عَنْ الْحَسَنِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ وَهُوَ يَتَكَيُّ عَلَى أَسَافَةَ بْنِ زَيْدٍ عَلَيْهِ ثَوْبٌ قِطْرِيٌّ، قَدْ تَوَشَّعَ بِهِ، فَصَلَّى بِهِمْ، جَسَ آف بن مالک بن انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بے شک نبی کریم ﷺ اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اور آپ پر یمنی منقش چادر تھی جسے آپ نے دونوں کندھوں پر ڈالا ہوتا تھا، پھر آپ نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ غالباً مرض وفات مراد ہے جس میں حضور انور کا وصال شریف ہو گیا۔ قطری یعنی اعلیٰ درجہ کا کپڑا ہوتا ہے جو سوتی ہوتا ہے مائل بہ سرخی، حاشیہ پر اعلیٰ درجہ کا کام ہوتا ہے۔ قطر ایک بستی کا نام ہے یمن یا بحرین میں وہاں کا تیار کردہ ہوتا ہے جیسے ہمارے ہاں ڈھاکہ کی ٹمل۔

جیسے محرم احرام کی چادر میں لپٹا ہوتا ہے کہ چادر کے دونوں کنارے کندھوں

پر پڑے تھے۔ تو شمع بنا ہے وشاح سے بمعنی کنگن، چونکہ کنگن کلائی سے لپٹ جاتا ہے اس لیے کپڑے میں لپٹنے کو تو شح کہتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آخری نماز پڑھائی تھی۔ اس کا تفصیلی بیان انشاء اللہ وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں آئے گا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۲۰۵)

❖ وَقَالَ عَبْدُ بْنُ مُنْهَبٍ: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ: سَأَلَنِي يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ، أَوَّلَ مَا جَلَسَ إِلَيَّ، فَقُلْتُ: حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ سَلَمَةَ، فَقَالَ: لَوْ كَانَ مِنْ كِتَابِكَ، فَقُمْتُ لِأُخْرِجَ كِتَابِي فَقَبِضَ عَلَى ثَوْبِي ثُمَّ قَالَ: أَمْلِهِ عَلَيَّ فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ لَا أَلْقَاكَ، قَالَ: فَأَمْلَيْتُهُ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَخْرَجْتُ كِتَابِي فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ.

عبد بن حمید محمد بن الفضل کا قول نقل کرتے ہیں کہ جب یحییٰ بن معین سب سے پہلے میرے پاس آ کر بیٹھے تو انھوں نے مجھ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا میں نے کہا ہم سے یہ حدیث حماد بن سلمہ نے بیان کی ہے یحییٰ نے کہا تمھارے پاس لکھا ہوا موجود ہے میں مسودہ لانے کے لئے کھڑا ہوا یحییٰ نے میرا کپڑا پکڑ لیا اور کہا مجھ سے حدیث بیان کرو کیوں کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں میں تم سے دوبارہ نہ مل سکوں میں نے اول انھیں حدیث سنائی پھر کتاب لے کر آیا اور اس میں سے وہ حدیث پڑھی۔

❖ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاهُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے کپڑا پہنتے تو اس کا خاص نام لیتے پگڑی، کرتہ یا چادر، پھر فرماتے اے اللہ! اس

يَا نَبِيَّهِ عِمَامَةً أَوْ قَبِيصًا أَوْ رِدَاءً ، كِطْرَے کے پہنانے پر تیری شنا کرتا ہوں
 ثُمَّ يَقُولُ : اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ میں تجھ سے اس کی اور جس کے لیے یہ بنایا
 كَمَا كَسَوْتَنِيهِ ، أَسْأَلُكَ خَيْرَهُ گيا اس کی بھلائی چاہتا ہوں اور تجھ سے
 وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهُ ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ اس کے شر اور جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے ،
 شَرِّهِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ . اس چیز کے شر سے پناہ چاہتا ہوں ۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ حضور انور حتی الامکان نیا کپڑا احمد کو پہنتے تھے اور نیا کپڑا پہن کر پرانا
 خیرات فرما دیتے تھے۔ (مرقات) پھر پہلے اس کا نام معین فرماتے کہ یہ چادر اوڑھتا
 ہوں یا قمیض پہنتا ہوں یا تہبند پھر اسے زیب تن فرماتے ، ان کی ہر ہر ادا پر کروڑوں
 درود۔

کپڑے کی خیر یہ ہے کہ کپڑا پہن کر نیک اعمال کی توفیق ملے اور کپڑے کی شر یہ
 ہے کہ کپڑے پہن کر گناہ کرے ، کپڑے پہن کر نماز پڑھنا خیر ہے اور کپڑے پہن کر
 چوری کرنا اس کی شر ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ ہی کے کرم سے خیر کر سکتا ہے شر سے بچ سکتا
 ہے ، نیز کپڑا پہن کر حمد و شکر کرنا کپڑے کی خیر ہے اس پر فخر کرنا اس کپڑے کی شر۔

یہ حدیث احمد ، نسائی ، ابن حبان نے اور حاکم نے مستدرک میں ان ہی راوی سے
 روایت کی۔ شرح سنہ بروایت حضرت ابن عمر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
 علی کو سفید قمیض پہنے دیکھا تو فرمایا کہ نئی ہے یا دھلی ہوئی عرض کیا تھی ، فرمایا الہمس
 جدید اعش حبیدا و مت شہیدا یعنی نیا لباس پہنوا چھہ حیو شہید مرد رضی اللہ عنہ۔

(مرآۃ النایح، ج ۶، ص ۱۸۸)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
 قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ ، فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ

قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ قَتَادَةَ ،
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، قَالَ : كَانَ
أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، يَلْبَسُهُ
الْجَبْرَةُ .

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ یمن کے تیار کردہ کپڑوں میں سے ایک قسم کے سوتی کپڑے کا نام
حیرہ ہے ح کے کسرہ سے، یہ بہترین قسم کا کپڑا ہوتا ہے، سادہ سفید بھی ہوتا ہے اور
سبز و سرخ دھاری والا بھی۔ حیر کے معنی ہیں سجاوٹ آراستگی، یہ کپڑا بڑا اچھا ہوتا ہے جس
سے دلہنوں کو آراستہ کیا جاتا تھا اس لیے اسے حیرہ کہتے ہیں، قرآن کریم میں ہے فَهَمْ
فِي رَوْضَةٍ يُحْبَبُونَ۔ یہ کپڑا میل خوردہ ہوتا ہے، میل کو چھپا لیتا ہے جلد جلد دھونا نہیں پڑتا
اس لیے محبوب تھا۔ (مرقات و اشعہ) (مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۱۵۱)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ ،
قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، قَالَ :
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي
يُحْيَى ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ : رَأَيْتُ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،
وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ مَمْرَاءٌ ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى
بَرِيْقِ سَاقِيهِ قَالَ سُفْيَانُ :
أَرَاهَا جَبْرَةً .

حضرت عون اپنے والد ابو جحیفہ رضی
اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں
(حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ) نے فرمایا،
میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا، آپ
پر سرخ جوڑا تھا گویا کہ میں اب بھی آپ
کی پنڈلیوں کی چمک دیکھ رہا ہوں ،
حضرت سفیان کہتے ہیں کہ میرے خیال
میں وہ یمنی چادریں تھیں۔

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ ،
حضرت براء بن عازب رضی اللہ

قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ أَحْسَنَ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ، مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنْ كَانَتْ بَجَنَّتُهُ لِقَطْرٍ قَرِيبًا مِنْ مَنكِبَيْهِ.

عنه فرماتے ہیں میں نے (دھاری دار) سرخ جوڑے میں حضور اکرم ﷺ سے زیادہ خوبصورت کوئی نہیں دیکھا حضور اکرم ﷺ کے بال مبارک کانوں کے قریب تک پہنچتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ کبھی آپ کے بال شریف تا بگوش ہوتے تھے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بال شریف کندھوں تک تھے۔

یہاں سرخ سے مراد خالص سرخ نہیں کہ مردوں کے لیے خالص سرخ لباس ممنوع ہے بلکہ مخطوط بالا حمر مراد ہے یعنی اس کپڑے میں سرخ خطوط بھی تھے اور ہرے بھی اور کپڑا ریشمی نہ تھا سوتی تھا۔ حلہ سوتی کپڑے کا بھی ہوتا ہے یہ حلہ یعنی تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یعنی لباس محبوب تھا۔

جو بال کانوں کی گدیوں تک ہوں انہیں وفرہ کہتے ہیں، جو کانوں اور کندھوں کے درمیان ہوں انہیں جمرہ کہا جاتا ہے اور جو کندھوں تک پہنچیں انہیں لمہ کہتے ہیں۔ حضور انور کے بال کبھی لمہ بھی ہوتے تھے اسی کا یہاں ذکر ہے۔

خیال رہے کہ عورتوں کی طرح بہت لمبے بال رکھنا مردوں کو ممنوع ہیں، کندھوں تک مردوں کے بالوں کی انتہا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۸، ص ۳۲)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ،
 قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ
 مَهْدِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ
 بْنُ إِيَادٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي رَمَثَةَ،
 قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعَلَيْهِ بُزْدَانٍ
 أَخْضَرَانِ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ آپ کے نام میں اختلاف ہے یا تو رفاعہ ابن یثرب ہے یا عمارہ ابن
 یثرب، قبیلہ تیم رباب سے ہیں نہ کہ تیم قریش سے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ تمیمی ہیں
 اپنے والد کے ساتھ آئے اور دونوں مسلمان ہو گئے بعد میں کوفہ میں قیام رہا۔

(لمعات ومرقات و احادیث المصنفات)

قمیض اور تہبند شریف یا تو بالکل سبز تھے یا اس میں سبز دھاریاں تھیں پہلے معنی
 زیادہ ظاہر ہیں۔ جنتیوں کا لباس سبز ہوگا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ سَافِرَةٌ
 خُضْرٌ۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرد کو ہرے کیڑے پہننا جائز ہے اگر اس عمل شریف کی
 اتباع میں ہو تو مستحب ہے۔ (مرآۃ النایج، ج ۶، ص ۲۰۴)

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ مُخَيَّبٍ،
 قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ،
 قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حَسَّانَ
 الْعَنْبَرِيُّ، عَنْ جَدِّتَيْهِ دُحَيْبَةَ،
 وَعُلَيْبَةَ، عَنْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ،
 حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا
 فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو
 دیکھا کہ آپ پر دو پرانی چادریں تھیں جو
 زعفران میں رنگی ہوئی تھیں اور اب رنگ کا
 اثر زائل ہو چکا تھا۔ اس حدیث میں مزید

قَالَتْ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ أَسْمَالُ مُلَيَّتَيْنِ، كَأَنَّهُمَا بِزَعْفَرَانٍ، وَقَدْ نَقَضَتْهُ فِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ طَوِيلَةٌ.

شرح حدیث: شوق علم

حضرت قیلہ رضی اللہ عنہا جب بیوہ ہو گئیں تو بچوں کو ان کے چچا نے لے لیا۔ اب وہ تمام دنیوی جھگڑوں سے آزاد ہو کر ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ خدمت مبارک میں حاضر ہوئی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات و تلقینات سے عمر بھر فائدہ اٹھاتی رہیں۔

(الطبقات الکبری، تذکرۃ قیلہ بنت خرمۃ، ج ۸، ص ۲۴۰)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيْكُمْ بِالْبَيَاضِ مِنَ الثِّيَابِ، لِيَلْبِسُهَا أَحْيَاؤُكُمْ، وَكَفَنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ، فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ رِيَّائِكُمْ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم سفید کپڑے ضرور پہنو، تمہارے زندہ بھی پہنیں اور مردوں کو بھی یہی کفن دو کیونکہ یہ بہترین کپڑے ہیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ حکم استحبابی ہے کہ زندوں اور مردوں کے لیے سفید کپڑا مستحب ہے ورنہ عورت میت کے لیے ریشمی، سوتی، سرخ پیلا ہر طرح کا کفن جائز ہے اگرچہ بہتر سفید اور سوتی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۲۶۳)

❖ عَنْ سَمُرَةَ بِنْتِ جُنْدُبٍ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبَسُوا الْبَيَاضَ فَإِنَّهَا أَظْهَرُ وَأَطْيَبُ وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ۔

حضرت سرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خود بھی سفید کپڑے پہنو اور مردوں کو بھی انہیں میں کفن پہناؤ کیونکہ یہ کپڑے زیادہ پاکیزہ اور ستھرے ہیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اطیب بنا ہے طیب سے اگر طیب غبیث کا مقابل ہو تو بمعنی حلال ہوتا ہے جیسے رب تعالیٰ کا فرمان: لَا يَسْتَوِي الْغَنِيثُ وَالْظَلِيمُ ورنہ اس کے معنی ہوتے پسندیدہ شرعاً یا عقلاً یا طبعاً یہاں اس ہی آخری معنی میں ہے یعنی سفید کپڑا پاکیزہ بھی ہے کہ ذرا سادہ دور سے معلوم ہو جاتا ہے اور دھولیا جاتا ہے، رنگین کپڑے کے داغ دھبے نظر نہیں آتے، نیز رنگین کپڑے کے دھونے میں رنگ دھل جانے کا خطرہ ہوتا ہے سفید کپڑے میں یہ خطرہ نہیں، نیز سفید کپڑا اپنے پیدائشی رنگ پر ہے رنگین کپڑے کا رنگ عارضی۔ اطیب کے معنی میں دل پسند، جتنا حسن و زیبائش سفید کپڑے میں ہے اتنا دوسرے میں نہیں۔ وہ جو وارد ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ عمامہ باندھا یا سرخ جوڑا یعنی سرخ دھاری والا جوڑا پہنایا عورت کا کپڑا رنگین ہو وہ سب بیان جواز کے لیے ہے یہ فرمان عالی بیان استحباب کے لیے۔ بعض طلباء صوفیاء رنگین کپڑے پہنتے ہیں وہ محض اس لیے کہ جلد جلد دھونا نہ پڑیں ورنہ مسلمان کے لیے سفید کپڑا بہت ہی بہتر

ہے۔

بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ عورت کو رنگین کفن دو غلط ہے ہر مردہ کو سفید کفن دینا بہتر ہے کہ اب اس کی گفتگو اور ملاقات فرشتوں سے ہونے والی ہے تو اچھے کپڑوں میں ہونی چاہیے اچھے کپڑے سفید ہیں۔ یہاں مرقات نے سفید رنگت پر بہت اعلیٰ گفتگو کی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۴۶۳)

❖ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مِنْ شَعَرٍ أَسْوَدَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صبح کو مکان سے باہر تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن پر کالی اون کی مخلوط چادر تھی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ اس وقت ہوا جب کہ آیت کریمہ یُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا نازل ہوئی۔

خبال رہے کہ یہ آیت کریمہ ازواج مطہرات کے حق میں نازل ہوئی ہے کیونکہ اوپر سے انہیں کا ذکر ہے اور خود اس آیت کے اول میں انہیں سے خطاب ہے اور بعد میں بھی انہیں سے خطاب، اگر اتنے ٹکڑے میں یہ حضرات مراد ہوں تو آیات بلکہ ایک آیت کے اجزاء میں سخت بے ربطی ہو جاوے گی مگر چونکہ انہیں ازواج پاک اہل بیت کے لفظ سے یاد فرمایا گیا لہذا بطہر کہ ضمیر جمع مذکر ارشاد ہوئی کہ لفظ اہل بیت مذکر ہے جیسے فرشتوں نے حضرت سارہ زوجہ ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا تھا: أَتَعْبَجِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحِمْتُ اللَّهُ وَهَرَكْتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ وہاں بھی علیکم جمع مذکر کی ضمیر ارشاد ہوئی ہے۔ حضور انور نے چاہا کہ ان حضرات کو بھی اس میں داخل فرمالیں لہذا دعا فرمائی

کہ الہی یہ بھی میرے گھر والے ہی ہیں انہیں بھی خوب پاک فرمادے اسی لیے روایات میں ہے کہ جناب ام سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے بھی اس کمبل شریف میں داخل فرمالیں فرمایا انت علی خیر تم تو اس آیت خیر میں ہو ہی تمہارے لیے دعا کر کے داخل کرنے کی کیا ضرورت ہے، ہم تو ان کو داخل کرنے کی دعا کر رہے ہیں جو اس میں داخل نہیں۔

ان ساری آیات میں حضور کی ازواج پاک سے خطاب ہے یُنْسَأَ النَّبِیُّ فَرما کر انہیں حکم دیا گیا کہ پردے میں رہو، تلاوت قرآن کرو، نماز کی پابندی کرو۔ اس جملہ یعنی لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ الْخ میں ان احکام کی حکمت کا ذکر ہے کہ ہم نے تم کو یہ احکام اس لیے دیئے کہ اللہ چاہتا ہے کہ تم سے زمانہ جاہلیت کی گھنونی عادات کی گندگی دور رکھے اور تم کو پاک و صاف رکھے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلے یہ حضرات پاک و صاف نہ تھے اب پاک ہوں گے۔ خیال رہے کہ سوا انبیاء کرام اور فرشتوں کے معصوم کوئی نہیں ہاں حضرت صحابہ اور بعض اولیاء اللہ محفوظ ہیں۔ اس آیت سے ان حضرات کی معصومیت ثابت نہیں ہوتی جیسا کہ ردافض نے سمجھا۔ معصوم وہ جو گناہ نہ کر سکے، محفوظ وہ جو گناہ نہ کرے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت ام سلمہ نے حضور سے اس موقع پر عرض کیا حضور میں بھی آپ کی اہل بیت ہوں فرمایا تم بھی اہل بیت ہو، بعض روایات میں ہے کہ حضور انور نے ام سلمہ کو بھی کمبل میں لے لیا پھر یہ دعا فرمائی۔ (مرقات) خیال رہے کہ لفظ پنجتن پاک اس حدیث سے لیا گیا ہے اور یہ واقعہ بہت بار ہوا کبھی ام سلمہ کو کمبل شریف میں داخل نہیں کیا اور کبھی داخل فرمایا ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۸، ص ۷۷۷)

❖ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمَغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

حُضرت عروہ رضی اللہ عنہ اپنے والد مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت

اللہ علیہ وسلم لَیْسَ جُبَّةً کرتے ہیں، انہوں نے (حضرت مغیرہ رومیَّةَ صَبِيحَةَ الْكُمَلِیْنَ) نے) فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تنگ

آئینوں والا رومی جبہ پہنا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ حضور انور نے شامی جبہ پہنا، چونکہ اس زمانہ میں شام روم کا ماتحت تھا اس لیے ملک شام کو بھی روم کہہ دیا جاتا تھا یا مطلب ہے کہ بنا ہوا روم کا تھا سلا ہوا شام کا بہر حال احادیث میں تعارض نہیں۔ یہ کپڑا اونی ہوتا تھا موٹا بنا ہوا بہت سادہ۔ حضرات صوفیاء کرام بھی اکثر صوف یعنی اونی کپڑے پہنتے ہیں اس لیے انہیں صوفی کہا جاتا ہے یعنی صوف پہننے والے حضرت آدم و حوا نے زمین پر آکر پہلے اونی کپڑا پہنا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اکثر صوف پہنتے اور درختوں کے پھل وغیرہ کھاتے تھے، جہاں شام آجاتی سو رہتے تھے۔ خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں کہ میں نے ستر بدری صحابہ سے ملاقات کی سب کا لباس صوف یعنی اون کا تھا، فقہاء فرماتے ہیں کہ سفر میں تنگ آستین کی قمیض افضل ہے اور گھر کھلی آستین کی قمیض بہتر ہے۔ صحابہ کرام کی آستین ایک بالشت چوڑی ہوتی تھیں۔ (مرقات)

(مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۵۲)

9- بَابُ مَا جَاءَ فِي عَيْشِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
آپ کی معیشت

❖ حدثنا قتيبة بن سعيد حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ
قال: حدثنا حماد بن زید عن فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابو ہریرہ رضی
أيوبه عن محمد بن سيرين اللہ عنہ کے پاس تھے۔ ان پر گرو سے
قال: كنا عند أبي هريرة وعليه رنگے ہوئے کتان کے دو کپڑے تھے

ثوبان ممشقان من کتان
فتمخط فی أحدهما، فقال: «بخ
بخ يتمخط أبو هريرة في الكتان
لقد رأيتني واني لأخر فيما بين
منبر رسول الله صلى الله عليه
وسلم وحجرة عائشة مغشيا
على فيجىء الجاني فيضع رجله
على عنق يري أن بي جنونا، وما
بي جنون، وما هو إلا الجوع.

آپ نے ایک کپڑے سے ناک صاف کیا
اور فرمایا واہ واہ! ابو ہریرہ کتان میں ناک
صاف کرتا ہے (پھر فرمایا) میں نے دیکھ
کہ میں منبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک کے
درمیان غش کھائے ہوئے گرا پڑا ہوں،
ایک آدمی آیا اور اس نے مجنون سمجھ کر میری
گردن پر پاؤں رکھ دیا حالانکہ میں مجنون
نہ تھا بلکہ وہ حالت صرف بھوک کی وجہ سے
تھی۔

شرح حدیث: پیارے بھائیو! حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا
علمی ذوق تھا کہ سب کچھ چھوڑ کر سرور کونین، رخصت و آرائش، راحت قلب بے چین،
نانائے حسنین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قدمین شریفین میں
پڑے رہتے تھے۔ فاقوں پر فاقے بہتے اور علم حاصل کرتے تھے اور آپ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ ہی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ سب سے زیادہ احادیث مبارکہ آپ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں۔

❖ حدثنا قتيبة قال:
حدثنا جعفر بن سليمان
الضبي، عن مالك بن دينار
قال: ما شبع رسول الله صلى
الله عليه وسلم من خبز قط

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی
بھی روٹی یا گوشت پیٹ بھر کر نہیں کھایا
البتہ جماعت کے ساتھ ضرور کھایا۔
حضرت مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

ولا لحم، إلا على ضفف. قال میں نے ایک دیہاتی سے پوچھا کہ ضفف مالک: سألت رجلا من أهل البادية: ما الضفف؟ قال: أن يتناول مع العاس۔

شرح حدیث: سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمتیں

حضرت سیدنا اہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: (۱) بروز قیامت کوئی عمل ضرورت سے زیادہ کھانے کو ترک کرنے سے افضل نہ ہوگا کیونکہ یہ سنت نبوی ہے (۲) سمجھدار لوگ دین و دنیا میں بھوک کو بہت زیادہ نفع بخش قرار دیتے ہیں (۳) آخرت کے طلبگاروں کے لیے کھانے سے زیادہ کسی چیز کو میں نقصان دہ نہیں سمجھتا (۴) علم و حکمت کو بھوک میں اور گناہ و جہالت کو شکم سیری میں رکھا گیا ہے (۵) جو اپنے نفس کو بھوکا رکھتا ہے اس سے وسوسے ختم ہو جاتے ہیں (۶) بندہ جب بھوکا، بیمار اور امتحان میں مبتلا ہوتا ہے اس وقت اللہ عز و جل کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے مگر جسے اللہ عز و جل چاہے۔ (احیاء العلوم، ج ۳، ص ۹۱)

جاندار بدن کی آفتیں

حضرت سیدنا تکبیر معاذ رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: جو پیٹ بھر کر کھانے کا عادی ہو جاتا ہے اس کے بدن پر گوشت بڑھ جاتا ہے اور جس کے بدن پر گوشت بڑھ جاتا ہے وہ شہوت پرست ہو جاتا ہے اور جو شہوت پرست ہو جاتا ہے اس کے گناہ بڑھ جاتے ہیں اور جس کے گناہ بڑھ جاتے ہیں اس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور جس کا دل سخت ہو جاتا ہے وہ دنیا کی آفتوں اور رنگینیوں میں غرق ہو جاتا ہے۔

(المعانی للعسکونی، باب الخاسی، ص ۵۹)

10- بَابُ مَا جَاءَ فِي خُفِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

موزہ مبارک

❖ عَنِ ابْنِ بَرِيدَةَ، عَنْ أَبِيهِ،
 أَنَّ النَّجَاشِيَّ أَهْدَى لِلنَّبِيِّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، خُفَّيْنِ،
 أَسْوَدَيْنِ، سَادَجَيْنِ، فَلَبِسَهُمَا
 ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا.
 حضرت ابو بریدہ رضی اللہ عنہ
 اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں
 نے فرمایا نجاشی (شاہ حبشہ نے) حضور
 اکرم ﷺ کے لیے دو سیاہ اور سادہ
 موزے تحفہ بھیجے، آپ نے ان کو پہنا پھر
 وضو کیا اور ان پر مسح فرمایا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ بعض نسخوں میں ابو ہریرہ ہے مگر غلط ہے، بعض شارحین نے فرمایا کہ
 ابو ہریرہ کنیت ہے عبد اللہ ابن مریدہ کی، بریدہ ابن خصب اسلمی صحابی ہیں، عبد اللہ ابن
 بریدہ مرو کے حاکم تھے سلیمان ابن بریدہ کے بھائی ہیں دونوں بھائی ثقہ ہیں مگر حضرت
 عبد اللہ بہت شاندار ہیں۔ (اشعۃ اللمعات)

اصحہ یعنی نجاشی جو شاہ حبشہ تھے پہلے عیسائی تھے پھر حضرت عبد اللہ ابن جعفر
 وغیرہم صحابہ کرام کی تبلیغ پر مسلمان ہوئے، انہوں نے خالص سیاہ رنگ کے چمڑے کے
 موزے حضور انور کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجے حضور نے انہیں پہنے، بعض علماء فرماتے
 ہیں کہ موزے سیاہ رنگ کے بہتر ہیں اور جوتے پیلے رنگ کے افضل۔ بہتر یہ ہے کہ
 موزے سادہ ہوں ان پر دھاگے وغیرہ کے نقش و نگار نہ ہوں۔

یہاں مرقات نے فرمایا کہ جناب نجاشی رضی اللہ عنہ نے حضور کی خدمت میں
 ایک خط بھیجا اور قمیص پا جامہ چادر اور موزوں کا جوڑا بھیجا خط میں لکھا تھا کہ میں نے
 آپ کا نکاح بی بی ام حبیبہ سے کر دیا ہے آپ کی قوم سے ہیں میرے ملک میں ہیں

حضور قبول فرمائیں اور یہ حقیر سے ہدایا تحفے میں منظور کریں سرکار نے منظور فرمائے۔
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کپڑے یا جوتے اگر چہ کفار نے بنائے ہوں بغیر تحقیق کیے
پنپے جاسکتے ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ وہ پاک ہوں گے بلا وجہ ناپاک نہ سمجھو۔ (مرقات)

(مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۲۶۱)

موزے

فتاویٰ دیدار یہ جلد اول ص 665 پر ہے: فرعون کے موزے سرخ رنگ کے
تھے، ہامان کے موزے سفید رنگ کے تھے اور سیاہ رنگ کے موزے عماء کے موزے
ہوتے ہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۳۴)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ،
قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنُ
أَبِي زَائِدَةَ، عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ
عِيَّاشٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ
الشَّعْبِيِّ، قَالَ: قَالَ الْبُعَيْدَةُ بْنُ
شُعْبَةَ: أَهْدَى دَحِيَّةُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفَّيْنِ،
فَلَبِسَهُمَا وَقَالَ إِسْرَائِيلُ: عَنْ
جَابِرٍ، عَنْ عَامِرٍ، وَجَبَّةٌ فَلَبِسَهُمَا
حَتَّى تَخْرَقَا لَا يَدْرِي النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَذِي هُمَا أَمْ
لَا.

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ
نے رسول اللہ ﷺ کو بطور تحفہ دو
موزے پیش کیے، آپ نے انہیں پہنا اور
اسرائیل نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ
کے واسطے سے حضرت عامر رضی اللہ عنہ
سے روایت کی کہ ایک جبہ بھی (پیش کیا)
آپ نے انہیں پہنا یہاں تک کہ وہ
(پرانے ہو کر) پھٹ گئے اور حضور اکرم
ﷺ کو یہ بتایا نہیں گیا تھا کہ وہ ذبح
کیے ہوئے جانوروں کے ہیں یا نہیں۔

کے دائیں بائیں جڑے ہوئے تھے جس طرح نقشہ نعلین پاک ہے وہ شکل نہیں بلکہ جس طرح آج کل پہنچ کی چپل بناتے ہیں، نقشہ پاک والی چپل نبی کریم نے اکثر پہنی ہے مگر یہ چپل کبھی کبھی۔ (مراۃ الناج، ج ۶، ص ۲۵۲)

نعلین اقدس

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعلین اقدس کا تمہ ٹوٹ گیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے اس کو درست فرمانے لگے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (عز وجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مجھے دیجئے میں اس کو درست کر دوں، میری اس درخواست پر ارشاد فرمایا کہ یہ صحیح ہے کہ تم اس کو ٹھیک کر دو گے مگر میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں تم لوگوں پر اپنی برتری اور بڑائی ظاہر کروں، اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی کام میں مشغول دیکھ کر بار بار درخواست عرض کرتے کہ یا رسول اللہ! (عز وجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ خود یہ کام نہ کریں اس کام کو ہم لوگ انجام دیں گے مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہی فرماتے کہ یہ سچ ہے کہ تم لوگ میرا سب کام کر دو گے مگر مجھے یہ گوارا نہیں ہے کہ میں تم لوگوں کے درمیان کسی امتیازی شان کے ساتھ رہوں۔

(المواہب اللدیۃ مع شرح الزرقانی، الفصل الثانی فیما اکرمہ اللہ... الخ، ج ۶، ص ۳۹)

❖ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ: كَانَ لِنُعْلٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَالَانِ، مَشْفِيئَ شِرَاكُهُمَا. مَبَارَكٌ فِي دَوْتِهِ تَحْتَهُ جُودُهُ هَرَى تَحْتَهُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک میں دو تسمے تھیں جو دو ہرے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ قبال اور شرک دونوں کے معنی ہیں تسمہ مگر شرک اکبرے تسمہ کو کہتے ہیں قبال بنے ہوئے کو یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جوتا شریف میں دو تسمہ ہوتے تھے ہر تسمہ بنا ہوا، اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق کے نعلین پاک کا حال تھا ایک تسمہ کا جوتا سب سے پہلے حضرت عثمان غنی نے پہنا بیان جواز کے لیے اب مروجہ جوتوں میں تسموں کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں چپل کا رواج عام تھا وہ بھی تسمہ والی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۲۵۷)

❖ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ طَهْمَانَ. حضرت عیسیٰ بن طہمان رضی اللہ عنہ
 قَالَ : أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ نَعْلَيْنِ جَرَدَاوَيْنِ، لَهُمَا قِبَالَانِ فَقَالَ : فَحَدَّثَنِي قَالَ بَعْدُ عَنْ أَنَسٍ، أَنَّهُمَا كَانَتَا نَعْلَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فرماتے ہیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ہمیں دو پاپوش (جوتے) جن پر بال نہیں تھے، نکال کر دکھائے (یعنی کسی صندوق وغیرہ سے) راوی کہتے ہیں مجھ سے حضرت ثابت نے بیان کیا اور ان کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین پاک تھے۔

شرح حدیث: مرشد کامل کے نعلین کا آداب

حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ کو اپنے مرشد سے بہت عقیدت و محبت تھی، بلکہ کمال و رجبہ کا حشوق بھی تھا۔ اس کی ایک نادر مثال یہ ہے کہ ایک دفعہ کسی درویش نے خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کی خدمت میں آکر موال کیا۔

اتفاق سے لنگر خانے میں کوئی ایسی چیز موجود نہ تھی جو اسے دی جاتی۔ خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے درویش سے کہا کہ اتفاق سے آج کوئی شے نہیں آئی۔ البتہ کل کی فتوح تمہیں دیدی جائے گی، مگر دوسرے دن بھی کوئی شے نہ آئی۔ تب خواجہ صاحب

علیہ الرحمۃ نے اپنے پاؤں سے نعلین شریف (یعنی جوتیاں) اتار کر درویش کو دے دیں اور رخصت کیا۔

مرشد کی خوشبو اتفاق سے اس وقت امیر خسرو علیہ الرحمۃ بادشاہ کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ راستہ میں وہی درویش مل گیا۔ آپ علیہ الرحمۃ کو جب پتا چلا کہ یہ شہر مرشد سے آ رہا ہے تو، آپ نے درویش سے اپنے پیرو مرشد (حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ) کی خبر پوچھی۔ جب درویش گفتگو کرنے لگا تو امیر خسرو علیہ الرحمۃ بے ساختہ بول اٹھے۔ مجھے اپنے پیروشن ضمیر کی خوشبو آ رہی ہے۔ شاید ان کی کوئی نشانی تیرے پاس ہے۔ درویش نے یہ سن کر خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کی نعتیں شریف سامنے کر دی اور کہا یہ مجھے عنایت کی گئی ہیں۔

نعلین شریف امیر خسرو علیہ الرحمۃ اپنے مرشد کامل کے نعلین شریف دیکھ کر بے تاب ہو گئے اور درویش سے کہا کیا تم انہیں فروخت کرنے کو تیار ہو۔ درویش آہ وہ ہو گیا۔

امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے پاس اس وقت پانچ لاکھ نقرئی ٹنکے تھے۔ جو سلطان نے دیئے تھے۔ آپ نے وہ سب کے سب درویش کو دے کر اپنے مرشد کامل کے نعلین شریف لے لئے۔ اور اپنے سر پر رکھ کر چل پڑے۔

پھر مرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ درویش نے نعتیں کے بدلے میں پانچ لاکھ پرہی اکتفا کر لیا۔ ورنہ وہ ان نعلین شریف کے بدلہ میں میری جان بھی مانگتا تو بھی میں دینے سے دریغ نہ کرتا۔ (انوار الاصفیاء ص ۳۳۵)

فتاویٰ رضویہ اور تبرک آثار شریفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کیا فرماتے ہیں عمائے دین اس مسئلہ میں کہ تبرک آثار شریفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیسا اور اس کے لئے ثبوت یقینی درکار ہے۔ یا صرف شہرت کافی ہے

اور نعلین شریفین کی تمثال کو بوسہ دینا کیسا ہے اور اس سے توسل جائز ہے یا نہیں؟ اور بعض لوگ یوں کرتے ہیں کہ تمثال نعل شریف کے اوپر بعد بسم اللہ کے لکھتے ہیں: اللھم ارنی برکتہ صاحب ہدین النعلین الشریفین۔ یا اللہ! مجھے ان نعلین پاک کی برکت سے نواز۔ اور اس کے نیچے دعائے حاجت لکھتے ہیں۔ یہ کیسا ہے؟ بیوقوف تو جروا

الجواب: فی الواقع آثار شریفہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تبرک سلفا و خلفا زمانہ اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آج تک بلا تکبر رائج و معمول اور باجماع مسلمین مندوب و محبوب بکثرت احادیث صحیحہ بخاری و مسلم و غیرہما صحاح و سنن و کتب حدیث اس پر ناطق جن میں بعض کی تفصیل فقیر نے کتاب الباریۃ الشارحۃ علی ماریۃ الشارحۃ میں ذکر کی۔ اور ایسی جگہ ثبوت یقینی یا سند محدثانہ کی اصلا حاجت نہیں اس کی تحقیق و تنقیح کے پیچھے پڑنا اور بغیر اس کے تعظیم و تبرک سے باز رہنا سخت محرومی کم نصیبی ہے ائمہ دین نے صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام سے اس شے کا معروف ہونا کافی سمجھا ہے۔

امام قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

من اعظامہ و اکبارہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعظام جمیع

اسبابہ و اکرام مشاہدہ و امکنتہ من مکة و المدینة و معاہدہ

و مالمسہ علیہ الصلوٰۃ و السلام و اعرف بہ۔

(الشفاء بحریف حقوق المصطفیٰ فصل من اعظامہ و اکبارہ الخ عبد الوہاب الکیڈی بوہریت ملتان ۲/ ۴۴)

حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کے تمام متعلقات کی تعظیم اور آپ کے نشانات اور مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے مقامات اور آپ کے محسوسات اور آپ کی طرف منسوب ہونے کی شہرت والی اشیاء کا احترام یہ سب حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی تعظیم و تکریم ہے۔

اسی طرح طبقہ فطریقہ شرقا و غربا عجمائے دین و ائمہ معتمدین نعل مطہر حضور

سید البشر علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل السلام کے نقشے کاغذوں پر بناتے کتابوں میں تحریر فرماتے آئے اور انھیں بوسہ دینے آنکھوں سے لگانے سر پر رکھنے کا حکم فرماتے رہے اور دفع امراض و حصول اغراض میں اس سے توسل فرمایا کئے، اور بفضل الہی عظیم و جلیل برکات و آثار اس سے پایا کئے۔

علامہ ابوالیسمن ابن عسا کر و شیخ ابوالفتح ابراہیم بن محمد بن خلف سلمیٰ وغیرہما علماء نے اس باب میں مستقل کتابیں تصنیف کیں اور علامہ احمد مقری کی فتح المتعال فی مدح خیر النعال اس مسئلہ میں اجماع و نفع تصانیف سے ہے۔ محدث علامہ ابوالریج سلیمان بن سام کلاعی و قاضی شمس الدین ضیف اللہ رشیدی و شیخ فتح اللہ بیلونی حلبی معاصر علامہ مقری و سید محمد موسیٰ حسینی مالکی معاصر علامہ ممدوح و شیخ محمد بن فرج سبتی و شیخ محمد بن رشید فہری سبتی و علامہ احمد بن محمد تلمسانی موصوف و علامہ ابوالیسمن ابن عسا کر و علامہ ابوالحکم مالک بن عبد الرحمن بن علی مغربی و امام ابو بکر احمد ابو محمد عبد اللہ بن حسین انصاری قرطبی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نقشہ نعل مقدس کی مدح میں قصائد عابہ تصنیف فرمائے ان سب میں اسے بوسہ دینے سر پر رکھنے کا حکم و استحسان مذکور اور یہی مواہب لدنیہ امام احمد قسطلانی و شرح مواہب علامہ زرقانی وغیرہما کتب جلیلہ میں مسطور و قد لخصنا اکثر ذلک فی کتابہنا المزیور (اور ہم نے اکثر کا خلاصہ اپنی مذکور کتاب میں ذکر کیا ہے۔)

علماء فرماتے ہیں جس کے پاس یہ نقشہ متبرکہ ہو ظلم ظالمین و شر شیطان و چشم زخم حاسدین سے محفوظ رہے عورت دروزہ کے وقت اپنے داہنے ہاتھ میں لے آسانی ہو، جو ہمیشہ پاس رکھے نگاہ خلق میں معزز ہو زیارت روضہ مقدس نصیب ہو یا خواب میں زیارت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہو، جس لشکر میں ہو نہ بھاگے جس قافلہ میں ہو نہ لٹے، جس کشتی میں ہو نہ ڈوبے جس مال میں ہو نہ چرے، جس حاجت

میں اس سے توسل کیا جائے پوری ہو جس مراد کی نیت سے پاس رکھیں حاصل ہو، موضع درد و مرض پر اسے رکھ کر شفا کیں ملی ہیں، مہلکوں مصیبتوں میں اس سے توسل کرتے نجات و فلان کی راہ ہیں کھلی ہیں، اس باب میں حکایت صلحاء و روایات علماء بکثرت ہیں کہ امام مجلسنی وغیرہ نے فتح المتعال وغیرہ میں ذکر فرمائیں اور بسم اللہ شریف اس پر لکھنے میں کچھ حرج نہیں، اگر یہ خیال کیجئے کہ نعل مقدس قطعاً تاج فرق اہل ایمان ہے مگر اللہ عزوجل کا نام و کلام ہر شے سے اجل و اعظم و ارفع و اعلیٰ ہے۔ یوہیں تمثال میں بھی احتراز چاہئے تو یہ قیاس مع الفارق ہے۔ اگر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی جاتی کہ نام الہی یا بسم اللہ شریف حضور کی نعل مقدس پر لکھی جائے تو پسند نہ فرماتے مگر اس قدر ضروری ہے کہ نعل بحالت استعمال و تمثال محفوظ عن الابدال میں نقات بدیہی ہے اور اعمال کا مدار نیت پر ہے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جانوران صدقہ کی رانوں پر جیس فی سبیل اللہ (اللہ کی راہ میں وقف ہے۔ ست) داغ فرمایا تھا حالانکہ ان کی رانیں بہت محل بے احتیاطی ہیں۔

بلکہ سنن دارمی شریف میں ہے:

اخبرنا مالک بن اسبعیل ثنا مندل بن علی الغزی حدثنی جعفر بن ابی المغیرۃ عن سعید بن جبیر قال کنت اجلس الی ابن عباس فاکتب فی الصحیفۃ حتی تمتلئ ثم اقلب نعلی فاکتب فی ظہورہما واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدۃ اتم واحکم۔

(سنن الدارمی باب من انقص فی کتابہ اعمم حدیث ۵۰۷ دارالاحسان قاہرہ ۱۰۵)

مالک بن اسبعیل نے خبر دی کہ مندل بن علی الغزی نے بیان کیا کہ مجھے جعفر بن ابی مغیرہ نے سعید بن جبیر کے حوالے سے فرمایا کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا ایک کاغذ پر لکھ رہا تھا کہ وہ کاغذ

پر ہو گیا پھر میں نے اپنا جوتا الٹا کر کے لکھا، واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ
اتموا حکم! (نزدی رضویہ، جلد ۲۱ ص ۳۱۲ رضافہ ونڈیشن، لاہور)

❖ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ ، أَنَّهُ
قَالَ لَابْنِ عُمَرَ : رَأَيْتُكَ تَلْبَسُ
النِّعَالَ السَّبْتِيَّةَ ، قَالَ : إِنِّي
رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِي
لَيْسَ فِيهَا شَعْرٌ ، وَيَتَوَضَّأُ فِيهَا ،
فَأَنَا أَحِبُّ أَنْ أَلْبَسَهَا .
حضرت عبید بن جریج رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی
اللہ عنہما سے پوچھا (کیا وجہ ہے) میں
دیکھتا ہوں کہ آپ بغیر بالوں والی
جوتیاں پہنے ہوئے ہیں، انہوں نے فرمایا
میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا کہ
آپ کے نعلین پاک پر بال نہیں ہوتے
تھے اور آپ انہی میں وضو فرماتے تھے اور
میں بھی وہی نعلین پہننا پسند کرتا ہوں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ آپ صحابی ہیں، آپ کا نام عبد اللہ ہے، فقہاء صحابہ میں سے
ہیں، عبادلہ ثلاثہ میں سے ایک ہیں۔

کھال اچھی طرح صاف کر کے سب بال اتار دیئے ہوں جس طرح ہمارے
ملک میں رواج ہے اس طرح بہت خوبصورت جوتا بنتا ہے، ایسا جوتا بھی زینت انسانی
میں شامل ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مرد کو زینت کرنی جائز ہے جب کہ اس میں شرعی
ممانعت نہ ہو نہ اس میں کفر سے مشابہت ہو نہ عورتوں سے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۲۵۱)

❖ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ : كَانَ
لِنُعْلٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ فَرَمَاتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے نعلین
مبارک میں تسمے لگے ہوئے تھے۔
وسلم قبّالان۔

شرح حدیث: فتاویٰ رضویہ اور نقش نعل پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قاضی شمس الدین صیف اللہ رشیدی فرماتے ہیں:۔

لنن قدعس شکل نعال ظہ

جزیل الخیر فی یوم الحسان

وفی الدنیا یکون بخیر عیش

وعز فی النہاء ہلا ارتیاب

فبادروا لثم الآثار منها

بقصد الفوز فی یوم حسان

نقش نعل طہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مس کرنے والے کو قیامت میں خیر کثیر ملے گی اور دنیا میں یقیناً نہایت اچھے عیش و عزت و سرور میں رہے گا تو روز قیامت مراد ملنے کی نیت سے جلد اس اثر کریم کو بوسہ دے)

شیخ فتح اللہ بیلونی حلبی معاصر علامہ مقرئ نعل مقدسے عرض کرتے ہیں:۔

فی مثلك یا نعال اعلیٰ النجیا

اسرار ہیمنہا شہدا العجیا

من مرع خدہ بہ مبعہلا

قدقام لہ ببعض ماقدوجب

(اے سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعل مبارک! تیرے نقشہ میں وہ اسرار ہیں جن کی عجیب برکتیں ہم نے مشاہدہ کیں جو اظہار عجز و نیاز کے ساتھ اپنا رخسار اس پر رگڑے وہ بعض حق اس نقشہ مقدسہ کے جو اس پر واجب ہیں ادا کرے)

وہی فرماتے ہیں:۔

مثال نعل بوٹی المصطفیٰ سعدا
فامد الی لشہ بالذل منک یدہ
واجعلہ منک علی العینین معترفا
بحق توقیرہ بالقلب معتقدا
وقبلہ واعلن بالصلاۃ علی
خیر الانام وکرر ذاک مجتہدا

(یہ نقشہ اس نعل مبارک کا جو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم سے
ہایوں ہوئے تو اس کے بوسہ دینے کو تذلل کے ساتھ ہاتھ بڑھا اور زبان
سے اس کے وجوب و توقیر کا اقرار اور دل سے اعتقاد کرتا ہوا اسے آنکھوں
پر رکھ اور بوسہ دے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر باعلان درود بھیج اور
کوشش کے ساتھ اسے بار بار بجالا)

سید محمد موسیٰ حسینی مالکی معاصر علامہ ممدوح فرماتے ہیں: ۔

مثال نعال المصطفیٰ اشرف الوزی
بہ مورد لا تبغی عنہ مصدرا
فقبلہ لثما و امسح الوجہ موقنا

بنیت صدق تہلی ما کنت مضیا
(مصطفیٰ اشرف المخلق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقشہ نعل اقدس میں وہ
مقام حضور ہے جس سے تو نے رجوع نہ چاہے تو اسے یقین اور سچی نیت
کے ساتھ چہرہ سے لگا دل کی مراد پائے گا)
محمد بن سبکی فرماتے ہیں: ۔

فمی قبلتها مثل نعل کریمہ
بتقبیلها یشفی سقام من اسمہ استشفی

(اے میرے منہ اسے بوسہ دے یہ نعل کریم کا نقشہ ہے اس کے بوسہ سے شفا طلب کر مرض دور ہوتا ہے)

علامہ احمد بن مقرئ تلمسائی صاحب فتح المتعال میں فرماتے ہیں: ے

اکرم ہتمثال حکى نعل من
فاق الوری بالشرف الباذخ
طوبى لمن قبله منبام
یلثمہ عن حبہ الراخ

(فتح المتعال)

(کس قدر معزز ہے ان کی نعل مقدس کا نقشہ جو اپنے شرف عظیم میں تمام عالم سے بالا ہیں خوشی ہو اسے جو اسے بوسہ دے اپنی راسخ محبت ظاہر کرتا ہوا)

علامہ ابوالیسمن ابن عسا کر فرماتے ہیں: ے

الشم ثری الاثر الکریم فحبذا
ان غزت منه بلثم ذا التمثال
(نعل مبارک کی خاک پر بوسہ دے کر اس کے نقشے ہی کا بوسہ دینا تجھے نصیب ہو تو کیا خوب بات ہے)

علامہ ابوالحکم مالک بن عبد الرحمن بن علی مغربی جنہیں علامہ عبد الباقی زرقانی نے شرح مواہب شریف میں احد الفضلاء المغاربة (فضلائے مغرب میں سے ایک) کہا۔ اپنی مدحیہ میں فرماتے ہیں:

مثل نعل من احب هویتہ
فہا انا فی یوم ولیلی الشمہ

(شرح الزرقانی صی المواہب نعلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مصر ۵۷)

(میں اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعلین مبارک دوست رکھتا اور
رات دن اسے بوسہ دیتا ہوں)

امام ابو بکر احمد ابن امام ابو محمد بن حسین انصاری قرطبی فرماتے ہیں:

ونعل خضعنا هیبة لبہائہا وانا
متی نخضع لها ابدان نعلو
فضعہا علی اعلی المفاہق انہا
حقیقتہا تاج وصورہا نعل

(المواہب اللدیہ بحوالہ القرطبی لیس النعل المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۷۰)

(اس نعل مبارک کے جلال انور سے ہم نے اس کے لئے خضوع کیا اور
جب تک ہم اس کے حضور جھکیں گے بلند رہیں گے تو اسے بالائے سر رکھ
کہ حقیقت میں تاج اور صورت پر نعل ہے)

شرح مواہب میں ان امام کا ترجمہ عظیمہ جلیلہ مذکور اور ان کا فقیہ محدث و ماہر و
ضابط و متین الدین و صادق الودع و بے نظیر ہونا مسطور امام علامہ احمد بن محمد خطیب
قسطلانی صاحب ارشاد الساری شرح صحیح بخاری نے مواہب اللدیہ و منہج محمدیہ میں ان
امام کے یہ اشعار ذکر نقشہ نعل اقدس میں انشاء کئے اور مدحیہ علامہ ابو الحکم مغربی کو ما
احسنہا (کیا ہی اچھا ہے۔ ت) اور نظم علامہ ابن عسا کر سے اللہ درۃ ۲۔ (اللہ
اکیلے اس کی بھلائی ہے) فرمایا۔

(۱) المواہب اللدیہ بحوالہ القرطبی لیس النعل المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۷۸)

(۲) المواہب اللدیہ بحوالہ القرطبی لیس النعل المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۷۷)

علامہ زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

الشم التراب الذی حصل له الندوة من اثر النعل الکریمۃ ان
امکن ذلک والاقبل مثالها۔

(شرح الزرقانی علی المواہب ذکر نعلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۵/۳۸)

اگر ہو سکے تو اس خاک کو بوسہ دے جسے نعل مبارک کے اثر سے غم حاصل
ہوئے ورنہ اس کے نقشہ ہی کو بوسہ دے۔

علامہ تاج الدین فاکہانی نے فجر منیر میں ایک باب نقشہ قبور لامعۃ النور کا لکھا اور
فرمایا:

من فوائد ذلک ان من لم یکنہ زیارة الروضة فلیزر مثالها
ولیشہ مشتاقا لانه ناب مناب الاصل کما قد ناب مثال نعلہ
الشریفۃ مناب عینہا فی المنافع والخواص بشهادة التجربة
الصحیحة ولذا جعلوا له من الاکرام ولا احترام ما یجعلون
للینوب عنه۔ الخ۔ (انجم البیر)

یعنی اس نقشہ کے لکھنے میں ایک فائدہ یہ ہے کہ جسے اصل روضہ عالیہ کی
زیارت نہ ملی وہ اس کی زیارت کر لے اور شوق سے اسے بوسہ دے کہ یہ
مثال اس اصل کے قائم مقام ہے جیسے نعل مقدس کا نقشہ منافع و خواص
میں یقیناً یہ اس کا قائم مقام ہوا جس پر تجربہ صحیحہ گواہ ہے ولہذا علمائے دین
نے نقشہ اعزاز و احترام وہی رکھا ہے جو اصل کا رکھتے ہیں الخ۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۲ ص ۳۳۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ سَمِعَ عَمْرُو بْنُ حُرَيْثٍ
يَقُولُ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي
نَعْلَيْنِ مَخْصُوفَتَيْنِ۔
حضرت عمرو بن حرث رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو
دیکھا کہ آپ دو (دوہرے) سلعے ہوئے
جوتوں میں نماز پڑھتے تھے۔

❖ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : لَا تَمْشِيَنَّ أَحَدُكُمْ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ ، لِيُنْعِلَهُمَا جَمِيعًا ، أَوْ لِيُخَفِّهُمَا جَمِيعًا .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایک جوتے میں نہ چلے ، یا تو دونوں جوتے پہنے یا دونوں اتار دے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت کراہت تنزیہی کی ہے اسی حکم میں کرتہ اچکن وغیرہ کا پہننا ہے کہ کرتے اچکن کی ایک آستین پہن لینا دوسری یوں ہی لٹکتی رکھنا ممنوع ہے۔ یہاں مرقاة میں اس حکم کی بہت سی حکمتیں بیان فرمائیں: ایک یہ ہے کہ یہ طریقہ شیطان کا ہے کہ وہ ایک جوتہ پہن کر چلتا ہے، نیز اس طرح چلنا کچھ دشوار بھی ہوتا ہے خصوصاً جب کہ جوتی کچھ اونچی ہو اور جگہ ناہموار ہو، نیز یہ طریقہ شرفاء کا نہیں اور یہ کم عقلی کی علامت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت میں جو آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے ایک جوتا شریف میں چلتے دیکھا وہ یا تو اس حکم سے منسوخ ہے یا وہ عمل شریف گھر کے اندر کا ہے اور یہ حکم شریف یا باہر سڑک کا یا وہ حکم بیان جواز سے لیے ہے اور یہ حکم بیان استحباب کے لیے یا وہ اتفاقاً نادر تھا، یہ ممانعت ہمیشگی اور عادت ڈال لینے سے ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ اس کی پوری تحقیق کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۲۵۵)

❖ عَنْ جَابِرٍ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَهَّى أَنْ يَأْكُلَ ، يَغْنَى الرَّجُلُ ، بِشِمَالِهِ ، أَوْ يَمْشِيَ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ .

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی پاک ﷺ نے بائیں ہاتھ سے کھانا کھانے اور ایک جوتے میں چنے سے منع فرمایا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرن میں فرماتے ہیں کہ عربی میں خف چڑے کے موزے کو کہتے ہیں جس پر مسح ہو سکے اور جو راب سوتی اونی ریشمی موزے کو کہا جاتا ہے جو قہل مسح نہیں۔ اہل عرب کبھی چڑے کے موزے کو جوتے کی طرح استعمال کرتے ہیں، صرف ایک موزہ پہننا کہ دوسرا پاؤں کھلا رہے ممنوع ہے خواہ موزہ چڑے کا ہو یا سوتی اونی۔

کیونکہ داہنا ہاتھ افضل ہے اور کھانا اعلیٰ کام ہے تو اعلیٰ کام افضل ہاتھ سے کرنا بہتر ہے۔ عرب میں مالدار سردار لوگ اظہار فخر کے لیے بائیں ہاتھ سے کھاتے تھے اور غرباء مساکین داہنے ہاتھ سے۔ اسلام نے سب کے لیے داہنا ہاتھ معین فرمایا کہ اس سے کھایا پیاجاوے۔ (مراۃ النجیح، ج ۶، ص ۲۵۶)

❖ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : إِذَا انْتَعَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمِينِ ، وَإِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ ، فَلْتُكُنِ الْيَمِينُ أَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَآخِرُهُمَا تُنْزَعُ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی پاک ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی جوتا پہنے تو پہلے دایاں پہنے اور جب اتارے تو پہلے بائیں اتارے، پس دایاں، پہنے میں اول اور اتارنے میں آخر ہونا چاہیے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ حکم استحبابی ہے۔ اس کے متعلق قاعدہ یہ ہے کہ اچھا و اعلیٰ کام داہنی طرف سے شروع کیا جاوے اور ادنیٰ اور گھٹیا کام بائیں طرف سے، مسجد میں داخل ہوتو داہنا پاؤں پہلے داخل کرے بائیں پاؤں پیچھے، جب نکلے تو اس کے برعکس کرے کہ بائیں پاؤں پہلے نکالے داہنا پاؤں پیچھے اور پاخانہ جاتے وقت بائیں پاؤں پاخانہ میں داخل کرے بعد میں داہنا نگر وہاں سے نکلتے وقت اس کے برعکس۔ جوتے پہننا اعلیٰ

کام ہے اور اتارنا ادنیٰ کام لہذا یہ حکم دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دونوں جوتے یکدم اتارنا پہننا بھی سنت کے خلاف ہے، اولاً داہنے پاؤں میں پہنے پھر بائیں میں۔ اسلام میں داہنا حصہ بائیں سے افضل ہے اس لیے یہ حکم دیا گیا حتیٰ کہ وضو میں داہنے ہاتھ پاؤں پہلے دھو لیے جائیں بائیں بعد میں یہ ترتیب بہت جگہ ہے۔

(مرآۃ الناج، ج ۶، ص ۲۵۴)

❖ عَنْ عَائِشَةَ . قَالَتْ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيْمَنَ مَا اسْتَطَاعَ فِي تَرْجُلِهِ . وَتَنَعُلِهِ (سے ابتدا) کو پسند فرماتے تھے۔ وَظُهُورِهِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی کرنے جوتا پہننے اور وضو کرنے میں حتیٰ الامکان دائیں (سے ابتدا) کو پسند فرماتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ تین چیزیں بطور مثال ارشاد فرمائی گئیں ورنہ سرمہ لگانا، ناخن و بغل کے بال لینا، حجامت اور مونچھیں کٹوانا، مسجد میں آنا اور مسواک کرنا وغیرہ سب میں سنت یہ ہے کہ داہنے ہاتھ یا داہنی جانب سے ابتداء کرے کیونکہ نیکیاں لکھنے والا فرشتہ داہنی طرف رہتا ہے اس کی وجہ سے یہ سمت افضل ہے حتیٰ کہ داہنا پڑوسی بائیں پڑوسی سے زیادہ مستحق سلوک ہے۔ (اشعۃ اللمعات) علماء فرماتے ہیں کہ دوسری مسجدوں میں صف کا داہنا حصہ بائیں سے افضل مگر مسجد نبوی میں بایاں حصہ داہنے سے افضل کیونکہ وہ روضہ مطہرہ سے قریب ہے۔ روضہ مطہرہ دل ہے اور دل بائیں طرف ہے جس پر زندگی کا دار و مدار ہے ان کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔ صوفیائے کرام کے اقوال بے دلیل نہیں ہوتے کیونکہ جب نیکیاں لکھنے والے فرشتے کی وجہ سے داہنا حصہ بائیں سے افضل ہوا تو وہاں قرب مصطفویٰ کی وجہ سے بائیں سمت افضل ہوگی۔ چنانچہ سرکار فرماتے ہیں کہ

نماز میں داہنی جانب نہ تھو کو نہ جوتا رکھو کیونکہ ادھر رحمت کا فرشتہ ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۱، ص ۳۸۱)

❖ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ لِنَعْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَالَانِ وَأَبْيَ بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَأَوَّلُ مَنْ عَقَدَ عَقْدًا وَاحِدًا عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نعلین مبارک میں دو تسمے تھے اور ایک تسمہ لگانے والے پہلے شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

شرح حدیث: جوتا پہننے کی سنتیں اور آداب

نعلین پہننا سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ جوتے پہننے سے کنکر، کانٹے وغیرہ چھپنے سے پاؤں کی حفاظت رہتی ہے۔ نیز موسم سرما میں سردی سے بھی پاؤں محفوظ رہتے ہیں اور گرمیوں میں دھوپ میں چلنے کے لئے جوتے نہایت ہی کارآمد ہیں۔ جوتا پہننے کی چند سنتیں اور آداب ملاحظہ ہوں:

(۱) کسی بھی رنگ کا جوتا پہننا اگرچہ جائز ہے لیکن پیلے رنگ کے جوتے پہننا بہتر ہے کہ مولا مشکل کشا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو پیسے جوتے پہنے گا اس کی فکر میں کمی ہوگی۔ (کشف الخفاء، الحدیث ۲۵۹۵، ج ۲، ص ۲۴۶)

(۲) پہلے سیدھا جوتا پہنیں پھر الٹا اور اتارتے وقت پہلے الٹا جوتا اتاریں پھر سیدھا۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے پیارے محبوب، دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (کوئی شخص) جب جوتا پہنے تو پہلے داہنے پاؤں میں پہنے اور جب اتارے تو پہلے بائیں پاؤں کا اتارے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب اللباس، باب لبس اللعول وغل، الحدیث ۳۶۱۶، ج ۴، ص ۱۶۶)

(۳) جب بیٹھیں تو جوتے اتار لیتا سنت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ بیٹھے تو سنت ہے کہ اپنے جوتے اتار لے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی اللعول، الحدیث ۴۱۳۸، ج ۴، ص ۹۵)

12- بَابُ مَا جَاءَ فِي ذِكْرِ خَاتِمِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

انگٹھی مبارک

❖ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
كَانَ خَاتِمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگٹھی
وَسَلَّمَ مِنْ وَرْقٍ، وَكَانَ فَضُهُ چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ حبش کا تھا۔
حَبَشِيًّا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان عید رحمتہ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہاں مرقات میں ہے کہ اس انگٹھی کا نگینہ عقیق کا تھا جس کا رنگ مکمل سیاہی تھا یعنی سرخ مائل بہ سیاہی، یہ عقیق تو یمنی تھا مگر اس کو بنایا گیا تھا حبشہ میں اس لیے اسے حبشی کہا گیا۔ پیداوار یمنی صنعت حبشی عقیق کا نگینہ بہت مبارک ہے، حدیث شریف میں ہے تختہ بالعقیق فانہ مبارک چاندی کی انگٹھی عقیق سیاہ کا نگینہ بہت اعلیٰ ہے۔ (مرقات) بعض روایات میں ہے کہ پہلے یاقوت کی انگٹھی طاعون سے محفوظ رکھتی ہے، بعض میں ہے کہ عقیق کی انگٹھی فقیری دور کرتی ہے، یہ احادیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہیں لہذا اقویٰ ہیں۔ (مرآۃ السانج، ج ۶، ص ۲۳۳)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے
عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بَشِيرٍ، عَنْ نَافِعٍ ہیں بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی

عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَذَ خَاتَمًا مِنْ
فِضَّةٍ ، فَكَانَ يَخْتِمُ بِهِ وَلَا
يَلْبَسُهُ.

کی ایک انگوٹھی بنوائی۔ آپ اس سے ہم
لگاتے تھے اور پہنتے نہیں تھے۔

شرح حدیث: خواب میں انگوٹھی علم کی نشانی

حضرت سیدنا امام ذراؤری علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: میں نے خواب
میں اپنے آپ کو مسجد نبوی میں یوں حاضر پایا کہ میں نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرفراز،
دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جلوہ نور بار سے ضیا بار
ہو رہا ہوں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے سامنے بیان فرما رہے
ہیں۔ اسی دوران حضرت سیدنا امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت
ہوئے۔ جب نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھا تو ارشاد فرمایا: ادھر
میرے پاس آؤ۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریب ہوئے تو سرکارِ دو عالم، نور مجسم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگلی سے انگوٹھی اتاری اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
چھنگلیاں پہنا دی۔ میرے خیال میں اس سے مراد علم ہے جو حضور نبی پاک صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں عطا فرمایا۔ علم کے سبب علمائے کرام رَجَمُہُمُ اللہُ السَّلام
آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی کرتے۔ امراء آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے سے
روشنی پاتے۔ عام لوگ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان دل و جان سے تسلیم کرتے۔
آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکم بغیر دلیل کے نافذ ہوتا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی
سوال کا جواب ارشاد فرمادیتے تو اس میں مزید مشورے کی ضرورت نہ رہتی۔

(سیر اعلام النبلاء، الرقم، ۱۸۸، مالک الامام، ج ۷، ص ۴۰۲، تحفیر۔ حلیۃ الاولیاء، مالک بن انس،

❖ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ:

كَانَ خَاتَمُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنْ فِضَّةٍ، فَضَّضَهُ

مِنْهُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی اور اس کا

نگینہ (دونوں) چاندی کے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھیاں مختلف رہی ہیں۔ کبھی ایسی انگوٹھی

پہنی ہے جس کا نگینہ حبشی پتھر کا تھا اور کبھی ایسی کہ اس کا نگینہ بھی چاندی ہی کا تھا یہاں

اس دوسری قسم کی انگوٹھی کا ذکر ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ انگوٹھی خالص چاندی کی تھی، بعض

لوگوں نے کہا ہے کہ انگوٹھی لوہے کی تھی اس پر چاندی کا خول تھا اس کا ثبوت نہیں

ملا۔ یہ روایت مرقات نے مکحول اور ابراہیم نخعی سے کی اور کہیں نہیں ملتی۔ واللہ اعلم! حق

یہ ہے کہ لوہے کی انگوٹھی کبھی نہیں پہنی۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۲۳۲)

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ،

قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ،

قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ،

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: لَمَّا

أَرَادَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ أَنْ يَكْتُبَ إِلَى الْعَجَمِ

قِيلَ لَهُ: إِنَّ الْعَجَمَ لَا يَقْبَلُونَ

إِلَّا كِتَابًا عَلَيْهِ خَاتَمٌ، فَاصْطَنَعَ

خَاتَمًا، فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِهِ فِي

كَفِّهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

عجمی بادشاہوں کی طرف خطوط لکھنے کا ارادہ

فرمایا تو بتایا گیا کہ عجمی لوگ صرف اسی خط

کو قبول کرتے ہیں جس پر مہر لگی ہو، آپ

نے ایک انگوٹھی بنوائی گویا کہ میں (راوی)

آپ کی ہتھیلی مبارک میں اس کی سفید

(اب بھی دیکھ رہا ہوں۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے شاہ روم قیصر اور شاہ فارس کسریٰ وغیرہم کو دعوت نامہ لکھنے کا ارادہ فرمایا کہ انہیں دعوت اسلام دیں تو واقف کار صیہ کرام نے عرض کیا یہ بادشاہ بغیر مہر والے خط کو نہیں پڑھا کرتے تب حضور انور نے چاندی کی انگٹھی بنوائی جس میں نقش کروایا محمد رسول اللہ یوں کہ پہلے محمد پھر اس کے وپر رسول پھر اس کے اوپر اللہ اور ان سلاطین کو فرامین لکھے جیسا کہ ابھی احادیث میں آرہا ہے۔ مہر والی انگٹھی بادشاہ، قاضی اور مفتی کے لیے سنت ہے۔ (ازرقات) (مراۃ المناجیح، ج ۵، ص ۸۲۰)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى،
قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي،
عَنْ ثُمَامَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ،
قَالَ: كَانَ نَقْشُ خَاتَمِ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُحَمَّدٌ
سَطْرٌ، وَرَسُولٌ سَطْرٌ، وَاللَّهُ
سَطْرٌ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگٹھی کا نقش یہ تھا، ایک سطر محمد ایک سطر رسول اور ایک سطر اللہ۔

❖ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ
الْجَنْدَبِيُّ أَبُو عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنَا
نُوحُ بْنُ قَيْسٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ
قَيْسٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ
مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ، قیصر اور نجاشی کی طرف خط لکھا۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ وہ (عجمی بادشاہ) مہر کے بغیر خط قبول نہیں کرتے تو آپ نے ایک

وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى كِسْرَى وَقَيْصَرَ
وَالنَّجَاشِيِّ. فَقِيلَ لَهُ: إِنَّهُمْ لَا
يَقْبَلُونَ كِتَابَهَا، إِلَّا بِخَاتَمٍ،
فَصَاغَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ خَاتَمًا خَلَقْتُهُ فِضَّةً،
وَنُقِشَ فِيهِ: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ دعوت اسلام دینے کے لیے فرمان عالیہ، کسریٰ لقب تھا شاہ فارس کا
اور قیصر لقب تھا شاہ روم کا اور نجاشی شاہ حبشہ کا، وہ نجاشی جو پہلے ہی اسلام لا چکا تھا اس کا
نام اصمہ تھا، یہ ۶ھ میں اسلام لائے اور ۹ھ میں ان کی وفات ہوئی، حضور انور
نے مدینہ منورہ میں ان کا جنازہ پڑھا ان کے بعد جو نجاشی تخت پر بیٹھا اسے حضور انور
نے دعوت اسلام دی اس کا نام اس کا اسلام لانا معلوم نہ ہو سکا۔ اصمہ نجاشی کو تو حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حبیبہ کے ساتھ اپنے نکاح کی قبولیت کا فرمان لکھا تھا انہیں
دعوت اسلام نہ دی گئی تھی۔ (مرقات)

یعنی ان بادشاہوں کا قانون یہ ہے کہ جس خط پر بھیجنے والے کے نام کی مہر نہ ہو
اسے نہ قبول کرتے ہیں نہ سنتے ہیں وہ لوگ دنیاوی وجاہت والوں کے خطوط ہی پڑھتے
سنتے ہیں عوام کے نہیں اور ان کے ہاں وجاہت کی علامت مہر ہے۔

ان علامات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس انگوٹھی شریف کا صرف حلقہ چاندی کا تھا
نمینہ کسی اور چیز کا تھا مگر حضور نے ایسی انگوٹھی بھی پہنی ہے جس کا حلقہ بھی چاندی کا تھا۔
اس انگوٹھی کا نمینہ حبشی پتھر کا تھا جس پر صرف یہی عبارت لکھی تھی اس سے زیادہ
عبارت نہ تھی۔ جن روایات میں ہے کہ حضور کی انگوٹھی کا نقش پورا کلمہ طیبہ تھا وہ ضعیف۔

ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۲۳۱)

❖ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ . أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ نَزَعَ خَاتَمَهُ .
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو انگوٹھی اتار لیتے۔

شرح حدیث: میرے قاضی علی حضرت، امام اہلسنت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ مخزجہ جلد ۳ صفحہ ۵۸۲ پر فرماتے ہیں: کیونکہ امام ابو داؤد اور ترمذی رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں جاتے وقت انگوٹھی اتار لیتے کیونکہ اس میں محمد رسول اللہ کا منقش تھا اہ میں کہتا ہوں بلکہ اسے چاروں محدثین (امام ترمذی، امام ابو داؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ رحمہم اللہ) ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کی بعض سندیں صحیح ہیں۔ پھر امام طحاوی نے فرمایا: طبعی نے کہا ہے کہ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ استنجا کرنے والا اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم گرامی نیز قرآن پاک کو الگ کر دے اہ اور ابہری نے کہا اسی طرح باقی تمام رسولوں کے نام الگ کر دے۔ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ قضائے حاجت کا ارادہ کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ ہر وہ چیز الگ کر دے جس میں کوئی قابل تعظیم بات مثلاً اللہ تعالیٰ، کسی نبی یا فرشتے کا نام ہو اگر اس کے خلاف کرے گا تو ترک تعظیم کی وجہ سے مکروہ ہوگا اہ یہی بات ہمارے مذہب کے موافق ہے جیسا کہ شرح مشکوٰۃ میں ہے۔

(حاشیہ الطحاوی مع مراقب الغداح فصل فی الاستنجاء مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب خانہ کراچی ص ۳۰) (حاشیہ الطحاوی مع مراقب الغداح فصل فی الاستنجاء مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب خانہ کراچی)

ص ۳۰) (فتاویٰ رضویہ، جلد ۴ ص ۵۸۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ
 قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُنِيرٍ، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے
 قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی جو آپ کے
 عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: دست مبارک میں رہی، پھر (بالترتیب)
 اتَّخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت فاروق اعظم
 وَسَلَّمَ، خَاتَمًا مِنْ وَرَقٍ، فَكَانَ فِي اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے
 يَدِهِ ثُمَّ كَانَ فِي يَدِ أَبِي بَكْرٍ، وَيَدِ ہاتھوں میں رہی اور بعد ازاں اریس کے
 عُمَرَ، ثُمَّ كَانَ فِي يَدِ عُثْمَانَ، حَتَّى کنوئیں میں گر گئی۔ اس کا نقش محمد رسول
 وَقَعَ فِي يَدِ أَبِي رَيْسٍ، نَقْشُهُ: مُحَمَّدٌ اللہ تھا۔
 رَسُولُ اللَّهِ.

شرح حدیث: مرد کو چاندی کا چھلا پہنا کیسا؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مردوں کو چاندی کا چھلا ہاتھ یا پاؤں میں پہننا کیسا ہے؟ (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤں۔)

الجواب: حرام ہے، فقد قال صلى الله تعالى عليه وسلم في الذهب والنضة انهما محرمان على ذكور امتہ اقلت ولا يجوز القياس على خاتم الفضة لانه لا يختص بالنساء بخلاف مانح فيه فينهي عنه الاترى الى ما في رد المحتار عن شرح النقاية انما يجوز التختيم بالفضة لو على هيئة خاتم الرجال اما لوله فسان او اكثر حرم ۲۔ انتهى ولان الخاتم يكون للترتين وللختم اما هذا فلاشب في الترتين وقد قال في الدر المختار لا يتحل الرجل

بفضة الابخاتم اذا لم يرد به التزین ۳۔ اھ ملخصاً۔ وفي الكفاية
قوله الا بالخاتم هذا اذا لم يرد به التزین ۴۔ اھ انتهى، والله
تعالی اعلم

(۱۔ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار کتاب المحظر والاباحۃ دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۷۲) (۲۔
رد المختار کتاب المحظر والاباحۃ فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۳۱) (۳۔ رد المحتار
کتاب المحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتہائی دہلی ۲/ ۲۴۰) (۴۔ الکفاۃ مع فتح القدیر کتاب
الکرہیۃ مکتبہ نوویہ رضویہ سکر ۸/ ۳۵۷)

سونے چاندی کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: یہ
دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں میں کہتا ہوں اس کو چاندی کی
انگوٹھی پر قیاس کرنا جائز نہیں (کہ یہ جائز ہے تو وہ بھی جائز ہونا چاہئے)
کیونکہ چاندی کی انگوٹھی عورتوں کے ساتھ مختص نہیں بخلاف اس کے جس کی
ہم بحث کر رہے ہیں (یعنی چاندی کا چھلا) کہ اس سے مردوں کو منع کیا جا
ئے گا کیا تم اس کی طرف نہیں دیکھتے جو فتاویٰ شامی میں شرح نقایہ کے
حوالے سے آیا ہے کہ چاندی کی انگوٹھی پہننا اگر مردانہ ہیئت کے مطابق ہو
تو جائز ہے لیکن اگر اس کے دو یا تین گینے ہو تو حرام ہے اور اس لئے کہ
انگوٹھی زیب وزینت اور مہر کے لئے ہوا کرتی ہے لیکن چھلے میں زیب
وزینت کے علاوہ کوئی مقصد باقی نہیں رہتا حالانکہ در مختار میں فرمایا کہ مرد
سوائے انگوٹھی کے چاندی کا کوئی زیور نہ پہنے اور اس سے بھی زیب
وزینت مراد نہ ہو، تلخیص پوری ہوگئی، کفایہ میں ہے کہ مصنف کا یہ کہنا ال
بالخاتم اس استتہاد کا جواز اس وقت ہے جبکہ انگوٹھی پہننے سے زیب وزینت
کا ارادہ نہ ہو، عبارت پوری ہوگئی اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا عالم ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۲ ص ۱۳۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

13- بَابُ مَا جَاءَ فِي تَخْتُمُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا

❖ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ: أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
يَلْبَسُ خَاتَمَهُ فِي يَمِينِهِ۔
حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ
عنه فرماتے ہیں بے شک رسول اللہ
ﷺ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

شرح حدیث: انگوٹھی کون سے ہاتھ میں پہننے؟

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فقہاء کا اجماع ہے کہ (انگوٹھی) سیدھے ہاتھ
میں پہننا جائز ہے اور بائیں ہاتھ میں بھی پہننا جائز ہے۔ نیز کسی ایک ہاتھ میں پہننا بھی
مردہ نہیں ہے۔ البتہ انگوٹھی پہننے میں کونسا ہاتھ افضل ہے؟ اس بارے میں فقہاء کا
تکلف ہے کیونکہ سلف صالحین کی ایک بڑی تعداد سیدھے ہاتھ میں پہنتی تھی اور ایک
بڑی تعداد بائیں ہاتھ میں پہنتی تھی؛ لہذا اس سلسلے میں دونوں کی گنجائش ہے۔

(شرح مسلم: جلد ۷: ۳۱/۹۵)

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ،
حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ
حَمَادِ بْنِ سَلَمَةَ، قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ
أَبِي رَافِعٍ يَتَخْتَمُ فِي يَمِينِهِ وَقَالَ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ: كَانَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَتَخْتَمُ فِي يَمِينِهِ۔
حضرت حماد بن سلمہ رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں میں نے ابورافع کو دائیں ہاتھ
میں انگوٹھی پہنے ہوئے دیکھا تو اس کی وجہ
پوچھی، انھوں نے فرمایا میں نے عبد اللہ
بن جعفر کو دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنے
ہوئے دیکھا اور حضرت عبد اللہ بن جعفر
نے فرمایا نبی پاک ﷺ دائیں ہاتھ میں
انگوٹھی پہنتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرٹ میں فرماتے ہیں کہ یعنی کبھی اپنے دائیں ہاتھ میں بھی پہنتے تھے بیان جواز کے لیے۔

(مرآۃ السانج، ج ۶، ص ۳۶)

❖ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَعَّمُ فِي يَمِينِهِ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک نبی کریم ﷺ دائیں ہاتھ میں انگلی پہنتے تھے۔

❖ حَدَّثَنَا أَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَيْمُونٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَعَّمُ فِي يَمِينِهِ.

حضرت ابوالصلت بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ دائیں ہاتھ میں انگلی پہنتے تھے اور میرا یہی خیال ہے کہ انہوں (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما) نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ دائیں ہاتھ میں انگلی پہنتے تھے۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ، وَجَعَلَ فِضَّةً مِثْلَ يَدِي كَفَّهُ، وَنَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، وَنَهَى أَنْ يَنْقُشَ أَحَدٌ عَلَيْهِ وَهُوَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی انگلی بنوائی۔ آپ اس کا گیند ہتھیلی کی طرف رکھتے تھے اور اس میں محمد رسول اللہ کندہ تھا اور آپ نے دوسروں کو یہ نقش کھدوانے سے منع فرمایا اور یہی انگلی تھی جو معقیب (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خادم) کے ہاتھ سے اسی

الَّذِي سَقَطَ مِنْ مُعَيَّقِيْبٍ فِي بِلْدٍ
أَرِيْسٍ -

شرح حدیث: بیدار ہیں

یہ کنواں مسجد قبا سے متصل پتھم کی جانب ہے اس کو بیڑ خاتم بھی کہا جاتا ہے اس لئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے مہربوت کی انگلی اس کنوئیں میں گر گئی اور بڑی تلاش و جستجو کے باوجود نہیں ملی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کنوئیں کا پانی پیا اور اس سے وضو فرمایا اور اس میں اپنا لعاب دہن بھی ڈالا تھا۔

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ

حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ

جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ :

كَانَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ يَتَخْتَمَانِ فِي

يَسَارِهِمَا .

❖ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ : أَنَّهُ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ

يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ .

شرح حدیث: دائیں ہاتھ میں انگلی پھینا کیسا؟

در مختار میں ہے:

يَجْعَلُهُ لِبَطْنِ كَفِّهِ فِي يَدِهِ الْيُسْرَى ، وَقِيلَ الْيَمْنَى إِلَّا أَنَّهُ مِنْ

شُعَارِ الرِّوَافِضِ فَيَجِبُ التَّحَرُّزُ عَنْهُ ، قَهْشَتَانِ وَغَيْرُهُ ، قُلْتُ وَلَعَلَّهُ

كَانَ وَبَانَ فَتَبَصَّرَ -

(مرد) انگوٹھی بائیں ہاتھ میں ہتھیلی کی طرف کرے، اور کہا گیا دائیں ہاتھ میں پہنے، مگر یہ رافضیوں کا شعار ہے، تو اس سے بچنا ضروری ہے، (قہستانی وغیرہ) میں نے کہا یہ کسی زمانے میں رہا ہوگا پھر ختم ہو گیا، تو اس پر غور کر لو۔

رد المحتار میں ہے:

ای کان ذلک من شعار ہم فی الزمن السابق ثم انفصل وانقطع فی هذه الازمان فلا ینھی عنه کیفما کان۔

(رد المحتار کتاب الحظر والاہام مطبوعہ الحج ایم سعید کمپنی کراچی، ۶، ۱۳۱۱)

یعنی وہ گزشتہ زمانے میں ان کا شعار تھا پھر ان زمانوں میں نہ رہا اور ختم ہو گیا تو اب اس سے ممانعت نہ ہوگی، جیسے بھی ہو۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۸ ص ۱۴۳ ارضافاؤنڈیشن، لاہور)

❖ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ : أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَسَارِهِ وَهُوَ حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ أَيْضًا.

❖ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ : اتَّخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ، فَكَانَ يَلْبَسُهُ فِي يَمِينِهِ، فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُ مِنْ ذَهَبٍ فَطَرَحَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ : لَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بلاشبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی، آپ اسے دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے (آپ کو دیکھ کر) لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوائیں پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اتار دیا۔

اَلْبَسُّ اَبَدًا فَطَرَحَ النَّاسُ فرمایا کہ اب میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا
چنانچہ اور لوگوں نے بھی اپنی انگلیاں اتار
دیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ اس وقت ہوا تھا جب کہ سونا پہننا مرد کو حرام نہ تھا حرام
ہو جانے پر یہ عمل ممنوع ہو گیا۔ خیال رہے کہ عورتوں کو چاندی سونے کی انگلی جائز
ہے، مردوں کو ساڑھے چار ماشہ سے کم چاندی کی انگلی جائز ہے جس میں نگینہ صرف
ایک ہو۔ تانبہ پیتل، لوہا وغیرہ کی انگلی چھلا مرد و عورت دونوں کو حرام ہے۔ اس کی
پوری بحث کتب فقہ میں ملاحظہ کرو۔

یہ حکم منسوخ ہے حضور کا آخری عمل یہ ہے کہ حضور نے بائیں ہاتھ میں انگلی پھینی
ہے اب یہ ہی سنت ہے اگرچہ سیدھے ہاتھ میں پہننا بھی جائز ہے۔
کیونکہ سونا پہننا مردوں کے لیے اب حرام ہو گیا۔

اس طرح کہ محمد ایک سطر، رسول دوسری سطر، اللہ تیسری سطر سب سے اوپر۔ اس
طرح محمد رسول اللہ، یہ انگلی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ شریف تک خلفاء کی
انگلیوں میں رہی، حضرت عثمان کے ہاتھ سے بیرازیس میں گر گئی جسے بیر خاتم بھی کہتے
ہیں، مسجد قبا کے سامنے ہے۔

یعنی آپ لوگ ایسی انگلی بنا کر پہن سکتے ہو مگر نگینہ میں یہ نقش نہیں کھود سکتے
کیونکہ بادشاہوں کے فرمان نامے اور احکام نبوی اس مہر سے مزین کر کے بھیجے جاتے
ہیں۔ اگر دوسروں کی انگلی پر بھی یہ نقش ہو تو بڑے فساد پھیلیں گے۔ مفتی صاحبان آج
بھی اپنی مہر والی انگلی بڑی احتیاط سے رکھتے ہیں کہ اور کوئی شخص ان کے نام کی مہر
سے غلط فتویٰ یا فیصلہ صادر نہ کر دے، حکومت کی مہر بڑی محفوظ رکھی جاتی ہیں ان

سب کی اصل یہ ہی حدیث ہے۔ یہ ممانعت اس زمانہ میں تھی اب اگر کوئی یہ نقش اپنی انگلی میں کندہ کرے اور تبرک کے لیے اپنے پاس رکھے تو بالکل جائز ہے کہ وجہ ممانعت اب باقی نہیں۔

اس بات کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ انگلی نہ پہنتے تھے جب پہنتے تو نگینہ پتیلی سے متصل رکھتے۔ دوسرے یہ کہ پہنتے تو ہمیشہ تھے مگر بعض اوقات استنجاء وغیرہ کے وقت اتار دیتے تھے پھر جب پہنتے تو اس طرح پہنتے۔ خیال رہے کہ اس طرح پہننے سے معلوم ہوا کہ حضور زینت کے لیے نہیں بلکہ ضرورت کے لیے پہنتے ورنہ زینت کی چیز تو نگینہ ہے وہ ہی چھپایا جاتا تھا۔ اس وجہ سے علماء فرماتے ہیں کہ سوا بادشاہوں، قاضیوں، مفتیوں کے اور لوگ انگلی نہ پہنیں تو اچھا ہے کہ انگلی کی ضرورت ان ہی لوگوں کو رہتی ہے دوسروں کو ضرورت نہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۲۲۸)

تشریحی امور میں اختیارات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

صحیحین میں براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

نہانا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن خاتم الذهب۔

(صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم استعمال اثناء الذهب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲)

(۱۸۸/ صحیح البخاری کتاب اللباس باب خواتم الذهب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۱)

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سونے کی انگلی پہننے سے منع فرمایا۔

بایں ہمہ خود براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ انگشتی طلائی (سونے کی) پہنتے۔ ابن ابی

شیبہ نے بسند صحیح ابوالفتح اسفرائینی سے روایت کی:

قال رأیت علی البراء خاتما من ذهب۔ وروی نحوه البغوی فی

الجعدیات عن شعبة عن ابی اسحق -

(المصنف: ابن ابی شیمہ کتاب اللباس الخ نمبر ۶۲ حدیث ۲۵۱۳۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۱۹۵)

فرمایا: میں نے براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھا۔
(ایسے ہی بغوی نے جعدیات میں شعبہ سے انہوں نے ابی اسحق سے روایت کیا۔ ت)

امام احمد سند میں فرماتے ہیں:

حدثنا ابو عبد الرحمن ثنا ابو رجاء ثنا محمد بن مالك قال رأيت
على البراء خاتماً من ذهب وكان الناس يقولون له لم تختتم
بالذهب وقد نهى عنه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وبين
يديه غنيمة يقسمها سبي وخزئ قال فقسمها حتى بقي هذا الخاتم
فرفع طرفه فنظر الى اصحابه ثم خفض ثم رفع طرفه، ثم خفض ثم
طرفه، فنظر اليهم قال اى براء فجئته حتى قعدت بين يديه فاخذ
الخاتم فقبض على كرسوعى ثم قال خذ البس ماكساك الله
ورسوله -

(مسند احمد بن حنبل حدیث البراء بن مازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۹۳)

یعنی محمد بن مالک نے کہا میں نے براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونے کی انگوٹھی
پہنے دیکھا لوگ ان سے کہتے تھے آپ سونے کی انگوٹھی کیوں پہنتے ہیں
حالانکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی ہے۔ براء
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
خدمت اقدس میں حاضر تھے حضور کے سامنے اموال غنیمت غلام و متاع
حاضر تھے حضور تقسیم فرما رہے تھے سب اونٹ بانٹ چکے یہ انگوٹھی باقی رہ

گئی حضور نے نظر مبارک اٹھا کر اپنے اصحاب کرام کو دیکھا پھر نگاہ نیچی کر لی پھر نظر اٹھا کر ملاحظہ فرمایا پھر نگاہ نیچی کر لی پھر نظر اٹھا کر دیکھا اور مجھے بلایا اے براء! میں حاضر ہو کر حضور کے سامنے بیٹھ گیا سید اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انگلی لے کر میری کلائی تھامی، پھر فرمایا پہن لے جو کچھ تجھے اللہ و رسول پہناتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے: تم لوگ کیونکر مجھے کہتے ہو کہ میں وہ چیز اتار ڈالوں جسے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لے پہن لے جو کچھ اللہ و رسول نے پہنایا، جل جلالہ، و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۳۰ ص ۵۳۶-۵۳۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

14- بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ سَيْفِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تلوار مبارک

❖ عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ ، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے
قَالَ: كَانَتْ قَبِيْعَةُ سَيْفِ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا قبضہ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ چاندی کا بنا ہوا تھا۔
وَسَلَّمَ مِنْ فِضَّةٍ۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ قبیعہ بروزن سیکہ تلوار کے قبضہ کا کنارہ جو پکڑتے وقت مٹھی سے باہر رہتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تلوار کے دستے وغیرہ کو چاندی سے آراستہ کرنا جائز ہے، بعض علماء نے اس حدیث کے بناء پر فرمایا کہ گھوڑے کی کاٹھی اور زین کو چاندی سے آراستہ کر سکتے ہیں، بعض علماء نے اس کا انکار فرمایا، وہ فرماتے ہیں کہ

تلوار اور چیز ہے کاٹھی دوسری چیز، کاٹھی میں چاندی استعمال کرنا جانور کو آراستہ کرنا ہے۔ (مرقات) (مرآۃ النجیح، ج ۵، ص ۷۷۸)

❖ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ،
قَالَ: كَانَتْ قَبِيْعَةُ سَيْفِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مِنْ فِضَّةٍ.

حضرت سعید بن ابی الحسن رضی اللہ
عنه فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی
تلوار کا قبضہ چاندی کا تھا۔

❖ حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ
صُدْرَانَ الْبَصْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا
ظَالِبُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ هُوْدٍ وَهُوَ
ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ جَدِّهِ،
قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ
وَعَلَى سَيْفِهِ ذَهَبٌ، وَفِضَّةٌ، قَالَ
ظَالِبٌ: فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْفِضَّةِ،
فَقَالَ: كَانَتْ قَبِيْعَةُ السَّيْفِ
فِضَّةً.

حضرت عبد اللہ بن سعید کے لڑکے
حضرت ہود اپنے دادا حضرت سعید رضی
اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں
نے فرمایا کہ نبی پاک ﷺ فتح مکہ کے
دن جب شہر میں داخل ہوئے تو آپ کی
تلوار پر سونا اور چاندی چڑھے ہوئے
تھے، ظالب (راوی) کہتے ہیں کہ میں
نے (ہود سے) چاندی کے بارے میں
پوچھا تو انہوں نے کہا کہ تلوار کا قبضہ
چاندی کا تھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ ہودھ کے پیش واؤ کے سکون سے ہے حضرت ہود نبی کے نام پر نام
ہے، بعض نسخوں میں ہودہ ذال کے ساتھ ہے یہ صحیح نہیں مزیدہ بروزن مسعدہ حضرت
ہود کے نانا ہیں صحابی ہیں اور ہود تابعی ہیں بعض نے مزیدہ بروزان سبعیہ کہا۔ (مرقات)
یعنی جب حضور انور فتح مکہ کے دن مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو آپ کی تلوار میں

سونے چاندی کا زیور تھا۔ اسی حدیث کی بنیاد پر بعض لوگوں نے تلوار میں سونے کا زیور بھی جائز فرمایا مگر یہ درست نہیں اور یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ تلوار میں سونے کا استعمال حرام ہے۔ (اشعورقات)

استیعاب میں فرمایا کہ یہ حدیث مزیدہ کی اسناد قوی نہیں بہر حال اس سے استدلال درست نہیں۔ (مراۃ النجیح، ج ۵، ص ۷۷۹)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شِهَابٍ
البغدادی حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ
الحدادی عَنْ عِثْمَانَ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ
ابْنِ سِيرِينَ قَالَ: صَنَعَتْ سَيْفِي
عَلَى سَيْفِ سَمُرَةَ بْنِ جَنْدَبٍ:
وَزَعَمَ سَمُرَةُ أَنَّهُ صَنَعَ سَيْفَهُ
عَلَى سَيْفِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ حَنِيفِيًّا.

حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی تلوار سرہ بن
جندب کی تلوار کی طرح بنوائی اور سرہ نے
کہا کہ میں نے اپنی تلوار رسول
اللہ ﷺ کی طرز پر بنوائی ہے اور وہ تلوار
بنو حنیف قبیلہ (کی تلواروں) کی ساخت
پر تھی۔

شرح حدیث: البتار

یہ تلوار سرکارِ دو عالم نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینے کے یہودی قبیلے (بنو قینقار) سے مالِ غنیمت کے طور پر حاصل ہوئی۔ اس تلوار کو (سیف الانبیاء) نبیوں کی تلوار بھی کہا جاتا ہے۔ اس تلوار پر حضرت داؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، ہارون علیہ السلام، یسع علیہ السلام، زکریا علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء مبارکہ کندہ ہیں۔ یہ تلوار حضرت داؤد علیہ السلام کو اس وقت مالِ غنیمت کے طور پر حاصل ہوئی جب ان کی عمر بیس سال سے بھی کم تھی۔ اس تلوار پر ایک تصویر بھی بنی ہوئی ہے جس میں حضرت داؤد علیہ السلام کو جالوت کا سر قلم

رتے دکھایا گیا ہے جو کہ اس تلوار کا اصلی مالک تھا۔ مزید تلوار پر ایک ایسا نشان بھی بنا ہوا ہے جو بتراء شہر کے قدیم یحرب باشندے (البادیون) اپنی ملکیت یا شیاء پر بنایا کرتے تھے۔ بعض روایات میں یہ بات بھی ملتی ہے کہ یہ وہ تلوار ہے جس سے حضرت مسی علیہ السلام دنیا میں واپس آنے کے بعد اللہ کے دشمن 'کانے دجال' کا خاتمہ کریں گے اور دشمنان اسلام سے جہاد کریں گے۔

اس تلوار کی لمبائی 101 سینٹی میٹر ہے۔ اور آج کل یہ تلوار ترکی کے مشہور زمانہ عجائب گھر 'توپ کپی'۔ استنبول میں محفوظ ہے۔

المأثور

یہ تلوار حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے والد ماجد کی وراثت کے طور پر نبوت کے اعلان سے قبل ملی تھی۔ یہ تلوار ایک اور نام 'مأثور الفجر' سے بھی مشہور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں جب یثرب کی طرف ہجرت فرمائی تو یہ تلوار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھی۔ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تلوار بمع دیگر چند آلات حرب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمادیئے تھے۔ اس تلوار کا دستہ سونے کا بنا ہوا ہے اور دونوں اطراف سے مڑا ہوا ہے۔ مزید خوبصورتی کیلئے اس پر زرد اور فیروزے جڑے ہوئے ہیں۔ اس تلوار کی لمبائی 99 سینٹی میٹر ہے۔ اور آج کل یہ تلوار بھی ترکی کے مشہور زمانہ عجائب گھر 'توپ کپی'۔ استنبول میں محفوظ ہے۔

الحتف

یہ تلوار بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یثرب کے یہودی قبیلے بنو قینقاع سے ملے غنیمت کے طور پر حاصل ہوئی۔ یہ تلوار حضرت داؤد علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں سے بنی ہوئی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے لوہے کے ساز و سامان خاص طور پر ڈھالیں،

تلواریں اور دیگر آلاتِ حرب بنانے میں خصوصی مہارت عطا فرمائی تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس تلوار کو 'ہتھار' سے ملتا جلتا لیکن ساز میں اُس سے بڑا بنایا۔ یہ تلوار یہودیوں کے قبیلے لاوی کے پاس اپنے آباء واجداد بنو اسرائیل کی نشانیوں کے طور پر نسل در نسل محفوظ چلی آرہی تھی حتیٰ کہ آخر میں یہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھوں میں مالِ غنیمت کے طور پر پہنچی۔ اس تلوار کی لمبائی 112 سینٹی میٹر اور چوڑائی 8 سینٹی میٹر ہے۔ اور آج کل یہ تلوار بھی ترکی کے مشہور زمانہ عجائب گھر 'توپ کپی۔ استنبول' میں محفوظ ہے۔

الذوالفقار

یہ تلوار ہمارے پیارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غزوہ بدر میں مالِ غنیمت کے طور پر حاصل ہوئی۔ تاریخی مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تلوار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمادی تھی۔ غزوہ اُحد میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی تلوار کے ساتھ میدانِ جنگ میں اترے اور مشرکینِ مکہ کے کئی بڑے بڑے سرداروں کو واصلِ جہنم کیا۔ اکثر حوالے اس بات کا اشارہ دیتے ہیں کہ تلوار خاندانِ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں باقی رہی۔ اس تلوار کی وجہ شہرت یا تو دودھاری ہونے کی وجہ سے ہے یا پھر اس پر بنے ہوئے دو نوک نقش و نگار کی وجہ سے ہے۔ اور آج کل یہ تلوار بھی ترکی کے مشہور زمانہ عجائب گھر 'توپ کپی۔ استنبول' میں محفوظ ہے۔

لافتی الاعلیٰ لاسیف الذوالفقار

علی کرم اللہ وجہہ کے بغیر کوئی بہادر جوان نہیں اور ذوالفقار کے علاوہ کوئی

تلوار نہیں۔ (الاسرار المرفیۃ حدیث ۱۰۶۰ ادار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۶۵)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس تلوار ذوالفقار حضرت زین العابدین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھی۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد وہ مدینہ منورہ واپس آئے تو حضرت مسور بن مخرمہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا مجھے یہ خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ بنو امیہ آپ سے اس تلوار کو چھین لیں گے۔ اس لئے آپ مجھے وہ تلوار دے دیجئے جب تک میرے جسم میں جان ہے کوئی اس کو مجھ سے نہیں چھین سکتا۔

(صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما ذکر من ورع النبی... الخ، الحدیث: ۳۱۱۰، ج ۲، ص ۳۴۴)

الرشوب

یہ تلوار ہمارے پیارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیتی 9 تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ خاندان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ تلوار بالکل ویسے ہی محفوظ منتقل ہوتی رہی جس طرح 'تا بوت العبد' بنو اسریل میں خاندان در خاندان محفوظ رہا اور نسل در نسل منتقل ہوتا رہا۔ تلوار پر سنہری دائرے بنے ہوئے ہیں جن پر حضرت جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی کندہ ہے۔ اس تلوار کی لمبائی 140 سینٹی میٹر ہے۔ اور آجکل یہ تلوار بھی ترکی کے مشہور زمانہ عجائب گھر 'توپ کپسی'۔ استنبول میں محفوظ ہے۔

المخزم

اس تلوار کے حوالے سے دو مختلف آراء سامنے آتی ہیں۔ اول یہ تلوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمائی اور بعد میں اولاد علی میں وراثت کے طور پر نسل در نسل چلتی رہی۔ دوم یہ تلوار سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل شام کے ساتھ ایک معرکہ میں مال غنیمت کے طور پر حاصل ہوئی۔ اس تلوار پر زین الدین العابدین کے الفاظ کندہ ہیں۔ اس تلوار کی لمبائی 97 سینٹی میٹر ہے۔ اور آج کل یہ تلوار بھی ترکی کے مشہور زمانہ عجائب گھر 'توپ کپسی'۔ استنبول میں محفوظ ہے۔

القضیب

یہ تلوار نجیف اور بہت کم چوڑائی والی ہے بلکہ اسی طرح جس طرح کسی جنگ راستہ کی مثال دی جاتی ہے۔ یہ تلوار سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ دفاعی رفیق سفر کے طور پر تو ضرور موجود رہی مگر اس تلوار سے کبھی کوئی جنگ نہیں لڑی گئی۔ تلوار پر چاندی کے ساتھ 'لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ' محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب کے الفاظ کندہ ہیں۔ کوئی ایسا تاریخی حوالہ اس بات کی طرف اشارہ نہیں دیتا کہ تلوار کسی طور سے بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں کسی جنگ میں استعمال ہوئی۔ تلوار ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں موجود رہی۔ لیکن فاطمیوں کے عہد خلافت میں اس تلوار کو استعمال کیا گیا۔ اس تلوار کی لمبائی 100 سینٹی میٹر ہے اور اس تلوار کی میان کسی جانور کی کھال کی بنی ہوئی ہے۔ اور آج کل یہ تلوار بھی ترکی کے مشہور زمانہ عجائب گھر 'توپ کپچی' استنبول میں محفوظ ہے۔

العضب

یہ تلوار (العضب یعنی تیز دھار والی) پیارے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے صحابی حضرت سعد بن عبادہ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ اُحد سے قبل تحفہ دی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُحد والے دن یہ تلوار حضرت ابودجانہ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمادیتا کہ وہ میدانِ جنگ میں اتر کر اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں پر اسلام کی قوت و عظمت کا مظاہرہ کریں۔ آج کل یہ تلوار مصر کے شہر قاہرہ کی مشہور جامع مسجد الحسین بن علی میں محفوظ ہے۔

القلعی

لفظ قلعی کا تعلق یا تو شام کے کسی علاقہ سے دکھائی دیتا ہے یا پھر ہندوستان اور چین کے کسی سرحدی علاقے سے ہے۔ جب کہ ایک طبقہ کے علماء یہ بھی دلیل دیتے ہیں

یہ تلوار قلعی ایک قسم کی دھات کا نام ہے جو دیگر دھاتی چیزوں کو چمکاتے یا ان پر پاش چڑھانے کے کام آتی ہے اس تلوار کی وجہ تسمیہ ہو سکتی ہے۔ یہ تلوار ان تین تلواروں میں سے ایک ہے جو ہمارے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یثرب کے یہودی قبیلے بنو قینقاع سے جنگ میں مال غنیمت کے طور پر حاصل ہوئی تھیں۔ اس کے علاوہ اس تلوار کے بارے میں یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب نے اس تلوار اور سونے کے بنے ہوئے دو ہرنوں کو زمزم کے کنوئیں سے نکلوایا تھا جو کہ قبیلہ جرہم الحمیر یہ (حضرت اسماعیل علیہ السلام کا سسرالی قبیلہ) نے یہاں پر ایک زمانہ قبل دفن کئے تھے۔ بعد میں حضرت عبدالمطلب نے اس تلوار کو بمعہ دیگر قیمتی سامان (سونا) بیت اللہ میں حفاظت سے رکھوا دیا۔ تلوار پر دستہ کے قریب یہ الفاظ کندہ ہیں (هذه السيف المشافيل بيت محمد رسول الله: یہ تلوار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھرانے کی عزت کی علامت ہے)۔ تلوار کی خوبصورت میان اس کو دوسری تلواروں میں ایک نمایاں مقام دیتی ہے۔ اس تلوار کی لمبائی 100 سینٹی میٹر ہے۔ اور آج کل یہ تلوار بھی ترکی کے مشہور زمانہ عجائب گھر 'توپ کپنی'۔ استنبول میں محفوظ ہے۔

لکڑی کی تلوار

جنگ بدر کے دن حضرت عکاشہ بن محسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو ایک درخت کی ٹہنی دے کر فرمایا کہ تم اس سے جنگ کرو وہ ٹہنی ان کے ہاتھ میں آتے ہی ایک نہایت نفیس اور بہترین تلوار بن گئی جس سے وہ عمر بھر تمام لڑائیوں میں جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں وہ شہادت سے سرفراز ہو گئے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار جنگِ احد سے دن ٹوٹ گئی تھی تو ان کو بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک کھجور کی شاخ دے کر ارشاد فرمایا کہ تم اس سے لڑو وہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں آتے ہی ایک براق تلوار بن گئی۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تلوار کا نام عرجون تھا یہ خلفاء بنو العباس کے دور حکومت تک باقی رہی یہاں تک کہ خلیفہ مقنن باللہ کے ایک امیر نے اس تلوار کو بائیس دینار میں خریدا اور حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار کا نام عون تھا، یہ دونوں تلواres حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات اور آپ کے تصرفات کی یادگار تھیں۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب چہارم، ج ۲، ص ۱۲۳ مسدود)

15- بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ ذِرْعِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زِرَّہ مبارک

❖ عَنْ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ. قَالَ: كَانَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ ذِرْعَانِ. فَتَنَهَضَ إِلَى الصَّخْرَةِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ، فَأَقْعَدَ طُلْعَةً تَحْتَهُ، وَصَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى اسْتَوَى عَلَى الصَّخْرَةِ. قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: أَوْجَبَ طُلْعَةٌ.

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگِ احد کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دو زرہیں تھیں آپ ایک چٹان پر چڑھنے لگے لیکن (زخموں کی کثرت کے سبب) آپ نہ چڑھ سکے چنانچہ آپ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو نیچے بٹھایا اور اوپر چڑھے یہاں تک کہ چٹان پر جا بیٹھے (راوی کہتے ہیں کہ) میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ طلحہ نے (اپنے لیے جنت) واجب کر دیا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ زورہ لوہے کی قمیض ہے جو جنگ میں پہنی جاتی تھی، یہ بہت وزنی ہوتی تھی، دو زورہ بہت بڑا طاقت ور ہی پہن سکتا تھا کہ اتنے وزن کو پہن کر چلنا دوڑنا معمولی کام نہ تھا۔

یہ وہ وقت تھا جب مسلمانوں کے قدم اکھڑنے لگے تھے آپ اونچی جگہ کھڑے ہو کر جنگ کا حال اور مسلمانوں میں دوڑنے والے اور کھڑے رہنے والوں کو دیکھنا چاہتے تھے، اسی جنگ میں عتبہ ابن ابی وقاص نے آپ کے دانت پر تیر مارا جس سے آپ کا دانت شہید ہوا اور نیچا ہونٹ زخمی ہو گیا، عبداللہ ابن شباب نے آپ کا چہرہ زخمی کر دیا، ابن حمیہ نے حضور کی کپٹی زخمی کر دی اس زورہ کے دو حلقے آپ کے سر میں گڑھ لگے، عامر نے ایک خفیہ گڑھا کھودا ہوا تھا اس میں حضور گر گئے، ابو سعید خدری نے حضور کے چہرہ کا خون چوسا حضور نے فرمایا کہ جو میرا خون اپنے خون سے ملا دے وہ جنتی ہے۔ (مرقات)

یہ حضرت طلحہ کی انتہائی ہمت و قوت ہے کہ باریک بینی سے دوزرہ ہوں کے اپنی پشت پر اٹھالیا یہ طاقت رب نے عطا فرمائی حضور انور دوزرہ ہوں کا بوجھ لے کر اس چٹان پر نہ چڑھ سکے ابو طلحہ سیزھی بن کر نیچے بیٹھ گئے اور حضور انور چٹان پر چڑھ گئے آپ کی پیٹھ پر قدم رکھ کر۔

یہ خدمت پسند آگئی فرمایا طلحہ کے لیے جنت واجب ہو گئی اسی خدمت کی وجہ سے معلوم ہوا کہ لاکھوں نماز روزے سجدے سجد جہاد سے حضور کی خدمت افضل ہے، اسی غزوہ میں حضرت طلحہ نے اپنے جسم کو حضور کی ڈھال بنا کر اسی ۸۰ زخم کھائے، یہ جنتی نہ ہوں تو کون ہو آپ اتنے زخم کھا چکنے کے بعد حضور انور کے نیچے سیزھی بن کر بیٹھے تھے۔ (مرآۃ النجیح، ج ۸، ص ۳۶۲)

❖ عَنْ الشَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ عَلَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ جُنْدَانِ، قَدْ ظَاهَرَ بَيْنَهُمَا. حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد کے دن دو زر ہیں پر دوسری کے اوپر پہنی ہوئی تھیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ بہت کم عمر صحابہ میں سے ہیں، چنانچہ آپ کی پیدائش ۲۰ میں ہے، آپ کی کنیت ابو یزید ہے، کندی ہیں، اپنے والد کے ساتھ حجة الوداع میں شریک ہوئے، اس وقت آپ کی عمر صرف سات سال تھی، ۸۰ھ میں وفات پائی۔ آپ کے والد یزید ابن سعید ہیں۔

ظاہر بنا ہے مظاہرۃ سے، و تظاہر سے جس کے معنی ہیں تعاون یعنی یہ دوسرے سے مدد لیتا، چونکہ غازی زرہ سے جہاد ہی میں مدد لیتا ہے اس لیے زرہ سے استعمال کو تظاہر یا مظاہر کہہ دیتے ہیں یہاں جمع کرنا مراد ہے یعنی حضور انور احد کے دن دو زر ہیں اوپر تلے پہنی تھیں کہ اوپر والی کو ظہر (ابرہ) بنایا تھا نیچے والی بٹانہ (استر) اس میں حضور انور کی کمال شجاعت کا ذکر ہے کیونکہ زرہ بہت بھاری ہوتی ہے دو زرہ پہن کر چلنا پھرنا جہاد کرنا آسان نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس بات استعمال توکل کے خلاف نہیں، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید التوکلین ہیں پھر بھی تھیں زرہ وغیرہ استعمال فرماتے ہیں، زرہ لوہے کا لباس ہے قیص کی طرح اس سے تلوار و نیزہ اڑ نہیں کرتی۔ (مراۃ المناجیح، ج ۵، ص ۷۸۰)

16- بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ مَغْفَرٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خود مبارک

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ : حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ : أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ مَغْفَرٌ، لَقِيْلَ لَهُ : هَذَا ابْنُ خَطْلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ : قُتْلُوهُ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خود تھا۔ آپ سے عرض کیا گیا یہ ابن خطل (مرتد) کعبہ شریفہ کے پردوں کو پکڑے کھڑا ہے، آپ نے فرمایا اسے قتل کر دو۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی آپ بغیر احرام مکہ معظمہ میں داخل ہوئے ورنہ سر مبارک کھلا ہوتا، آج چونکہ زمین حرم حضور انور کے لیے حلال ہو گئی تھی کہ وہاں قتال حلال ہو گیا تھا اس لیے آج بغیر احرام داخلہ بھی حضور انور کا درست ہو گیا لہذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں کہ کسی نیت سے مکہ معظمہ جائے احرام و عمرہ ضروری ہے اور نہ یہ حدیث شوافع کی دلیل ہے کہ جو کسی اور کام کے لیے مکہ معظمہ جائے وہ بغیر احرام جاسکتا ہے۔

یہ خبر دینے والے فضل ابن عبید یعنی ابو برزہ اسلمی تھے، ابن خطل کا نام عبد اللہ اور لقب غالب تھا، یہ پہلے مسلمان ہوا پھر اپنے ایک خادم مسلمان کو قتل کر کے مرتد ہو کر مکہ معظمہ بھاگ آیا تھا، آج ڈر کے مارے غلاف کعبہ میں چھپ گیا، چونکہ آج زمین حرم

میں قتال جائز تھا اس لیے اسے قصاص یا مرتد ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا گیا یا تو حرم شریف میں یا وہاں سے باہر نکال کر ورنہ باہر کا مجرم اگر حرم میں آجائے تو اسے قتل نہیں کیا جاتا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ اِمِنًا بعض امام حرم شریف میں حد قصاص جائز مانتے ہیں اس حدیث کی بنا پر مگر یہ استدلال ضعیف ہے، ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میقت سے آگے بغیر احرام نہ بڑھو، نیز فرماتے ہیں کہ میرے لیے ایک ساعت کے واسطے یہ حرم کی زمین حلال کر دی گئی تھی اب پھر اس کی حرمت لوٹ آئی۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۲۲۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوہے کی دو خود جنگی ٹوپیاں [تھیں۔
(۱) المومج:

(۲) السیوخ یا ذوالسیوخ: یہ خود فتح مکہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک پر تھا۔

❖ حَدَّثَنَا عَيْسَى بْنُ أَحْمَدَ،
قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ،
قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ،
عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ
مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، دَخَلَ مَكَّةَ عَامَ
الْفَتْحِ، وَعَلَى رَأْسِهِ الْبِغْفَرُ،
قَالَ: فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَهُ رَجُلٌ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح
مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اس
وقت آپ کے سر پر خود تھا (راوی کہتا
ہے) جب آپ نے خود اتارا تو ایک شخص
نے آکر بتایا یہ ابن خطل کعبہ کے
پردوں کو پکڑے کھڑا ہے، نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے قتل کر دو ابن شہاب

فَقَالَ لَهُ: ابْنُ خَطْلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ: اقْتُلُوهُ. قَالَ ابْنُ شَهَابٍ: وَبَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ مُخْرِماً.

کہتے ہیں اسے قتل کر دو۔ ابن شہاب کہتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن احرام نہیں باندھا ہوا تھا۔

شرح حدیث: چند ناقابل معافی مجرمین

جب مکہ فتح ہو گیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عام معافی کا اعلان فرمادیا۔ مگر چند ایسے مجرمین تھے جن کے بارے میں تاجدارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمان جاری فرمادیا کہ یہ لوگ اگر اسلام نہ قبول کریں تو یہ لوگ جہاں بھی ملیں قتل کر دیئے جائیں خواہ وہ غلافِ کعبہ ہی میں کیوں نہ چھپے ہوں۔ ان مجرموں میں سے بعض نے تو اسلام قبول کر لیا اور بعض قتل ہو گئے ان میں سے چند کا مختصر تذکرہ تحریر کیا جاتا ہے:

1- عبدالعزیٰ بن خطل یہ مسلمان ہو گیا تھا اس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کے جانور وصول کرنے کے لئے بھیجا اور ساتھ میں ایک دوسرے مسلمان کو بھی بھیج دیا کسی بات پر دونوں میں تکرار ہو گئی تو اس نے اس مسلمان کو قتل کر دیا اور قصاص کے ڈر سے تمام جانوروں کو لے کر مکہ بھاگ نکلا اور مرتد ہو گیا۔ فتح مکہ کے دن یہ بھی ایک نیزہ لے کر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے گھر سے نکلا تھا۔ لیکن مسلم افواج کا جلال دیکھ کر کانپ اٹھا اور نیزہ پھینک کر بھاگا اور کعبہ کے پردوں میں چھپ گیا۔ حضرت سعید بن حریش مخزومی اور ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مل کر اس کو قتل کر دیا۔

- 2- حویرث بن نقید یہ شاعر تھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو لکھ کر تا تھا اور خونی مجرم بھی تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو قتل کیا۔
- 3- مقیس بن صبابہ اس کو نمیلہ بن عبد اللہ نے قتل کیا۔ یہ بھی خونی تھا۔
- 4- حارث بن طلطلہ یہ بھی بڑا ہی موذی تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو قتل کیا۔
- 5- قریبہ یہ ابن خطل کی لونڈی تھی۔ رسول اللہ عز وجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو گایا کرتی تھی یہ بھی قتل کی گئی۔

(مدارج النہوت، قسم سوم، باب ہفتم، ج ۲، ص ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ملخصاً)

آپ ﷺ کی زرہیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سات زرہیں تھیں۔

- (۱) ذات الفضول۔ یہ لمبی زرہ تھی اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ابوالثعم یہودی کے پاس اپنے اہل و عیال کے لیے جو کے بدلے رہن رکھی تھی۔

(۲) ذاتا لوشاح۔

(۳) ذاتا لحواشی۔

- (۴) السعدیہ۔ یہ سعد نامی ایک علاقے کی طرف منسوب ہے جہاں زرہیں بنتی تھیں بعض حضرات کا فرمانا ہے کہ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی زرہ تھی جو آپ نے جالوت کو قتل کرتے وقت پہن رکھی تھی۔

(۵) فضہ۔

(۶) البترا۔

(۷) الخزرق۔

۱۷- بَابُ مَا جَاءَ فِي عِمَامَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دستار مبارک

❖ عَنْ جَابِرٍ ، قَالَ : دَخَلَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،
مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ ، وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ
آپ کے سر مبارک پر سیاہ رنگ کا عمامہ
سوداء۔

تھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ یا تو حد و حرم میں داخلہ کے وقت حضور انور نے خود بھی پہنا ہوا تھا
یعنی لوہے کی ٹوپی اور عمامہ شریف بھی یا حد و حرم شریف میں داخلہ کے وقت تو خود پہنے
تھے اور بیت اللہ شریف میں یعنی مسجد حرام میں داخلہ کے وقت خود اتار دیا تھا اور عمامہ
پہن لیا تھا لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں۔ خیال رہے کہ لباس سفید افضل
ہے مگر عمامہ سیاہ بھی جائز ہے، خصوصاً خطبہ کے وقت سارے کپڑے کالے پہننا خصوصاً
حرم میں روافض سے تشبیہ ہے۔ (ازمرقات مع زیادت) (مرآۃ المناجیح، ج ۴، ص ۳۲۸)

❖ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ ، قَالَ :
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ مُسَاوِيرِ
الْوَرَّاقِ ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ
حُوَيْرِثٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ : رَأَيْتُ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُخْطَبُ عَلَى الْهَيْئَةِ ، وَعَلَيْهِ

حضرت جعفر اپنے والد حضرت عمرو
بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے
ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول
اللہ ﷺ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ
دیکھا۔

عِمَامَةُ سُودَاءِ

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ایک یہ کہ خطبہ و نماز عمامہ سے بہتر ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ عمامہ کی نماز ستر نمازوں سے افضل ہے۔ دوسرے یہ کہ سیاہ عمامہ بھی سنت ہے۔ تیسرے یہ کہ بغیر شملہ کا عمامہ سنت کے خلاف ہے، شملہ ضرور چاہیے۔ چوتھے یہ کہ عمامہ کے دو شملے ہونا افضل ہیں اور دونوں پشت پر پڑے ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ سات ہاتھ کا تھا اور شملہ ایک بالشت سے کچھ زیادہ، امیر معاویہ اور حضرت ابودرداء اکثر سیاہ عمامہ باندھتے تھے، اسی سنت کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمان ابن عوف کے سیاہ عمامہ باندھ تھا یہ واقعہ جو یہاں مذکور ہوا آپ کے مرض وفات کے خطبہ کا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۶۳۶)

❖ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ حُرَيْثٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، خَطَبَ النَّاسَ، وَعَلَيْهِ عِمَامَةُ سُودَاءِ

اور حضرت جعفر بنی سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور آپ (کے سر) پر سیاہ عمامہ تھا۔

شرح حدیث: جمعہ کے دن عمامہ

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حضور حاضر ہوا وہ عمامہ باندھ رہے تھے جب باندھ چکے تو میری طرف التفات کر کے فرمایا: تم عمامہ کو دوست رکھتے ہو؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں! فرمایا: اسے دوست رکھو عزت پاؤ گے اور جب شیطان تمہیں دیکھے گا تم سے پیٹھ پھیر لے گا، اے فرزند عمامہ باندھ کہ فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھ آتے ہیں اور سورج ڈوبنے تک عمامہ باندھنے والوں پر سلام بھیجتے رہتے

ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۶، ص ۲۱۵)

❖ عَنْ نَافِعٍ . عَنْ ابْنِ عُمَرَ .
 قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ ، إِذَا اغْتَسَمَ ، سَدَّلَ
 عِمَامَتَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ . قَالَ نَافِعٌ :
 وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ ، يَفْعَلُ ذَلِكَ . قَالَ
 عَبْدُ اللَّهِ : وَرَأَيْتُ الْقَاسِمَ بْنَ
 مُحَمَّدٍ ، وَسَالِمًا يَفْعَلَانِ ذَلِكَ .
 حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے
 ہیں جب نبی کریم ﷺ عمامہ باندھتے تو
 دونوں کندھوں کے درمیان شملہ چھوڑتے ،
 حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر
 رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔
 حضرت عبید اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے
 قاسم بن محمد اور حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو
 بھی ایسا ہی کرتے دیکھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ یعنی عمامہ شریف کا کنارہ مبارک جسے فارسی میں شملہ اور عربی میں
 غزہ کہتے ہیں نصف پیٹھ تک ہوتا تھا اور دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا رہتا تھا خواہ پیٹھ
 پر یا سینہ پر مگر سینہ پر ہونا افضل ہے یعنی سامنے۔ (مرقات و لمعات)

(مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۸۳)

❖ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ النَّبِيَّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ
 النَّاسَ ، وَعَلَيْهِ عَصَابَةٌ دَسْمَاءُ .
 حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما
 فرماتے ہیں نبی پاک ﷺ نے خطبہ دیا اور اس
 وقت آپ پر سیاہ عمامہ تھا۔

شرح حدیث: عمامہ کے فضائل

عمامہ شریف ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بہت ہی پیاری
 سنت ہے۔ ہمارے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ سر اقدس پر اپنی مبارک
 ٹوپی پر عمامہ مبارک کو سجا کر رکھا۔ امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان

علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں عمامہ سنت متواترہ دائمہ ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۶، ص ۸۰۲، ۸۰۹)

تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آٹھ ۸ ارشادات

(۱) عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بغیر عمامہ کی ستر (۷۰) رکعتوں سے افضل ہیں۔

(فردوس الاخبار، باب الرأء، فصل رکعتان، الحدیث ۳۰۵۴، ج ۱، ص ۴۱۰)

(۲) عمامہ کے ساتھ نماز دس ۱۰ ہزار نیکیوں کے برابر ہے۔

(فردوس الاخبار، باب الصاد، الحدیث ۳۶۲۱، ج ۲، ص ۳۱)

(۳) بے شک اللہ عزوجل اور اسکے فرشتے درود بھیجتے ہیں جمعہ کے دن عمامہ والوں پر۔

(الجامع الصغیر، حرف الحمزۃ، الحدیث ۱۸۱۷، ص ۱۱۳)

(۴) ٹوپی پر عمامہ ہمارا اور مشرکین کا فرق ہے ہر پیچ پر کہ مسلمان اپنے سر پر دیگا اس پر روز قیامت ایک نور عطا کیا جائیگا۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الحدیث ۴۳۴۰، ج ۸، ص ۱۳۷)

(۵) عمامہ باندھو تمہارا حلم بڑھے گا۔

(المستدرک، کتاب اللباس، باب اعتموا وتردادوا علما، الحدیث ۴۳۸۸، ج ۵، ص ۷۷۲)

(۶) عمامہ مسلمانوں کا وقار اور عرب کی عزت ہے تو جب عرب عمامہ اتار دیں گے اپنی

عزت اتار دیں گے۔ (فردوس الاخبار، باب العین، الحدیث ۴۱۱۱، ج ۲، ص ۹۱)

(۷) تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عمامہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

فرشتوں کے تاج ایسے ہی ہوتے ہیں۔

(کنز العمال، کتاب المعیشۃ والعبادات، باب آداب التحم، الحدیث ۴۱۹۰۶، ج ۱۵، ص ۲۰۵)

(۸) عمامہ کیساتھ ایک جمعہ بغیر عمامہ کے ستر (۷۰) جمعہ کے برابر ہے۔

(فردوس الاخبار، باب التحم، الحدیث ۲۳۹۳، ج ۱، ص ۳۲۸)

عمامہ کے آداب

عمامہ مبارکہ کے بیچ سیدھی جانب ہونے چاہیں چنانچہ امام السنن علیہ السلام نے شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن عمامہ شریف اس طرح باندھتے کہ شملہ مبارکہ سیدھے شانہ پر رہتا۔ نیز باندھتے وقت اسکی گردش بائیں (یعنی الٹے) ہاتھ سے فرماتے جبکہ سیدھا ہاتھ مبارک پیشانی پر رکھتے اور اسی سے ہر بیچ کی گرفت فرماتے۔

(حیات اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ، ج ۱، ص ۱۴۴)

(۱) عمامہ سات سات ہاتھ (ساڑھے تین گز) سے چھوٹا نہ ہو اور بارہ بارہ ۱۲ ہاتھ (چھ گز سے بڑا نہ ہو)۔

(مرآۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس تحت الحدیث ۴۳۴۰، ج ۸، ص ۱۳۸)

(۲) عمامہ کے شملے کی مقدار کم از کم چار انگل اور زیادہ سے زیادہ اتنا ہو کہ بیٹھنے میں نہ دے۔ (بہار شریعت، حصہ ۱۶ عمامہ کا بیان، ج ۳، ص ۵۵)

(۳) عمامہ اتار تے وقت بھی ایک ایک کر کے بیچ کھولنا چاہیے۔ عمامہ قبلہ کی طرف رخ کر کے کھڑے کھڑے باندھے۔

(الفتاویٰ الہدیہ، کتاب النکاح، باب التاسع فی اللباس... الخ، ج ۵، ص ۳۳۰)

اے ہمارے پیارے اللہ! عزوجل ہمیں عمامہ کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

عمامہ شریف کی سنت کے طبی فوائد

عمامہ شریف ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ہی پیاری سنت مبارکہ ہے۔ ہمارے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ سراقہ دس پر ٹوپی مبارک پر عمامہ شریف سجا کر رکھا اور ہمیں اس کی ترغیب بھی دلائی۔ سنت پر عمل کرنے سے جہول دینی فوائد حاصل ہوتے ہیں وہاں جسمانی فوائد بھی کثیر تعداد میں ہیں۔

فزیالوجی کی تحقیق اور ریسرچ کے مطابق جب حرام مغز محفوظ رہے گا تو جسم کا اعصابی نظام اور عضلاتی نظام درست اور منظم رہے گا اور ایسا عمامہ کے شملے میں ممکن ہے۔ عمامہ کا شملہ نچلے دھڑ کے فالج سے بچاتا ہے کیونکہ عمامے کا شملہ حرام مغز کو سردی گرمی اور موسمی تغیرات سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس لئے ایسے آدمیوں کو سر سام کے خطرات بہت کم رہتے ہیں۔ عمامہ کا شملہ ریزہ کی ہڈی کے درم سے بھی بچاتا ہے۔ دوسرے کے لئے عمامہ شریف بہت مفید ہے۔ جو عمامہ باندھے گا اسے دوسرے کا خطرہ بہت کم ہو جائے گا۔ عمامہ شریف دماغی تقویت اور یادداشت بڑھانے میں عجیب الاثر ہے۔ عمامہ باندھنے سے دائمی نزلہ نہیں ہوتا اگر ہو بھی جائے تو اس کے اثرات کم ہوتے ہیں۔ جو آدمی عمامہ باندھے گا وہ لو لگنے سے بچ جائے گا۔ جمالیاتی نقطہ نظر سے بھی عمامہ چہرہ کو بارعب اور پرکشش بنا دیتا ہے۔ جنگ اور زلزلوں کے دھمکوں کے فلک شگاف آوازوں یا طوفانی باد و باران کی کڑک سے کانوں کو صدموں سے بچانے کے لئے عمامہ کا استعمال نہایت مفید رہتا ہے۔ چنانچہ ہوائی حملوں سے بچاؤ کے لئے منہ کے بل لیٹ کر سر اور چہرے کو ڈھانچنے کے احکام دیئے جاتے ہیں۔ اگر سر پر شملہ کی سنت ہے تو ہم ان تمام خطرات سے بیک وقت بچ سکتے ہیں۔ غرضیکہ اس پیاری سنت میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہے۔ مشہور روسی ماہر نے بالوں کے گرنے سے متعلق لکھا ہے کہ پگڑی اور اوڑھنی یا بغیر ٹوپی کے ننگے سر چنن بالوں کے لئے مضرت رساں ہے۔ ننگے سر بالوں پر برابر اس تھو پکی گرمی رسید کیے اثرات سے نہ صرف بال بلکہ پورا چہرہ اور دماغ بھی متاثر ہوتا ہے۔ جس سے صحت بھی متاثر ہو سکتی ہے۔

18- بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ إِزَارِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تہبند مبارک

❖ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (ہمیں دکھانے کے لیے) ایک پیوند لگی چادر اور ایک مونہ تہبند نکال لائیں اور فرمایا ان دونوں کپڑوں میں حضور اکرم علیہ وسلم فی ہذائین۔
مفقونہ کیم کا وصال ہوا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ بعض حضرات ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حضور کے تبرکات کی زیارت کرنے آیا کرتے تھے اور آپ انہیں زیارت کراتی تھیں۔ ملبہ کے معنی ہیں لہاؤہ کیا ہوا یعنی پیوند پر پیوند لگتے لگتے مندہ کے لباس کی طرح مونہ ہو چکا تھا۔

یہ اس دعا کا اثر ہے اللھم احیننی مسکینا وامتنی مسکینا کہ میری زندگی و موت مسکین ہو کر ہو۔ شعر

یوریا مینوں خواب راحتش تاج کسریٰ زیر پائے امتش

ہم جیسے کینے غلام ان کے نام پر عیش کر رہے ہیں اور وہ خود اس حالت میں دنیا سے پردہ فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلیٰ و عمدہ لباس بھی پہنے ہیں مگر ان کی عادت نہ ڈالی، ہر قسم کا لباس بے تکلف پہن لیتے تھے، آخر وقت یہ لباس جسم اطہر پر تھا لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ سہری اثر

نعمۃ ربك علیك۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۵۳)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ .
 قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ . عَنْ
 شُعْبَةَ . عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ .
 قَالَ : سَمِعْتُ عَمِّي . يُحَدِّثُ عَنْ
 عَمِّهَا . قَالَ : بَيْنَا أَنَا أَمْشِي
 بِالْمَدِينَةِ إِذَا إِنْسَانٌ خَلْفِي
 يَقُولُ : ارْفَعْ إِرَارَكَ . فَإِنَّهُ أَتَنِي
 وَأَبْقَى فَإِذَا هُوَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . فَقُلْتُ : يَا
 رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا هِيَ بُرْدَةٌ مَلْعَاءُ .
 قَالَ : أَمَا لَكَ فِي أُسْوَةٍ ، فَتَنْظَرْتُ
 فَإِذَا إِرَارُهُ إِلَى نِصْفِ سَاقَيْهِ .

حضرت اشعث بن سلیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنی بھوپھی سے سنا اور انہوں نے اپنے چچا سے روایت کی، وہ فرماتے ہیں میں مدینہ طیبہ میں چلا جا رہا تھا کہ اچانک ایک آدمی نے پیچھے سے کہا اپنا تہبند اونچا کر کیونکہ یہ نہایت پرہیزگاری ہے اور پھر کپڑا بھی دیر تک باقی رہتا ہے۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو حضور اکرم ﷺ تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ تو ایک معمولی چادر ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تیرے لیے میرا عمل نمونہ نہیں ہے پھر میں نے دیکھا تو آپ کا تہبند پنڈلیوں کے نصف تک تھا۔

شرح حدیث: بہترین نمونہ

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلبِ سینہ، باعثِ نُدولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی قابلِ تقلید نمونہ ہے اور کیوں نہ ہو کہ خود ربِّ کائنات عزَّ وَّجَلَّ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کو بہترین نمونہ قرار دیا۔ چنانچہ، اللہ رب العزت نے قرآن مجید، فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

ترجمہ کنز الایمان: بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔

(پ ۲۱، الاحزاب: ۲۱)

اللہ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود ادب کے بارے میں ارشاد فرمایا: مجھے میرے رب نے اچھا ادب سیکھایا۔

(الجامع الصغیر سیوطی، باب الہمزہ، الحدیث ۳۱۰ ص ۲۵)

علامہ عبدالرؤف مناوی علیہ رحمۃ اللہ الہدی فیض القدیر میں اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مجھے میرے رب نے ریاضتِ نفس اور ظاہری و باطنی اخلاق کی تعلیم فرمائی اس طرح کہ مجھ پر ایسے علومِ کسبیہ و وہبیہ (۱) کے ذریعے لطف و کرم فرمایا جن کی مثل کسی انسان کو عطا نہیں کئے گئے۔

(فیض القدیر، حرف الہمزہ، تحت الحدیث ۳۱۰، ج ۱، ص ۲۹۰)

رسول کریم، صاحبِ خلقِ عظیم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مجددِ دین و ملت، امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں:

ترے خلق کو حق نے عظیم بہا

تری خلق کو حق نے جمیل کیا

کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا

ترے خالقِ حُسن و ادا کی قسم

❖ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ

الْأَكْوَعِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ

عُمَرَانُ بْنُ عَفَّانَ، يَأْتِزُرُ إِلَى

أَنْصَافِ سَاقِيهِ، وَقَالَ: هَكَذَا

كَانَتْ إِزْرَةُ صَاحِبِي، يَعْنِي النَّبِيَّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ایاس اپنے والد سلمہ بن

اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں

انہوں (حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ) نے

فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پنڈلی

کے نصف تک تہبند باندھتے تھے اور فرمایا

اسی طرح میرے آقا یعنی نبی پاک

ﷺ کا تہبند مبارک تھا۔

❖ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ
 قَالَ: أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِعَضَلَةٍ سَاقِي أَوْ سَاقِهِ، فَقَالَ: هَذَا مَوْضِعُ الْإِزَارِ، فَإِنْ أَبَيْتَ فَأَسْفَلَ، فَإِنْ أَبَيْتَ فَلَا حَقَّ لِلْإِزَارِ فِي الْكُعْبَيْنِ.

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری پنڈلی یا اپنی پنڈلی کا مونہ گوشت پکڑا اور فرمایا یہ تہبند کی جگہ ہے اگر یہ نہیں تو کچھ نیچے اور اگر یہ بھی نہیں تو تہبند کو ٹخنوں پر لٹکانے کا کوئی حق نہیں۔

شرح حدیث: میرے آقا علی حضرت، امام اہلسنت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتویٰ رضویہ مکرّمہ جلد ۲۲ صفحہ ۱۶۶ پر فرماتے ہیں: حدیث بخاری و نسائی میں کہ:

مَا اسفل الكعبين من الازار فغى النار۔

(اصحیح البخاری کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۶۱)

ازار کا جو حصہ لٹک کاٹخنوں سے نیچے ہو گیا وہ آگ میں ہوگا۔

اور حدیث طویل مسلم و ابوداؤد میں:

ثَلَاثَةُ لَا يَكْلِمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يَزْكِيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ

الْيَمِ السَّبِيلِ وَالْمَنَانِ وَالْمَنْفَقِ سَلَعَتْهُ بِالْحَلْفِ الْكَاذِبِ۔

(اصحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان علقہ تحریم اسبال الازار قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۱) (سنن

ابی داؤد کتب اللباس باب ما جاء في اسبال الازار آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۹)

تین شخص (یعنی تین قسم کے لوگ) ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے

دن نہ تو انھیں پاک کرے گا بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا: (۱)

ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا (۲) احسان جتلانے والا (۳) جھوٹی قسم

کھا کر اپنے اسباب کو رائج کر نیوالا (یعنی فروغ دینے والا ہے)۔
 علی الاطلاق وارد ہوا کہ اس سے یہی صورت مراد ہے کہ تکبر اسباب کرتا ہو ورنہ
 ہرگز یہ وعید شدید اس پر وارد نہیں۔ مگر علماء در صورت عدم تکبر حکم کراہت تنزیہی دیتے
 ہیں:

فی الفتاویٰ العالمگیری اسباب الرجل از اسفل من الکعبین ان
 لم یکن للخیلاء ففیہ کراہۃ تنزیہیہ کذا فی الغرائب۔

(فتاویٰ ہندیہ کتاب النکاحیۃ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۲۳)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے مرکا اپنے ازار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اگر بوجہ تکبر
 نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اسی طرح غرائب میں ہے۔

باجملہ اسباب اگر براہ عجب و تکبر ہے حرام ورنہ مکروہ اور خلاف اولیٰ، نہ حرام مستحق
 وعید، اور یہ بھی اسی صورت میں ہے کہ پانچے جانب پاشنہ نیچے ہوں، اور اگر اس طرف
 کعبین سے بلند ہیں گو پنجہ کی جانب پشت پا پر ہوں ہرگز کچھ مضائقہ نہیں۔ اس طرح
 کانٹکانا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ خود حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 سے ثابت ہے۔

روی ابو داؤد فی سننہ قال حدثنا مسدد نایحی عن محمد بن
 ابی یحییٰ حدثنی عکرمۃ انه رای ابن عباس یاتزور فیضع حاشیۃ
 ازارة من مقدمہ علی ظهر قدمہ ویرفعه مؤخرۃ قلت لم یاتزور
 هذه الازارة قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 یاتزورھا۔ قلت ورجال الحدیث کلهم ثقات عدول ممن یروی
 عنهم البخاری کما لا یخفی علی الفطن اساءہ بالفن۔

(۱۔ سنن ابی داؤد کتاب الملبس باب ما جاء فی الکبر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۰)

امام ابوداؤد نے اپنی کتاب سنن ابوداؤد میں روایت فرمائی ہے کہ ہم سے مسدد نے بیان کیا اس سے سنی نے اس نے محمد بن ابی سنی سے روایت کی ہے اس نے کہا مجھ سے عکرمہ تابعی نے بیان فرمایا اس نے ابن عباس کو دیکھا کہ جب ازار باندھتے تو اپنی ازار کی اگلی جانب کو اپنے قدم کی پشت پر رکھتے اور پچھلے حصہ کو اونچا اور بلند رکھتے۔ میں نے عرض کی آپ اس طرح تہبند کیوں باندھتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی طرح ازار باندھتے دیکھا ہے۔ قلت (میں کہتا ہوں) حدیث کے تمام روای ثقہ (معتبر) اور عادل ہیں۔ ان سے امام بخاری روایت کرتے ہیں۔ جیسا کہ ذہن۔ فہیم اور ماہر فن پر پوشیدہ نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، ج ۲۲، ص ۱۶۶)

19- بَابُ مَا جَاءَ فِي مَشْيِهِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِفَارِ مَبَارَكٍ

❖ عَنْ أَبِي يُوسُفَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ : وَلَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الشَّمْسُ تَجْرِي فِي وَجْهِهِ ، وَمَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَسْرَعَ فِي مَشْيِهِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَمَّا الْأَرْضُ تُطَوَّى لَهُ إِلَّا لَانْجِهْدُ أَنْفُسَنَا وَإِنَّهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے آنحضرت ﷺ سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی۔ آپ کے چہرہ انور میں سورج چلتا معلوم ہوتا تھا اور میں نے آپ سے زیادہ تیز چلنے والا کوئی نہیں دیکھا، گویا کہ آپ کے لیے زمین سمیٹ جاتی تھی، ہم اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتے تھے اور آپ

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ إِذْ يُرِيدُ أَنْ يُصَلِّيَ فَبَدَّلَ طَرَفَهُ لِيَسْبِيحَ الْحَمْدَ۔
بے تکلف چلتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی محمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ کوئی چیز میں چاند سورج تارے اور تمام حسین انسان سب ہی داخل ہیں حضور ان سب سے بہتر ہیں۔

یعنی نور اور نورانی کریمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے انور میں ایسی چکر کائنات معصوم ہوتی تھیں جیسے سورج اپنے فلک میں گردش کرتا ہے۔ (مرقات) اور اگر تجری کے معنی کر لیے جائیں جگمگا رہا ہے تو مطلب بالکل ظاہر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کی تیزی رستہ طے ہونے کے لحاظ سے تھی نہ کہ سرکار کے چلنے کے لحاظ سے حضور انور نہایت وقار سے آہستہ چلتے تھے، رب فرماتا ہے: **وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ** مگر آپ کے آہستہ چلنے کے باوجود راستہ جلد اور بہت زیادہ طے ہوتا تھا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

یہ بھی حضور انور کا معجزہ تھا کہ آہستہ چلنے پر زمین زیادہ طے ہوتی تھی، بعض صوفیاء کو بھی یہ کرامت عطا ہوتی ہے اسے طے الارض کہتے ہیں، معراج میں جو حضور انور نے طے الارض ہی نہیں کی بلکہ زمین و آسمان، عرش و کرسی، لوح و قلم سب ہی طے فرما لیے، آصف ابن برخیا کی طے الارض تو قرآن مجید سے ثابت ہے، رب فرماتا ہے: **إِنِّي بِيَدِي جَمْعُهُمْ** پہ قبل ان یُزَيِّدُوا إِلَيْكَ طَرَفُكَ میں ملکہ بلقیس کا تخت یمن سے آپ کے پاس پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا۔

رب کا منشا یہ تھا کہ کوئی شخص میرے محبوب سے آگے نہ چل سکے لَا تَقْدُمُوا بَيْنِي وَبَيْنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ پر عمل خود رب تعالیٰ نے ان سے کرایا تھا۔

(مرآۃ الناجح، ج ۸، ص ۵۳)

حضرت ابراہیم بن محمد رضی اللہ عنہما

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَغَيْرُهُ

وَاجِدٌ أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ
 مِنْ وَلَدِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ. قَالَ:
 كَانَ عَلِيٌّ إِذَا وَصَفَ النَّبِيَّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَانَ إِذَا
 مَشَى تَقَلَّعَ كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ
 صَبَبٍ.

(حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے
 پوتے) فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ
 رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے اوصاف بیان کیے اور فرمایا جب حضور
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو (یوں معلوم ہوتا) گویا
 آپ بلندی سے اتر رہے ہیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی چال میں ضعف بھی نہ تھا اور تکبر بھی
 نہیں، قوت والی تواضع والی چال تھی، سر جھکا ہوا قدم پوری طاقت سے اٹھتا پوری طاقت
 سے زمین پر پڑتا تھا۔ یہ لفظ بنا ہے کفو سے بمعنی قدم پر اعتماد۔ (مراۃ النجی، ج ۸، ص ۴۹)

❖ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ،
 قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ إِذَا مَشَى، تَكَفَّأَ تَكْفُؤًا.
 كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ.

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ
 عنہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم چلتے تو کسی قدر آگے جھک کر چلتے۔ گویا
 بلندی سے اتر رہے ہیں۔

20- بَابُ مَا جَاءَ فِي تَقْنِيعِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رومال مبارک

❖ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبَانَ، عَنْ
 أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ يُكْمِزُ الْقِنَاعَ، كَأَنَّهُ قُوْبَةٌ
 قُوْبُ زَيْتٍ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
 فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 عمامہ مبارک کے نیچے چھوٹا رومال مبارک
 رکھتے تھے اور وہ کپڑا تیل سے بھیگا ہوا ہوتا
 تھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضرت انس سے روایت ہے کہ رات کو حضور کے سر ہانے مسواک اور کٹھی رکھی جاتی تھی جب شب اٹھتے تو یہ دونوں چیزیں استعمال فرماتے، حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سات چیزیں سفر و حضر میں نہ چھوڑتے تھے: پیشاب کا برتن، آئینہ، سرمہ دانی، مسواک، قینچی، سرمہ کی سلائی۔ (مرقات) قناعت کے کسرہ سے وہ کپڑا جو ٹوپی کے نیچے پہنا جاوے تاکہ تیل ٹوپی و عمامہ میں نہ لگے وہ کپڑا ہی تیل میں تر رہے یعنی چونکہ آپ سر میں تیل زیادہ استعمال کرتے تھے اس لیے ٹوپی شریف کے نیچے ایک کپڑا تیل سے بچاؤ کے لیے استعمال فرماتے تھے۔

یہ قناعت تیل میں ایسا بھیگا رہتا تھا جیسے تیل والے کے کپڑے تیل سے تر رہتے ہیں دوسرے کپڑے مراد نہیں کیونکہ حضور کے کپڑے بہت صاف اور چنے رہتے تھے آپ سفید کپڑے پسند فرماتے تھے جو صاف ہوں۔ (مرآۃ الناجح، ج ۶، ص ۲۸۸)

21- بَابُ مَا جَاءَ فِي جُلُوسَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نشست مبارک

❖ عَنْ قَيْلَةَ بِنْتِ مُحَمَّدَةَ، أَنَّهَا رَأَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، وَهُوَ قَاعِدٌ الْقُرْصَاءَ، قَالَتْ: فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، الْمُتَخَشِّعَ فِي الْجُلُوسَةِ، أَرَعَنْتُ مِنَ الْفَرْقِ.

حضرت قیلہ بنت محمدہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں بغلوں میں ہاتھ دبائے دو زانو بیٹھے دیکھا (آپ فرماتی ہیں) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر عاجزی سے بیٹھا دیکھ کر میں ہمت اور خوف سے کانپ اٹھی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ قرفصاء ایک خاص بیٹھک کا نام ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اپنی پنڈلیاں زمین سے لگائے اور دونوں ران پنڈلیوں سے پیٹ رانوں سے ملا ہوا ہو اور دونوں ہاتھ پنڈلیوں پر ہوں یہ بیٹھک انتہائی عاجزی اور تواضع کی ہے، قرفصاء کی اور صورتیں بھی بیان کی گئی ہیں۔ (مرقات و اشعہ) اشعہ نے فرمایا کہ یہ بیٹھک عرب کے چرواہوں اور غریب لوگوں کی ہے یا ان لوگوں کی جو کسی خاص اہم کام میں غور و فکر کر رہے ہوں بہر حال اس بیٹھک میں عجز و انکسار یا فکر کا اظہار ہے۔

کیونکہ میں نے یہ خیال کیا کہ جب سید المرسلین امام الاولین والاخرین کی یہ نشست ہے اور آپ کے انکسار کا یہ حال ہے تو ہم لوگ کس شمار میں ہیں یہ خیال کر کے مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا۔

پیش اد گیتی جبین فرمودہ است خویشتن را عہدہ فرمودہ است

بور یا ممنون خواب راحتش تاج کسریٰ زیر پائے امتش

اپنی تواضع کا یہ حال ہے اور دنیا ان کے آستانہ کی خاک چاٹ رہی ہے ان کی چوکھٹ پر پیشانی رگڑ رہی ہے۔ (مراۃ النجیح، ج ۶، ص ۵۵۱)

❖ عَنْ عَبَادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَوْفٍ، حضرت عباد ابن تمیم سے روایت اَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ اپنے چچا سے راوی فرماتے ہیں میں مُسْتَلْقِيًا فِي الْمَسْجِدِ وَاضِعًا إِحْدَى نِيْلِي فِي الْمَسْجِدِ رَجُلَيْنِ عَلَى الْأُخْرَى. میں لیٹے ہوئے دیکھا کہ آپ اپنا ایک قدم دوسرے پر رکھے ہوئے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ عباد ابن تمیم ابن زید ابن عاصم تابعی ہیں، انصاری مازنی ہیں، ان

کے چچا کا نام عبداللہ ابن زید انصاری ہے وہ غزوہ حرہ میں ۶۳ھ تریسٹھ میں شہید ہوئے۔

قدم کا قدم پر رکھنا یہ ہے کہ دونوں پاؤں پورے پھپھے ہوئے ہیں اور قدم قدم پر رکھا ہو اس صورت میں ستر نہیں کھل سکتا۔ پاؤں پر پاؤں رکھنے کے معنی یہ ہیں کہ ایک پاؤں کھڑا ہو اور دوسرا پاؤں کھڑے ہوئے گھٹنے پر رکھا ہو۔ پہلی صورت جائز یہ دوسری صورت ممنوع لہذا احادیث میں تعارض نہیں پاؤں پر پاؤں رکھنے میں ستر کھل جانے کا اندیشہ ہے خصوصاً جب کہ تہبند بندھا ہوا ہو، آئندہ حدیث میں پاؤں پر پاؤں رکھنے سے ممانعت آ رہی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں لیٹنا جائز ہے خصوصاً ضرورت کے وقت یا یہ بحالت اعتکاف۔ (مرآۃ الناجی، ج ۶، ص ۵۴۵)

❖ عَنْ رَبِيعِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ اخْتَصَى بِسَدْيِهِ.

حضرت ربیع اپنے والد عبدالرحمن کے واسطے سے اپنے دادا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں (حضرت ابوسعید خدری) نے فرمایا جب رسول اللہ ﷺ مسجد میں بیٹھتے تو دونوں ہاتھوں سے گھٹنے باندھ لیتے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ احتباء کے معنی پہلے بیان ہو چکے کہ دونوں زانوں کھڑے ہوں میرین زمین پر لگے ہوں اور دونوں ہاتھوں سے زانو پکڑے ہوئے کہ ہاتھوں کے صفے میں انہیں لے لیا جاوے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے علاوہ اور وقت میں مسجد میں اس طرح بیٹھتے تھے وہ بھی کبھی کبھی۔ (مرآۃ الناجی، ج ۶، ص ۵۵۰)

22- بَابُ مَا جَاءَ فِي تُكَافَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تکلیف مبارک

❖ عَنْ سَمَاءَ بِنِ حَرْبٍ . عَنْ
جَابِرِ بْنِ سَمْرَةَ . قَالَ : رَأَيْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ . مُتَّكِئًا عَلَى وَسَادَةٍ عَلَى
بَسَارَةٍ .

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم
ﷺ کو تکیہ پر اپنی بائیں جانب سہار
لیے ہوئے دیکھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شہرت میں فرماتے ہیں کہ معلوم ہوا کہ گھاؤ تکیہ پر بائیں ہاتھ کی ٹیک لگا کر بیٹھنا سنت ہے بلکہ اگر سادہ تکیہ پر ٹیک لگائی جاوے تو وہ بھی اس میں داخل ہے۔ اس حدیث کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ حضور انور تکیہ پر سر مبارک رکھے بائیں کروٹ پر لینے تھے۔ (مرقاۃ و اشعہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکیہ بہت پسند تھا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی تم کو تکیہ دے تو اسے رو نہ کرو۔ (اشعہ) (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۵۳۹)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعَدَةَ
 قَالَ : حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْبُفَّظِلِ .
 قَالَ : حَدَّثَنَا الْحَزْرِيُّ ، عَنْ عَبْدِ
 الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ،
 قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَلَا أُحَدِّثُكُمْ
 بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ، قَالُوا : بَلَى يَا
 رَسُولَ اللَّهِ قَالَ : الْإِشْرَاقُ بِاللَّهِ .

وَعُقُوفُ الْوَالِدَيْنِ قَالَ : وَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَكَانَ مُتَكِنًا ، قَالَ : وَشَهَادَةُ الزُّورِ ، أَوْ قَوْلُ الزُّورِ ، قَالَ : فَمَا زَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، يَقُولُهَا حَتَّى قُلْنَا : لَيْتَهُ سَكَتَ .

نافرمانی کرنا۔ راوی کہتے ہیں حضور اکرم ﷺ تکیہ لگائے ہوئے تھے پھر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا اور جھوٹی گواہی بھی۔ یا فرمایا جھوٹی بات راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ متواتر یہی کلمہ فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم کہہ اٹھے کاش! آپ خاموش ہو جائیں۔

شرح حدیث: جھوٹی گواہی

کسی کے خلاف جھوٹی گواہی دینا حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے، اس کی مذمت کرتے ہوئے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد تین مرتبہ فرمایا: جھوٹی گواہی، شرک کے برابر ہے، پھر یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ

(پ ۱۷، ج ۳۰)

ترجمہ کنز الایمان: تو دور ہو بتوں کی گندگی سے اور بچو جھوٹی بات سے۔

ایک مقدم پر تین مرتبہ ارشاد فرمایا: سن لو! تمہیں سب سے بڑے گناہوں کے بارے میں بتاتا ہوں۔ (۱) شرک (۲) والدین کی نافرمانی (۳) جھوٹی گواہی

(صحیح البخاری، کتاب الادب، رقم: ۵۹۷۶، ج ۴، ص ۹۵)

ماں باپ کی ایذا رسانی

ماں باپ کی نافرمانی حرام، سخت حرام، اور گناہ کبیرہ ہے۔ بلکہ ہر ایک پر فرض ہے کہ اپنے ماں باپ کا فرماں بردار ہو کر ان کے ساتھ بہترین سلوک کرے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۖ إِمَّا يَنْتَلِعَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا آفٌ وَلَا تُنْهَرُ مِنْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۝ وَخَفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْنِي صَغِيرًا ۝

ترجمہ کنز الایمان: اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ہوں نہ کہن اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا اور ان کیلئے عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے اور عرض کر کہ اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا

کہ ان دونوں نے مجھے چھٹپن میں پالا۔ (پ 15، بنی اسرائیل: 23، 24)

حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے گناہ کبیرہ کا بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وعقوق الوالدین یعنی ماں باپ کی نافرمانی و ایذا رسانی گناہ کبیرہ ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان و طہارۃ، باب ۱-بیمین النمس، الحدیث ۶۶۷۵، ج ۳، ص ۲۹۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا کہ اُس شخص کی ناک مٹی میں مل جائے، اُس شخص کی ناک مٹی میں مل جائے ان الفاظ کو سن کر کسی صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کس کی ناک مٹی میں مل جائے؟ تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جو اپنے ماں باپ کو پائے کہ ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے میں ہوں پھر وہ اُن کی خدمت کر کے جنت میں نہیں داخل ہوا تو اس کی ناک مٹی میں مل جائے۔ (یعنی وہ ذلیل و خوار اور نامراد ہو جائے۔)

(صحیح مسلم، کتاب البر و الصلۃ، باب رَغْمُ مَنْ اَدْرَكَ... الخ، الحدیث ۲۵۵۱، ص ۳۸۱)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے

قَالَ : حَدَّثَنَا شَرِيكَ ، عَنْ عَلِيٍّ
 بْنِ الْأَقْمَرِ ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ ، قَالَ :
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ : أَمَّا أَكَا ، فَلَا أَكُلُ
 مُتَّكِئًا .

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ آپ کا نام وہب بن عبد اللہ سوائی ہے یعنی سواء ابن عامہ سے
 ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ نابالغ تھے مگر حضور سے روایات لی
 ہیں، آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وزیر خزانہ بنایا تھا، آپ حضرت علی کے ساتھ
 تمام جنگوں میں شریک رہے، آپ کوفہ میں ۴۷ھ میں فوت ہوئے، آپ سے آپ
 کے بیٹے عوز نے اور بہت سے تابعین بلکہ حضرت علی نے بھی روایات لیں۔

(اشعور و مرقات)

کھاتے وقت تکیہ لگانے کی چار صورتیں ہیں: ایک یہ کہ ایک پہلو زمین سے
 قریب کر کے بیٹھے، دوسرے یہ کہ چار زانو بیٹھے، تیسرے یہ کہ ایک ہاتھ زمین پر رکھ کر
 اس پر ٹیک لگا کر بیٹھے، چوتھے یہ کہ دیوار وغیرہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے یہ چاروں تکیے
 مناسب نہیں۔ دوزانو یا اکڑوں بیٹھ کر کھانا اچھا ہے طبی لحاظ سے بھی مفید ہے، کھڑے
 ہو کر کھانا اچھا نہیں۔ (اشعور المصنفات) (مرآۃ المساجد، ج ۶، ص ۲۰)

پیارے بھائیو! ٹیک لگا کر کھانا سنت نہیں۔ اس سنت پر عمل نہ کرنے میں تین طبی
 نقصانات بھی ہیں:

(۱) کھانا اچھی طرح چبایا نہیں جاسکے گا اور اس میں لعاب جس مقدار میں ملنا چاہئے
 اتنا نہیں ملے گا جو کہ معدے میں جا کر نشاستہ دار غذاؤں کو ہضم کر سکے اور یوں

نظام انہضام (یعنی ہانسمہ) سسٹم ہوگا۔

(۲) ٹیک لگا کر بیٹھنے سے معدہ پھیل جاتا ہے لہذا اس طرح غیر ضروری خوراک معدے میں چلی جائے گی اور ہانسمہ خراب ہوگا۔

(۳) ٹیک لگا کر کھانے سے آنتوں اور جگر کو نقصان پہنچتا ہے۔

حُجَّۃُ الْاِسْلَام حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں، ٹیک لگا کر پانی پینا بھی معدے کیلئے نقصان دہ ہے۔ (احیاء العلوم ج ۲ ص ۵)

❖ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَلِيٍّ
 بْنِ الْأَقْمَرِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا
 مُحَمَّدٍ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا أَكُلُ
 حَضْرَتِ عَلِيِّ بْنِ أَقْمَرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
 فرماتے ہیں کہ میں نے ابو حمزہ رضی اللہ
 عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا میں تکیہ لگا کر (کھانا) نہیں
 کھاتا۔

شرح حدیث: ٹیک لگا کر کھانے کی چار صورتیں

کھاتے وقت تکیہ (یعنی ٹیک) لگانے کی چار صورتیں ہیں:- (۱) ایک پہلو زمین کی طرف کر کے (یعنی دائیں یا بائیں جھکے ہوئے) بیٹھنا (۲) چار زانو (یعنی چوکڑی مار کر) بیٹھنا (۳) ایک ہاتھ زمین پر رکھ کر (اُس پر) ٹیک لگا کر بیٹھنا (۴) دیوار یا کرسی کی پشت (وغیرہ سے ٹیک لگا کر بیٹھنا۔ یہ چاروں صورتیں مناسب نہیں۔ دوزانو یا اکڑوں (یعنی دونوں گھٹنیں کھڑے کر کے) بیٹھ کر کھانا اچھا ہے، طبی لحاظ سے بھی مفید ہے۔ کھڑے ہو کر کھانا اچھا نہیں۔ (بزاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۶ ص ۱۲)

ٹیک لگا کر کھانے کے طبی نقصانات

ٹیک لگا کر کھانا سنت نہیں۔ اس سنت پر عمل نہ کرنے میں تین طبی نقصانات بھی ہیں:- (۱) کھانا اچھی طرح چبایا نہیں جاسکے گا اور اس میں لعاب جس مقدار میں منا

چاہئے اتنا نہیں مے گا جو کہ معدے میں جا کر نشاستہ دار غذاؤں کو ہضم کر سکے اور یوں نظام انہضام (یعنی ہاضمہ) سر آفر ہوگا (۲) ٹیک لگا کر بیٹھنے سے معدہ پھیل جاتا ہے لہذا اس طرح غیر ضروری خوراک معدے میں چلی جائے گی اور ہاضمہ خراب ہوگا (۳) ٹیک لگا کر کھانے سے آنتوں اور جگر کو نقصان پہنچتا ہے۔

حُجَّةُ الْإِسْلَام حضرت سیّدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں، ٹیک لگا کر پانی پینا بھی معدے کیلئے نقصان دہ ہے۔ (احیاء العلوم ج ۲ ص ۵)

❖ عَنْ سَمَالِثِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ
حَضْرَتِ جَابِرِ بْنِ سَمْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
جَابِرُ بْنُ سَمْرَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ
فَرَمَاتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكِيَةً لَكَائے ہوئے دیکھا۔
مُتَّكِئًا عَلَى وَسَادَةٍ..

23- بَابُ مَا جَاءَ فِي اتِّكَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تکیہ مبارک لگانا

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ
الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ
عَاصِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ
سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
شَاكِئًا، فَخَرَجَ يَتَوَكَّأُ عَلَى أَسَاسَةٍ
فِي زَيْدٍ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ قَطْرِي، قَدْ
تَوَشَّحَ بِهِ فَصَلَّى بِهِمْ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے
ہیں کہ نبی کریم ﷺ مرض کی حالت
میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پر ٹیک
لگائے گھر سے باہر تشریف لائے اس
وقت آپ نے یمنی منش چادر دونوں
کندھوں پر ڈالی ہوئی تھی پھر آپ نے نماز
پڑھائی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ غالباً مرض وفات مراد ہے جس میں حضور انور کا وصال شریف ہو گیا۔
 قطری یعنی اعلیٰ درجہ کا کپڑا ہوتا ہے جو سوتی ہوتا ہے مائل بہ سرخی، حاشیہ پر تل
 درجہ کا کام ہوتا ہے۔ قطر ایک بستی کا نام ہے یمن یا بحرین میں وہاں کا تیار کردہ ہوتا ہے
 جیسے ہمارے ہاں ڈھا کہ کی ملل۔

جیسے محرم احرام کی چادر میں لپٹا ہوتا ہے کہ چادر کے دونوں کنارے کندھوں
 پر پڑے تھے۔ تو شح بنا ہے و شاح سے بمعنی کنگن، چونکہ کنگن کلائی سے لپٹ جاتا ہے
 اس لیے کپڑے میں لپیٹنے کو تو شح کہتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آخری نماز پڑھائی تھی۔ اس کا تفصیلی بیان ان
 شاء اللہ وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں آئے گا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۲۰۵)

❖ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاجٍ، عَنِ
 الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ . قَالَ:
 دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي مَرَضِهِ الَّذِي
 تُوفِّيَ فِيهِ، وَعَلَى رَأْسِهِ عَصَابَةٌ
 صَفْرَاءُ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ:
 يَا فَضْلُ قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ
 اللَّهِ، قَالَ: أَشَدُّ بِهَذِهِ الْعَصَابَةِ
 رَأْسِي، قَالَ: فَفَعَلْتُ، ثُمَّ قَعَدَ
 فَوَضَعَ كَفَّهُ عَلَى مَنْكِبِي، ثُمَّ قَامَ
 فَدَخَلَ فِي الْمَسْجِدِ وَفِي الْحَدِيثِ
 قِصَّةٌ.

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ
 فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے
 مرض وصال میں آپ کے پاس حاضر ہو
 اور (اس وقت) آپ کے سر مبارک پر
 زرد رنگ کی پٹی (لپیٹی ہوئی) تھی، میں نے
 سلام عرض کیا تو آپ نے فرمایا اے فضل!
 میں نے عرض کیا یا رسول اللہ حاضر ہوں!
 آپ نے فرمایا یہ پٹی میرے سر پر زور
 سے باندھ دو! حضرت فضل فرماتے ہیں
 میں نے ایب ہی کیا پھر آپ بیٹھ گئے اور اپنا
 دست مبارک میرے کندھے پر رکھ کر
 کھڑے ہوئے اور مسجد میں داخل

ہو گئے۔ اس حدیث میں اور بھی لمبا قصہ

ہے۔

شرح حدیث: سرکارِ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال

اور وہی ذات ہے جس نے حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نبی عربی، امین و مامون، صاحب عزت و مرتبہ اور محفظ عزت ہونے کی حیثیت سے منتخب فرمایا اور چن لیا۔ باوجود یہ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا قرب و مرتبہ عطا فرمایا جس تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نفس کریمہ کو بھی وصال ظاہری کی خبر دی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حوادثِ زمانہ سے آگاہ فرمایا، اور ماقبل وصال فرمانے والے حضرات انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام (کی ظاہری وفات) سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی و اطمینان بخشا۔ چنانچہ، اللہ عزَّ وَّجَلَّ اپنی محفوظ کتاب میں ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَ إِنَّهُمْ مَيِّتُونَ (پ ۲۳، الزمر: ۳)

ترجمہ کنز الایمان: بے شک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔

24- بَابُ مَا جَاءَ فِي أَكْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کھانا مبارک

❖ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ ، عَنِ
ابْنِ لُكَيْبِ بْنِ مَالِكٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، أَنَّ سَاجِدًا دَعَاكَ أَتَىكَ مِنْ رَأْسِهِ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ نَبِيَّكَ مِنْ رَأْسِهِ ابْنِي أَكْلِيَا تَمِينَ
يَلْعَقُ أَصَابِعَهُ فَلَا تَأْكُلُ .
مرتبہ چانتے تھے۔

❖ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ ، عَنْ
حَضْرَتِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
فَرَمَاتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانا

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا
أَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ أَصَابِعَهُ
الثَّلَاثَ.

شرح حدیث: کھانا کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنے کی سنت کے طہن فوائد

کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنے کا حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے 14
صدی پہلے دیا اور اس میں جو حکمت کا فرما ہے اس کی تصدیق طبی سائنسداں اس دور
میں کر رہے ہیں۔ انگلیاں چاٹنے میں کیا فائدہ مضر ہے اس کی ایک حالیہ سائنسی تحقیق
میں شائع کی گئی خبر میں ملاحظہ کیجئے: جرمن کے طبی ماہرین نے تحقیق کے بعد یہ نتیجہ اخذ
کیا ہے کہ انسان کی انگلیوں کے پوروں پر موجود خاص قسم کی پروٹین اسے دست،
تے اور ہینے جیسی بیماریوں سے بچاتی ہے۔ ماہرین کے مطابق وہ بیکٹیریا یا جنہیں
ایکولائی کہتے ہیں، جب انگلیوں کے پوروں پر آتے ہیں تو پوروں پر موجود پروٹین ان
مضر صحت بیکٹیریا کو ختم کر دیتی ہے۔ اس طرح یہ جراثیم انسانی جسم پر رہ کر مضر اثرات
پیدا نہیں کرتے، خاص طور پر جب انسان کو پسینہ آتا ہے تو جراثیم کش پروٹین متحرک ہو
جاتی ہے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ اگر یہ پروٹین نہ ہوتی تو بچوں میں ہینے، دست اور تے
کی بیماریاں بہت زیادہ ہوتیں۔

حدیث شریف: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی کھانا کھائے تو
سیدھے دائیں ہاتھ سے کھائے اور پانی پیئے تو سیدھے ہاتھ سے پیئے۔ (مسلم شریف
راوی: حضرت عمر رضی اللہ عنہ) جدید سائنسی تحقیق: سیدھے ہاتھ سے غیر مرنی شعاعیں نکلتی
ہیں اور الٹے ہاتھ سے بھی نکلتی ہیں لیکن سیدھے ہاتھ کی شعاعیں فائدہ مند ہیں اور
الٹے ہاتھ والی شعاعیں نقصان دہ ہیں یعنی سیدھے ہاتھ سے شفاء ہے اور الٹے ہاتھ
سے کھانے میں بیماریاں پیدا ہوتی ہیں لہذا سیدھے ہاتھ سے کھانا کھانا شفاء کو اپنے

مذہبات ہے۔

❖ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ . عَنْ أَبِي
جَحِيفَةَ . قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى
لَهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَقْمَا أَنَا فَلَا
لَا كَرَكْهَانِمْ كَهَاتَا .
كُلُّ مُتَكَبِّرًا .

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ آپ کا نام وہب بن عبد اللہ سوائی ہے یعنی سواہ ابن عامر سے
ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ نابالغ تھے مگر حضور سے روایات لی
ہیں، آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وزیر خزانہ بنایا تھا، آپ حضرت علی کے ساتھ تمام
جنوں میں شریک رہے، آپ کوفہ میں ۴۷ھ میں فوت ہوئے، آپ سے آپ کے
بیٹے عوذ نے اور بہت سے تابعین بلکہ حضرت علی نے بھی روایات لیں۔ (اشعۃ درقات)

کھاتے وقت تکیہ لگانے کی چار صورتیں ہیں: ایک یہ کہ ایک پہلو زمین سے
قریب کر کے بیٹھے، دوسرے یہ کہ چار زانو بیٹھے، تیسرے یہ کہ ایک ہاتھ زمین پر رکھ کر
اک پر ٹیک لگا کر بیٹھے، چوتھے یہ کہ دیوار وغیرہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے یہ چاروں تکیے
مناسب نہیں۔ دوزانو یا اکڑوں بیٹھ کر کھانا اچھا ہے طبی لحاظ سے بھی مفید ہے، کھڑے
ہو کر کھانا اچھا نہیں۔ (اشعۃ السمعات) (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۲۰)

❖ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ . عَنْ
ابْنِ لَكْظَبِ بْنِ مَالِكٍ . عَنْ أَبِيهِ .
قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ بِأَصَابِعِهِ .
الثَّلَاثِ وَيَلْعَقُهُنَّ .

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ
کے ایک صاحبزادے آپ سے روایت
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انگوٹوں سے کھانا کھایا کرتے تھے اور پھر
ان کو چاٹتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ روٹی کا لقمہ تین انگلیوں سے کھاتے تھے انگوٹھا، کلمہ کی انگلی بیچ کی انگلی۔ سنت یہی ہے کہ روٹی ان تینوں انگلیوں سے ہی کھائے بلا ضرورت زیادہ انگلیوں استعمال نہ کرے، چاول تو بغیر پانچ انگلیوں کے کھائے جاسکتے ہی نہیں اس لیے پانچوں انگلیوں سے ان کا لقمہ بنایا جائے۔ عموماً اہل عرب فرنی چاولوں کا سلیقہ چار انگلیوں سے کھاتے ہیں۔

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے انگلیاں چامتے تھے پھر رومال سے پونچتے تھے، پھر دھوتے تھے اب بھی ایسا کرنا سنت ہے، سنی ہوئی انگلیاں صرف دھو ڈالنا طریقہ منکرین ہے۔ جن روایات میں پانچ انگلیوں سے کھانا برا ہے وہاں یا پتلی چیز کا کھانا مراد ہے یا وہ عمل کبھی کبھی تھا یہاں جواز کے لیے، بہر حال سنت یہ ہے جو یہاں بیان ہوا۔ (مرقات) (مراۃ النبیج، ج ۶، ص ۱۶)

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ .
 قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دَكْنٍ .
 قَالَ: حَدَّثَنَا مُضْعَبُ بْنُ سُلَيْمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ : أُنِّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَمْرِ فَرَأَيْتُهُ يَأْكُلُ وَهُوَ مُقْعٍ مِنَ الْجُوعِ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک کھجور پیش کی گئی، میں نے دیکھا کہ آپ بھوک کی وجہ سے اکڑوں بیٹھے ہوئے تناول فرما رہے تھے۔

شرح حدیث: تواضع

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان تواضع بھی سارے عالم سے نزالی تھی، اللہ

حالی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ افتخار عطا فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر آپ چاہیں تو شاہانہ زندگی بسر فرمائیں اور اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہیں تو ایک بندے کی زندگی گزاریں، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بندہ بن کر زندگی گزارنے کو پسند فرمایا۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ تواضع دیکھ کر فرمایا کہ یا رسول اللہ! (عز وجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ کی اس تواضع کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ جیل القدر مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام اولادِ آدم میں سب سے زیادہ بزرگ اور بلند مرتبہ ہیں اور قیامت کے دن سب سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر انور سے اٹھائے جائیں گے اور میدانِ حشر میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔

(الشفاء، جعفر بن حرق، المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، فصل داتا، ج ۱، ص ۱۳۰)

25- بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ خُبْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ روٹی مبارک

❖ يُخْبِرُ عَنْ الْأَسْوَدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: مَا شَبِعَ آلَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْرِ الشَّعْبِ يَوْمَئِذٍ مِمَّنَّابَعْنِي حَتَّى قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے (کبھی) دو دن متواتر پیٹ بھر کر جو کی روٹی (بھی) نہیں کھائی یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ یعنی ہمارے تو گھروں کا یہ حال تھا کہ کسی گھر میں مسلسل دو دن تک گےہوں کی روٹی کافی نہیں پکی کہ ہم گوگ شکم سیر ہو کر کھا لیتے، ایک دن روٹی ایک دن چھو ہارے۔ گندم کی قید اس لیے لگائی کہ جو کی روٹی مسلسل پک جاتی تھی خصوصاً فتح خیر کے بعد کہ اس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ازواج پاک کو ایک ایک سال کے جوار چھو ہارے عطا فرمادیتے تھے جیسا کہ احادیث شریفہ میں آتا ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۴۳)

❖ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ
الدَّوْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ
أَبِي بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَرِيرُ بْنُ
عُثْمَانَ، عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ،
قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ الْبَاهِلِيَّ،
يَقُولُ: مَا كَانَ يَفْضُلُ عَنِ أَهْلِ
بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ خُبْزُ الشَّعِيرِ.

حضرت سلیمان بن عامر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو
امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہتے ہوئے
سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے
جو کی ایک روٹی بھی نہیں بچا کرتی تھی
(یعنی روٹی کم ہوتی تھی۔)

شرح حدیث: اہل بیت نبوت کی سخاوت

حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما بچپن میں ایک مرتبہ بیمار ہو گئے تو
حضرت علی و حضرت فاطمہ و حضرت فضہ رضی اللہ عنہم نے ان شاہزادوں کی صحت کے
لئے تین روزوں کی منت مانی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں شاہزادوں کو شفا دے دی۔ جب
نذر کے روزوں کو ادا کرنے کا وقت آیا تو سب نے روزے کی نیت کر لی۔ حضرت علی
رضی اللہ عنہ ایک یہودی سے تین صاع جولائے۔ ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن
جب افطار کا وقت آیا اور تینوں روزہ داروں کے سامنے روٹیاں رکھی گئیں تو ایک دن

مسکین، ایک دن یتیم، ایک دن قیدی دروازے پر آگئے اور روٹیوں کا سوال کیا تو تینوں دن سب روٹیاں سالکوں کو دے دی گئیں اور صرف پانی سے افطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا گیا۔ حضرت فضہ رضی اللہ عنہا حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی خادمہ تھیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص ۱۰۴۳، پ ۲۹، الدر: ۸-۹)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی کے گھر کی اس سرگزشت کو ان لفظوں میں بیان فرمایا:

وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِمْ مِّنْكِينَا وَ يَتِيمًا وَ أَسِيرًا ۝ إِنَّا نَطْعَمُكُمْ لِيُؤْخِ اللَّهُ لَا تَرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَ لَا شُكُورًا ۝ (پ 29، الدر: 8-9)

ترجمہ کنز الایمان: اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔

سبحان اللہ! اس واقعہ سے اہل بیت نبوت کی سخاوت کا عجیب و غریب اور عظیم الشان حال معلوم ہوتا ہے۔ مسلسل تین روزے اور سحری و افطار میں صرف پانی پی کر روزے رکھنا اور خود بھوکے رہ کر روٹیاں سالکوں کو دے دینا یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اللہ اکبر کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ

بھوکے رہتے تھے خود اوروں کو کھلا دیتے تھے
کیسے صابر تھے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھرانے والے

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حَضْرَتِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَرَمَاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اہل بیت کئی راتیں متواتر بھوکے گزارتے تھے (اور) شام کا کھانا نہ

مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ

عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَبِيتُ اللَّيْلَةَ الْمُتَتَابِعَةَ ظَاوِيًا هُوَ وَأَهْلُهُ، لَا يَجِدُونَ عِشَاءً وَكَانَ أَكْثَرُ خُبْرِهِمْ، خُبْرَ الشَّعِيرِ.

شرح حدیث: اہل بیت کی فیاضی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بے انتہا فیاض تھیں جو کچھ مال آتا اسے غریبوں میں تقسیم کر دیتی تھیں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھانجے تھے اور وہ ان سے بہت محبت فرماتی تھیں۔ انھوں نے ہی گویا بھانجے کو پالا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس فیاضی سے پریشان ہو کر کہ خود تکلیفیں اٹھاتیں اور جو آئے فوراً خرچ کر دیتیں ایک مرتبہ کہہ دیا کہ خالہ کا ہاتھ کس طرح روکنا چاہیے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی یہ فقرہ پہنچ گیا۔ اس پر ناراض ہو گئیں کہ میرا ہاتھ روکنا چاہتا ہے اور ان سے نہ بولنے کی نذر کے طور پر قسم کھائی۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خالہ کی ناراضگی سے بہت صدمہ ہوا، بہت لوگوں سے سفارش کرائی مگر انھوں نے اپنی قسم کا عذر فرما دیا۔

آخر جب عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی پریشان ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے انھیال کے دو حضرات کو سفارشی بنا کر ساتھ لے گئے وہ دونوں حضرات اجازت لیکر اندر گئے یہ بھی چھپ کر ساتھ ہو لئے جب وہ دونوں سے پردہ کے اندر بیٹھ کر بات چیت فرماتے لگیں تو یہ جلدی سے پردہ میں چلے گئے اور جا کر خالہ سے لپٹ گئے اور بہت روئے اور خوشامد کی وہ دونوں حضرات بھی سفارش کرتے رہے اور مسلمان سے بولنا چھوڑنے کے متعلق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کے ارشادات یاد دلاتے رہے اور احادیث میں جو ممانعت اس کی آئی ہے وہ سناتے رہے جس کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی تاب نہ لاسکیں اور رونے لگیں آخر معاف فرمادیا اور بولنے لگیں، لیکن اپنی قسم کے کفارہ میں بار بار غلام آزاد کرتی تھیں، حتیٰ کہ چالیس غلام آزاد کئے اور جب بھی اس قسم کے توڑنے کا خیال آجاتا تھاروتیں کہ دو پٹا تک آنسوؤں سے بھیگ جاتا۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الحجۃ، الحدیث ۶۰۷۳، ج ۳، ص ۱۱۹)

جو کے طبی فوائد

Health Benefits of Barley

Barley Controls Blood Sugar Better:

Dutch researchers used a crossover study with 10 healthy men to compare the effects of cooked barley kernels and refined wheat bread on blood sugar control. The men ate one or the other of these grains at dinner, then were given a high glycemic index breakfast (50g of glucose) the next morning for breakfast. When they had eaten the barley dinner, the men had 30% better insulin sensitivity the next morning after breakfast.

American Journal of Clinical Nutrition, January 2010 :

91(1):90-7, Epub 2009 Nov 4.

Barley Lowers Glucose Levels:

White rice, the staple food in Japan, is a high glycemic index food. Researchers at the University of Tokushima found that glucose levels were lower after meals when subjects switched from rice to barley.

Rinsho Byori, August 2009; 57 (8); 797-805

Barley Beta-Glucan Lowers Glycemic Index:

Scientists at the Functional Food Centre at Oxford Brookes University in England fed 8 healthy human subjects chapatis (unleavened Indian flatbreads) made with either 0g, 2g, 4g, 6g or 8g of barley beta-glucan fiber. They found that all amounts of barley beta-glucan lowered the glycemic index of the breads, with 4g or more making a significant difference.

Nutrition Research, July 2009; 29(7); 4806

Insulin Response better with Barley Beta-Glucan:

In a crossover study involving 17 obese women at increased risk for insulin resistance, USDA scientists studied the effects of 5 different breakfast cereal test meals on subjects' insulin response. They found that

consumption of 10g of barley beta-glucan significantly reduced insulin response.

European Journal of Nutrition, April 2009 ;48(3):170_5.

Epub 2009 Feb 5.

Barley Beats Oats in Glucose Response Study:

USDA researchers fed barley flakes, barley flour, rolled oats, oat flour, and glucose to 10 overweight middle-aged women, then studied their bodies responses. They found that peak glucose and insulin levels after barley were significantly lower than those after glucose or oats. Particle size did not appear to be a factor, as both flour and flakes had similar effects.

Journal of the American College of Nutrition, June 2005; 24(3):182_8

Barley Reduces Blood Pressure:

For five weeks, adults with mildly high cholesterol were fed diets supplemented with one of three whole grain choices: whole wheat/brown rice, barley, or whole wheat/brown rice/barley. All three whole grain combinations reduced blood pressure, leading USDA researchers to conclude that "in a healthful diet,

increasing whole grain foods, whether high in soluble or insoluble fiber, can reduce blood pressure and may help to control weight.

Journal of the American Dietetic Association, September 2006, 106 (9), 1445-9

Barley Lowers Serum Lipids:

University of Connecticut researchers reviewed 8 studies evaluating the lipid-reducing effects of barley. They found that eating barley significantly lowered total cholesterol, LDL bad cholesterol, and triglycerides, but did not appear to significantly alter HDL good cholesterol.

Annals of Family Medicine, March-April 2009, 7 (2), 157-63

Cholesterol and Visceral Fat Decrease with Barley:

A randomized double-blind study in Japan followed 44 men with high cholesterol for twelve weeks, as the men ate either a standard white-rice diet or one with a mixture of rice and high-beta-glucan pearl barley. Barley intake significantly reduced serum cholesterol and visceral fat, both accepted markers of

cardiovascular risk.

Plant Foods and Human Nutrition, March 2008; 63 (1):21-5

Epub 2007 Dec 12.

Barley Significantly Improves Lipids:

25 adults with mildly high cholesterol were fed whole grain foods containing 0g, 3g or 6g of barley beta-glucan per day for five weeks, with blood samples taken twice weekly. Total cholesterol and LDL bad cholesterol significantly decreased with the addition of barley to the diet.

American Journal of Clinical Nutrition, November 2004; 80

(5):1185-93

Barley Pasta Lowers Cholesterol:

University of California researchers fed two test meals to 11 healthy men, both containing beta-glucan. One meal was a high-fiber (15.7g) barley pasta and the other was lower-fiber (5.0g) wheat pasta. The barley pasta blunted insulin response, and four hours after the meal, barley-eaters had significantly lower cholesterol concentration than wheat-eaters.

American Journal of Clinical Nutrition, January 1999; 69

(1), 55, 63

Barley's Slow Digestion may help Weight Control:

Barley varieties such as Prowashonupana that are especially high in beta-glucan fiber may digest more slowly than standard barley varieties. Researchers at USDA and the Texas Children's Hospital compared the two and concluded that Prowashonupana may indeed be especially appropriate for obese and diabetic patients. Journal of Nutrition, September 2002, 132 (9):2593-6

Greater Satiety, Fewer Calories Eaten with Barley:

In a pilot study not yet published, six healthy subjects ate a 420-calorie breakfast bar after an overnight fast, then at lunch were offered an all-you-can-eat buffet. When subjects ate a Prowashonupana barley bar at breakfast they subsequently ate 100 calories less at lunch than when they ate a traditional granola bar for breakfast.

❖ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ ، عَنْ
 سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ ، أَنَّهُ قِيلَ لَهُ: عَنْهُ سَهِلُ بْنُ سَعْدٍ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِيُّ ، يَعْنِي الْخَوَّارِي فَقَالَ سَهْلٌ : مَا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِيَّ حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ تَعَالَى ، فَقِيلَ لَهُ: هَلْ كَانَتْ لَكُمْ مَنَاخِلٌ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ: مَا كَانَتْ لَنَا مَنَاخِلٌ قِيلَ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ بِالشَّعِيرِ ، قَالَ: كُنَّا نَنْفُخُهُ فَيَطِيرُ مِنْهُ مَا طَارَ ، ثُمَّ نَعِجْنُهُ .

نے سفید میدہ کی روٹی کھائی حضرت سہل نے فرمایا نبی پاک ﷺ نے وصال تک سفید میدہ نہیں دیکھا، پس پوچھا گیا (حضرت سہل) کیا رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں تمہارے پاس چھلنیاں ہوا کرتی تھیں انہوں نے فرمایا ہمارے پاس چھلنیاں نہیں تھیں، پھر پوچھا گیا تم جو کے آٹے کو کیا کرتے تھے تو انہوں نے فرمایا ہم اسے پھونکتے، اس سے جواڑنا ہوتا اڑ جاتا، پھر ہم اسے پکا لیتے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی میدہ کھانا تو بہت دور کبھی ملاحظہ بھی نہ فرمایا۔ اللہ کی شان ہے کہ اب مدینہ منورہ میں میدہ کی روٹی عام ہے آٹے کی روٹی بہت کم مٹی ہے اور کہتے ہیں میدہ کی روٹی بہت قسم کی ہوتی ہے مغربی، شامی وغیرہ۔

یعنی ظہور نبوت کے بعد میدہ کی روٹی ملاحظہ نہ فرمائی۔ اس سے پہلے حضور انور ﷺ نے شام کا سفر کیا ہے اور بحیرہ راہب کی دعوت میں میدہ کی روٹی ملاحظہ فرمائی ہے۔ اس زمانہ میں شام و روم میں میدہ کی روٹی بہت مروج تھی۔ بعد اعلان نبوت حضور حجاز میں رہے اور مال سے بے رغبتی بھی بہت رہی۔ (مرقات)

سبحان اللہ! یہ ہے حضور کی سادہ اور بے تکلف زندگی۔

بعض روایات میں ہے کہ کسی صاحب نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تمنا کی کہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا کھاؤں، آپ فرمانے لگیں تم نہ سکو گے یہ تو ان کی ہی شان تھی جو کھا گئے اور واقعہ ہے کہ ہم گندم کی روٹی بے چھنے آئے کی نہیں کھا سکتے چہ جائیکہ جو کی روٹی وہ بھی بے چھنے آئے کی۔

شعر

کھانا جو دیکھو جو کی روٹی

بے چھنا آتا روٹی بھی بوٹی

وہ بھی شکم بھر روز نہ کھانا صلی اللہ علیہ وسلم

جس کی تمنا روز نہ کھانا

اک دن نافع اک دن کھانا

جس دن کھانا شکر کا کرنا صلی اللہ علیہ وسلم

قبضہ میں جس کے ساری خدائی

اس کا بچھونا ایک چٹائی

نظروں میں کتنی بیچ ہے دنیا صلی اللہ علیہ وسلم

(مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۲۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم

نے نہ تو چوک پر رکھ کر کھانا کھایا، نہ چھوٹی

پیالی میں کھایا اور نہ ہی آپ کے لیے

چپاتی پکائی گئی۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ .

قَالَ : حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ .

قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ يُونُسَ .

عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ .

قَالَ : مَا أَكَلَ نَبِيُّ اللَّهِ عَلَى خَوَانٍ .

وَلَا فِي سُكَّرَجَةٍ . وَلَا خُبْزٍ لَهُ .

مَرْقَى قَالَ : فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ : (تو پھر) تم کھانا کس چیز پر رکھ کر کھاتے
 قَعْلَهُ كَانُوا يَأْكُلُونَ ، قَالَ : عَلَى هَذِهِ السَّقْفِ .
 دسترخوان پر۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ قتادہ تابعی ہیں، بصری ہیں، نابینا تھے، ان کی ولادت ۶۰ھ میں
 ہے اور وفات ۱۱۵ھ میں ہجری میں حضرت انس اور ابو طفیل سے روایات لیتے ہیں۔
 کیونکہ میز پر کھانا طریقہ منکرین ہے تاکہ کھانے کے آگے جھکنا نہ پڑے اور
 بہت چھوٹی پیالی میں کھانا طریقہ بخئیوں کا ہے تاکہ دوسرا آدمی ساتھ نہ کھا سکے، ساری
 بونیاں اور سالن ہم اکیلے ہی کھائیں۔ سنت یہ ہے کہ کھانے کے آگے قدرے جھک کر
 بیٹھے۔ (مرقات وافہ المعات)

بہت باریک روٹی اب بھی عرب شریف میں نہیں ہوتی، روٹی قدرے موٹی ہوتی
 ہے وہ صحت کے لیے بھی مفید ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کے لیے چپاتی نہیں پکائی گئی لیکن اگر کوئی شخص چپاتی پیش کرتا تو حضور انور قبول فرماتے
 اور کھاتے تھے۔ (افہ المعات)

دسترخوان کپڑے کا، چمڑے کا اور کھجور کے پتوں کا ہوتا تھا، ان تینوں قسم کے
 دسترخوانوں پر کھانا حضور نے کھایا ہے، دسترخوان بھی نیچے زمین پر بچھتا تھا اور خود سرکار
 بھی زمین پر تشریف فرما ہوتے تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ کھانا ملاحظہ
 فرماتے تھے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ میز پر کھانا بدعت جائزہ ہے اور دسترخوان پر
 کھانا سنت ہے۔ (مرآۃ النجیح، ج ۶، ص ۲۱)

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 قَالَ : حَدَّثَنَا عَبَادُ بْنُ عَبَّادٍ فرماتے تھے میں حضرت عائشہ رضی اللہ

الْمُهَلَّبِيُّ عَنْ مُجَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ.
عَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى
عَائِشَةَ، فَدَعَتْ لِي بِطَعَامٍ
حَالَتْ: مَا أَشْبَعَ مِنْ طَعَامٍ
فَأَشَاءُ أَنْ أَبْكِيَ إِلَّا بِكَيْتُ قَالَ:
قُلْتُ لِمَ، قَالَتْ: أَذْكُرُ الْحَالَ
الَّتِي فَارَقَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا
وَاللَّهُ مَا شَبَعَ مِنْ خُبْزٍ وَلَحْمٍ
مَرَّتَيْنِ فِي يَوْمٍ.

تعالیٰ عنہا کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے
میرے لیے کھانا منگوایا اور فرمایا جب میں
پیٹ بھر کر کھانا کھاتی ہوں تو رو دیتی ہوں
(حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
ہیں) میں نے پوچھا آپ ایسا کیوں کرتی
ہیں؟ تو انہوں (حضرت عائشہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا) نے فرمایا میں اس حال کو یاد
دکرتی ہوں جس میں نبی پاک ﷺ نے
اس دنیا سے پردہ فرمایا۔ اللہ کی قسم! آپ
نے ایک دن میں دو مرتبہ روئی سیر ہو کر
تناول فرمائی نہ گوشت۔

❖ يُحَدِّثُ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ
يَزِيدَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا
شَبَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزٍ الشَّعْبِيِّ يَوْمَئِذٍ
مُتَتَابِعَيْنِ حَتَّى قُبِضَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وصال
مبارک تک (کبھی) دوران متواتر جو کہ
روئی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ یعنی ہمارے تو گھروں کا یہ حال تھا کہ کسی گھر میں مسلسل دو دن تک
گیہوں کی روئی کافی نہیں پکی کہ ہم لوگ شکم سیر ہو کر کھا لیتے، ایک دن روئی ایک دن
چھو ہارے۔ گندم کی قید اس لیے لگائی کہ جو کہ روئی مسلسل پک جاتی تھی خصوصاً فتح خیبر
کے بعد کہ اس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ازواج پاک کو ایک ایک سال کے جوار

جو ہمارے عطا فرمادیتے تھے جیسا کہ احادیث شریفہ میں آتا ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۴۳)

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ
الرَّحْمَنِ. قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ
بْنُ عَمْرٍو أَبُو مَعْمَرٍ. حَدَّثَنَا عَبْدُ
نُوَارٍ. عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي
عَرُوبَةَ. عَنْ قَتَادَةَ. عَنْ أَنَسٍ.
قَالَ: مَا أَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خَوَانٍ. وَلَا
أَكَلَ خُبْزًا مُرَقَّقًا حَتَّى مَاتَ.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام
عمر نہ تو چوکی پر رکھ کر کھانا کھایا اور نہ ہی
چپاتی کھائی (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) نے
سادگی پسند فرمائی اور فقر کو خود اختیار فرمایا۔

شرح حدیث: سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اور خاندان سرکار کا فقر اختیاری

ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خدا عزوجل نے اشرف تریں مخلوق
بنایا اور محبوبیت خاص کا خلعت فاخرہ عطا فرمایا۔ اسی وجہ سے دنیا کی جو بلائیں آپ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اٹھائیں اور جو مصیبتیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے
برداشت کیں کسی سے ان کا تحمل ممکن نہیں۔ اللہ اللہ! محبوبیت کی تو وہ ادائیں کہ
فرمایا جاتا ہے:

لَوْلَاكَ لَمَّا خَلَقْتَ الدُّنْيَا. اے محبوب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں اگر تم کو نہ
ہو یا کرتا تو دنیا ہی کو نہ بناتا۔ (فردوس الاخبار، الحدیث: ۸۰۹۵، ج ۲، ص ۳۵۸ بقفظ ماخلقت)

علوم مرتبت کی وہ کیفیتیں کہ اپنے خزانے کی کنجیاں دے کر مختار کل بنا دیا کہ جو
پہو کرو، سیاہ و سپید کا تمہیں اختیار ہے۔

ایسے بادشاہ جن کے مقدس سر پر دونوں عالم کی حکومت کا چمکتا تاج رکھا گیا،

ایسے رفعت پناہ، جن کے مبارک پاؤں کے نیچے تختِ الہی بچھایا گیا، شاہی لشکر فقیر، سلاطین عالم، سلطانی بازے کے محتاج، شاہانِ معظم، دنیا کی نعمتیں بانٹنے والے، زمانے کی دولتیں دینے والے، بھکاریوں کی جھولیاں بھریں، منہ مانگی مرادیں پوری کریں۔ اب کا شانہ اقدس اور دولت سرائے مقدس کی طرف نگاہ جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی شان نظر آتی ہے۔ ایسے جلیل القدر بادشاہ جن کی قاہر حکومت مشرق مغرب کو گھیر چکی اور جن کا ڈنکا ہفت آسمان و تمام روئے زمین میں بج رہا ہے، ان کے برگزیدہ گھر میں آسریش کی کوئی چیز نہیں، آرام کے اسباب تو درکنار، خشک کھجوریں اور جو کے بے چھنے آٹے کی روٹی بھی تمام عمر پیٹ بھر کر نہ کھائی۔

کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا

اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش)

شاہی لباس دیکھئے تو سترہ سترہ پیوند لگے ہیں، وہ بھی ایک کپڑے کے نہیں۔ دو مہینے سلطانی باورچی خانے سے دھواں بلند نہیں ہوتا۔ دنیوی عیش و عشرت کی تو یہ کیفیت ہے، دینی وجاہت دیکھئے تو اس تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شوکت اور اس سادگی پسندی کی وجاہت سے دونوں عالم گونج رہے ہیں۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں

دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

یہاں یہ امر بھی بیان کر دینے کے قابل ہے کہ یہ تکلیفیں، یہ مصیبتیں محض اپنی خوشی سے اٹھائی گئیں، اس میں مجبوری کو ہرگز دخل نہ تھا۔

ایک بار آپ کے یہی خواہ اور رضا جو دوست جل جلالہ نے پیام بھیجا کہ تم کہو تو ملک کے دو پہاڑوں کو سونے کا بنا دوں کہ وہ تمہارے ساتھ رہیں، عرض کی: یہ چاہتا ہوں کہ

ایک دن دے کہ شکر بجالاؤں، ایک دن بھوکا رکھ کہ صبر کروں۔

(سنن الترمذی، کتاب الزہد، باب ماجاء فی الکفاف... الخ، ج ۳، ص ۱۵۵، الحدیث: ۲۳۵۴)

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو نفس مطمئنہ عطا فرمایا ہے۔ اگر آپ عیش و عشرت میں بسر فرماتے اور آسائش و راحت محبوب رکھتے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پروردگار عزوجل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی پر خوش ہونے والا دنیا میں جنسوں کو اتار کر رکھ دیتا، اور یہ سامانِ عیش آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے برگزیدہ اور پاک نفس میں ہرگز تغیر پیدا نہ کر سکتا، ایسی حالت میں یہ بپسندی اور مصیبت دوستی اسی بنیاد پر ہو سکتی ہے کہ آپ رحمۃ اللعالمین ٹھہرے، دنیا کی ہر چیز کے حق میں رحمت ہو کر آئے، اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عیش و عشرت میں مشغول رہتے تو تکلیف و مصیبت جن سے ماقبت میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے غلاموں کو بھی سروکار نہ ہوگا، برکات سے محروم رہ جاتیں۔

ایک بار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کو کنیزیں اور غلام تقسیم فرما رہے تھے، مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے حضرت بول زہر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا: جاؤ! تم بھی اپنے لئے کوئی کنیز لے آؤ۔ حاضر ہوئیں اور ہاتھ دکھا کر عرض کرنے لگیں کہ چکیاں پیٹے پیٹے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں ایک کنیز مجھے بھی عنایت ہو۔ ارشاد ہوا: اے فاطمہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں تجھے ایسی چیز بتاتا ہوں جو کنیز و غلام سے زیادہ کام دے، ثورات کو سوتے وقت سبحان اللہ ۳۳ بار، الحمد للہ ۳۳ بار، اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھ کر سو رہا کر۔

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی التسبیح... الخ، الحدیث: ۳۴۱۹، ج ۵، ص ۲۶۰)

ایک بار حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کاشانہ میں تشریف لے گئے، دروازہ تک رونق افروز ہوئے تھے کہ حضرت فاطمہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاتھوں میں چاندی کی ایک چوڑی ملاحظہ فرمائی، واپس تشریف آئے، حضرت بول رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ چوڑیاں حاضر کر دیں کہ انہیں تصدق کر دیجئے، مساکین کو عطا فرمادی گئیں اور دو چوڑیاں عاج کی مرحمت ہوئیں اور ارشاد ہوا: فاطمہ! دنیا، محمد اور آل محمد کے لائق نہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر آئے، دیکھا کہ کھجور کی چٹائی پر آرام فرما رہے ہیں، اور اس نازک جسم اور نازنین بدن پر بورے کے نشان بن گئے ہیں، یہ حالت دیکھ کر بے اختیار رونے لگے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم، قیصر و کسریٰ، خدا کے دشمن، ناز و نعمت میں بسر کریں اور خدا عز و جل کا محبوب تکلیف و مصیبت میں؟ ارشاد ہوا: کیا تو اس امر پر راضی نہیں کہ انہیں دنیا کے عیش ملیں اور تو عقبیٰ کی خوبیوں سے بہرہ ور ہو؟ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب معنی مرضاة... الخ، الحدیث ۳۹۱۳، ج ۳، ص ۳۶۰)

اللہ عز و جل کے حقیقی دوست

حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بذریعہ الہام فرمایا گیا اے سری! رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نے مخلوق پیدا فرما کر اس سے پوچھا: کیا تم مجھ کو دوست رکھتے ہو؟ سب نے بالاتفاق عرض کی کہ تیرے سوا اور کون ہے جسے ہم دوست رکھیں گے؟ پھر میں نے دنیا بنائی تو حصے اس کی طرف ہو گئے، ایک حصہ نے کہا: ہم اس کی خاطر تجھ سے جدائی نہ کریں گے۔ پھر آخرت خلق فرمائی، اس ایک حصہ سے تو حصے اس کے خریدار ہو گئے، باقیوں نے عرض کی: ہم دنیا کے سائل نہ آخرت پر مائل، ہم تو تیرے چاہنے والے ہیں۔ پھر بلائیں پیش کیں ان میں سے بھی تو حصے گھبرا کر پریشان ہو گئے، ایک حصہ نے عرض کی: تو زمین اور آسمان کے چودہ طبق کو بلا کا ایک طوق بنا کر ہمارے گلے میں ڈال دے، مگر ہم تیری طرف سے منہ پھیرنے والے نہیں۔ ان کی نہت ارشاد ہوا: اُولَٰئِكَ اَوْلِيَّائِي حَقًّا یہ میرے سچے دوست ہیں۔

اب اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بلا پسندی حیرت کی آنکھوں سے دیکھنے کے قابل ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بلا و نعمت کے بارے میں سوال ہوا، فرمایا: ہمارے نزدیک دونوں برابر ہیں۔

ع انچہ از دوست می رسد نیکوست
(یعنی دوست سے جو کچھ پہنچے اچھا ہوتا ہے۔)

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر ہوئی، ارشاد ہوا: اللہ عزوجل ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم کرے مگر ہم اہل بیت کے نزدیک بلا، نعمت سے افضل ہے کہ نعمت میں نفس کا بھی حصہ ہے اور بلا محض رضائے دوست ہے۔ (آئینہ قیامت ص ۱۵-۱۷)

26- بَابُ مَا جَاءَ فِي إِدَامِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سالن مبارک

❖ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: نِعْمَ الْإِدَامُ الْخُلُّ، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، فِي حَدِيثِهِ: نِعْمَ الْإِدَامُ أَوْ الْأَكْمُ الْخُلُّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بہترین سالن سرکہ ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عبد الرحمن اپنی روایت میں کہتے ہیں کہ اچھے سالن یا اچھا سالن سرکہ ہے۔

شرح حدیث: سرکہ کے فوائد

سرکہ کے فوائد ہزاروں سال سے معلوم ہیں۔ جدید طب میں اس پر کچھ تحقیق بھی ہوئی ہے۔ جدید طب میں اسے واضح طور پر کولسٹرول اور ثرائی گلیسرائیڈ (Triglyceride) کم کرنے کے لیے فائدہ مند مانا گیا ہے۔ یہ بھی پایا گیا کہ دل کے امراض میں ایک واضح کمی اس گروپ میں ہوئی جو سلا د میں سرکہ اور زیتون کے تیل

کا استعمال کرتے تھے۔ ذیابیطس سرکہ کا استعمال جدید تحقیق میں ذیابیطس اور خون میں گلوکوز کی مقدار کو درست کرنے کے لیے فائدہ مند پایا گیا ہے۔ انسولین کی دریافت سے پہلے اسے اس مرض کے لیے استعمال کروایا جاتا تھا۔ جدید طبی تحقیق کے کئی تجربات میں اسے خون میں گلوکوز کی مقدار (glycemic index) کم کرنے کے لیے وضع طور پر مؤثر مانا گیا ہے۔ یہ اثر نہ صرف ذیابیطس کے مریضوں میں نہیں پایا گیا بلکہ تندرست افراد میں بھی پایا گیا۔ بعض دیگر جدید طبی تجربات میں یہ پایا گیا کہ سرکہ کھانے میں کچھ عرصہ مسلسل استعمال خون میں شکر کی مقدار کو 30 فیصد تک کم کرے ذیابیطس کو بہتر کرتا ہے اور یہ اثر قائم رہتا ہے۔ نظام انہضام طبی تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ سرکہ کھانے میں استعمال اس احساس کو بڑھا دیتا ہے کہ اب بھوک نہیں یعنی انسان کم کھاتا ہے اور اس طرح نظام انہضام بہتر رہتا ہے۔ کم کھانے سے اس سے متعلقہ امراض مثلاً ذیابیطس میں بھی کمی واقع ہوتی ہے۔

قدیم طب میں سرکہ کا استعمال

اوپر درج کی گئی تحقیقات کے نتائج قدیم طب میں پہلے سے ہی معلوم تھے اور ان تمام مقاصد کے لیے سرکہ کو استعمال کیا جاتا تھا۔ اوپر دیے گئے تجربات قدیم طب میں (جس میں چینی و اسلامی طب بھی شامل ہیں) دی گئی باتوں کی تصدیق کے لیے جدید طب میں کیے گئے۔ ان تمام فوائد کے علاوہ قدیم طب میں درج ذیل فوائد بھی بتائے جاتے ہیں:

محلل، قابض، مجفف اور مسکدرد ہے۔ زائد رطوبت کو خشک کرتا ہے۔ مسامات میں جلد سراپت کرتا ہے اس لیے دوائی کو اس میں ملا کر دیا جاسکتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تلی میں سرکہ کے لیے خصوصی رغبت ہے۔ اس لیے سرکہ کی جو بھی مقدار پیٹ میں جاتی ہے، فوراً تلی میں داخل ہو جاتی ہے۔ اس لیے وہ ادویہ جو تلی کے علاج میں دی

ہیں، اگر اس کے ساتھ سرکہ بھی شامل کر دیا جائے تو اثر جلد ہوتا ہے۔ بھوک پیدا کرتا ہے اور سدے کھولتا ہے۔ وبائی امراض مثلاً ہیضہ کے خلاف مدافعت پیدا کرتا ہے۔ (بیکٹیریا کے خلاف کام بھی کرتا ہے)۔ سرکہ میں پکائے ہوئے گوشت کو یرقان میں مفید سمجھا جاتا ہے۔ پیاس کو کم کرتا ہے۔ پیٹ کے امراض میں مفید ہے۔ سر کے بالوں میں دیگر کچھ اشیاء کے ساتھ ملا کر لگانے سے گرتے ہوئے بال اگتے ہیں۔

مدینہ: آجکل جو Synthetic سرکہ دستیاب ہے، ان احادیث میں اس کی بات نہیں ہو رہی۔

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حضرت ساک بن حرب رضی اللہ
 حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ سَمَاعٍ: تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت
 بَنُو حَرْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الثُّعْمَانَ نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے
 بَنُو بَشِيرٍ، يَقُولُ: أَلَسْتُ فِي سنا کہ کیا تم لوگ اپنے کھانے پینے کی
 طَعَامٍ وَشَرِبَ مَا شِئْتُمْ، لَقَدْ پسندیدہ چیزیں نہیں تناول کرتے؟ بے
 رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ شک میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا
 وَسَلَّمَ، وَمَا يَجِدُ مِنَ الذَّقْلِ مَا کہ آپ کے پاس اتنی بھی خشک کھجور نہیں
 يَمْلَأُ بَطْنَهُ۔ تھی جسے آپ سیر ہو کر کھاتے۔

شرح حدیث: کھانے پینے کو پسند کرنا

شکم سیری اگرچہ حلال اور پاکیزہ اشیاء ہی سے ہو لیکن شہوات کو قوت دیتی ہے جو کہ شیطان کا ہتھیار ہیں، اسی لئے حضرت سیدنا یحییٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے شیطان کو اس حالت میں دیکھا کہ اس کے پاس ہر چیز کو چھانسنے کے لئے کچھ پھندے ہیں تو آپ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے ان پھندوں کے بارے میں پوچھا تو شیطان نے جواب دیا: یہ وہ شہوات ہیں جن کے ذریعے میں آدمی پر قابو پاتا ہوں۔

حضرت سیدنا یحییٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوبارہ اس سے دریافت فرمایا کیا ان میں میرے لئے بھی کچھ ہے؟ تو شیطان نے جواب دیا بعض اوقات آپ خوب سیر ہو کر کھانا کھا لیتے ہیں، تو میں نماز اور ذکر کو آپ پر بھاری کر دیتا ہوں۔ پھر آپ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے مزید دریافت فرمایا کیا کوئی اور چیز بھی ہے؟ تو شیطان نے جواب دیا نہیں۔ تو آپ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم! میں کبھی شکم سیر ہو کر کھانا نہیں کھاؤں گا۔ تو شیطان بولا: اللہ عزوجل کی قسم! میں بھی کسی مسلمان کو نصیحت نہیں کروں گا۔ (حلیۃ الاولیاء، ویب بن درد، الحدیث: ۱۱۷۰۴، ج ۸، ص ۱۵۷، حنفیہ لکھنؤ)

❖ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ . حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ تَعَلَّى عَنْهُ فَرَمَاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نِعْمَ الْإِدَامُ نے فرمایا، سرکہ بہترین سالن ہے۔
الْأُدْمُ: الْحُلُّ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ارجمند اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ سرکہ طبی رو سے بہت مفید ہے سادہ ارزاں غذا ہے، حضرات انبیاء کرام نے عموماً سرکہ کھایا ہے۔ اس کے بہت فضائل حدیث شریف میں آئے ہیں۔ عرب میں عموماً کھجور کا سرکہ ہوتا ہے، ہمارے ملک میں رس انگور کا سرکہ ہوتا ہے گنے کے رس کا سرکہ بہت مروج ہے۔ اس حدیث کی بنا پر بعض فقہاء نے فرمایا کہ سرکہ بھی سالن ہے جو کوئی سالن نہ کھانے کی قسم کھالے وہ سرکہ کھانے سے حائث ہو جائے گا اور اس پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا مگر خیال رہے کہ قسم کا مدار عرف پر بھی ہوتا ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۴۳)

❖ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ . حَدَّثَنَا حضرت زہد جری فرماتے ہیں کہ ہم
وَكَيْعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَيُّوبَ . حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ، عَنْ زُهْدِمِ
 الْهَرَمِيِّ ، قَالَ : كُنَّا عِنْدَ أَبِي
 مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ ، فَأُتِيَ بِلَحْمٍ
 دَجَاجٍ فَتَنَتْنِي رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ ،
 فَقَالَ : مَا لَكَ ، فَقَالَ : إِنِّي رَأَيْتُهَا
 تَأْكُلُ شَيْئًا فَخَلَفْتُ أَنْ لَا أَكْلَهَا .
 قَالَ : اخْنُ ، فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، يَأْكُلُ
 لَحْمَ دَجَاجٍ .

پاس تھے کہ آپ کے پاس مرغ کا گوشت
 لایا گیا، حاضرین میں سے ایک آدمی دور
 ہٹ گیا۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ نے فرمایا تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ
 میں نے اس مرغ، کو گندی چیز کھاتے
 ہوئے دیکھا تو میں نے قسم کھالی کہ اسے
 نہیں کھاؤں گا۔ اس پر آپ نے فرمایا
 قریب ہو جا، بیشک میں نے رسول
 اللہ ﷺ کو مرغ کا گوشت کھاتے
 ہوئے دیکھا ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ دجاج نر و مادہ دونوں کو کہتے ہیں، دیک فقط نر مرغ کو۔ یہاں مرقعات
 نے فرمایا کہ فقراء کو مرغیاں پالنا چاہیے اور اغنیاء بکریاں پالیں اور یہاں انہوں نے
 عجیب عجیب حکایات نقل کیں۔ بہر حال اس حدیث سے دو مسئلہ معلوم ہوئے: ایک یہ کہ
 مرغ حلال ہے۔ دوسرے یہ کہ مرغ کھانا تقویٰ کے خلاف نہیں، اللہ دے تو اعلیٰ نعمتیں
 بھی کھاؤ مگر اپنے کو مزید ارغذاؤں کا عادی نہ بناؤ اپنی طبیعت کو ہر طرح کا عادی رکھو۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۵، ص ۱۰۰۵)

❖ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ
 الْأَعْرَجُ الْبَغْدَادِيُّ ، قَالَ :
 حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ
 الرَّحْمَنِ بْنِ مَهْدِيٍّ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ

حضرت ابراہیم بن عمر اپنے والد
 کے واسطہ سے اپنے دادا حضرت سفینہ رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں
 انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ

بْنِ عُمَرَ بْنِ سَفِينَةَ . عَنْ أَبِيهِ .
عَنْ جَدِّهِ . قَالَ : أَكَلْتُ مَعَ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَحْمَ
حَبَّازِي .

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں یا حضرت ام سلمہ
رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ ہیں، ام المؤمنین نے آپ کو اس شرط پر آزاد کیا تھا کہ زندگی
بھر حضور کی خدمت کریں۔ آپ کا نام رباح یا مہران یا رومان ہے، ایک بار حضور صلی
اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں تلوار، ڈھل نیزہ، کچھ اور سامان ان پر لاد دیا اور فرمایا تم
ہماری سفینہ یعنی کشتی ہو تب سے آپ کا لقب سفینہ ہو گیا، آپ کے چار بیٹے
ہیں، عبدالرحمن محمد، زیاد اور کثیر۔

معلوم ہوا کہ بئیر حلال ہے اس کا کھانا سنت ہے، نہایت سیدھا پرندہ ہے، عرب
والے بے وقوف آدمی کو کہتے ہیں انت حباری تو تو زرا بئیر ہے، حباری واحد بھی ہے جمع
بھی ہے، مذکر بھی ہے مؤنث بھی اس کا الف اصلی ہے۔ (مراۃ النجیح، ج ۵، ص ۱۰۷)

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ . قَالَ :
حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ .
عَنْ أَيُّوبَ عَنِ الْقَاسِمِ الشَّيْبِيِّ .
عَنْ زُهْدِمِ الْجَزْمِيِّ . قَالَ : كُنَّا
عِنْدَ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ . قَالَ :
فَقَدَّمَهُ طَعَامُهُ وَقَدَّمَهُ فِي طَعَامِهِ
لَحْمَ دَجَاجٍ وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ مِنْ

حضرت زہدیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے
ہیں کہ ہم حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کے پاس تھے، جب آپ کا کھانا پایا
گیا تو اس میں مرغ کا گوشت بھی تھا۔
حاضرین مجلس میں ایک شخص سرخ رنگ
قبیلہ نبی تیم اللہ سے تھا گویا کہ وہ روٹی
غلام ہے راوی کہتے ہیں کہ وہ (کھانے

بَنِي تَيْمٍ اللّٰهُ أَحْمَرُ كَأَنَّهُ مَوْئٍ
 قَالَ : فَلَمْ يَدْنُ فَقَالَ لَهُ أَبُو
 مُوسَى: اذْنُ فَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ
 رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ أَكَلَ مِنْهُ . فَقَالَ : إِنِّي
 رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ شَيْئًا . فَقَدِرْتُ
 فَخَفْتُ أَنْ لَا أَطْعَمَهُ أَبَدًا .

(ہے) کنارہ کش ہو گیا تو اس سے حضرت
 ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا
 قریب ہو (اور کھا) کیونکہ میں نے حضور
 اکرم ﷺ کو اس سے کھاتے ہوئے
 دیکھا ہے، اس نے کہا میں نے اس
 (مرغ) کو کچھ چیز (نجاست) کھاتے
 ہوئے دیکھا ہے اس لیے اسے مکروہ
 جانتے ہوئے قسم کھائی ہے کہ اسے کبھی نہ
 کھاؤں گا۔

6 Health Benefits of Chicken: شرح حدیث:

Chicken is one of the most popular foods in the world, and for good reason. It is a lean source of protein that contains essential nutrients and vitamins. When we talk about the health benefits of chicken, we are talking only about organic, free-range, hormone and antibiotic free chicken. Factory farmed chicken is full of antibiotics and added hormones that are not good for the human body.

Here are six health benefits of chicken.

Cancer Protection:

Chicken is rich in niacin (vitamin B3) a vitamin

that is essential for cancer protection. One small serving of chicken can meet your niacin requirements for the entire day. The selenium in chicken is also believed to be protective against cancer.

Brain Health:

The niacin in chicken is also essential for brain health and may have protective effects against Alzheimer's disease and dementia.

Heart Health:

The vitamin B6 in chicken keeps the heart healthy by keeping homocysteine levels low. High homocysteine levels cause damage to the walls of the blood vessels.

Thyroid Health:

The selenium in chicken helps to keep thyroid function normal. One study found that selenium deficiency may lead to thyroid problems such as low T3 levels.

Weight Loss:

Chicken is a great food to eat if you're trying to lose weight because it lower in fat and calories that

other meats such as beef and pork, while also being higher in protein.

Energy Booster:

Chicken boosts your energy thanks to vitamins B6 and B3, both of which are important in the body's If you are starting to feel a little tired or worn out, try eating some chicken to give your body a boost of nutrients, lean protein, and calories that will boost your energy levels. Health Diaries Published on September 30, 2011

❖ عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُوا الزَّيْتِ، وَادَّهِنُوا بِهِ، فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ. حضرت ابواسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زیتون کا تیل کھایا کرو اور بدن پر (بھی) لگایا کرو کیونکہ وہ ایک مبارک درخت سے نکلتا ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ابواسید الف کے پیش سین کے فتح سے حضرت مالک ابن ربیعہ کی کنیت ہے جو مشہور صحابی ہیں، تمام غزوات میں شریک رہے، صحابہ بدر میں سب سے آخر میں آپ ہی کی وفات ہوئی، ۶۰ سالہ ساٹھ ہجری میں وفات پائی، اٹھتر سال عمر ہوئی، آخر میں نابینا ہو گئے تھے اور ابواسید الف کے فتح سین کے کسرہ سے ان کا نام عبداللہ ابن ثابت ہے، مدنی ہیں، انصاری ہیں، یہاں پہلے ابواسید مراد ہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم! (مرقات)

روغن زیتون روٹی کے ساتھ سالن بنا کے کھاؤ، سر میں اس کی مالش کرو، یہ حکم بطور مشورہ ہے لہذا استحباب کے لیے ہے۔

کیونکہ درخت زیتون برکت والی زمین فلسطین میں ہوتا ہے جو حضرات انبیاء کرام کا مسکن ہے، نیز اسے رب تعالیٰ نے شجرہ مبارکہ فرمایا، اس کے فوائد بہت ہیں، بہت سے امراض میں زیتون کا پھل اس کا تیل کام میں آتا ہے، یہ سالن بھی ہے، جسم اور سر کی مالش کا تیل بھی، چراغ میں روشنی بھی دیتا ہے، بہت مرضوں کا علاج بھی ہے، بوا سیر میں بہت مفید ہے۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ روغن زیتون میں ستر مرضوں کا علاج ہے جن میں جذام بھی ہے۔ (ابونعیم و مرقات)

(مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۶۹)

❖ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى. قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ. قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ. عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ. عَنْ أَبِيهِ. عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُوا الزَّيْتِ وَأَدْمِنُوا بِهِ، فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرَةِ مُبَارَكَةٍ.

❖ حَدَّثَنَا السِّنْجِيُّ وَهُوَ أَبُو دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ مَعْبُدٍ السِّنْجِيُّ. قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ. عَنْ مَعْمَرٍ. عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ. عَنْ

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد کے واسطے سے اسی طرح کا قول نبی پاک ﷺ سے روایت کرتے ہیں اور اس میں حضرت عمر رضی

أَبُو. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْوَةً، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ
عُمَرَ.

شرح حدیث: زیتون اور اس کے فائدے

بوعلی سینا نے اپنی کتاب اور قلبیہ میں جن ۶۳ ادویہ کا ذکر کیا ہے ان میں زیتون کا تیل بھی شامل ہے اس پین میں مسلمان طباء نے اپنے دور عروج میں جن سینکڑوں ادویہ پر داد تحقیق دیا ان میں روغن زیتون سرفہرست ہے۔ جدید دور کی مشینی زندگی نے جہاں انسان کو بہت سی آسائشیں فراہم کی ہیں وہیں فطرت سے دور کر دیا ہے۔ صبح سویرے کی سیر کا رواج بہت کم ہو گیا ہے چکنی اشیاء اور فاسٹ فوڈز کا رجحان بڑھ گیا ہے۔ زندگی تیز رفتار ہو گئی ہے ذہنی دباؤ اور عصبی تناؤ میں اضافہ ہو گیا ہے۔ موٹاپا اور کولیسرول کا مسئلہ بڑھتا جا رہا ہے جس سے امراض قلب میں اضافہ ہو رہا ہے تو وہاں پھر ایک دفعہ روغن زیتون کا استعمال بڑھتا جا رہا ہے۔ اس کی اصل زمین فلسطین اور شام ہے یہیں سے یہ بحیرہ روم کے باقیماندہ علاقوں خصوصاً تیونس، اسپین، یونان، ترکی اور اٹلی میں پھیلا۔ یہاں سے امریکہ پہنچا اور اب زیتون کے درخت امریکہ، آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ میں بھی پائے جاتے ہیں یہ پہاڑوں پر پھلتا پھولتا ہے اور اس کے پتے پورے سال موجود رہتے ہیں جو اسے تروتازہ اور پھلدار رکھتے ہیں۔ یہ درخت طویل عمر پاتا ہے زیتون کا پھل عام طور پر ۶۷ فیصد پانی، ۲۳ فیصد تیل اور پانچ فیصد پروٹین اور ایک فیصد معدنی نمکیات پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس پین کی یہ کہاوت آج بھی ضرب المثل ہے کہ زیتون کا تیل تمام امراض کا علاج ہے۔ غذا میں روغن زیتون، کھجی، جربلی اور مکھن سے بہتر ہے جا یہ تحقیقات بھی یہ ثابت کرتی ہیں کہ زیتون جسم میں جا کر دوسرے چیزوں کی صورت اختیار نہیں کرتا اس لئے اس کا استعمال امراض قلب

اور موٹاپے سے بچنے کے لئے مفید ہے۔ یہ واحد تیل ہے جو نفوذ کر کے مالش کے ذریعے جسم میں جذب ہو جاتا ہے۔ اس میں قوت نافذہ بدرجہ اتم موجود ہے اس لئے اسے دوسرے تیلوں پر فوقیت حاصل ہے۔ حالیہ تحقیقات اس بات کی گواہ ہیں کہ جن علاقوں میں روغن زیتون کا استعمال ہوتا ہے یا جو لوگ روغن زیتون استعمال کرتے ہیں۔ ان کے ہاں امراض قلب کی شرح بہت کم ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تصلب شریان (شریانوں کی تنگی) انجماد خون اور ہائی بلڈ پریشر کے مریض کم پائے جاتے ہیں۔ پرانے اطباء نے زیتون کے تیل کو غذا اور دوا کے طور پر استعمال کرنے کی ہدایت کی ہے۔ زیتون میں تقریباً دو تہائی تیل پایا جاتا ہے جو کھانا پکانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اس کے علاوہ اسے بطور سلاڈ، چھوٹے بچوں کے مساج اور عطریات کے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ روغن زیتون توانائی سے بھرپور ہے اس کے خاص جز کو اولین کہتے ہیں یہ طویل عرصے تک خشک نہیں ہوتا اور نہ ہی بدبو پیدا ہوتی ہے۔ یورپ میں امن کی نشانی کے طور پر فاختہ کو اس طرح پرواز کرتے دکھایا جا رہا ہے کہ اس کی چونچ میں زیتون کی ڈالی ہوتی ہے۔ روغن زیتون کی مختلف اقسام کے ذائقے بھی مختلف ہوتے ہیں اور اس کا انحصار استعمال کیے جانے والے زیتون، ان کے پکنے کی کیفیت اور انہیں ذخیرہ کرنے کے غرض پر ہے روغن زیتون میں آٹھ سو نواجزاء پائے جاتے ہیں اور وٹامن ای بھی ہے۔ دافع سرطان اور خون میں ٹھکے بننے سے روکتا ہے۔ روغن زیتون کو لیسٹرال کو جسم میں جذب ہونے سے روکتا ہے چھوٹے بچوں کے لئے اچھی غذا ہے۔ پتے کے اندر پتھری نہ بننے کے عمل میں مدد فراہم کرتا ہے اور خون کے اندر زہریلے مادہ کو خارج کرنے میں معاون ہے۔ یوں اسے دافع سرطان کے طور پر اہمیت حاصل ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق خارش کا جرثومہ روغن زیتون سے ہلاک ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ موسم سرما میں شدت اختیار کرنے والی خارش کے لئے روغن

زیتون تجویز کیا جاتا ہے۔ جلنے کے زخم پر زیتون کے نمکین تیل لگانے سے زخم جلد مندمل ہو جاتے ہیں۔ روغن زیتون کو کئی قسم کے مرہموں اور جلد کے لئے مخصوص صابن میں استعمال کیا جاتا ہے۔ زیتون کی لکڑی کی آگ جلائیں تو اس سے نکلنے والا تیل پھپھوندی سے پیدا شدہ امراض داد اور خارش میں مفید ہے۔ روغن زیتون کا استعمال معدہ کے السر اور آنتوں کے امراض میں مفید ہے اگر روغن زیتون جو کے پانی میں ملا کر پیاجائے تو قبض دور ہوتی ہے اس کا اچار بھی مفید ہے جو یونان سے سرکہ میں آتا ہے اور مغرب میں شوق سے استعمال ہوتا ہے۔ جاپان میں روغن زیتون کو آنتوں کے امراض میں مفید قرار دیا جاتا ہے۔

جوڑوں اور پٹھوں کا درد

کسی سبب اگر ہڈیوں میں درد رہتا ہو تو روغن زیتون کی مالش سے آرام محسوس ہوتا ہے جن کی ٹانگوں میں درد رہتا ہو یا ہاتھ پاؤں میں کڑل پڑتے ہوں وہ روغن زیتون نمک ملے نیم گرم پانی میں جلا کر کھور کریں تو فائدہ ہوتا ہے۔ روغن زیتون کی مالش سے نہ صرف پٹھے مضبوط ہوتے ہیں بلکہ اعضاء کو تقویت ملتی ہے۔ روغن زیتون جلد بڑھاپے کو روکتا ہے جلد خوبصورت بناتا ہے۔ پیدائشی کمزور بچوں کو روغن زیتون پلانا ان کی ہڈیاں مضبوط کرتا ہے اور اچھی صحت کی ضمانت ہے۔

امراض سانس

دمہ کے مریضوں کیلئے روغن زیتون بہت مفید ہے اس کا استعمال دمہ کے دورے روکتا ہے۔ روغن زیتون نزلہ زکام کو بھی روکتا ہے۔ دورے کے دوران شہد ملا کر استعمال کیا جائے۔ بالوں کے لئے روغن زیتون کا استعمال گرتے بالوں کو روکتا ہے۔ بالوں کو لمبا کرتا اور سیاہی کو قائم رکھتا ہے۔ مزید بالوں کو مضبوط توانا بناتا ہے۔

کولیسٹرول کے لئے

روغن زیتون کولیسٹرول کو بڑھنے سے روکنے میں مفید ہے۔ جدید تحقیقات کے مطابق روغن زیتون استعمال کرنے والوں میں مضر صحت کولیسٹرول کی مقدار کم ہو جاتی ہے۔ شریانوں کو سخت ہونے اور ان میں خون کے ٹھکے ختم کرنے میں مفید ہے جو کہ امراض قلب اور نجماد کا سبب بنتے ہیں۔

بلڈ پریشر

جدید تحقیقات کے مطابق جو لوگ روغن زیتون کا استعمال کرتے ہیں ان کا بلڈ پریشر نہیں بڑھتا بلکہ متوازن رہتا ہے۔

گردوں کے لئے

روغن زیتون گردوں کی اصلاح کرتا ہے اور گردے اور مثانے کی پتھریوں کو نکلانے میں مفید ہے۔

موٹاپا

جن لوگوں میں موٹاپا ہونے کی استعداد پائی جائے وہ جہا چکنائی اور کھجور کی ترک کر کے روغن زیتون کا استعمال کر کے موٹاپے کو روک سکتے ہیں۔

دانتوں کے لئے

روغن زیتون کا استعمال دانتوں پر ملنے سے نہ صرف دانت بلکہ مسوڑھے بھی مضبوط ہوتے ہیں اور کیڑا نہیں لگتا۔

جسمانی طاقت اور فالج کیلئے

روغن زیتون کا استعمال جسم میں طاقت اور توانائی فراہم کرتا ہے۔ اس کی مالش فالج میں مفید ہے۔

وجع المفاصل اور دردوں کے لئے

روغن زیتون کا استعمال اور مالش اعصابی اور ریاحی دردوں کے ساتھ جوڑوں میں درد اور کمر درد کو ختم کرتا ہے۔

آنتوں کی سوزش کے لئے

ٹائیفائیڈ کے مریض جو کہ صحت یاب ہو جاتے ہیں اکثر انہیں بعد ازاں آنتوں کی سوزش کا اثر رہتا ہے جو پرانی ہو کر نظام ہضم کو خراب کرتی ہے اور قبض کا باعث بنتی ہے۔ ان کے لئے روغن زیتون کا استعمال بہت کارگر ثابت ہوتا ہے۔ بواسیر کے مسوں کی سوزش اور درد کو بھی فائدہ ہوتا ہے۔ (حکمت کے خزانے صفحہ ۲۴۰)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ. حضرت انس بن مالک رضی اللہ
قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ. تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ. قَالَا: کدو پسند فرماتے تھے پس جب آپ کے
حَدَّثَنَا شُعْبَةُ. عَنْ قَتَادَةَ. عَنْ لیے کھانا لایا گیا یا آپ کھانے کے لیے
الْأَسْبَحِيُّ بْنُ مَالِكٍ. قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ بلائے گئے تو میں تلاش کر کے کدو آپ
صلى الله عليه وسلم يُحِبُّهُ کے سامنے رکھتا تھا کیونکہ مجھے علم تھا کہ
الدُّبَاءُ فَأَتَى بِطَعَامٍ. أَوْ دُعِيَ لَهُ آپ اسے پسند کرتے ہیں۔
فَجَعَلْتُ أَتَّبَعُهُ. فَأَضَعُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ لِمَا أَعْلَمُ أَنَّهُ يُحِبُّهُ.

شرح حدیث: کدو شریف

اُمُّ الْمُؤْمِنِينَ حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: جب ہندیا پکاؤ تو اس میں کدو زیادہ ڈالو کیونکہ وہ غمگین دلوں کو تقویت دیتا ہے۔

(الفوائد الثمیر بالاعلیا نیات لابی بکر الشافعی، باب فی اکل النبی القرع، الحدیث ۹۱۲، ج ۲، ص ۳۵۹)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و جو چیز محبوب ہوتی وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی محبوب ہو جاتی۔ کدو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و بہت مرغوب تھا اس لئے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی اس کو نہایت پسند فرماتے تھے، چنانچہ ایک روز کدو کھا رہے تھے تو خود بخود بوس اٹھے، اس بنا پر کہ رسول اللہ عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تجھ سے محبت تھی تو مجھے کس قدر محبوب ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب الاطعمۃ، باب ماجاء فی اکل الرباء، الحدیث: ۱۸۵۶، ج ۳، ص ۳۲۶)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ قَالَ: نَكْرُؤُ بِهِ طَعَامَنَا.

حضرت حکیم بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کدو دیکھے جنہیں آپ کاٹ رہے تھے، میں نے عرض کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہم اس کے ذریعے کھانا زیادہ کرتے ہیں۔

شرح حدیث: انبیاء کی غذا

حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے شہر مینوی کے باشندوں کی ہدایت کے لئے رسول بنا کر بھیجا تھا۔ یہاں کے لوگ بت پرستی کرتے تھے اور کفر و شرک میں مبتلا تھے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے ان لوگوں کو ایمان لانے اور بت پرستی چھوڑنے کا حکم دیا۔ مگر ان لوگوں نے اپنی سرکشی اور تمرد کی وجہ سے اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا اور ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے انہیں خبر

دی کہ تم لوگوں پر عنقریب عذاب آنے والا ہے۔ یہ سن کر شہر کے لوگوں نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے کبھی کوئی جھوٹی بات نہیں کہی ہے۔ اس لئے یہ دیکھو کہ اگر وہ رات کو اس شہر میں رہیں جب تو سمجھ لو کہ کوئی خطرہ نہیں ہے اور اگر انہوں نے اس شہر میں رات نہ گزاری تو یقین کر لینا چاہے کہ ضرور عذاب آئے گا۔ رات کو لوگوں نے یہ دیکھا کہ حضرت یونس علیہ السلام شہر سے باہر تشریف لے گئے۔ اور واقعی صبح ہوتے ہی عذاب کے آثار نظر آنے لگے کہ چاروں طرف سے کالی بدلیاں نمودار ہوئیں اور ہر طرف سے دھواں اٹھ کر شہر پر چھا گیا۔ یہ منظر دیکھ کر شہر کے باشندوں کو یقین ہو گیا کہ عذاب آنے والا ہی ہے تو لوگوں کو حضرت یونس علیہ السلام کی تلاش و جستجو ہوئی مگر وہ دور دور تک کہیں نظر نہیں آئے۔ اب شہر والوں کو اور زیادہ خطرہ اور اندیشہ ہو گیا۔ چنانچہ شہر کے تمام لوگ خوفِ خداوندی عزوجل سے ڈر کر کانپ اٹھے اور سب کے سب عورتوں، بچوں بلکہ اپنے مویشیوں کو ساتھ لے کر اور پھٹے پرانے کپڑے پہن کر روتے ہوئے جنگل میں نکل گئے اور رو رو کر صدقِ دل سے حضرت یونس علیہ السلام پر ایمان لانے کا اقرار و اعلان کرنے لگے۔ شوہر بیوی سے اور مائیں بچوں سے الگ ہو کر سب کے سب استغفار میں مشغول ہو گئے اور دربارِ باری میں گڑگڑا کر گریہ و زاری شروع کر دی۔ جو مقام آپس میں ہوئے تھے ایک دوسرے سے معاف کرانے لگے اور جتنی حق تلفیاں ہوئی تھیں سب کی آپس میں معافی تلافی کرنے لگے۔ غرض سچی توبہ کر کے خدا عزوجل سے یہ عہد کر لیا کہ حضرت یونس علیہ السلام جو کچھ خدا کا پیغام لائے ہیں ہم اس پر صدقِ دل سے ایمان لائے، اللہ تعالیٰ کو شہر والوں کی سبے قراری اور مخلصانہ گریہ و زاری پر رحم آیا اور عذاب اٹھا لیا گیا۔ ناگہاں دھواں اور عذاب کی بدلیاں رفع ہو گئیں اور تمام لوگ پھر شہر میں آ کر امن و چین کے ساتھ رہنے لگے۔

بہر حال عذاب ٹل جانے کے بعد جب حضرت یونس علیہ السلام شہر کے قریب آئے تو آپ نے شہر میں عذاب کا کوئی اثر نہیں دیکھا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اپنی قوم میں تشریف لے جائیے۔ تو آپ نے فرمایا کہ کس طرح اپنی قوم میں جاسکتا ہوں؟ میں تو ان لوگوں کو عذاب کی خبر دے کر شہر سے نکل گیا تھا، مگر عذاب نہیں آیا۔ تو اب وہ لوگ مجھے جھوٹا سمجھ کر قتل کر دیں گے۔ آپ یہ فرما کر اور غصہ میں بھر کر شہر سے پلٹ آئے اور ایک کشتی میں سوار ہو گئے یہ کشتی جب بیچ سمندر میں پہنچی تو کھڑی ہو گئی۔ وہاں کے لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ وہی کشتی سمندر میں کھڑی ہو جایا کرتی تھی جس کشتی میں کوئی بھاگا ہوا غلام سوار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ کشتی والوں نے قرعہ نکالا تو حضرت یونس علیہ السلام کے نام کا قرعہ نکلا۔ تو کشتی والوں نے آپ کو سمندر میں پھینک دیا اور کشتی لے کر روانہ ہو گئے اور فوراً ہی ایک مچھلی آپ کو نگل گئی اور مچھلی کے پیٹ میں جہاں بالکل اندھیرا تھا آپ مقید ہو گئے۔ مگر اسی حالت میں آپ نے آیت کریمہ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ (پ ۱۷، الانبیاء: ۸۷) کا وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس اندھیری کوٹھڑی سے نجات دی اور مچھلی نے کنارے پر آکر آپ کو اُگل دیا۔ اس وقت آپ بہت ہی نحیف و کمزور ہو چکے تھے۔ خدا عزوجل کی شان کہ اُس جگہ کدو کی ایک بیل اُگ گئی اور آپ اُس کے سایہ میں آرام کرتے رہے پھر جب آپ میں کچھ توانائی آگئی تو آپ اپنی قوم میں تشریف لائے اور سب لوگ انتہائی محبت و احترام کے ساتھ پیش آکر آپ پر ایمان لائے۔

(تفسیر الصادی، ج ۳، ص ۸۹۳، پ ۱۱، یونس: ۹۸)

کدو شریف بہت سی بیماریوں کا علاج

کدو ایک مسکن، سرد مزاج، دافع صفرا اور پیشاب آور غذائی اور دوائی اثرات رکھنے والی سبزی ہے۔ لہذا اس کی افادیت کے پیش نظر اسے معدے کے امراض کیلئے

خاص طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ کدو کا جوس پینے سے نہ صرف پیشاب کی جلن ختم ہو جاتی ہے بلکہ یہ آنٹوں سے اور معدے سے تیزابیت اور انفیکشن بھی ختم کرتا ہے۔ اس کا جوس حاصل کرنے کیلئے ایک پودے کو کدو کش کرنے کے بعد نچوڑ لیا جائے تو خاصی مقدار میں جوس حاصل ہو جاتا ہے۔ بعض لوگوں کو گرمیوں میں نیند نہیں آتی اور ان کا سر چکراتا رہتا ہے ایسے لوگ کدو کاٹ کر پاؤں کے تلوؤں کی مالش کریں۔ کدو کا جوس ٹکوں کے تیل میں ملا کر روزانہ رات کو سر پر مالش کر کے لگایا جائے تو گہری نیند آتی ہے۔ کدو کا ایک پاؤ کا سالن اور چپاتیوں کے ساتھ کھا لینے سے بدن کو ایک وقت کی ضروری غذا حاصل ہو جاتی ہے۔ گرم مزاج لوگوں، جوانوں اور گرمی، خشکی اور قبض کے مریضوں کیلئے یہ غذا بھی ہے اور دوا بھی۔ پرانے حکیموں نے گھی میں چنے کی دال شامل کر کے ایک سستی اور کھل غذا ہمارے لیے تجویز کر دی ہے۔ عام زندگی میں ہم کدو کو صرف خوراک کے طور پر استعمال کرتے ہیں لیکن اس کے اور بہت سے فائدے ہیں۔ حکماء نے اس کے استعمال سے بہت سی لاعلاج اور خطرناک بیماریوں کا علاج کیا ہے۔ یہاں چند بیماریوں کے نسخے دیئے گئے ہیں جن میں کدو کو دوا کے طور پر شامل کیا گیا ہے۔

سردرد سے فوری نجات

تازہ کدو کا گودا حسب منشا لے کر کھل میں باریک کر کے پیشانی پر ضماد (لیپ) کر دیں انشاء اللہ تھوڑی دیر میں سردرد رفع ہو جائے گا۔ کدو کا پانی روغن گل برابر وزن لے کر آپس میں ملا لیں بس دوا تیار ہے۔ اسے شیشی میں محفوظ کر لیں اور بوقت ضرورت دو سے تین قطرے کان میں چپکائیں درد سے فوراً نجات ملے گی۔

دانتوں کے امراض سے نجات

ذیل کا نسخہ دانت کے درد کیلئے آسان اور مجرب نسخہ ہے۔ کدو کا گودا پانچ تولے

لبس ایک تولہ دونوں کو ملا کر ایک سیر پانی میں خوب پکائیں۔ جب پانی آدھا رہ جائے تو نیم گرم پانی سے کلیاں کریں۔

آنکھوں کی بیماریاں ختم

کدو کا چھلکا سائے میں خشک کر کے جلا لیں اور کھل میں باریک پیس کر شیشی میں بھر لیں۔ صبح و شام تین تین سلائی دونوں آنکھوں میں لگایا کریں انشاء اللہ چند روز کے استعمال سے آنکھوں کی بیشتر بیماریاں ختم ہو جائیں گی۔

ہونٹوں کے امراض کیلئے

مغز ختم کدو شیریں، گوند کثیرا برابر وزن لے کر خوب باریک کر لیں اور شب کو سوتے وقت ہونٹوں پر لیپ کر کے سو جائیں۔ صبح گرم پانی سے صاف کر دیں۔ اپنے ہونٹ طبعی حالت میں پائیں گے۔ پھنسیوں سے نجات کیلئے کدو کا پانی پھنسیوں پر لگانے سے پھنسیاں معدوم ہو جاتی ہیں۔ اس کے گودے کا لیپ کرنے سے بھی یہی فائدہ ہوتا ہے۔

بواسیر اور خونی اسہال کیلئے

کدو کا چھلکا حسب ضرورت لے کر سائے میں خشک کریں اور باریک پیس کر محفوظ رکھیں، بس دوا تیار ہے۔ صبح و شام چھ ماشے سے ایک تولے تک تازہ پانی کے ساتھ پھانک لیا کریں۔ دو تین دن کے استعمال سے بواسیر کا خون آنا بند ہو جائیگا۔ یہ خونی اسہال کی بھیلاجواب دوا ہے۔

پیاس کی شدت میں مفید

کدو کا گودا باریک پیس کر ایک چھانک پانی نچڑ لیں۔ اسے دو تولہ مصری کی ساتھ ایک پاؤ سادہ پانی میں حل کر لیں۔ دو تولے تھوڑے تھوڑے وقفے سے پینا پیاس کی شدت میں مفید رہتا ہے۔

یرقان سے نجات

کدو ایک عدد لے کر نرم آگ میں دبا کر بھرتا بنائیں اور اس کا پانی نچوڑ لیں۔ اس پانی میں تھوڑی سی مصری ملا کر پینے سے دل کی گرمی اور یرقان سے نجات ملتی ہے۔ کدو کا رس ایک تولہ قلمی شورہ ایک ماشہ مصری دو تولہ سادہ پانی دستولہ یہ سب ملا کر پیشاب بند کے مریض کو پلائیں اگر ایک بار پلانے سے پیشاب نہ کھلے تو ایک خوراک اور دے دیں۔ (حکیم عبدالعزیز)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: إِنَّ حَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِيَطْعَامَ صَنْعَهُ، قَالَ أَنَسٌ: فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِلَى ذَلِكَ الطَّعَامِ، فَقَرَّبْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزًا مِنْ شَعِيرٍ، وَمَرَقًا فِيهِ دُبَاءٌ وَقَدِيدٌ. قَالَ أَنَسٌ: فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَتَبَعُ الدُّبَاءَ حَوَالَى الْقِصْعَةِ فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَاءَ مِنْ

حضرت عبداللہ بن ابوظلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک درودی نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت کی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ چلا گیا۔ آپ کے سامنے جو کی روٹی اور شور با جس میں کدو اور (نمک لگا کر) سکھایا ہوا گوشت تھا حاضر کیا گیا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک ﷺ کو دیکھا کہ آپ پیالے کے کناروں سے کدو تلاش کر رہے تھے۔ میں اس دن سے مسلسل کدو پسند کرتا ہوں۔

یَوْمِئِذٍ۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یا تو اس درزی نے حضرت انس کی بھی دعوت کی تھی یا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے اور مخدوم کے ساتھ عموماً خاص خدام جایا ہی کرتے ہیں، گھر والے ان کی آمد سے راضی ہوتے ہیں عرفایہ بات مروج ہے اس لیے آپ بھی حضور انور کے ساتھ گئے۔ جس حدیث میں آتا ہے کہ پانچ صاحبوں کی دعوت پر چھنا آدمی ساتھ گیا تو حضور انور نے اس کے لیے علیحدہ اجازت مانگی، صاحب خانہ نے اجازت دے دی تب اسے کھانے میں شریک کیا وہ چھنا آدمی خادم خاص نہ تھا لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں۔

قدید بنا ہے قد سے بمعنی کاٹنا، عرب میں گوشت کے بڑے بڑے پارے نمک لگا کر سکھائے جاتے ہیں جو عرصہ تک کھائے جاتے ہیں انہیں قدید کہتے ہیں۔ ہم نے بھی منی شریف میں بدویوں کو قربانی کا گوشت سکھاتے دیکھا ہے۔

حوال جمع ہے حول کی بمعنی گھومنا، کناروں کو حوال کہا جاتا ہے کہ اس طرف گھومنا ہوتا ہے۔ قصعہ یا صغفہ وہ بڑا پیالہ جس سے پانچ چھ آدمی کھا سکیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیالے کے ہر طرف سے کدو کے ٹکڑے اٹھا کر کھانے لگے۔ معلوم ہوا کہ کدو مرغوب تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب مخدوم و خادم ایک پیالے سے کھائیں تو مخدوم ہر طرف سے کھا سکتا ہے۔ وہ جو ارشاد ہے کل مایلیک اپنے سامنے سے کھاؤ، وہاں چھوٹوں یا برابر والوں سے خطاب ہے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ جب ایک ساتھی کے ہر طرف ہاتھ ڈالنے سے دوسرے ساتھی نفرت کریں تب یہ حکم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ شریف سے چیز لگ کر تبرک بن جاتی ہے، حضرات صحابہ نے تو حضور کا پیشاب بلکہ خون بھی پیا ہے تبرکاً لہذا حضور کا حکم

دوسرا ہے۔ (مرقات) بہر حال یہ حدیث بہت واضح ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت انس بھی کدو کے ٹکڑے تلاش کر کے حضور انور کے سامنے رکھنے لگے۔

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اپنے خدام و غلاموں کی دعوت قبول کرنا چاہیے اگرچہ وہ اپنے سے درجہ میں کم ہو۔ دوسرے یہ کہ خادم کو اپنے ساتھ ایک پیالے میں کھانا بہت اچھا ہے۔ تیسرے یہ کہ کدو پسند کرنا سنت ہے۔ چوتھے یہ کہ ہر سنت سے محبت کرنا خواہ سنت زائد ہو یا سنت ابدی طریقہ صحابہ کرام ہے۔ شعر فقط اتنی حقیقت ہے ہمارے دین و ایمان کی

کہ اس جان جہاں کے حسن پر دیوانہ ہو جانا

پانچویں یہ مخدوم اپنے خادم کے ساتھ کھائے تو پیالے میں سے ہر طرف سے کھا سکتا ہے خادم کو یہ حق نہیں۔ چھٹے کہ خادم پیالہ سے بوٹیاں یا کدو وغیرہ چن کر مخدوم کے سامنے رکھ سکتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۳۰)

❖ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ
أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُحِبُّ الْحُلُوءَ وَالْعَسَلَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم میٹھی چیز اور شہد پسند فرماتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ عموماً بزرگان دین میٹھی چیز سے محبت کرتے رہے اس لیے عموماً فاتحہ و نیاز میٹھی چیز پر ہوتی ہے اس کی اصل یہ ہی حدیث ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ مؤمن میٹھا ہوتا ہے میٹھائی پسند کرتا ہے۔ حلوے میں ہر میٹھی چیز داخل ہے حتیٰ کہ شربت اور میٹھے پھل اور عام میٹھائیاں اور عرنی حلوہ۔ (مرقات) مروجہ حلوہ سب سے پہلے حضرت عثمان غنی نے بنایا حضور انور کی خدمت میں پیش کیا جس میں آنا گھی اور شہد تھا

حضور انور نے بہت پسند کیا اور فرمایا کہ فارسی لوگ اسے دھیس کہتے ہیں۔ (مرقات)

(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۲۰)

❖ اَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ أَخْبَرَهُ .
 اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ . اَنَّهَا
 قَرَّبَتْ اِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . جَنَّبًا مَّشْوِيًّا .
 فَاَكَلَ مِنْهُ . ثُمَّ قَامَ اِلَى الصَّلَاةِ .
 وَ مَا تَوَضَّأَ .
 حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 فرماتی ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
 سامنے بھنا ہوا پہلو پیش کیا آپ نے اس
 سے کھایا اور پھر نماز کے لیے تشریف لے
 گئے اور آپ نے وضو نہ فرمایا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ نہ وضو شرعی نہ لغوی، یعنی ہاتھ دھونا بلکہ ہاتھ پونچھے بھی نہیں تا کہ معلوم
 ہو کہ کھانے کے بعد ہاتھ دھونایا پونچھنا فرض یا واجب نہیں، سنت ہے جس کے کرنے
 پر ثواب، نہ کرنے پر گناہ نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۳۱۰)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . قَالَ :
 حَدَّثَنَا ابْنُ لَهْيَعَةَ . عَنْ سُلَيْمَانَ
 بْنِ زِيَادٍ . عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ
 الْحَارِثِ . قَالَ : اَكَلْنَا مَعَ رَسُولِ
 اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِوَاءَ
 فِي الْمَسْجِدِ .
 حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور اکرم
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بھنا ہوا گوشت
 کھایا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ آپ صحابی ہیں، جنگ بدر میں حاضر ہوئے، پھر عہد فاروقی میں جہاد مصر
 میں شرکت کی، وہاں ہی وفات پائی ۸۸ھ اٹھاسی ہجری میں وفات ہے۔ (اشعہ و مرقات)

غالباً حضور انور معتكف تھے یا مہمان مسافر آئے تھے جنہیں مسجد میں ٹھہرایا گیا تھا یا یہ کھانا پینا بیان جواز کے لیے تھا۔ خیال رہے کہ معتكف اور مسافر کو مسجد میں کھانا پینا بلا کراہت جائز ہے ان دونوں کے علاوہ دیگر لوگوں کے لیے چھوہارے وغیرہ خشک چیزیں کھانا جس سے مسجد کا فرش خراب نہ ہو جائز ہے، روٹی سالن وغیرہ تر چیزیں جس سے مسجد کے ٹلوٹ کا اندیشہ ہو نہ کھانا چاہیے اور کھانا اس طرح کہ فرش مسجد خراب ہو ہر شخص کو حرام ہے خواہ معتكف و مسافر ہو یا ان کے غیر۔ احناف کے نزدیک غیر معتكف و مسافر کو مسجد میں کھانا پینا سونا مکروہ ہے، دیکھو کتب فقہ۔

(مرآۃ الناج، ج ۶، ص ۶۱)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: ضُفْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَأُتِيَ بِحَنْظَلٍ مَشُوقٍ، ثُمَّ أَخَذَ الشَّفْرَةَ فَجَعَلَ يَحْزُرُ، فَحَزَلِي بِهَا مِنْهُ، قَالَ: فَجَاءَ بِلَالٌ يُؤَذِّنُهُ بِالصَّلَاةِ فَأَلْقَى الشَّفْرَةَ، فَقَالَ: مَا لَهُ تَرَبَّتْ يَدَاهُ؟، قَالَ: وَكَانَ شَارِبُهُ قَدْ وُتِيَ، فَقَالَ لَهُ: أَقْضُهُ لَكَ عَلَى

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ (کسی کا) مہمان ہوا آپ کے سامنے بھنا ہوا پہلو پیش کیا گیا آپ نے چھری لے کر اس سے میرے لیے کاٹنا شروع کیا، اتنے میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر نماز کے وقت کی اطلاع دی تو آپ نے چھری رکھ دی اور فرمایا کہ اسے کیا ہوا، اس کے دونوں ہاتھ خاک آلودہ ہوں (یہ محبت بھرا کلمہ ہے بد دعا نہیں) راوی کہتے ہیں میری مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں، آپ نے فرمایا لاؤ میں مسواک رکھ کر کاکٹ دوں

يَسْأَلُكَ أَوْ قُضُّهُ عَلَى يَسْأَلُكَ . یا تم خود مسواک رکھ کر کاٹ لو۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اہل کی شان میں فرماتے ہیں کہ آپ مشہور صحابی ہیں، آپ کے حالات بارہا بیان ہو چکے، آپ خندق کے سال ایمان لائے، صلح حدیبیہ میں حاضر تھے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے گورنر ہے، بڑے مدبر نہایت عقلمند صاحب الرائے صحابی ہیں، رضی اللہ عنہ۔

یعنی ایک شب میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کے گھر بطور مہمان تشریف لے گئے، یہ معنی نہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مہمان اپنا بنایا جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا، یہ پتہ نہیں کہ میزبان کون صحابی تھے یا تو صاحب خانہ نے اپنے خادم کو یہ حکم دیا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب خانہ کو حکم دیا۔ اگر میزبان سے بے تکلفی ہو تو مہمان اپنے پسندیدہ کھانوں کی فرمائش کر سکتا ہے کہ وہ گو یا اس کا اپنا ہی گھر ہوتا ہے۔

یہ حضور انور کی بندہ نوازی کی شان ہے کہ اپنے ہاتھ سے اپنے خدام کے لیے گوشت کاٹتے ہیں۔ خیال رہے کہ سکین ہر چھری کو کہتے ہیں مگر شفرہ چوڑی اور پر نی چھری کو کہا جاتا ہے۔

حضرت بلال ابن ابی رباح کی کنیت شریف ابو عبد الرحمن ہے، مزار پر انوار دمشق میں ہے، آپ نے اولاد کوئی نہ چھوڑی۔ (مرقات) فقیر نے مزار مقدس پر حاضری دی ہے جس کا ذکر ہمارے سفر نامہ قبستین میں ہے۔ یہ اطلاع دینا علاوہ اذان کے تھا، حضرت بلال اذان کے بعد خصوصی طور پر نماز کے لیے حضور کی خدمت میں عرض کرتے تھے۔

یعنی وقت نماز ابھی کافی ہے اور بلال جلدی کر رہے ہیں، کھانا کھایا جا رہا تھا کہ

حضرت بلال نے نماز کے لیے عرض کیا۔ عشاء کا وقت بڑا وسیع ہوتا ہے اس زمانہ میں جمعیت کے لیے گھنٹہ منٹ مقرر نہ تھے۔

کہ موچھوں کے بال ہونٹ کے کنارہ سے آگے تھے۔ یہاں ضمیر بجائے متکلم کے غائب ارشاد ہوئی جیسے ہم اپنے کو کہتے ہیں یہ گنہگار حاضر ہے اور ہو سکتا ہے کہ شاربہ کی ضمیر حضرت بلال کی طرف لوٹتی ہو یعنی جناب بلال کی موچھیں بڑی تھیں۔

یعنی یا تو ہم تمہاری موچھوں کے بڑے بال مساوی پر رکھ کر کاٹ دیں یا تم خود ہی اس طرح ابھی کاٹ لو۔ معلوم ہوا کہ حضور انور کو لمبی موچھیں سخت ناپسند ہیں، ان سے ایسی نفرت ہے کہ گھر جا کر قینچی سے کاٹنے کی اجازت نہ دی بلکہ فرمایا ابھی کاٹ لو یا ہم خود کاٹ دیں، مسلمان اس سے عبرت پکڑیں۔ خیال رہے کہ موچھیں منڈانا بھی منع ہے اور بہت پست کرنا بھی منع بلکہ اتنی کاٹنا کہ ہونٹ کا کنارہ بھی بخوبی کھل جائے۔ اخفاء شاربہ کے یہ معنی ہیں اس سے موچھیں پانی پیتے وقت پانی میں ڈوبتی نہیں۔ (مرقات) اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ (مراۃ النجیح، ج ۶، ص ۸۴)

❖ حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّمِيمِيِّ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلَّغِمٍ، فَرَفَعَ إِلَيْهِ الْبِذَاعُ، وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ، فَتَهَسَّ مِنْهَا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت لایا گیا اور اس میں سے آپ کو شانہ پیش کیا گیا اور یہ آپ کو مرغوب تھا۔ آپ نے اسے دانتوں سے توڑ کر کھایا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ دستی کا گوشت جلد گل جاتا ہے اس میں چھترے نہیں ہوتے، نہایت لذیذ ہوتا ہے اس کی مثل دوسرے گوشت سی نہیں۔ گندگی یعنی پیشاب و گوبر سے بہت دور رہتا ہے، جلد ہضم ہوتا ہے، دانتوں میں اس کے چھترے نہیں پھنستے کیونکہ چھترے ہوتے ہی نہیں۔

بوٹی دانت سے نوچ کر کھانا بھی سنت ہے اس میں بے تکلفی بھی ہے، لذت بھی تواضع اور انکسار بھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا پر لاکھوں سلام، ان کی ہر ادا پر تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ (مرآۃ النجیح، ج ۶، ص ۶۲)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ ، عَنْ زُهَيْرِ
 يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ ، عَنِ أَبِي إِسْحَاقَ ،
 عَنْ سَعْدِ بْنِ عِيَاضٍ ، عَنِ ابْنِ
 مَسْعُودٍ ، قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ الذِّدَاعُ
 قَالَ : وَسَمَّ فِي الذِّدَاعِ ، وَكَانَ
 يَرَى أَنَّ الْيَهُودَ سَمُوهُ .

شرح حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا گیا

فتح خیبر کے بعد چند روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیبر میں ٹھہرے۔ یہودیوں کو مکمل امن و امان عطا فرمایا اور قسم قسم کی نوازشوں سے نوازا مگر اس بد باطن قوم کی فطرت میں اس قدر خباثت بھری ہوئی تھی کہ سلام بن مشکم یہودی کی بیوی ”زینب“ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت کی اور گوشت میں زہر ملا دیا۔ خدا کے حکم سے گوشت کی بوٹی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زہر کی خبر دی اور آپ نے ایک ہی لقمہ

کھا کر ہاتھ کھینچ لیا۔ لیکن ایک صحابی حضرت بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شکم سیر کھایا اور زہر کے اثر سے ان کی شہادت ہو گئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی اس زہر پے لقمہ سے عمر بھرتا لو میں تکلیف رہی۔ آپ نے جب یہودیوں سے اس کے بارے میں پوچھا تو ان ظالموں نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا اور کہا کہ ہم نے اس نیت سے آپ کو زہر کھلایا کہ اگر آپ سچے نبی ہوں گے تو آپ پر اس زہر کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ ورنہ ہم کو آپ سے نجات مل جائے گی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے تو کبھی کسی سے انتقام لیا ہی نہیں اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زینب سے کچھ بھی نہیں فرمایا مگر جب حضرت بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی زہر سے وفات ہو گئی تو ان کے قصاص میں زینب قتل کی گئی۔

(المواہب اللدیۃ وشرح الزرقانی، باب غزوہ خیبر، ج ۳، ص ۲۸۷، ۲۹۱، ۲۹۲، ملخصاً)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ. حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
قَالَ: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ فرماتے ہیں میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم
إِبْرَاهِيمَ. قَالَ: حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ کے یہ ہانڈی پکائی، آپ بازو پسند فرمایا
نُزَيْدٍ. عَنْ قَتَادَةَ. عَنْ شَهْرِ بْنِ کرتے تھے، میں نے آپ کا بازو دیا، پھر
خَوْشَبٍ. عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ. قَالَ: آپ نے فرمایا مجھے اور بازو دو، میں نے
طَبَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ پیش کیا پھر فرمایا مجھے اور بازو دو، میں عرض
وَسَلَّمَ. قَدَرًا. وَقَدْ كَانَ يُعْجِبُهُ کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
النِّدَاعُ. فَنَاولَتْهُ النِّدَاعَ. ثُمَّ بازو ہوتے ہیں (یعنی بازو دو ہی تھے جو
قَالَ: نَاولْنِي النِّدَاعَ. فَنَاولَتْهُ. میں خدمت اقدس میں پیش کر دیے) اس
ثُمَّ قَالَ: نَاولْنِي النِّدَاعَ. پر آپ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس
فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ: وَكَمْ کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تو خاموش

لِلْمَشَاةِ مِنْ خِزَّاعٍ، فَقَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ سَكَّتَ لَنَاوَلْتَنِي الْبِزَّاعُ مَا دَعَوْتُ.

رہتا تو میرے (بار بار) مانگنے پر تو مجھے بازو پکڑائے (ہی) جاتا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ معلوم ہوا کہ اپنے غلاموں یا دوستوں سے کوئی چیز بے تکلفی سے مانگنا ناجائز نہیں۔ جس سوال سے منع کیا گیا وہ ذلت کا سوال ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم دست پسند تھا کیونکہ گھٹا بھی جدای ہے، لذیذ بھی ہوتا ہے، اس میں ریشہ یعنی دھاگہ بھی نہیں ہوتا۔

غالباً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت ہوگی اور رب کے ساتھ یہ گوشت کھایا ہوگا۔

یعنی ہم مطالبہ کئے جاتے تم دیتے رہتے، اسی ہانڈی میں سے سینکڑوں دست نکل آتے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر ہر قسم کی اشیاء عالم غیب سے مہیا ہو جاتی ہے۔ حضرت طلحہ کے گھر تین چار سیر گوشت سینکڑوں کو کھلا دیا، بوئیاں اور شور بے کا پانی اور مصالحہ عالم غیب ہی سے آرہا تھا۔ دوسرے یہ کہ بزرگوں کے سامنے ایسے موقع پر انکار یا تردد نہ چاہیے، بلکہ بے دریغ ان کے حکم پر عمل چاہیے، بحث و انکار سے فیض بند ہو جاتا ہے۔

یعنی پورا ہاتھ تو کیا، پوری انگلیاں بھی نہ دھوئیں بیان جواز کے لئے ورنہ کھانے سے اوّل اور بعد دونوں ہاتھ دھونا سنت ہے۔

غالباً پہلی بار نفل پڑھے ہوں گے اور دوبارہ فرائض۔ واللہ اعلم!

(مرآۃ المناجیح، ج ۱، ص ۱۲۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

❖ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ.

عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ : مَا كَانَتْ
الْبَدَاغُ أَحَبَّ لِلَّحْمِ إِلَى رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .
وَلَكِنَّهُ كَانَ لَا يَجِدُ اللَّحْمَ إِلَّا
غَيْثًا . وَكَانَ يَعْجَلُ إِلَيْهَا ، لِأَنَّهَا
أَجْلُهَا نَضْجًا .

فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو بازو کو
گوشت (ان کے اپنے خیال کے مطابق)
زیادہ پسند نہ تھا لیکن چونکہ آپ کبھی کبھی
گوشت استعمال فرماتے تھے اور بازو
جلدی پک جاتا ہے اس لیے اس کی طرف
رغبت فرماتے۔

شرح حدیث: پسندیدہ کھانا

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پسندیدہ کھانا گوشت تھا۔

(مُلَخَّصًا جامع ترمذی ج ۵ ص ۵۳۳ حدیث ۱۷۸)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے، گوشت کانوں کی سماعت بڑھاتا
ہے اور دنیا و آخرت میں کھانوں کا سردار ہے۔ اگر میں اللہ عزوجل سے سوال کرتا کہ
مجھے روزانہ گوشت عطا کرے تو عنایت فرماتا۔ (مُلَخَّصًا اتحاف السادة المحققين ج ۸ ص ۲۳۸)

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گردے (کھانا) تاپسند فرماتے تھے کیوں کہ وہ
پیشاب کے قریب ہوتے ہیں۔ (مُلَخَّصًا کنز العمال ج ۷ ص ۳۱ حدیث ۱۸۲۱۲)

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کوتلی (کھانے سے) نفرت تھی مگر اس کو حرام
قرار نہیں دیا۔ (مُلَخَّصًا اتحاف السادة المحققين)

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بکری (اور بکرے) کے گوشت میں دست
(یعنی بازو) اور شانہ (یعنی کندھا) پسند تھا۔

(مُلَخَّصًا جامع ترمذی ج ۳ ص ۳۳۰ حدیث ۱۸۳۲، ۱۸۳۳)

❖ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ جَعْفَرٍ .
يَقُولُ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى

حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی

ﷺ سے سنا کہ

اللہ علیہ وسلم ، يَقُولُ : إِنَّ پاك سُنِّيَّہِ كُو فرماتے ہوئے سَا ك
أَطْيَبَ اللَّحْمِ لَحْمُ الظَّهْرِ . بلاشبہ پشت کا گوشت بہت اچھا ہوتا ہے۔

شرح حدیث: اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت فتاویٰ رضویہ جلد 20 صفحہ
321 پر لکھتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گائے کی قربانی فرمائی اور اس
کے کھانے کھلانے کا حکم فرمایا خود بھی ملاحظہ فرمایا یا نہیں؟ اس کا ثبوت نہیں۔ شہزادہ اعلیٰ
حضرت، حجت الاسلام مولانا حامد رضا خان علیہ رحمۃ المنان نے اس پر حاشیہ لکھا کہ
حدیث مسلم کتاب الزکوٰۃ کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کے لئے گوشتِ گاؤ (یعنی گائے کا
گوشت) صدقہ میں آیا، وہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس لایا گیا اور
حضور سے عرض کیا گیا کہ یہ صدقہ ہے کہ بریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو آیا۔ فرمایا: اس
کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ۔ اس سے بظاہر تناول فرمانا معلوم ہوتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲۰، ص ۱۳۲)

گوشت کے 22 اجزاء جو نہیں کھائے جاتے

میرے آقا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: جانور
کے سب اجزاء حلال ہیں مگر بعض کہ حرام یا ممنوع یا مکروہ ہیں {1} رگوں کا خون
{2} پٹا {3} ہڈی (یعنی مٹانہ) {4، 5} علاماتِ مادہ وئر {6} پیچھے (یعنی
کپورے) {7} غدود {8} حرام مغز {9} گردن کے دو پیچھے کہ شانوں تک کھینچے ہوئے
ہیں {10} جگر (یعنی کلیجی) کا خون {11} تیلی کا خون {12} گوشت کا خون کہ بعد از
گوشت میں سے نکلتا ہے {13} دس کا خون {14} پت یعنی وہ زرد پانی کہ پتے میں
ہوتا ہے {15} ناک کی رطوبت کہ بھیر میں اکثر ہوتی ہے {16} پاخانے کا مٹہ
{17} اوجھڑی {18} آنتیں {19} نطفہ {20} وہ نطفہ کہ خون ہو گیا {21} " (نطفہ ا)
(نطفہ ا) کہ گوشت کا لوتھڑا ہو گیا {22} وہ کہ (نطفہ) پورا جانور بن گیا اور مردہ نکلا۔

ہے ڈنچ مر گیا۔ (فتویٰ رضویہ ج ۲۰ ص ۲۳۰، ۲۳۱)

❖ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ
عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، قَالَ: يَغْمَرُ الْإِدَامُ
الْخُلَّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
فرماتی ہیں کہ بے شک نبی پاک ﷺ
نے فرمایا کہ سر کہ اچھا سالن ہے۔

❖ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ
الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ
عَبَّاسٍ، عَنْ ثَابِتِ أَبِي حَمْزَةَ
الْكُوفِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ أُمِّ هَانِئٍ
قَالَتْ: دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ:
أَعِنْدَكَ شَيْءٌ؟ فَقُلْتُ: لَا، إِلَّا
خُذْ يَا بَسْ، وَخَلَّ فَقَالَ: هَانِئُ،
مَا أَقْفَرَ بَيْتٌ مِنْ أَدَمٍ فِيهِ الْخُلَّ

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا
فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ میرے
پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تیرے
پاس (کھانے کے لیے) کوئی چیز ہے؟
میں نے عرض کیا کہ صرف خشک روٹی اور
سر کہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جس گھر میں
سر کہ ہو وہ سالن سے خالی نہیں ہوتا۔

شرح حدیث: مکہ میں ﷺ کی قیام گاہ

بخاری کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن حضرت ام ہانی بنت ابی طالب کے مکان پر تشریف لے گئے اور وہاں غسل فرمایا پھر آٹھ رکعت نماز چاشت پڑھی۔ یہ نماز بہت ہی مختصر طور پر ادا فرمائی لیکن رکوع و سجدہ مکمل طور پر ادا فرماتے رہے۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب منزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الفتح، الحدیث: ۴۲۹۲، ج ۳، ص ۱۰۳)

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بی بی اہ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ کیا گھر میں کچھ کھانا بھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خشک روٹی کے چند ٹکڑے ہیں۔ مجھے بڑی شرم دامن گیر ہوتی ہے کہ اس کو آپ کے سامنے پیش کر دوں۔ ارشاد فرمایا کہ ”لاؤ“ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان خشک روٹیوں کو توڑا اور پانی میں بھگو کر نرم کیا اور حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان روٹیوں کے سالن کے لئے نمک پیش کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا کوئی سالن گھر میں نہیں ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرے گھر میں ”سرکہ“ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”سرکہ“ لاؤ۔ آپ نے سرکہ کو روٹی پر ڈالا اور تناول فرما کر خدا کا شکر بجالائے۔ پھر فرمایا کہ ”سرکہ بہترین سالن ہے اور جس گھر میں سرکہ ہوگا اس گھر والے محتاج نہ ہوں گے۔“ پھر حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نے حارث بن ہشام (ابو جہل کے بھائی) اور زہیر بن امیہ کو امان دے دی ہے۔ لیکن میرے بھائی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں کو اس جرم میں قتل کرنا چاہتے ہیں کہ ان دونوں نے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج سے جنگ کی ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ام ہانی! رضی اللہ تعالیٰ عنہا جس کو تم نے امان دے دی اس کے لئے ہماری طرف سے بھی امان ہے۔

(شرح الزرقانی علی المواہب، باب غزوة الفتح، ج ۳، ص ۱۰۶)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى. حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 قَالَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ. فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 قَالَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ. عَنْ عَمْرِو عاتشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دوسری عورتوں

بْنِ مُرَّةَ، عَنْ نُرَّةَ الْهَمْدَانِي، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الْغُرَيْدِ عَلَى سَائِرِ النِّظَلَامِ

پر اس طرح فضیلت ہے جس طرح ثرید کو دوسرے کھانوں پر (روٹی اور گوشت کے شوربے کو ملا کر جو مجموعہ تیار ہوتا ہے اسے ثرید کہتے ہیں۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ خیال رہے کہ یہاں کمال سے مراد نبوت و رسالت نہیں کیونکہ یہ کمال نہ صرف انسان مردوں کو ہی ملا ہے کوئی عورت اور کوئی غیر انسان نبی نہیں ہوئے بلکہ مراد ولایت کاملہ قطبیت غوثیت وغیرہ ہے اور رب تعالیٰ سے قرب خاص کہ یہ صفات مردوں کو زیادہ عورتوں کو کم ملے، نبوت کے متعلق رب فرماتا ہے: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوْحٍ إِلَيْهِمْ۔ نبوت کے فرائض عورت انجام نہیں دے سکتی، پردہ میں رہ کر عام تبلیغ نہیں ہو سکتی۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہاں نساء سے مراد اس زمانہ کی عورتیں تھیں لہذا اس سے لازم یہ نہیں آتا کہ حضرت آسیہ و مریم جناب فاطمہ زہرا خدیجہ اور عائشہ صدیقہ سے افضل ہوں، یہ یہاں حضرت آسیہ و مریم سے افضل ہیں۔ شعر

مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز
نور چشم رحمتہ للعالمین
آں امام الاولین و آخرین
مر تفسی مشکل کشا شیر خدا
مادر آں مرکز پر کار عشق
مادر آں قافلہ سالار عشق!

یعنی جناب عائشہ صدیقہ از آدم علیہ السلام تا روز قیامت تمام عورتوں سے ایسی افضل ہیں جیسے ثرید کھانا باقی تمام کھانوں سے افضل، ثرید شوربے میں روٹی بھگو کر پکا ہوا

کھانا۔ اس میں گفتگو ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ فاطمہ زہرا خدیجۃ الکبریٰ ان تینوں میں افضل کون ہے۔ محققین علماء کا قول ہے کہ یہ تینوں مختلف جہات سے افضل ہیں، اس میں بحث نہ کی جاوے تو بہتر ہے، حضرت عائشہ جیسی عالمہ حسن خلقت حسن خلق شیریں گفتار ذہینہ ذکیہ بی بی نہ پیدا ہوئی نہ پیدا ہو، آپ بڑی عالمہ محدثہ فقیہہ ہیں، آپ کی براءت میں سورہ نور کی اٹھارہ آیتیں نازل ہوئیں۔ شعر

یعنی ہے سورہ نور جن کی گواہ
ان کی پر نور صورت پہ لاکھوں سلام
بنت صدیق آرام جان نبی
اس حریم براءت پہ لاکھوں سلام

نبوت کے بعد صدیقیت ہے اور عائشہ صدیقہ ہیں، ابوبکر صدیق ہیں۔

یعنی وہ حدیثیں مصابیح میں یہاں مذکور تھیں، ہم نے مشکوٰۃ شریف میں وہاں جنی باب المفاخرۃ میں بیان کر دیں ان کی شرح وہاں ہی دیکھو۔ (مراۃ المناجیح، ج ۷، ص ۵۵۵)

ہاشم

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پردادا "ہاشم" بڑی شان و شوکت کے مالک تھے۔ ان کا اصلی نام "عمرو" تھا انتہائی بہادر، بے حد سخی، اور اعلیٰ درجے کے مہمان نواز تھے۔ ایک سال عرب میں بہت سخت قحط پڑ گیا اور لوگ دانے دانے کو محتاج ہو گئے تو یہ ملک شام سے خشک روٹیاں خرید کر حج کے دنوں میں مکہ پہنچے اور روٹیوں کا چور کر کے اونٹ کے گوشت کے شوربے میںثرید بنا کر تمام حاجیوں کو خوب پیٹ بھر کر کھلایا۔ اس دن سے لوگ ان کو "ہاشم" (روٹیوں کا چور کرنے والا) کہنے لگے۔

(مدارج النبوت، قسم اول، باب اول، ج 2، ص 8 و شرح الزرقانی علی المواہب، المقصد الاول فی

تشریف اللہ تعالیٰ... الخ، ج 1، ص 138)

دجال کا ثرید

ایک دن ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کا رنگ متغیر تھا، صحابہ کرام علیہم الرضوان اسے خلاف عادت سمجھتے تھے پس اعرابی نے کچھ پوچھنا چاہا تو صحابہ کرام نے اسے منع کر دیا اور فرمایا: ہم آپ کا رنگ بدلا ہوا دیکھتے ہیں۔ اعرابی نے کہا: مجھے پوچھئے دو اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے! میں آپ کو ہنسائے بغیر نہ چھوڑوں گا چنانچہ اس نے عرض کی: یا رسول عزّ وجلّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! ہمیں خبر ملی ہے کہ مسیح دجال لوگوں کے لئے ثرید (یعنی شور بے میں ملی ہوئی روٹی) لائے گا اور لوگ اس وقت بھوک سے مر رہے ہوں گے، میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے کیا فرماتے ہیں کہ میں اس ثرید کے کھانے سے رکا رہوں اور اس سے بچتے ہوئے کمزور ہو کر مر جاؤں یا میں اس کے ثرید سے کھاؤں یہاں تک کہ جب خوب سیر ہو جاؤں تو اللہ عزّ وجلّ پر ایمان لاؤں اور دجال کا انکار کر دوں؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان فرماتے ہیں: یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس قدر ہنسے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھیں مبارک ظاہر ہو گئیں پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں، بلکہ اللہ عزّ وجلّ جس چیز کے ساتھ دوسرے مسلمانوں کو بے نیاز کرے گا تجھے بھی مستغنی کر دے گا۔

(صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال، الحدیث ۴۱۲۲، ص ۵۹۳، مٹھونا)

❖ سَمِعَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ
يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى
تَعَالَى عَنْهُ فَرَمَاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو

النِّسَاءَ كَفَضِلِ الْغُرَيْدِ عَلَى دُوسری عورتوں پر اس طرح فضیلت ہے
سَائِرِ الطَّعَامِ۔ جیسے ثرید کو دوسرے کھانوں پر۔

شرح حدیث: ہاشم

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پردادا ”ہاشم“ بڑی شان و شوکت کے مالک تھے۔ ان کا اصل نام ”عمرو“ تھا انتہائی بہادر، بے حد سخی، اور اعلیٰ درجے کے مہمان نواز تھے۔ ایک سال عرب میں بہت سخت قحط پڑ گیا اور لوگ دانے دانے کو محتاج ہو گئے تو یہ ملک شام سے خشک روئیاں خرید کر حج کے دنوں میں مکہ پہنچے اور روٹیوں کا چورا کر کے اونٹ کے گوشت کے شوربے میں ثرید بنا کر تمام حاجیوں کو خوب پیٹ بھر کر کھلایا۔ اس دن سے لوگ ان کو ”ہاشم“ (روٹیوں کا چورا کرنے والا) کہنے لگے۔

(مدارج النبوت، قسم اول، باب اول، ج 2، ص 8 و شرح الزرقانی علی المواہب، المقصد الاول فی

تشریف اللہ تعالیٰ... الخ، ج 1، ص 138)

دجال کا ثرید

ایک دن ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کا رنگ متغیر تھا، صحابہ کرام عہم الرضوان اسے خلاف عادت سمجھتے تھے پس اعرابی نے کچھ پوچھنا چاہا تو صحابہ کرام نے اسے منع کر دیا اور فرمایا: ہم آپ کا رنگ بدلا ہوا دیکھتے ہیں۔ اعرابی نے کہا: مجھے پوچھنے دو اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے! میں آپ کو ہنسائے بغیر نہ چھوڑوں گا چنانچہ اس نے عرض کی: یا رسولِ عَزَّ وَجَلَّ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! ہمیں خبر ملی ہے کہ مسیح دجال لوگوں کے لئے ثرید (یعنی شوربے میں ملی ہوئی روٹی) مانے گا اور لوگ اس وقت بھوک سے مر رہے ہوں گے، میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے کیا فرماتے ہیں کہ میں

اس شریذ کے کھانے سے رکا رہوں اور اس سے بچتے ہوئے کمزور ہو کر مر جاؤں یا میں اس کے شریذ سے کھاؤں یہاں تک کہ جب خوب سیر ہو جاؤں تو اللہ عز و جل پر ایمان لاؤں اور دجال کا انکار کر دوں؟ صحابہ کرام عہم الرضوان فرماتے ہیں: یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس قدر ہنسے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھیں مبارک ظاہر ہو گئیں پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں، بلکہ اللہ عز و جل جس چیز کے ساتھ دوسرے مسلمانوں کو بے نیاز کرے گا تجھے بھی مستغنی کر دے گا۔ (صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال، الحدیث ۴۲۲، ص ۵۹۳، مضموناً)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَوَضَّأَ مِنْ أَكْلٍ ثَوْرٍ أَقِطَ، ثُمَّ رَأَاهُ أَكَلَ مِنْ كَيْفِ شَاةٍ، ثُمَّ صَلَّى، وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے پنیر کا ٹکڑا کھایا اور وضو فرمایا (صرف ہاتھ دھونے کو بھی وضو کہا جاتا ہے، اس لیے یا تو آپ نے صرف ہاتھ مبارک دھوئے یا ویسے ہی تازہ وضو فرمایا) پھر (دوبارہ) دیکھا کہ آپ نے بکری کا بازو کا گوشت کھایا اور وضو نہیں فرمایا۔

Health Benefits of Cheese: شرح حدیث:

The health benefits of cheese include the following:

Dental Care: Cheese has a very high calcium content, the first and foremost thing you need for

strong teeth. Moreover, it is very low in lactose content. The older the cheese, the lower the lactose content. This also is beneficial for the teeth as any form of sugar (glucose, maltose or lactose) in food can harm the teeth.

Bone Health: Apart from having a very high calcium content, cheese is also rich in vitamin-B, which is very good for children, women (particularly when pregnant or lactating) and elderly people, for the formation and strengthening of bones and cartilage. The vitamin-B in cheese aids to the proper absorption and distribution of calcium.

Other Benefits: Cheese contains conjugated linoleic acid and sphingolipids which help prevent cancer. It contains a lot of vitamin-B which develops in it during the fermentation process. Vitamin-B is very good for maintaining many functions in the body and also for protection against diseases like Beriberi. It also enhances blood formation, strengthens the liver, and facilitates the absorption of nutrients in the body.

❖ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ
الْبَصْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضِيلُ
بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي فَايِدُ،
مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي
رَافِعٍ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: حَدَّثَنِي
عَبِيدُ اللَّهِ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ جَدِّهِ
سَلَمَى، أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ، وَابْنَ
عَبَّاسٍ، وَابْنَ جَعْفَرٍ أَتَوْهَا
فَقَالُوا لَهَا: اضْنَعِي لَنَا طَعَامًا
مِمَّا كَانَ يُعْجِبُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيُحْسِنُ أَكْلَهُ
فَقَالَتْ: يَا بَنِيَّ لَا تَشْتَهِيهِ الْيَوْمَ،
قَالَ: بَلَى اضْنَعِيهِ لَنَا قَالَ:
فَقَامَتْ فَأَخَذَتْ مِنْ شَعِيرٍ
فَطَخَتْهُ، ثُمَّ جَعَلَتْهُ فِي قِدْرِ،
وَصَبَّتْ عَلَيْهِ شَيْئًا مِنْ زَيْتٍ،
وَذَلَّتِ الْفُلْفُلَ، وَالتَّوَابِلَ،
فَقَرَّبَتْهُ إِلَيْهِمْ، فَقَالَتْ: هَذَا مِمَّا
كَانَ يُعْجِبُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيُحْسِنُ أَكْلَهُ.

حضرت عبید اللہ بن علی ابن ابی رادی
حضرت سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ بے
شک حضرت امام حسن، حضرت ابن عباس
اور حضرت ابن جعفر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم
اجمعین ان کے پاس آئے اور کہا کہ
ہمارے لیے وہ کھانا تیار کریں جو حضور
اکرم ﷺ کو پسند تھا اور آپ اسے شوق
سے تناول فرماتے تھے، انہوں (حضرت
سلمیٰ) نے فرمایا اے میرے بیٹے! آج
تو وہ کھانا خوشی سے نہیں کھائے گا؟ عرض
کیا کیوں نہیں (یعنی ضرور کھائیں گے)
آپ ہمارے لیے وہ (کھانا)
پکائیں۔ اس پر حضرت سلمیٰ نے تھوڑے
سے جو لے کر ان کو پیسا اور ہنڈیا میں ڈال
دیا پھر اس میں کچھ زیتون کا تیل ڈالا اور
کچھ سیاہ مرچ اور مصالحے کوٹ کر ڈالے
اور پھر یہ کھانا ان کے قریب کرتے ہوئے
فرمایا یہ وہ کھانا ہے جسے نبی کریم ﷺ
پسند فرماتے اور خوشی سے تناول فرماتے
تھے۔

شرح حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سادگی

خوراک، پوشاک، سامان زندگی، رہن سہن ہر چیز میں بے جا تکلفات سے بچنا، اور زندگی کے ہر شعبہ میں سادگی رکھنا یہ بہت ہی پیاری عادت اور نہایت ہی نفیس خصلت ہے۔ سادہ طرز زندگی میں امیری ہو یا فقیری، ہر جگہ ہر حال میں راحت ہی راحت ہے اس عادت والا آدمی نہ کسی پر بوجھ بنتا ہے نہ خود قسم قسم کے بوجھوں سے زیر بار ہوتا ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں سادگی ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آپ کی مقدس بیویوں کا وہ مبارک طریقہ ہے جو تمام دنیا کے مردوں اور عورتوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ ہر مسلمان مرد اور عورت کو چاہے کہ سادگی کی زندگی بسر کرے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اس سنت کریمہ پر عمل کرے اور دنیا و آخرت کی راحتوں اور سعادتوں سے سرفراز ہو۔

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُمِّهِمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَفْيَانُ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ نُبَيْحِ الْعَنْزَلِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: أَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي مَنْزِلِنَا، فَذَبَحَ لَنَا شَاةً، فَقَالَ: كَاتِبُهُمْ عَلِمُوا أَكَا تُحِبُّ اللَّحْمَ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے گھر تشریف لائے تو ہم نے آپ کے لیے بکری ذبح کی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے صحابہ کرام) سے فرمایا گویا کہ یہ (گھر والے) جانتے ہیں کہ ہمیں گوشت پسند ہے۔ اس حدیث میں اور واقعہ بھی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ فاقوں سے شکم اقدس پر پتھر بندھا ہوا

دیکھ کر میرادل بھرا آیا چنانچہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت لے کر اپنے گھر آیا اور بیوی سے کہا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس قدر شدید جھوک کی حالت میں دیکھا ہے کہ مجھ کو صبر کی تاب نہیں رہی کیا گھر میں کچھ کھانا ہے؟ بیوی نے کہا کہ گھر میں ایک صاع جو کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، میں نے کہا کہ تم جلدی سے اس جو کو پیس کر گوندھ لو اور اپنے گھر کا پلا ہوا ایک بکری کا بچہ میں نے ذبح کر کے اس کی بونیاں بنادیں اور بیوی سے کہا کہ جلدی سے تم گوشت روٹی تیار کر لو میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلا کر لاتا ہوں، چلتے وقت بیوی نے کہا کہ دیکھنا صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور چند ہی اصحاب کو ساتھ میں لانا کھانا کم ہی ہے کہیں مجھے رسوا مت کر دینا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خندق پر آ کر چپکے سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک صاع آنے کی روٹیاں اور ایک بکری کے بچے کا گوشت میں نے گھر میں تیار کر لیا ہے لہذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف چند اشخاص کے ساتھ چل کر تناول فرمائیں، یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے خندق والو! جابر نے دعوت طعام دی ہے لہذا سب لوگ ان کے گھر پر چل کر کھانا کھا میں پھر مجھ سے فرمایا کہ جب تک میں نہ آ جاؤں روٹی مت پکوانا، چنانچہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو گوندھے ہوئے آنے میں اپنا لعاب دہن ڈال کر برکت کی دعا فرمائی اور گوشت کی ہانڈی میں بھی اپنا لعاب دہن ڈال دیا۔ پھر روٹی پکانے کا حکم دیا اور یہ فرمایا کہ ہانڈی چولھے سے نہ اتاری جائے پھر روٹی پکنی شروع ہوئی اور ہانڈی میں سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی نے گوشت نکال نکال کر دین شروع کیا ایک ہزار آدمیوں نے آسودہ ہو کر کھانا کھا یہ مگر گوندھا ہوا آنا جتنا پہلے تھا اتنا ہی رہ گیا اور ہانڈی چولھے پر بدستور جوش مارتی رہی۔

(صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق... الخ، الحدیث: ۴۱۰۱، ۴۱۰۲، ج ۳، ص ۵۱ ملخصاً)

❖ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، قَالَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا (ح) قَالَ سُفْيَانُ : وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ : خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا مَعَهُ، فَدَخَلَ عَلَى امْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَذَمَّتْ لَهُ شَاةً، فَأَكَلَ مِنْهَا، وَأَتَتْهُ بِقَنَاجٍ مِنْ رُطَبٍ، فَأَكَلَ مِنْهُ، ثُمَّ تَوَضَّأَ لِلظُّهْرِ، وَصَلَّى، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَأَتَتْهُ بِعُلَالَةٍ مِنْ عُلَالَةِ الشَّاةِ، فَأَكَلَ ثُمَّ صَلَّى الْعِصْرَ، وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لے گئے اور میں آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ ایک انصاری عورت کے گھر داخل ہوئے تو اس نے آپ کے لیے بکری ذبح کی، آپ نے اس سے کچھ کھایا پھر وہ آپ کی خدمت میں کھجوروں کا ایک تھال لے کر آئی تو آپ نے اس میں سے کچھ کھایا اور پھر ظہر (کی نماز) کے لیے وضو فرمایا اور نماز پڑھی جب آپ واپس تشریف لائے تو وہ (انصاری عورت) آپ کی خدمت میں بکری کا بقیہ گوشت لائی، آپ نے اسے کھایا اور (دوبارہ) وضو کیے بغیر عصر کی نماز پڑھی۔

شرح حدیث: Benefits of Goat Meat for Heart

Contains Low Level of Saturated Fat and Cholesterol:

It contains lower value of saturated fats, cholesterol and high value of unsaturated fats thus it is safe for the heart and reduces the risk of cardiovascular

disease and other chronic problems.

Balances Cholesterol Level:

Unsaturated fats found in it improves the good blood cholesterol levels, provides relief from inflammations and etc.

Keeps Heart Healthy:

It helps in maintaining the heart beats, lowering down the blood pressure and reduces the risk of atherosclerosis, coronary heart diseases and etc, by keeping the heart healthy.

Benefits of Goat Meat for Weight Control Reduces Risk of Obesity:

It contains lean proteins in high amount, low saturated fat thus helps in controlling weight and reduces the risk obesity.

Controls Weight:

Proteins found in it acts as a hunger suppressing agent and keeps the stomach full for longer time thus helps in controlling weight.

Full of Vitamins and Nutrients:

It contains lots of vitamins and nutrients which

help in burning fat.

Benefits of Goat Meat for Cancer

Reduces Risk of Cancer:

It contains B group vitamins, selenium and choline which is very beneficial to be prevented from cancer.

Benefits of Goat Meat for Skin

Makes Skin Glowing and Healthy:

It provides better nourishment to the skin and makes it healthy, soft, supple, glowing and smooth.

Provides Relief from Skin Problems:

It provides relief from the skin problems like psoriasis, eczema or acne and other problem by nourishing the skin.

Effective for Dry Skin:

It also provides relief from the dry skin and rashes problems by making the skin soft and supple.

Other Benefits of Goat Meat

Reduces Risk of Many Diseases:

It reduces the risk of infections, type 2 diabetes and other diseases if eaten regularly.

Reduces Risk of Heart Disorders:

It contains low sodium level and high potassium level thus safe food for the heart and prevents from the high blood pressure, risk of stroke, kidney diseases and etc.

Healthy Food for Bone, Teeth and Hair

It provides better nourishment to the bones, teeth and hairs thus prevents from osteoporosis, joints pain, tooth ache and hair loss.

Strengthens Immunity System

It helps in improving the power of immune system and prevents from various infections.

Prevents from Early Ageing

It helps in maintaining the functioning of thyroid gland and prevents from the early ageing as it protects from the free radicals.

Keeps Blood Sugar under Control

It normalizes the blood sugar level thus keeps blood sugar level under control among diabetic patients.

Reduces Stress Level

It enhances the mood level by preventing from the depression and stress.

Promotes Brain Development

It enhances the memory power among kids by helping in proper brain development.

(Source: USDA Nutrient database)

حضرت ام منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے ہاں تشریف لائے، ہمارے ہاں کھجور کے کچھ خوشے لٹکے ہوئے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوریں کھانی شروع کر دیں، جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کھانے لگے تو آپ نے فرمایا: اے علی تو نہ کھا کیونکہ تو ابھی تک کمزور ہے۔ (یعنی آپ کا معدہ ابھی اسے قبول نہیں کرتا) (حضرت ام منذر کا بیان ہے) کہ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھ گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھاتے رہے (راویہ کہتی ہیں) پھر میں نے ان

❖ حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ أَبِي يَعْقُوبَ، عَنْ أُمِّ الْمُثَنِّدِ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَعَهُ عِلٌّ، وَلَنَا دَوَالٍ مُعَلَّقَةٌ، قَالَتْ: فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ وَعَلِيٌّ مَعَهُ يَأْكُلُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِعَلِيٍّ: مَهْ يَا عَلِيُّ، فَإِنَّكَ نَاقِيَةٌ، قَالَتْ: فَجَلَسَ عَلِيٌّ، وَالنَّبِيُّ

صلی اللہ علیہ وسلم یأکلُ، قالَتْ : فَجَعَلْتُ لَهُمْ سِلْقًا وَشَعِيرًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ: مِنْ هَذَا فَأَصِْبْ فَإِنَّ هَذَا أَوْفَى لَكَ.

کے لیے چقندر اور جو کو ملایا تو آپ نے فرمایا اے علی! اس سے کھائیں کیونکہ یہ تمہارے لیے بہت موافق ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ کا نام لیلی بنت قیس ہے، انصاریہ عدویہ ہیں، کنیت ام المنذر، صحابیہ ہیں، قدیم الاسلام ہیں، چنانچہ آپ نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے۔

حوالی جمع ہے دالیہ کی، دالیہ کچی کھجوروں کے خوشوں کو کہتے ہیں۔ اس زمانہ میں باغ والے لوگ اپنے باغوں اور گھروں میں کھجوروں کے خوشے لٹکا دیتے تھے تاکہ جو بلی ملاقاتی آئے پہلے ان میں سے کھائے گویا یہ بھی خاطر تواضع کا ایک طریقہ تھا۔ ظاہر یہ ہے کہ دونوں حضرات نے کھڑے کھڑے کھائے مگر یہ کھڑے کھڑے کھانا فیشن کے طور پر نہ تھا بلکہ اس خوشے سے توڑ توڑ کر کھانا کھڑے ہو کر ہی ممکن تھا اور ہو سکتا ہے کہ بیٹھ کر کھاتے ہوں مگر بعض روایات میں ہے کہ اس کے بعد جناب علی رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کھانا کھڑے ہو کر تھا، مرقات نے اس کو ترجیح دی۔

یعنی تم نہ کھاؤ کہ کھانے سے ہاتھ کھینچ لو وجہ آگے آرہی ہے۔

ناقہ بنا ہے نقاہت سے۔ نقاہت وہ کمزوری ہے جو بیماری سے اٹھنے کے بعد بیمار میں رہتی ہے، غالباً آپ بیمار رہ چکے ہوں گے۔

یعنی میں ان حضرات کے لیے چقندر اور جو کا لپٹا (سیرا) تیار کیا۔ لہم کا مرجع حضور

صلی اللہ علیہ وسلم میں ضمیر کا جمع لانا تعظیماً ہے یا اس کا مرجع حضرت علی رضی اللہ عنہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ عرب والے کبھی دو کو جمع بول دیتے ہیں، بعض شارحین نے فرمایا کہ کچھ اور صحابہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ واللہ اعلم!

یہاں اوفق بمعنی موافق ہے، مقابل ضرر کا، یعنی تمہارے لیے کھجوریں مضر ہیں، یہ لپٹا (سیرا) موافق و مفید ہے کیونکہ جو بہت ہی زود ہضم ہے۔ اطباء بیماروں کو آتش جو بتاتے ہیں، چقدر بھی ہلکی غذا ہے اور معتدل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکیم جسمانی بھی ہیں۔ دوائیں، پرہیز، مضر و مفید غذائیں سب کچھ جانتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بیمار بلکہ بیماری سے اٹھنے والے کمزور کو پرہیز لازم ہے۔ اطباء کہتے ہیں کہ دوا سے زیادہ پرہیز ضروری ہے دوا بغیر پرہیز ایسی ہے جیسے نماز بغیر وضو۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۶۳)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ .
قَالَ: حَدَّثَنَا يَسْرُ بْنُ الشَّرِيحِ .
عَنْ سُفْيَانَ . عَنْ ظَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى .
عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ ظَلْحَةَ . عَنْ
عَائِشَةَ . أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ . قَالَتْ:
كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَأْتِينِي فَيَقُولُ: أَعِنْدَكَ غَدَاءٌ ؟
فَأَقُولُ: لَا قَالَتْ: فَيَقُولُ: إِنِّي
صَائِمٌ قَالَتْ: فَأَتَانِي يَوْمًا .
فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ
أُهِدِيَتْ لَنَا هَدِيَّةٌ . قَالَ: وَمَا

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم
میرے پاس (کچھ دن چڑھے) تشریف
لاتے اور فرماتے کیا تیرے پاس اس
وقت کا کھانا ہے (آپ فرماتی ہیں) میں
عرض کرتی نہیں، تو آپ فرماتے میں نے
روزے کی نیت کر لی۔ پھر ایک دن آپ
ہمارے پاس تشریف لائے، میں نے عرض
کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں (کہیں
سے) یہ تحفہ آیا ہے تو آپ نے فرمایا وہ کیا
ہے؟ میں عرض کیا کھجور کا حلوہ۔ آپ نے

ہی، قُلْتُ: حَيْسٌ، قَالَ: أَمَّا إِنِّي فرمایا میں صبح سے روزہ دار ہوں پھر حلوہ
أَصْبَحْتُ صَائِمًا، قَالَتْ: ثُمَّ تناول فرمایا۔
اَکَلْ۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سوال تمام ازواج پاک سے تھا اور یہ
جواب بھی سب کی طرف سے ہوا یعنی نوازواج میں سے کسی کے گھر میں کھانے کی کوئی
چیز نہیں جو مالک کونین ہے ان کے اپنے گھر کا یہ حال ہے۔ شعر
مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فقر و فاقہ اختیاری ہے، فرماتے ہیں اگر میں
چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔

یعنی چونکہ آج گھر میں کچھ کھانے کو نہیں لہذا ہم اب اس وقت سے روزہ نفل کی
نیت کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ روزے نفل کی نیت ضحوی کبرے یعنی نصف
نہار شرعی سے پہلے پہلے ہو سکتی ہے رات سے ہونا ضروری نہیں۔ مصنف اسی مقصد کے
لیے یہ حدیث یہاں لائے۔

یعنی کسی شخص نے کھجور کا حلوہ بطور ہدیہ بھیجا ہے حضور ملاحظہ فرمائیں۔ عربی میں
حیس کے معنی ہیں خلط یا مخلوط چیز۔ اصطلاح میں یہ ایک حلوہ ہے جو مکھن، پنیر، کھجور
سے یا آٹے، مکھن اور گھی سے تیار کیا جاتا ہے۔ حریر اس سے اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے۔
فقیر نے مدینہ طیبہ میں حیس بھی کھایا ہے اور حریر بھی۔

یہ صورت پہلے کا عکس ہوئی کہ وہاں تو گھر میں کھانا نہ ہونے کی وجہ سے روزے
کی نیت کر لی گئی تھی اور یہاں کھانا دیکھ کر رکھا ہوا نفل روزہ توڑ دیا گیا، ہمارے امام

اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ نفلی روزہ یا نماز شروع کرنے سے واجب ہو جاتا ہے کہ ان کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَا تَبْتَطِلُوا عَنْ صَلَاتِكُمْ اور فرماتا ہے: فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَائِهَا یعنی اہل کتاب نے نیک اعمال شروع کیے انہیں نبھایا نہیں۔ معلوم ہوا کہ نیکی شروع کر کے پوری کرنا واجب ہے۔ اگر کوئی شخص نفلی روزہ شروع کر کے توڑ دے تو اس کی قضاء واجب ہے ان دو گزشتہ آیتوں کی وجہ سے اور اس حدیث کی وجہ سے جو بروایت حضرت عائشہ صدیقہ آگے آرہی ہیں اور نفلی حج و عمرہ پر قیاس کی وجہ سے کہ یہ دونوں چیزیں احرام باندھتے ہی واجب ہو جاتی ہیں کہ اگر انہیں پورا نہ کر سکے تو قضاء کرنا واجب ہے۔ خیال رہے کہ نفلی روزہ اور نمازیں بلا عذر توڑنا ناجائز ہیں، دعوت اور مہمان کی آمد بھی عذر ہیں یہ حدیث خفیوں کے خلاف نہیں کہ یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ روزہ توڑنا عذر تھا یعنی کئی روز سے کھانا ملاحظہ نہ فرمایا اور اس میں یہ ذکر نہیں کہ آپ نے اس روزے کی قضا نہ کی لہذا یہ حدیث نہ شافعیوں کی دلیل ہے نہ مالکیوں کی اور نہ خفیوں کے خلاف۔

نوٹ: شوافع کے ہاں نفلی روزہ توڑنے سے مطلقاً قضاء واجب نہیں اور مالکیوں کے ہاں اگر بلا عذر توڑا ہو تو قضاء واجب ہے، ہمارے ہاں مطلقاً قضا واجب۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۲۰۲)

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ مُعَمَّدِ بْنِ أَبِي يَحْيَى الْأَسْلَمِيِّ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ الْأَعْوَرِ، عَنْ يُونُسَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کی روٹی لیا اور اس پر کھجور رکھ کر فرمایا یہ (کھجور) اس کا (روٹی) کا (سالن) ہے اور پھر تناول فرمایا۔

بْنِ سَلَامٍ ، قَالَ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ
كَنْزَةً مِنْ خُبْزِ الشَّعِيرِ قَوَّضَعَ
عَلَيْهَا تَمْرَةً وَقَالَ : هَذِهِ إِذَا مَ
هَذِهِ، وَاكُلْ -

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں، یوسف علیہ
السلام کی اولاد میں ہیں ان کے یہ صاحبزادہ بھی صحابی ہیں، آپ کا نام حضور انور نے
یوسف رکھا، کنیت ابو یعقوب ہے، ۱۰۰ سو ہجری میں آپ کی وفات ہے، آپ سے
تین احادیث مروی ہیں۔

کھجور کو سالن فرمانا مجازاً ہے یعنی روٹی اس سے کھائی جاسکتی ہے اور یہ مثل سالن
کے ہے۔ خیال رہے کہ جو سرد خشک ہیں اور کھجور گرم لہذا جو کی روٹی کی اصلاح بھی
کھجور سے ہو جاتی ہے۔ اس حدیث میں صبر و قناعت کی بے مثال تعلیم ہے۔

(مرقات) (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۷۱)

Health benefits of dates

Wonderfully delicious, dates are one of the most popular fruits packed with an impressive list of essential nutrients, vitamins, and minerals that are required for normal growth, development and overall well-being

Fresh dates compose of soft, easily digestible flesh

and simple sugars like fructose and dextrose. 100 g of mejdool dates hold 277 calories. When eaten, they replenish energy and revitalize the body instantly. For these qualities, they are being served to break the fast during Ramadan month since ancient times .

The fruit is rich in dietary fiber, which prevents LDL cholesterol absorption in the gut. Additionally, the fiber works as a bulk laxative. It, thus, helps to protect the colon mucous membrane from cancer-causing chemicals binding to it in the colon.

They contain health benefiting flavonoid polyphenolic antioxidants known as tannins. Tannins are known to possess anti-infective, anti-inflammatory, and anti-hemorrhagic (prevent easy bleeding tendencies) properties.

They are moderate sources of vitamin-A (contains 149 IU per 100g) which is known to have antioxidant properties and essential for vision. Additionally, it is also required maintaining healthy mucus membranes and skin. Consumption of natural fruits rich in vitamin A is known to help protect from lung and oral cavity

cancers.

They compose antioxidant flavonoids such as β -carotene, lutein, and zeaxanthin. These antioxidants found to have the ability to protect cells and other structures in the body from harmful effects of oxygen-free radicals. Thus, eating dates found to offer some protection from colon, prostate, breast, endometrial, lung, and pancreatic cancers .

Zeaxanthin is an important dietary carotenoid that selectively absorbed into the retinal macula lutea, where it thought to provide antioxidant and protective light-filtering functions. It thus offers protection against age-related macular degeneration, especially in elderly populations .

Dates are an excellent source of iron, carry 0.90 mg/100 g of fruits (about 11 % of RDI). Iron, being a component of hemoglobin inside the red blood cells, determines the oxygen-carrying capacity of the blood.

Further, they are an excellent sources of potassium. 100 g contains 696 mg or 16 % of daily-recommended levels of this electrolyte. Potassium is

an important component of cell and body fluids that help regulate heart rate and blood pressure. They, thus, offers protection against stroke and coronary heart diseases.

Date fruits are also rich in minerals like calcium, manganese, copper, and magnesium. Calcium is an important mineral that is an essential constituent of bone and teeth, and required by the body for muscle contraction, blood clotting, and nerve impulse conduction. Manganese is used by the body as a co-factor for the antioxidant enzyme, superoxide dismutase. Copper is required for the production of red blood cells. Magnesium is essential for bone growth. Further, the fruit has moderate levels of B-complex group of vitamins as well as vitamin K. It contains very good amounts of pyridoxine(vitamin B-6) niacin, pantothenic acid, and riboflavin. These vitamins are acting as cofactors help body metabolize carbohydrates, protein, and fats. Vitamin K is essential for many coagulant factors in the blood as well as in bone metabolism. (nutrition facts of the food u.s.a)

Health Benefits of Dates

Constipation: Dates are often categorized as a laxative food. This is why dates are so frequently eaten by people suffering from constipation. In order to achieve the desired laxative effect of dates, you should soak them in water over night. Then, eat the soaked dates in the morning like syrup to get the most optimal results. Dates have high levels of soluble fiber, which is essential in promoting healthy bowel movements and the comfortable passage of food through the intestinal tract, which can relieve symptoms of constipation.

Bone Health and Strength: The significant amounts of minerals found in dates make it a super food for strengthening bones and fighting off painful and debilitating diseases like osteoporosis. Dates contain selenium, manganese, copper, and magnesium, all of which are integral to healthy bone development and strength, particularly as people begin to age and their bones gradually weaken. So, eat your dates and give a boost to your bones!

Intestinal Disorders: The nicotine content in dates

is thought to be beneficial for curing many kinds of intestinal disorders. Continuous intake of dates helps to inhibit growth of the pathological organisms and thus, they help stimulate the growth of friendly bacteria in the intestines. In terms of digestive issues, dates contain those insoluble and soluble fibers, as well as many beneficial amino acids which can stimulate the digestion of food and make it more efficient, meaning that more nutrients will be absorbed by the digestive tract and enter your body for proper usage.

Anemia: Dates have a high mineral content, which is beneficial for many different health conditions, but their impressive levels of iron make them a perfect dietary supplement for people suffering from anemia. The high level of iron balances out the inherent lack of iron in anemic patients, increasing energy and strength, while decreasing feelings of fatigue and sluggishness.

Allergies: One of the most interesting facets of dates is the presence of organic sulfur in them. This is not a very common element to find in foods, but it does have a worthwhile amount of health benefits,

including the reduction of allergic reactions and seasonal allergies. According to a study done in 2002, organic sulfur compounds can have a positive impact on the amount of suffering people experience from S A R (Seasonal Allergic Rhinitis) which affects approximately 23 million people in the United States alone. Dates are a great way to somewhat stem the effects of those seasonal allergies through its contributions of sulfur to the diet.

Weight Gain: Dates should be included as a part of a healthy diet. They consist of sugar, proteins and many essential vitamins. If dates are consumed with cucumber paste, you can also keep your weight at a normal, balanced level, rather than over-slimming. One kilogram of dates contains almost 3,000 calories, and the calories in dates are sufficient to meet the daily requirements for a human body. Of course, you should not eat just dates throughout the day. If you are thin and slim and want to increase your weight, or if you are trying to build your muscles to impress some girl, or you have become weak due to a serious medical

problem you need to eat dates!

Energy Booster: Dates are high in natural sugars like glucose, fructose, and sucrose. Therefore, they are the perfect snack for an immediate burst of energy. Many people around the world use dates for a quick afternoon snack when they are feeling lethargic or sluggish.

Nervous System Health: The vitamins present in dates make it an ideal boost to nervous system health and functionality. Potassium is one of the prime ingredients in promoting a healthy and responsive nervous system, and it also improves the speed and alertness of brain activity. Therefore, dates are a wonderful food source for people as they begin to age and their nervous system becomes sluggish or unsupported, as well as for people who want to keep their mind sharp.

Healthy Heart: Dates are quite helpful in keeping your heart healthy. When they are soaked for the night, crushed in the morning and then consumed, they have been shown to have a positive effect on weak hearts.

Dates are also a rich source of potassium, which studies have shown to reduce the risk of stroke and other heart related diseases. Furthermore, they are suggested as a healthy and delicious way to reduce the levels of LDL cholesterol in the body, which is a major contributing factor heart attacks, heart disease, and stroke. Therefore, when taken twice a week, dates can seriously improve the overall health of the heart.

Diarrhea: Ripe dates contain potassium, which is known as an effective way of controlling diarrhea. They are also easy to digest, which further helps alleviate the unpredictable nature of chronic diarrhea. The soluble fiber in dates can also help relieve diarrhea, by providing bulk to the bowel movements and promoting normal, healthy functioning of the excretory system.

Abdominal Cancer: Research has pointed towards dates being a legitimate way to reduce the risk and impact of abdominal cancer. They work as a useful tonic for all age groups, and in some cases, they work better than traditional medicines, and are natural, so

they don't have any negative side effects on the human body. They can be quickly and easily digested for a quick boost of energy.

Although dates carry tremendous nutritional values, great care should be taken in their selection because their surface is very sticky, which often attracts various impurities. Therefore, you should only consume dates that are processed and packaged properly. Also, make sure to wash them thoroughly before you eat them, as this will help remove the impurities present on the surface.

References: American Cancer Society

❖ عَنْ عَبَّادِ بْنِ الْعَوَّامِ ، عَنْ
 مُحَمَّدٍ . عَنْ أَنَسٍ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
 يُعْجِبُهُ الثُّفْلُ ، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ :
 (راوی) کہتے ہیں (ثفل سے مراد) ہنڈیا
 کا بقیہ ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ ثفل کے بہت معانی ہیں: تل چھٹ، ستو اور کھجور، کھرچن، یہاں
 تیسرے معنی مراد ہیں۔ ہانڈی کی کھرچن لذیذ بھی ہوتی ہے زود ہضم بھی، تمام ہانڈی
 کی طاقت ایک طرف اور کھرچن کی طاقت ایک طرف، غرضیکہ چاول وغیرہ کی کھرچن

میں بہت خوبیاں ہیں اس جملہ کے اور بہت معنی کیے گئے ہیں۔ بعض شارحین نے یہ معنی کیے کہ حضور انور تمام اہل و عیال، مہمانوں، زائرین، مساکین کو شوربا وغیرہ پہلے کھلا دیتے تھے خود آخر میں شوربے کا تچھٹ ملاحظہ فرماتے تھے، مگر میرے نزدیک یہ معنی درست نہیں۔ حضور انور مہمانوں، زائرین، مساکین کے ساتھ ہی کھانا کھاتے تھے پھر آخر میں اکیسے کھانے کے کیا معنی۔ (مرآۃ النج، ج ۲، ص ۶۵)

27- بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ وَضُوءِ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الطَّعَامِ

کھانے کے وقت وضو

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ أَبِي عُبَيْسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ، فَقَرَّبَ إِلَيْهِ الطَّعَامَ، فَقَالُوا: أَلَا تَأْتِيكَ بِوَضُوءٍ؟ قَالَ: إِنَّمَا أُمِرْتُ بِالْوَضُوءِ إِذَا قُمْتُ إِلَى الصَّلَاةِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نے شک رسول اللہ ﷺ بیت الخلا سے (باہر) تشریف لائے تو آپ کو کھانا پیش کیا گیا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم آپ کے لیے وضو کا پانی نہ لائیں؟ آپ نے فرمایا مجھے اس وقت وضو کا حکم ہے جب میں نماز کا ارادہ کروں۔

❖ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، عَنْ أَبِي عُبَيْسٍ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَائِطِ فَأَتَى بِطَّعَامٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ بیت الخلا سے (باہر) تشریف لائے تو آپ کو کھانا پیش کیا گیا اور عرض کیا گیا کہ

فَقِيلَ لَهُ : أَلَا تَتَوَضَّأُ ؟ فَقَالَ : كَيْفَ أَتَوَضَّأُ إِذَا لَمْ أَكُلْ ؟ فَقِيلَ لَهُ : فَاتَوَضَّأُ .
 کیا آپ وضو نہیں فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا کیا میں نماز پڑھنے لگا ہوں کہ وضو کروں؟

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ وہ حضرات سمجھے تھے کہ کھانے سے پہلے شرعی وضو کرنا واجب ہے اس لیے وضو کے لیے پانی لانے کی اجازت مانگی۔

یہ حصر غالب حالت کے لحاظ سے ہے ورنہ سجدہ تلاوت، قرآن پاک چھونے، طواف کعبہ کرنے کے لیے بھی وضو کرنے کا حکم ہے، سجدہ تلاوت کے لیے وضو شرط ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ہمارے اس فرمان میں کہ کھانا وضو کر کے کھاؤ وضو سے مراد عرفی وضو ہے اور حکم استحبی ہے، شرعی وضو کھانے کے لیے نہ فرض ہے نہ سنت، اس میں امت پر آسانی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۵۸)

❖ عَنْ زَادَانَ ، عَنْ سَلْمَانَ ، عَنْ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ
 قَالَ : قَرَأْتُ فِي التَّوْرَةِ ، أَنَّ بَرَكَهَ الطَّعَامِ الْوُضُوءُ بَعْدَهُ .
 فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَأُخْبِرْتُهُ بِمَا قَرَأْتُ فِي التَّوْرَةِ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : بَرَكَهَ الطَّعَامِ الْوُضُوءُ قَبْلَهُ ، وَالْوُضُوءُ بَعْدَهُ .
 حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تو رات شریف میں پڑھا کہ (کھانا) کھانے کے بعد وضو کرنے میں برکت ہے، یہ بات میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی اور جو کچھ رات میں پڑھا تھا آپ کو سنایا تو آپ نے فرمایا کھانے سے پہلے اور بعد وضو کرنا (یعنی ہاتھ دھونا) کھانے کی برکت ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ آپ سلمان فارسی ہیں۔

یعنی مسلمان ہونے سے پہلے میں نے توریت میں پڑھا تھا۔

یہاں وضو لغوی معنی میں ہے جو بنا ہے وضو سے بمعنی صفائی اور اچھائی، لہذا اس کے معنی ہیں ہاتھ و منہ کی صفائی کرنا کہ ہاتھ دھونا کلی کر لینا۔

یا تو توریت شریف کے اس فرمان کی تصدیق و تائید کے لیے یا یہ پوچھنے کے لیے کہ اب اسلام میں بھی یہ حکم ہے یا دیگر احکام کی طرح منسوخ ہو گیا۔

یعنی توریت شریف میں دو بار ہاتھ دھونے کی کلی کرنے کا حکم تھا کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد مگر یہود نے صرف بعد رکھا پہلے کا ذکر مٹا دیا۔ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کی کلی کرنے کی ترغیب اس لیے ہے کہ عموماً کام کاج کی وجہ سے ہاتھ میلے دانت میلے ہو جاتے ہیں اور کھانے میں ہاتھ و منہ پھٹکے ہو جاتے ہیں لہذا دونوں وقت یہ صفائی کر لو کھانا کھا کر کلی کر لینے والا شخص ان شاء اللہ پائیدار یا سے محفوظ رہتا ہے، وضو میں مسواک کرنے کا عادی دانتوں اور معدے کے امراض سے بچا رہتا ہے، کھانے کھانے کے فوراً بعد پیشاب کر لینے کی عادت ڈالو اس سے گردہ و مثانہ کے امراض سے حفاظت ہے بہت مجرب ہے۔ (مرآۃ الناجح، ج ۶، ص ۵۷)

28- بَابُ مَا جَاءَ فِي قَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الطَّعَامِ وَبَعْدَ مَا يَفْرُغُ مِنْهُ

کھانے سے قبل اور بعد کے کلمات مبارکہ

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ
قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ رَاشِدِ بْنِ جَنْدَلٍ الْبَغْدَادِيِّ، عَنْ حَبِيبِ
حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دن نبی
کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ
آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا میں

بُنِ أَوْيسَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ
الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَوْمًا، فَقَرَّبَ طَعَامًا، فَلَمْ أَرِ
طَعَامًا كَانَ أَعْظَمَ بَرَكَهَ مِنْهُ
أَوَّلَ مَا أَكَلْنَا، وَلَا أَقْلَ بَرَكَهَ فِي
آخِرِهِ. قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ
هَذَا؟ قَالَ: إِنْكَا ذَكَّرْنَا اسْمَ اللَّهِ
حِينَ أَكَلْنَا. ثُمَّ قَعَدَ مَنْ أَكَلَ
وَلَمْ يُسَمِّ اللَّهَ تَعَالَى فَأَكَلَ مَعَهُ
الشَّيْطَانُ.

نے اول و آخر میں نہایت برکت والا کھانا
(کبھی) نہیں دیکھا۔ میں نے عرض کیا:
رسول اللہ! میں نے ایسا کبھی نہیں دیکھا ہے؟ آپ
نے فرمایا کہ ہم نے کھاتے وقت بسم اللہ
پڑھی ہے (لیکن) پھر ایسے آدمی نے کھانا
شروع کیا جس نے بسم اللہ نہ پڑھی چنانچہ
اس کے ساتھ شیطان نے کھایا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ یا تو اس زمانہ کا ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے گھر
میں رونق افروز تھے یا اسکے بعد اور کسی وقت کا، حضرت ابویوب حضور کے پہلے میزبان
ہیں۔

یعنی جب ہم نے کھانا شروع کیا تو اس میں بڑی برکت دیکھی اور جب فارغ
ہونے لگے تو اس کھانے میں بہت ہی بے برکتی محسوس کی۔ برکت اور کثرت کا فرق ہم
بارہا بیان کر چکے کثرت کمال نہیں برکت کمال ہے، اللہ تعالیٰ ہر دینی و دنیاوی کاموں
چیزوں میں برکت دے۔

یعنی کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھی تھی۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ صرف بسم اللہ
پڑھنا کافی ہے۔ باقی الرحمن الرحیم کہہ لینا بھی بہتر ہے مگر صحیح یہ ہے کہ پوری بسم اللہ

پڑھنی چاہیے اور ہر کھانے پر ہر شخص پڑھنے حتیٰ کہ حیض و نفاس والی عورتیں بھی پڑھیں، حرام اور مکروہ کھانے پر نہ پڑھے بھنگ، چرس، حقہ پر بسم اللہ نہ پڑھے، شراب نوشی پر بسم اللہ پڑھنا کفر ہے۔ (مرقات وغیرہ) اس کے پورے مسائل کتب فقہ میں مطالعہ کرو۔

یعنی کھانا شروع کرتے وقت ہم میں سے ہر شخص نے بسم اللہ پڑھی تھی دوران کھانے میں ایک شخص کھانے میں ایسا شریک ہو گیا جس نے بسم اللہ نہ پڑھی اور کھانا شروع کر دیا تو اس کے ساتھ جو شیطان قرین تھا وہ اس کے ہمراہ ہمارے کھانے سے کھانے لگا اس لیے بے برکتی آخری میں ہو گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کے ساتھ رہنے والا شیطان ہے جسے قرین کہتے ہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے کے وقت ہر شخص کا بسم اللہ پڑھ لینا اس کے ساتھی شیطان کے لیے مفید ہوگا دوسرے کے قرین کے لیے مفید نہیں لہذا ہر شخص کو بسم اللہ پڑھنی چاہیے، اگر پچاس آدمی کی جماعت کھانے بیٹھے تو ہر شخص علیحدہ بسم اللہ پڑھے لہذا بسم اللہ پڑھنا سنت عین ہے سنت کفایہ نہیں۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اگر کوئی جماعت کھانے بیٹھے تو بسم اللہ پڑھنا سنت کفایہ ہے کہ اگر ایک شخص نے پڑھ لی تو سب کے لیے کافی ہو گئی اور جو شخص بعد میں کھانے میں شریک ہوا اسے علیحدہ بسم اللہ پڑھنی پڑے گی، وہ حضرات لفظ ثم سے دلیل پکڑتے ہیں مگر پہلی بات زیادہ قوی ہے جیسا کہ انا ذکرنا جمع فرمانے سے معلوم ہوا ہر شخص نے بسم اللہ پڑھی تھی۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۵۱)

❖ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
حَدَّثَنَا هِشَامُ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ جب تم میں سے کوئی کھانا کھانے لگے اور
لُبَيْلُ الْعَقِيلِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو (یاد

۲۷۔ وقت ہی کہے تاکہ شیطان کھایا ہوا کھانا قے کر دے بعد فراغ یہ فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۵۲)

❖ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعِنْدَهُ طَعَامٌ، فَقَالَ: اأَنْ يَا بُنَيَّ، فَسَمِعَ اللَّهَ تَعَالَى وَكُلَّ بَيْتِيكَ، وَكُلَّ عَمَّا بَيْتِكَ.

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ کے پاس کھانا (رکھا ہوا) تھا، آپ نے فرمایا بیٹے قریب ہو جاؤ! اور اللہ کا نام لے کر دایمیں ہاتھ کے ساتھ اپنے آگے سے کھاؤ۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ عمر ابن عبد اللہ ابن عبد الامہ ہیں، قرشی مخدومی ہیں، جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فرزند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتیلے بیٹے ہیں، ۲۰ ہجری میں حبشہ میں پیدا ہوئے، حضور انور کی وفات کے وقت آپ کی عمر نو سال تھی، ۸۳ھ میں عبد الملک ابن مروان کے زمانہ حکومت میں وفات پائی، جنت البقیع شریف میں دفن ہوئے، جب حضور انور نے حضرت ام سلمہ سے نکاح کیا تو آپ کو اور آپ کی بہن زینب کو اپنی پرورش میں لے لیا رضی اللہ عنہما اجمعین۔

یعنی کبھی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک پیالہ میں کھانا کھاتا تھا تو میں کھانے کے آداب سے واقف نہ تھا اس لیے ہر طرف سے کھانا کھاتا تھا جدھر سے دل چاہا ادھر سے بوٹی لے لی، ادھر ہی لقمہ شوربے میں بھگو لیا۔

یعنی بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کر دینا ہوتا ہے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ ہر طرف سے نہ کھاؤ، یہ تینوں حکم جمہور علماء کے نزدیک استجابی ہیں، بعض آئمہ کے ہاں دسٹے ہاتھ سے کھانا واجب ہے۔ خیال رہے کہ ہر چیز پیتے وقت بھی بسم اللہ پڑھے اور

داہنے ہاتھ سے پئے یہ ہی سنت ہے، یہ تینوں امور سنت علی العین ہیں یعنی اگر جماعت میں سے صرف ایک آدمی کر لے تو کافی نہیں ہر شخص داہنے ہاتھ سے کھائے، ہر شخص بسم اللہ پڑھے، ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے، اگر اکیلا بھی کھائے تب بھی اپنے سامنے سے کھائے، ہاں اگر طباق میں مختلف مٹھائیاں یا مختلف قسم کی کھجوریں ہیں تو جہاں سے چاہے کھالے جیسا کہ آئندہ آدے گا۔ (مرقات) (مراۃ الناجح، ج ۶، ص ۱۱)

❖ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ. حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ
 قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَرَمَاتے ہیں کہ جب حضور اکرم
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَرَّغَ مِنْ صَلَّيْهِمْ کھانے سے فارغ ہوتے تو
 طَعَامِهِ. قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَرَمَاتے تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس
 أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا نے ہمیں کھانا کھلایا، پانی پلایا اور مسلمان
 مُسْلِمِينَ. بنایا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ خواہ اکیلے یا جماعت کے ساتھ پھر خواہ اپنے گھر والوں کے ساتھ خواہ مہمانوں کے ساتھ پھر خواہ اپنے گھر یا کسی اور کے گھر مہمان بن کر ہر کھانے کے بعد یہ دعا پڑھتے۔

کھانے پانی سے جسم کی پرورش ہے، اسلام و ایمان سے جان و دل کی پرورش، ان دونوں نعمتوں پر شکر کرتے تھے کیونکہ شکر سے نعمت بڑھتی ہے، قرآن مجید کا وعدہ ہے، فقط پانی پی کر یہ دعا نہ پڑھتے تھے وہاں صرف الحمد للہ کہتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ برائی نعمت پا کر نیا شکر کرے چونکہ کھانا اصل مقصود ہے اور پانی اس کے تابع اس لیے نعمت ظاہری کا ذکر پہلے فرماتے تھے باطنی کا بعد میں، نیز دعا کو اسلام کے ذکر پر ختم فرمانا اس لیے تھا کہ خاتمہ ایمان پر میسر ہو۔ (مرقات)

یہ حدیث احمد اور نسائی نے بھی روایت کی، ابن سنی نے اپنی کتاب الیوم واللیلۃ میں نقل فرمائی۔ غرضیکہ بہت محدثین نے نقل فرمائی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۵۴)

﴿ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ،
قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ،
قَالَ: حَدَّثَنَا قُورُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ
خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ،
قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رُفِعَتِ الْمَائِدَةُ
مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ، يَقُولُ: الْحَمْدُ لِلَّهِ
خَدَا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ،
غَلَزَ مُودِعٌ، وَلَا مُسْتَغْنَى عَنْهُ
رَبَّنَا.﴾

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے دسترخوان اٹھایا جاتا (یعنی آپ فارغ ہو جاتے) تو فرماتے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں بہت زیادہ پاکیزہ اور مبارک جنہیں نہ چھوڑا جائے اور وہ ہمارا رب ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ یہاں ماندہ سے مراد کپڑے کا دسترخوان ہے یا کھجور کے پتوں کا نہ کہ لکڑی کا خوان کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لکڑی کے خوان اور میز پر کھانا نہ کھاتے تھے۔

یعنی ایسی حمد جو ریاء وغیرہ سے پاک ہو، اخلاص سے شامل ہو یہ تینوں کلمے یعنی کثیر، طیب اور مبارک حمد کی صفات ہیں اور حمد افعول ہے نحمدہ فعل پوشیدہ کا۔ ظاہر یہ ہے کہ غیر پیش سے ہے ہو پوشیدہ کی خبر اور یہ کلام دعائیہ ہے، ہو کا مرجع بچا ہوا دہ کھانا ہے جو سامنے سے اٹھایا جا رہا ہے یعنی ابھی یہ کام ہم کو کافی نہ ہو چکا ہو، ہم سے وداع نہ ہو گیا ہو، ہم اس سے بے نیاز نہ ہو گئے ہوں، ہم کو پھر بھی عطا ہو۔ یہ تینوں

لفظ اسم مفعول ہیں ملکی۔ مودع اور مستغنی اور ہو سکتا ہے کہ غیر کو فتح ہو اور یہ حمد کی صفت یا حال ہو یعنی ہم رب کی ایسی حمد کرتے ہیں جو نہ تو کفایت کی جا چکی ہے اور بس ہو چکی اور نہ آخری حمد ہے اور نہ ہم آئندہ کے لیے اس حمد سے بے نیاز ہو چکے ہم پھر بھی اپنے رب کی حمد کرتے رہیں اس کی نعمتوں کے گن گاتے رہیں اور ہو سکتا ہے کہ ملکی، مودع اور مستغنی تینوں اسم فاعل ہوں اور یہ عبارت محمدہ کے مفاعل سے حال ہو تب معنی ہوں گے کہ ہم اتنی حمد پر کفایت ہی نہ کریں آئندہ بھی حمد کریں نہ حمد کی وداع کریں نہ آئندہ حمد الہی سے مستغنی و بے نیاز ہو جائیں مگر پہلی توجیہ ظاہر بھی ہے قوی بھی اور موقعہ کے مناسب بھی کہ کھانا کھا چکنے پر یہ دعا ہے تو کھانے کے متعلق ہونی چاہیے۔ ربنا مرفوع بھی ہو سکتا ہے منصوب بھی مجرور بھی۔ انت ربنا یا ربنا یہ اللہ کا بدل ہے تو مجرور ہے۔ (مرقات وغیرہ) (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۳۹)

❖ عَنْ أُمِّ كَلْثُومٍ، عَنْ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے چھ صحابہ
اللہ علیہ وسلم يَأْكُلُ الطَّعَامَ کرام (کی مجلس) میں کھانا تناول فرما
فِي سِلَّةٍ مِنْ أَضْغَايِهِ، فَجَاءَ أَغْرَابِي، رہے تھے کہ ایک دیہاتی آیا اور وہ
فَأَكَلَهُ بِلَقْمَتَيْنِ، فَقَالَ رَسُولُ (کھانا) دو لقموں میں کھا گیا، نبی پاک
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لَوْ میں ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ شخص بسم اللہ
سَمَّى لَكَفَاكُمُ۔ پڑھ لیتا تو یہ کھانا تم سب کو کافی ہو جاتا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں کہ امام غزالی فرماتے ہیں کہ صرف بسم اللہ پڑھنا کافی ہے۔ باقی الرحمن الرحیم کہہ لینا بھی بہتر ہے مگر صحیح یہ ہے کہ پوری بسم اللہ پڑھنی چاہیے اور ہر کھانے پر ہر شخص پڑھے حتیٰ کہ حیض و نفاس والی عورتیں بھی پڑھیں، حرام اور مکروہ کھانے پر نہ پڑھے

بیگ، چرس، حقہ پر بسم اللہ نہ پڑھے، شراب نوشی پر بسم اللہ پڑھنا کفر ہے۔ (مرقات وغیرہ) اس کے پورے مسائل کتب فقہ میں مطالعہ کرو۔

یعنی کھانا شروع کرتے وقت ہم میں سے ہر شخص نے بسم اللہ پڑھی تھی دوران کھانے میں ایک شخص کھانے میں ایسا شریک ہو گیا جس نے بسم اللہ نہ پڑھی اور کھانا شروع کر دیا تو اس کے ساتھ جو شیطان قرین تھا وہ اس کے ہمراہ ہمارے کھانے سے کھانے لگا اس لیے بے برکتی آخری میں ہو گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کے ساتھ رہنے والا شیطان ہے جسے قرین کہتے ہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے کے وقت ہر شخص کا بسم اللہ پڑھ لینا اس کے ساتھی شیطان کے لیے مفید ہو گا دوسرے کے قرین کے لیے مفید نہیں لہذا ہر شخص کو بسم اللہ پڑھنی چاہیے، اگر پچاس آدمی کی جماعت کھانے بیٹھے تو ہر شخص علیحدہ بسم اللہ پڑھے لہذا بسم اللہ پڑھنا سنت عین ہے سنت کفایہ نہیں۔ بعض شامین نے فرمایا کہ اگر کوئی جماعت کھانے بیٹھے تو بسم اللہ پڑھنا سنت کفایہ ہے کہ اگر ایک شخص نے پڑھ لی تو سب کے لیے کافی ہو گئی اور جو شخص بعد میں کھانے میں شریک ہوا اسے علیحدہ بسم اللہ پڑھنی پڑے گی، وہ حضرات لفظ تم سے دلیل پکڑتے ہیں مگر پہلی بات زیادہ قوی ہے جیسا کہ اتاذ کرنا جمع فرمانے سے معلوم ہوا ہر شخص نے بسم اللہ پڑھی تھی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۵۱)

❖ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ .
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، قَالَ : قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ : إِنْ أَلْفَ لَيْتَضَى عَنِ
الْعَبْدِ أَنْ يَأْكُلَ الْأَكْلَةَ ، أَوْ
يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدُهُ عَلَيْهَا .
حضرت انس بن مالک رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس شخص
سے راضی ہوتا ہے جو ایک لقمہ کھانے
یا ایک گھونٹ پانی پینے پر (بھی) اس کا
شکر ادا کرتا ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شریعت میں فرماتے ہیں کہ اس فرمان عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ اگر کسی وقت تھوڑا سا کھانا بھی کھائے ایک آدھ لقمہ تب بھی خدا کی حمد کرے۔ دوسرے یہ کہ کھانے وقت ہر لقمہ پر اللہ کی حمد کرے ہم نے بعض بزرگوں کو کھانے کے ہر لقمے اور پانی کے ہر گھونٹ پر حمد کرتے دیکھا ہے۔ (مراۃ الناج، ج ۶، ص ۵۰)

29- بَابُ مَا جَاءَ فِي قَدَحِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پیالہ مبارک

❖ قَالَ : حَدَّثَنَا عِمْسَى بْنُ ظَهْمَانَ، عَنْ قَابِطٍ، قَالَ : أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، قَدَحٌ خَشَبٍ، غَلِيظًا، مُضَبَّبًا بِحَدِيدٍ فَقَالَ : يَا قَابِطُ، هَذَا قَدَحُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں لکڑی کا ایک موٹا پیالہ لا کر دکھایا جس میں لوہے کے پترے لگے ہوئے تھے اور فرمایا اے ثابت! یہ رسول اللہ ﷺ کا پیالہ ہے۔

شرح حدیث: تبرکات نبوت

مصور علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان متروکہ سامانوں کے علاوہ بعض یادگاری تبرکات بھی تھے جن کو عاشقانِ رسول فرطِ عقیدت سے اپنے اپنے گھروں میں محفوظ کئے ہوئے تھے اور ان کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ چنانچہ موئے مبارک، تعلین شریفین اور ایک لکڑی کا پیالہ جو چاندی کے تاروں سے جوڑا ہوا تھا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان تینوں آثارِ تبرک کو اپنے گھر میں محفوظ رکھا تھا۔

(صحیح البخاری، کتاب فرض النہس، باب ما ذکر من ورع النبی۔۔۔ الخ، الحدیث: ۳۱۰۷، ۳۱۰۸، ۳۱۰۹، ج ۲، ص ۳۲۳، ۳۲۴، ملخصاً فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب فرض النہس، باب ما ذکر من ورع نبی۔۔۔ الخ، تحت الحدیث: ۳۱۰۷، ۳۱۰۸، ج ۶، ص ۱۷۳، ۱۷۴، ملخصاً)

اسی طرح ایک مونا کبیل حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا جن کو وہ بطور تبرک اپنے پاس رکھے ہوئے تھیں اور لوگوں کو اس کی زیارت کراتی تھیں۔ چنانچہ حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگوں کو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت مبارک میں حاضری کا شرف حاصل ہوا تو انہوں نے ایک مونا کبیل نکالا اور فرمایا کہ یہ وہی کبیل ہے جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ (صحیح البخاری، کتاب فرض النہس، باب ما ذکر من ورع النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔ الخ، الحدیث: ۳۱۰۸، ج ۲، ص ۳۲۳)

❖ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: لَقَدْ سَقَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْقَدَاحِ الشَّرَابَ كُلَّهُ، الْمَاءَ، وَالنَّبِيذَ، وَالعَسَلَ، وَاللَبَنَ۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس پیالہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پانی، نبیذ (جس پانی میں کھجوری ڈالی گئی ہوں) شہد اور دودھ پلایا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ایک لکڑی کا پیالہ حضرت انس کے ہاتھ میں تھا، آپ نے لوگوں کو دکھا کر فرمایا کہ اس پیالہ سے میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سی قسم کے شربت اور دودھ پلایا ہے یعنی یہ پیالہ بڑا ہی تبرک ہے کہ اسے حضور انور کے ہاتھ اور لب بارہا لگے ہیں، آپ نے بصرہ میں لوگوں کو اس پیالہ کی زیارت کرا کے یہ فرمایا، یہ پیالہ حضرت انس کی اولاد کے پاس بطور تبرک رہا، پھر نصر ابن انس کی اولاد سے آٹھ

لاکھ روپیہ کے عوض خریدا گیا۔ (مرقات) یہاں ائمتہ الممعات میں ہے کہ امام بخاری نے اس پیالہ کی بصرہ میں زیارت کی اور اس سے پانی پیا۔ معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ حضور کے استعمالی برتنوں کو برکت کے لیے اپنے پاس رکھتے تھے اور لوگوں کو زیارت کراتے تھے، آنکھ والے ان چیزوں کی قدر جانتے ہیں۔ ابھی گزر گیا کہ حضرت کبیر نے مشکیزے کا وہ چمڑا کاٹ کر رکھ لیا جس سے حضور نے پانی پیا تھا۔ منثویٰ میں ہے کہ حضرت جابر کے گھروہ کپڑے کا دسترخوان تھا جس سے حضور نے ہاتھ و منہ پونچھ لیے تھے جب وہ میلا ہو جاتا تھا تو اسے آگ میں ڈال دیتے میل جل جاتا کپڑا محفوظ رہتا تھا۔ مولانا فرماتے ہیں۔ شعر

قوم گفتند اے صحابی عزیز

چوں نہ سوزید و منق گشت نیز

گفت روزے مصطفیٰ دست و دہاں

بس بما لید اندریں دستار خواں

اے دل ترسندہ ازتار و عذاب

باچنیں دست و دہاں کن انتساب

(مراۃ النجیح، ج ۶، ص ۱۳۳)

30- بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ فَائِكَةِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پھل کا استعمال

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ : كَانَ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

کھجور کے ساتھ لکڑی استعمال فرمایا کرتے

يَأْكُلُ الْقِثَاءَ بِالرُّطَبِ.

تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ عبد اللہ ابن جعفر ابن ابی طالب ہیں یعنی حضرت علی کے بیٹے، آپ کی والدہ اسماء بنت عمیس ہیں، حبشہ میں آپ کی ولادت ہوئی، وہاں اسلام میں پہلے آپ ہی پیدا ہوئے، مدینہ منورہ میں ۸۰ھ میں وفات ہوئی، نوے سال عمر شریف ہوئی، آپ بڑے ہی سخی تھے اس سے آپ کا لقب بحر الجود پڑ گیا تھا، آپ سے بہت حضرات نے احادیث کی روایت کی۔ (اکمال)

کھجور طبعاً گرم و خشک ہے اور گلڑی سرد و تر، ان دونوں کے ملنے سے اعتدال ہو کر فائدہ بڑھ جاتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے گلڑی اور کھجور کو کبھی تو معدہ میں جمع فرمایا کہ بیک وقت کبھی کھجور کھائی کبھی گلڑی اور چبانے میں جمع فرمایا کہ کھجور منہ شریف میں رکھ لی اور گلڑی بھی کتر لی اور دونوں ملا کر چبائیں، کبھی کھجور اور تربوز بھی ملا کر کھائے ہیں، کھجور گلڑی ملا کر کھانا صحت کے لیے بہت ہی مفید ہے۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میری رخصتی حضور انور کے پاس ہونے والی تھی مگر میں بہت کمزور تھی میری ماں نے مجھے کھجور گلڑی ملا کر کھلائیں میں چند روز میں موٹی ہو گئی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک وقت چند کھانے کھانا جائز ہیں۔ جن روایت میں اس سے ممانعت آئی ہے وہاں اس کی عادت ڈالنا مراد ہے یعنی عادت رکھے ایک کھانے کی مگر کبھی کبھی چند کھانے بھی کھالے تو حرج نہیں، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا جمع کرنا ممنوع نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور تو مرغوب تھی ہی گلڑی بھی بہت مرغوب تھی۔ (مرقاۃ واشعہ) بعض بزرگان دین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فاتحہ میں دوسرے کھانوں کے ساتھ کھجوریں اور گلڑیاں اور تربوز بھی رکھتے ہیں ان کے اس عمل کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ (مرآۃ النایح، ج ۶، ص ۳۵)

❖ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَأْكُلُ الْبَيْضَ بِالزُّطْبِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ بے شک نبی کریم ﷺ کھجور کے ساتھ تربوز تناول فرمایا کرتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ جس سے تربوز تو کھجور سے میٹھا ہو جاتا اور کھجور تربوز سے تر ہو جاتی تھی، نیز تربوز ٹھنڈا ہے کھجور گرم، دونوں مل کر معتدل ہو جاتے تھے۔ یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ بطنخ اصغر خربوزہ کو کہتے ہیں اور بطنخ اخضر تربوز کو، یہاں بطنخ یعنی تربوز مراد ہے لیکن تربوز ہی ٹھنڈا ہوتا ہے خربوزہ تو خود گرم ہے۔ بعض شارحین نے اس کے معنی خربوزہ کئے مگر قوی وہ ہی ہے۔ (مرآۃ الناجح، ج ۶، ص ۷۳)

❖ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَجْمَعُ بَيْنَ الْخُزْزِ وَالزُّطْبِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو خربوزہ اور تربوز کھانے میں جمع کرتے ہوئے دیکھا۔

Here are some benefits of melon, namely: شرح حدیث:

Melon fruit to maintain skin health:

Melon fruit that contains collagen protein compounds that affect the integrity of the cell structure in all connective tissue such as skin. Collagen also serve For accelerates wound healing and maintain skin firmness. If you often eat melon means the skin will not be

rough and dry.

Melon Fruit as Anti-cancer:

Melon fruit contains high carotenoid that this fruit can prevent cancer and reduce the risk of lung cancer. Melon fruit can prevent and kill cancer seeds that will invade our bodies. So try to avoid eating melon cancer.

Melon Fruit as Anti stroke/heart:

Melon contains an anticoagulant called adenosine to stop clotting of blood cells which can lead to stroke or heart disease. So the melons will help smooth the blood in the body so that a small risk of stroke or heart disease incidence.

Melon Fruit for Relieves heartburn:

Water levels on melon fruit reached 95 % giving the effect that menyejukkan. Karena, melons can be useful to relieve heartburn.

Melon Fruit for Smooth CHAPTER:

Melons can launch BAB (big water baung) when we have digestive problems then eat melon to be easy and smooth bowel movement. Water content in the

melon is very good for digestion. Mineral content is able to eliminate the acidity of the body need to be eliminated because it can interfere with digestion, particularly in the stomach organ.

Melon fruit helps heal kidney disease and eczema.

Melon has a very good diuretic power so that it can help cure kidney disease and severe eczema and akut. Jika combined with lemon, melon can suppress the disease gout.

Those are some of the benefits of melon fruit is very good for maintaining a healthy body. Hopefully this article can be useful for all of us.

❖ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ
 حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 التَّبَّيُّ صَلى اللہ علیہ وسلم أَكَلَ
 فرماتی ہیں کہ بے حکم رسول اکرم ﷺ
 الْبَيْطِیْعَ بِالرُّطْبِ.
 ترکھور کے ساتھ تربوز تناول فرمایا کرتے
 تھے۔

شرح حدیث: اعلیٰ حضرت اور کلکڑی

میرے آقا علیہ السلام، امام اہلسنت، ولی نعمت، عظیم البرکت، عظیم المرتبت،
 پروردگارِ رسالت، نجات دہین وملت، حامیِ سنت، ماحیِ بدعت، عالمِ شریعت، نور
 طریقت، باعثِ خیر و برکت، حضرت علامہ مولانا الحاج الحافظ القاری الشاہ امام احمد
 رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ایک بار کہیں مدعو تھے، کھانا لگا دیا گیا، سب کو سرکار

ایلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کھانا شروع فرمانے کا انتظار تھا، ایلٰی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ککڑیوں کے تھال میں سے ایک قاش اٹھائی اور تناول فرمائی، پھر دوسری ککڑی تیسری۔۔۔۔۔ اب دیکھا دیکھی لوگوں نے بھی ککڑی کے تھال کی طرف ہتھ بڑھا دیئے مگر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سب کو روک دیا اور فرمایا، ساری ککڑیاں میں کھاؤں گا۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سب ختم کر دیں، حاضرین متعجب تھے کہ ایلٰی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو یئٹ قلیل الغذاء یعنی کم غذا استعمال فرمانے والے ہیں، آج اتنی ساری ککڑیاں کیسے تناول فرما گئے! لوگوں کے استفسار پر فرمایا، میں نے جب پہلی قاش کھائی تو وہ کڑوی تھی اس کے بعد دوسری اور تیسری بھی۔ لہذا میں نے دوسروں کو روک دیا کہ ہو سکتا ہے کوئی صاحب ککڑی منہ میں ڈال کر کڑوی پا کر ٹھوٹھو کرنا شروع کر دیں چونکہ ککڑی کھانا میرے بیٹھے بیٹھے آقا مدینے والے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے اس لئے مجھے گوارا نہ ہوا کہ اس کو کھا کر کوئی ٹھوٹھو کرے۔

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ (ح) وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ النَّاسُ إِذَا رَأَوْا أَوَّلَ الشَّمْرِ جَاءُوا بِهِيَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا أَخَذَهُ رَسُولُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب لوگ نیا پھل دیکھتے تو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر کرتے آپ اسے لے کر یہ دعا کرتے کہ اے اللہ! ہمارے پھلوں میں برکت فرما! ہمارے مدینہ ہمارے صاع اور ہمارے مد میں برکت دے (صاع اور مد وزن کرنے دو پیمانے ہیں) اے اللہ بے شک ابراہیم تیرے بندے اور تیرے خلیل ہیں

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ: اور میں تمہارا بندہ اور رسول ہوں۔ انہوں
 اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مِمَّارِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَفِي مُدِّنَا، اللَّهُمَّ إِنَّ
 إِبْرَاهِيمَ عَبْدُكَ وَخَلِيلُكَ وَنَبِيُّكَ، وَإِنِّي عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ، وَإِنَّهُ دَعَاكَ لِمَكَّةَ، وَإِنِّي أَدْعُوكَ لِلْمَدِينَةِ، بِمِثْلِ مَا دَعَاكَ بِهِ لِمَكَّةَ وَمِثْلِهِ مَعَهُ، قَالَ: ثُمَّ
 يَدْعُو أَصْغَرَ وَلَدِي يَزَاءُ، فَيُعْطِيهِ ذَلِكَ الثَّمَرُ۔

اور میں تمہارا بندہ اور رسول ہوں۔ انہوں (حضرت ابراہیم السلام) نے مکہ مکرمہ کے لیے دعا کی اور میں تجھ سے مدینہ طیبہ کے لیے اتنی دعا کرتا ہوں جتنی انہوں نے مکہ مکرمہ کے لیے کی اور اتنی مزید دعا (بھی) کرتا ہوں۔ (راوی کہتے ہیں) پھر آپ کسی چھوٹے جو سامنے نظر آنے والے بچے کو بلا کر وہ پھل دیتے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی باغ والے اپنے باغ کا پہلا پھل، یوں ہی مدینہ والے جب بازار میں نیا پھل دیکھتے تو حضور انور کی خدمت میں ہدیہ لاتے تاکہ باغ میں اور گھروں میں برکت رہے، بعض لوگ پہلے پھل پر فتح دے کر بچوں میں تقسیم کرتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے، فاتحہ میں ثواب کا نذرانہ ہوتا ہے اگر ہم کو وہ میسر نہ ہو تو ہدیہ ثواب ہی کریں۔

مدینہ کی آبادی میں بھی برکت دے اور یہاں کے پھل فروٹ میں بھی حضور کی دعائیں قبول ہوئیں۔ چنانچہ زمانہ فاروقی میں مدینہ میں چالیس ہزار سوار فوجی تھے، پیادے ان کے علاوہ دوسری آبادی ان کے سواء اور وہاں کے پھلوں کی برکت تو مشہور ہی ہے۔ (مرقات)

صاع و مد سے مراد ان پیانوں میں بننے والے دانہ ہیں جیسے گندم جو وغیرہ، پھلوں کی برکت کی دعا پہلے گزر گئی اور غلہ کی برکت کی دعا یہ ہے، ہمارے لیے فرما کر یہ بتایا کہ یہ برکتیں مسلمانوں کے لیے ہوں۔

حضور انور نے حضرت ابراہیم کے خلیل ہونے کا تذکر فرمایا مگر اپنے حبیب ہونے کا ذکر نہ فرمایا تو واضح و انکسار کے لیے۔ خلیل وہ جو رب کی مانے، حبیب وہ کہ رب اس کی مانے، خلیل بیرونی دوست، حبیب اندرونی دوست، دوستوں سے ملاقات پردہ کے باہر ہوتی ہے حبیب سے ملاقات پردہ کے اندر۔ شعر

تم تو مغز اور پوست ور ہیں باہر کے دوست

تم ہو درون سراقم پہ کروڑوں درود

نبی و رسول کبھی ہم معنے ہوتے ہیں اور کبھی نبی رسول سے عام نبوت میں رب تعالیٰ سے فیض لیتا ہے اور رسالت میں دوسروں کو فیض دیتا ہے۔ حق یہ ہے نبوت سے رسالت افضل ہے رسول تین سوتیرہ ہیں، نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش، نبی کی ولایت ان کی نبوت سے بعض کے نزدیک افضل ہے، بعض کے ہاں برعکس۔

(مرقات)

جناب خلیل نے مکہ معظمہ کے لیے دعا کی تھی فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْتُفَعَتْ لَعَلُّهُمْ يَشْكُرُونَ خدا یا لوگوں کے دل مکہ معظمہ کی طرف مائل فرما دے اور یہاں کے باشندوں کو پھل دے تاکہ وہ شکر ادا کریں۔

اور سے مراد صرف دو گنی نہیں بلکہ کئی گنی یعنی مدینہ کی طرف لوگوں کے دل خوب مائل کر دے اور یہاں بہت پھل فروٹ پیدا فرما، برکتیں دے، اس دعا شریف کا اثر آج بھی دیکھا جا رہا ہے کہ مکہ معظمہ سے زیادہ مدینہ پاک کی طرف لوگوں کا میلان قلبی ہے، مدینہ کی تعریف میں ہزار ہا قصیدے لکھے گئے، وہاں کا سا پانی، کھانا پھل اور جگہ

دیکھ نہ گئے۔

اس حدیث سے پہلے پھل پر، پھل سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا بچوں میں تقسیم کرنا سب کچھ ثابت ہے کہ حضور انور پھل سامنے رکھ کر یا ہاتھ میں لے کر یہ دعا پڑھتے تھے، فاتحہ میں کھانا، پھل سامنے ہوتے ہیں، ایصال ثواب اور دعائے کلمات کہے جاتے ہیں، حضور انور نے بچہ کو یہ پھل دیئے، اب بھی بچوں میں تقسیم کیے جاتے ہیں۔

(مرآۃ النایب، ج ۲، ص ۳۳۰)

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں مجھے میرے چچ معاذ بن عفرانے تازہ کھجوروں کا ایک تھال دے کر بھیجا جس کے اوپر روئیں دار خربوزے رکھے ہوئے تھے، میں یہ تھال نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے کر آئی کیونکہ آپ کو خربوزے پسند تھے۔ آپ کے پاس وقت بحرین سے آئے ہوئے بہت سے زپور رکھے ہوئے تھے، اس میں سے آپ نے ہاتھ بھر کر مجھے دیا۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّازِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُعْتَارِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ مَعْزُودٍ بْنِ عَفْرَاءَ، قَالَتْ: بَعَثَنِي مُعَاذُ بْنُ عَفْرَاءَ بِقِنَاجٍ مِنْ رُطَبٍ وَعَلَيْهِ أَجْرٌ مِنْ قِنَاءٍ زُغْبٍ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْقِنَاءَ، فَأَتَيْتُهُ بِهِ وَعِنْدَهُ جَلِيَّةٌ قَدْ قَبِمَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْبَحْرَيْنِ، فَمَلَأَ يَدَهُ مِنْهَا فَأَعْطَانِيهِ.

حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

مُحَمَّدُ بْنُ عَقِيلٍ، عَنِ الزُّبَيْعِ پاس تازہ کھجوروں کا ایک تھال لے کر آئی
 بِنْتُ مَعُوذِ بْنِ عَفْرَاءَ، قَالَتْ: جس پر چھوٹی چھوٹی روئیں والے
 أَنَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ خربوزے تھے تو آپ نے ہاتھ بھر کر مجھے
 وَسَلَّمَ، بِقِنَاعٍ مِنْ رُطَبٍ، وَأَجْرٍ زیورات دیے یا (راویہ نے کہا) سونا
 رُطَبٍ، فَأَعْطَانِي مِلءَ كَفِّهِ حُلِيًّا دیا۔
 أَوْ قَالَتْ: كَهَبًا.

شرح حدیث: حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ انصاریہ صحابیہ ہیں اور جنگ بدر میں ابو جہل کو قتل کرنے والے صحابی حضرت معوذ بن عفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی ہیں انہوں نے بیعت الرضوان میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی تھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان پر بڑا خاص کرم تھا ان کی شادی کے دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے مکان پر تشریف لے گئے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں کھجور کا ایک خوشہ نذر کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو قبول فرما کر کچھ سونا یا چاندی ان کو عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تم اس کے زیور بنو الوام واقدی نے ان کا ایک عجیب واقعہ نقل فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک عورت اسماء بنت خرمہ مدینہ منورہ میں عطر بیچا کرتی تھی وہ عطر لے کر حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئی اور کہا کہ تم اس شخص کی بیٹی ہو جس نے اپنے سردار یعنی ابو جہل کو قتل کر دیا؟ تو انہوں نے تڑپ کر جواب دیا میں اس شخص کی بیٹی ہوں جس نے اپنے غلام یعنی ابو جہل کو قتل کر دیا یہ جواب سن کر عطر بیچنے والی عورت جھلا گئی اور کہا کہ مجھ پر حرام ہے کہ میں تمہارے ہاتھ اپنا عطر بیچوں تو حضرت ربیع نے بھی جوش میں آ کر یہ کہہ لیا کہ مجھ پر حرام ہے کہ میں تیرا عطر خریدوں تیرے عطر سے تو بدبودار میں نے کسی کا

عطر ہی نہیں پایا حضرت ربیع کہتی ہیں اس کا عطر بد بودار نہیں تھا مگر میں نے اس کو جلانے کے لئے اس کے عطر کو بد بودار کہہ دیا تھا کیونکہ وہ ابو جہل کی مداح تھی۔

(الاستیعاب، باب النساء، باب الزاہ، ۳۳۷، الربیع بنت معوذہ، ج ۴، ص ۳۹۶)

31- بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ شَرَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مشروبات مبارک

❖ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ . قَالَ :
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنْ
الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ ،
قَالَتْ : كَانَ أَحَبَّ الشَّرَابِ إِلَى
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ ، الْخُلُوفُ الْبَارِدُ .

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ امام زہری بھی تابعی ہیں اور عروہ ابن زبیر ابن عوام بھی تابعی ہیں۔ ابن شہاب فرماتے ہیں کہ عروہ علم کے دریا ناپیدا کنار ہیں۔ (مرقات)
یعنی عموماً ٹھنڈا میٹھا پانی پسند فرماتے تھے، دودھ کی لسی بھی پسند تھی مگر وہ کبھی کبھی ملاحظہ فرماتے تھے لہذا یہ حدیث ان احادیث کی خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو پانی میں دودھ ملا ہوا پسند تھا یا شہد سے میٹھا کیا ہوا پانی مرغوب تھا کہ وہ خاص حالات کا ذکر ہے اور یہاں عام حالات کا۔

اس لیے کہ سفیان ابن عیینہ کے سوا باقی تمام محدثین نے اسے عن الزہری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا، صرف سفیان ابن عیینہ نے عن عروہ عن عائشہ کی زیادتی کی ہے مگر ثقہ کی زیادتی مقبول ہے، نیز امام احمد نے اور حاکم نے اپنی

مترک میں اسے بروایت عائشہ صدیقہ روایت فرمایا۔ (مرقات)

(مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۳۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے، آپ دودھ کا ایک برتن لائیں جس میں سے نبی کریم ﷺ نے پیا، میں آپ کی دائیں جانب تھا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی بائیں جانب، آپ نے مجھ سے فرمایا کہ پینے کا حق تمہارا ہے لیکن اگر تم چاہو تو حضرت خالد کو ترجیح دے سکتے ہو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کے بقیہ پر کسی دوسرے کو ترجیح نہیں دوں گا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جسے اللہ تعالیٰ کھانا کھلائے وہ یہ دعا پڑھے کہ اے اللہ! ہمارے لیے اس میں برکت دے اور ہمیں اس سے اچھا کھلا، اور جسے اللہ تعالیٰ دودھ عطا کرے وہ یہ دعا مانگے، اے اللہ!

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ. قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عُمَرَ هُوَ ابْنُ أَبِي حَزْمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَا، وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ عَلَى مَيْمُونَةَ. فَجَاءَتْنَا يَأْنَاءُ مِنْ لَبَنٍ، فَشَرِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا عَلَى يَمِينِهِ، وَخَالِدٌ عَلَى شِمَالِهِ، فَقَالَ لِي: الشَّرْبَةُ لَكَ، فَإِنْ شِئْتَ أَتَرْتُ بِهَا خَالِدًا، فَقُلْتُ: مَا كُنْتُ لِأَوْثَرٍ عَلَى سُورِكَ أَحَدًا، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَطْعَمَهُ اللَّهُ طَعَامًا، فَلْيُقِلْ: اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ، وَأُطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ، وَمَنْ سَقَاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَبَنًا، فَلْيُقِلْ:

اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ، وَزِدْنَا مِنْهُ
ثُمَّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ شَيْءٌ
يُجْزِي مَكَانَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ،
غَيْرُ اللَّبَنِ.

ہمارے لیے اس میں برکت دے اور اس
سے زیادہ عطا فرما، پھر حضور اکرم ﷺ
نے فرمایا دودھ کے سوا اور کوئی ایسی چیز
نہیں جو کھانے اور پانی (دونوں کو)
کفایت کرے۔

شرح حدیث: محبت کے انداز

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے
نزدیک آپ کی ہر چیز کو محبوب بنادیا تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم معمول تھا کہ
ہر کام کی ابتداء داہنے جانب سے فرماتے اس لئے آپ نے ابن عباس سے فرمایا۔
ایک مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پانی یا دودھ پی کر حضرت ام ہانی
رضی اللہ عنہا کو عنایت فرمایا، بولیں، میں اگرچہ روزے سے ہوں لیکن آپ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا جھوٹا واپس کرنا پسند نہیں کرتی ہوں۔

(المسند لام احمد بن حنبل، حدیث ام حانی، الحدیث: ۲۶۵۸، ج ۱۰، ص ۲۶۰)

ایک بار ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت مبارک میں حاضر ہوئے، آپ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کھانا کھا رہے تھے، ان کو بھی شریک کرنا چاہا، وہ روزے سے
تھے اس لئے ان کو افسوس ہوا کہ ہائے رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا
کھانا نہ کھایا۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمہ، باب عرض الطعام، الحدیث: ۳۲۹۹، ج ۳، ص ۲۶)

Health Benefits of Milk

Milk is an extremely beneficial drink for the health
of the human body. Some of the advantages of
drinking this life-giving nectar are as follows:

Calcium: Milk is the best source of calcium that we can supply to our body. Calcium protects the body from major chronic ailments such as cancer, bone loss, arthritic conditions, migraine headaches, pre-menstrual syndrome, and obesity in children. It also functions as a healthy aid in losing unwanted fats and reducing weight. Calcium is an essential mineral in the creation of bone matter, and bone mineral density measurements rely highly on calcium as the main support structure of our body. Milk is the quickest, least expensive, and most readily available source of calcium on the market.

Heart Health: Although most of the focus of calcium is on bones, it has also been shown to reduce cardiovascular disease and the chances of strokes. Two long-term studies in Japan have positively shown a correlation between daily calcium intake and a reduction in stroke, atherosclerosis, and cardiovascular disease. Therefore, grab some milk for a healthier heart! Furthermore, the magnesium and potassium content in milk both act as vasodilators, which reduces

blood pressure, increases blood flow to vital organs, and reduces the stress on the heart and cardiovascular system. The peptides found in milk are also believed to inhibit the creation of ACEs, (angiotensin-converting enzymes) which increase blood pressure.

Healthy Bones: As mentioned above, milk is rich in calcium, which is essential for growth and the proper development of strong bone structure. Bone disorders such as osteoporosis can be prevented with a significant daily intake of milk. Children deprived of cow's milk have an increased chance of suffering from bone fractures when injured, and their healing time will be significantly higher if they don't have a steady stream of calcium to aid in the regrowth of bone matter.

Healthy Teeth: Encouraging children and youngsters to drink milk will give them excellent dental health, as milk protects the enamel surface against acidic substances. Drinking milk for energy and health would also lessen the frequency of children consuming soft drinks, thus reducing the risk of

decaying teeth and weak gums. (Medical News u.k)

32- بَابُ مَا جَاءَ فِي شُرْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پانی کا استعمال

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ،
قَالَ : حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ ، قَالَ :
حَدَّثَنَا عَاصِمُ الْأَحْوَلُ ، وَمُغِيرَةُ ،
عَنِ الشَّعْبِيِّ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ :
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،
شَرِبَ مِنْ زَمْزَمَ ، وَهُوَ قَائِمٌ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنه فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ
ﷺ نے زمزم کا پانی پیا اس حال میں
کہ آپ کھڑے ہوئے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ یہ بھی سنت ہے کہ آب زمزم کھڑے ہو کر پئے تعظیم کے لیے۔ اس
پانی کی دو وجہ سے تعظیم ہے: ایک یہ کہ یہ پانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایزی سے
پیدا ہوا۔ دوسرے یہ کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب شریف ملا ہوا ہے کہ ان
حضور سرکار نے ایک بار زمزم شریف پی کر باقی پانی کنوئیں میں ڈال دیا۔ بعض شارحین
نے فرمایا اثر دہام کی وجہ سے وہاں بیٹھنے کی جگہ نہ تھی اس لیے کھڑے ہو کر پیا یہ غلط ہے
کہ آب زمزم ہمیشہ کھڑے ہو کر پینا چاہیے۔ (مراۃ النجیح، ج ۶، ص ۱۱۶)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ،
قَالَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ،
عَنْ حُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ ، عَنْ عَمْرِو
بْنِ شُعَيْبٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ ،

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ
تعالیٰ عنہا اپنے والد کے واسطے سے اپنے
دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے
نبی کریم ﷺ کو کھڑے اور بیٹھے پانی

قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَشْرَبُ قَائِمًا،
وَقَاعِدًا.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ کھڑے ہو کر پینا ضرورت کے موقعہ پر تھا یا زمزم یا وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے کھڑے پیا باقی پانی بیٹھ کر پئے یا کھڑے ہو کر پینا بیان جواز کے لیے تھا بیٹھ کر پینا بیان استحباب کے لیے لہذا دونوں عمل درست ہی ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۱۶)

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو آب زم زم پیش کیا تو آپ نے کھڑے ہو کر پیا۔
حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارِكِ، عَنْ عَاصِمِ الْأَحْوَلِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: سَقَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنْ زَمْزَمَ، فَشَرِبَ، وَهُوَ قَائِمٌ.

شرح حدیث: آب زم زم کے فضائل

خاتم المرسلین، رحمۃ اللہ علیہ، نے اپنی ایڑی مار کر زمین سے چاہ زم زم جاری کیا تو حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کی والدہ ماجدہ اسے وادی میں جمع کرنے لگیں، اللہ عز وجل ان پر رحم فرمائے اگر وہ اسے اسی طرح چھوڑ دیتیں تو ساری وادی بھر جاتی۔ (السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب المناقب، باب ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، الحدیث

۸۳، ج ۵، ص ۹۹)

سید المرسلین، رحمۃ اللہ علیہ، نے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عیاشان ہے:

• پ زمز جبرائیل (علیہ السلام) کا ”ہَزْمَة“ (یعنی ہاتھ یا پاؤں سے زمین میں بننے والا گڑھا) ہے، اور پھر ان دونوں (یعنی حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور جبرائیل علیہ السلام) نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پانی پلایا۔

(سنن الدارقطنی، کتاب الحج، باب المواقیف، الحدیث: ۲۷۱۳، ج ۲، ص ۳۶۵)

• فضیلت المذنبین، انیس الغریبین، سرانج، لسا کلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپ زمز دنیا و آخرت کے جس مقصد کے لئے بھی پیاجائے کافی ہے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب المناسک، باب الشرف من زمز، الحدیث: ۳۰۶۲، ص ۲۶۶۲، بدون

من امرالدین والآخرۃ)

• محبوب رب العلمین، جناب صادق دامین عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: آپ زمز پیٹ بھر کر پینا نفاق سے چھٹکارا دیتا ہے۔

(فردوس الأخبار، باب التاء، الحدیث: ۲۲۵۵، ج ۱، ص ۳۰۹)

• سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: آپ زمز سطحِ زمین پر موجود ہر پانی سے بہتر ہے۔

(المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۱۱۶۷، ج ۱۱، ص ۸۰)

فقط زمز پر زندگی

بخاری شریف کی روایت ہے کہ جب حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہوئے تو روزانہ مسجد حرام میں جا کر اپنے اسلام کا اعلان کرتے رہتے اور کفار مکہ ان کو اس قدر مارتے تھے کہ یہ مرنے کے قریب ہو جاتے تھے اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو لوگوں سے یہ کہہ کر بچایا کرتے تھے کہ یہ قبیلہ غفار کے آدمی ہیں جو تم قریشیوں کی شامی تجارت کی شاہراہ پر واقع ہے۔ لہذا ان کو ایذا مت دو ورنہ تمہاری شامی تجارت کا راستہ بند ہو جائے گا۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پندرہ دن اور پندرہ رات اسی حرم کعبہ میں روزانہ اپنے اسلام کا اعلان کرتے اور کفار سے مار کھاتے رہے اور ان پندرہ دنوں اور راتوں میں زمزم شریف کے پانی کے سوا ان کو گیہوں یا چاول کا ایک دانہ یا ذرہ برابر کوئی دوسری غذا میسر نہیں ہوئی مگر یہ صرف زمزم شریف پی کر زندہ رہے اور پہلے سے زیادہ تندرست اور فریہ ہو گئے۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب قصۃ زمزم، الحدیث: ۳۵۲۲، ج ۲، ص ۳۸۰ فتح بہاری)

شرح صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب قصۃ زمزم، تحت الحدیث: ۳۵۲۲، ج ۲، ص ۳۵۹

❖ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ
الْعَلَاءِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ ظَرِيفٍ
الْكُوفِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ
الْفُضَيْلِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ
عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ
الْزَّوَالِ بْنِ سَبْرَةَ، قَالَ: أَتَى عَلِيَّ
بِكُوْزٍ مِنْ مَاءٍ، وَهُوَ فِي الرَّحْبَةِ،
فَأَخَذَ مِنْهُ كَفًّا، فَغَسَلَ يَدَيْهِ،
وَمَضْمَضَ، وَاسْتَنْشَقَ، وَمَسَحَ
وَجْهَهُ وَخِزَاعِيَهُ وَرَأْسَهُ، ثُمَّ
شَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ، ثُمَّ قَالَ: هَذَا
وَضَوْءٌ مَنْ لَمْ يُحَدِّثْ، هَكَذَا
رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، فَعَلَّ.

حضرت نزال بن سبرہ رضی اللہ تعالیٰ
عنه فرماتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ
دارالقضا میں تشریف فرما تھے کہ آپ کے
پاس پانی کا ایک کوزہ لایا گیا، آپ نے
اس سے چلو بھر کر ہاتھوں کو دھویا، گلی کی
ناک میں پانی ڈالا، چہرے، بازوؤں اور سر
مبارک کا مسح کیا اور پھر باقی پانی کھڑے
ہو کر نوش فرمایا، پھر آپ نے فرمایا یہ اس
شخص کا وضو ہے جو بے وضو نہ ہوا اور میں
نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے
دیکھا ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ صاف معلوم ہوا کہ اعضاء کا دھونا تین تین بار سنت ہے مگر مسح ایک ہی بار۔ یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے۔

یعنی مع مٹھنوں کے تین بار دھوئے۔ الیٰ بمعنی مع ہے اور چونکہ پہلے تین تین بار کا ذکر ہو چکا ہے اس لیے یہاں ذکر نہ کیا۔

معلوم ہوا کہ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا سنت ہے، چونکہ اس پانی سے ایک عبادت ادا کی گئی اس لئے یہ برکت والا بھی ہے اور حرمت والا بھی، جیسے آب زمزم حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدم سے پیدا ہوا اس لئے اس کی بھی حرمت ہے وہ بھی کھڑے ہو کر پیا جاتا ہے، صحابہ کبار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا غسارہ پیتے اور آنکھوں سے لگاتے تھے۔ بعض مریدین اپنے پیر کا جھوٹا پانی اور ان کا دیا ہوا تبرک کھڑے ہو کر کھاتے پیتے ہیں اس احترام کی اصل یہ احادیث ہیں۔

یعنی مجھے اس وقت وضو کی ضرورت نہ تھی تمہاری تعلیم کے لیے تمہیں وضو کر کے دکھایا۔ معلوم ہوا کہ عملی تبلیغ بھی ضروری ہے۔ (مرآۃ النجاشی، ج ۱، ص ۸۹)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ
وَيُوسُفُ بْنُ حَمَّادٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا، تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي، جب پانی پیتے، تین سانس لیتے اور فرماتے
عَصَامَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ، یہ زیادہ خوشگوار اور سیراب کرنے والا
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ہے۔

كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ ثَلَاثًا إِذَا شَرِبَ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانی پیتے میں برتن سے علیحدہ منہ کر کے تین

سانس لیتے تھے۔ پہلی سانس پینا شروع کرتے وقت پھر کچھ پی کر سانس لیتے یہ دو سانس شریف ہوا، پھر کچھ پی کر تیسرا سانس لیتے یہ تیسرا سانس ہوا یعنی دوران پینے میں دو سانس لیتے تھے اور کل تین سانس، یہ عمل شریف ہر پینے میں ہوتا تھا خواہ پانی ہو یا دودھ یا شربت یا کوئی اور چیز اور یہ ہی سنت ہے مگر خیال رہے کہ یہ سانس برتن سے منہ الگ کر کے ہیں۔

اردی بنا ہے روی سے بمعنی سیرابی اس لیے مشکیزہ کو اردیہ کہتے ہیں کہ یہ ذریعہ سیری ہے اور ابوی بنا ہے بوء سے بمعنی دوری صحت کو براءت کہتے ہیں کہ اس میں مرض سے دوری ہو جاتی ہے، ابوا کا معنی زیادہ صحت بخش ہے اور امراء بنا ہے مر الطعام سے بمعنی کھانا ہضم ہو جانا یعنی تین سانسوں میں پینے سے یہ تین فوائد ہیں، ان فوائد کا آج بھی مشاہدہ ہوتا ہے، ایک سانس میں پانی پینے سے زیادہ پیاجاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ سرکار اول میں بسم اللہ پڑھتے اور تیسری بار پی کر الحمد للہ پڑھتے تھے، یہی سنت ہے اور فرماتے تھے کہ ایک سانس میں پانی پینا شیطان کا طریقہ ہے اور اس سے مرض کباد یعنی جگر کی بیماری پیدا ہوتی ہے، یہ حدیث بہت اسنادوں پر مروی ہے اس کی تفصیل یہاں مرقات میں ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۱۱)

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ

قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب

عَنْ رِشْدِيِّ بْنِ كُرَيْبٍ، عَنْ پانی پیتے، دو مرتبہ سانس لیتے۔

أَبِيهِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا

شَرِبَ، تَنَفَّسَ مَرَّتَيْنِ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ بہتر تو یہ ہی ہے کہ تین سانسوں میں بیوہ و سانسیں درمیان میں لو ایک آخر میں یا دو سانسوں میں بیوہ کہ ایک سانس پینے کے بیچ میں لو دوسری آخر میں مگر ہر سانس برتن کو منہ سے الگ کر کے لو۔

یعنی جب پینے لگو تو بسم اللہ پڑھو اور جب پی چکو تو الحمد للہ کہو۔ احیاء العلوم میں امام غزالی فرماتے ہیں بسم اللہ پڑھ کر پینا شروع کرے پہلی سانس لینے پر کہے الحمد للہ، دوسری سانس لینے پر کہے الحمد للہ رب العالمین، تیسری سانس پر کہے الرحمن الرحیم۔ (اشعۃ المعات) اس کے متعلق اور دعا میں بھی منقول ہیں۔

(مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۳۶)

(مدینہ) پانی کی کمی یا زیادتی کی بنا پر یا بیان جواز کے لیے کبھی ایسا کرتے ورنہ عادت مبارکہ تین مرتبہ سانس لینے ہی کی تھی، یا پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درمیان والے دو سانس مراد لیے، لہذا روایات میں کوئی تعارض نہیں۔

❖ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، قَالَ: حضرت عبد الرحمن بن ابو عمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی دادی حضرت کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں، (وہ فرماتی ہیں کہ) حضور اکرم ﷺ میرے ہاں تشریف لائے تو آپ نے لٹکے ہوئے ایک مشکیزے سے کھڑے ہو کر پانی پیا، پھر میں نے مشکیزے کا منہ کاٹ لیا (کاٹ کر بطور تبرک اپنے پاس رکھ لیا۔)

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عُمَرَ، عَنْ جَدِّهِ كَبْشَةَ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَرِبَ مِنْ قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ قَائِمًا، فَقُمْتُ إِلَى فِيْهَا فَقَطَعْتُهٗ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ کبشہ دو ہیں: ایک کبشہ بنت ثابت ابن منذر انصاریہ ہیں جو حضرت

حسان ابن ثابت کی بہن ہیں انہیں کبیشہ بھی کہا جاتا ہے، ان کا لقب برضاء ہے۔ دوسری کبیشہ بنت کعب ابن مالک انصاریہ یعنی عبداللہ ابن قتادہ کی بیوی، نہ معلوم یہ کون سی کبیشہ ہیں۔ بعض محدثین نے فرمایا پہلی کبیشہ ہیں، بعض نے فرمایا دوسری، چونکہ دونوں کبیشہ صحابیہ ہیں اس لیے یہ ناواقفیت مضر نہیں کیونکہ سارے صحابہ عادل ہیں۔ (مرقات)

اس سے معلوم ہوا کہ مشکیزے سے منہ لگا کر پینا اور کھڑے کھڑے پینا دونوں جائز ہیں۔ جہاں ممانعت آئی وہاں ممانعت تنزیہی یا خلاف اولیٰ مراد ہے۔ یعنی مشکیزے کے منہ کا چمڑا جسے حضور انور کے لب لگے تھے میں نے کاٹ کر رکھ لیا کیوں، اس کی تین وجہ ہیں: ایک شفاء کے لیے کہ مدینہ کے بیماروں کو اس چمڑہ کو ڈبو کر پانی پلایا کروں، تبرک کے لیے کہ اپنے پاس برکت کے لیے رکھوں اور اس لیے کہ کسی اور کا منہ اسے نہ لگے کہ یہ بے ادبی ہے اسے حضور کا منہ شریف لگا ہے۔ (مرقات) ترمذی نے حضرت ام سلیم کا یہ ہی واقعہ نقل فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس چیز کو مقبول بندوں کا منہ لگ جائے وہ شفاء بن جاتی ہے۔ یوسف علیہ السلام کی قیص حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھ کی شفا بن گئی۔ (دیکھو قرآن مجید) یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں کے جسم شریف سے لگی ہوئی چیز سے برکت لینا جائز ہے وہ تبرک ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۲۹)

❖ عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: كَانَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ فَلَاتًا، وَزَعَمَ أَنَسٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ

حضرت ثمانہ بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (پانی پیتے وقت) تین مرتبہ سانس لیتے اور فرماتے کہ نبی پاک ﷺ (بھی) تین مرتبہ سانس لیتے تھے۔

فلا تآ.

شرح حدیث: پانی پینے کا طریقہ

جو کچھ بھی پیو بسم اللہ پڑھ کر داہنے ہاتھ سے پیو بائیں ہاتھ سے پینا شیطان کا طریقہ ہے جو چیز بھی پیو تین سانس میں پیو اور ہر مرتبہ برتن سے منہ ہٹا کر سانس لو چاہے کہ پہلی مرتبہ اور دوسری مرتبہ ایک گھونٹ پئے اور تیسری سانس میں جتنا چاہے پی لے کھڑے ہو کر ہرگز کوئی چیز نہ پیئے۔

حدیث شریف میں اس کی ممانعت ہے پانی چوس چوس کر پینا چاہے غٹ غٹ بڑے بڑے گھونٹ نہ پئے جب پی چکے تو الحمد للہ کہے پینے کے بعد گلاس یا کٹورے کا بچا ہوا پانی پھینکنا اسراف و گناہ ہے صراحی اور مشک کے منہ میں منہ لگا کر پانی پینا منع ہے۔ (بہار شریعت، ج ۱۶، ص ۲۶)

اسی طرح لوٹے کی ٹونٹی سے بھی پانی پینے کی ممانعت ہے لیکن اگر پانی انڈیلنے کے لئے کوئی برتن نہ ہو تو ٹونٹی وغیرہ میں دیکھ بھال کر پانی پی لینے میں کوئی حرج نہیں۔ مسئلہ: وضو کا بچا ہوا پانی اور زمزم شریف کا پانی کھڑے ہو کر پیا جائے ان دو کے سوا ہر پانی بیٹھ کر پینا چاہے۔ (بہار شریعت، ج ۳، ص ۱۶۲، ص ۲۷)

حدیث شریف میں ہے کہ ہرگز تم میں سے کوئی کھڑے ہو کر کچھ نہ پئے اور اگر بھول کر کھڑے کھڑے پی لے اس کو چاہے کہ قے کر دے۔

(صحیح مسلم، کتاب الاثریۃ، باب کرہیۃ الشرب قائماً، رقم ۲۰۲۶، ص ۱۱۹)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں تحریر فرمایا کہ جب بھول کر پی لینے میں یہ حکم ہے کہ قے کر دے تو قصد پینے میں تو بدرجہ اولیٰ یہ حکم ہوگا۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الاطعمۃ، باب الاثریۃ، ج ۳، ص ۵۵۷)

مسئلہ: سمیل کا پانی مالدار بھی پی سکتا ہے ہاں البتہ وہاں سے پانی کوئی اپنے گھر

نہیں لے جاسکتا کیونکہ وہاں پینے کے لئے پانی رکھا گیا ہے نہ کہ گھر لے جانے کے لئے لیکن اگر سبیل لگانے والے کی طرف سے اس کی اجازت ہو تو گھر میں لے جاسکتا ہے۔ (الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الکراہیۃ، باب الحادی عشر فی الکراہیۃ فی الاکل و البصر، ج ۵، ص ۳۴۱)

مسئلہ: جازوں میں اکثر جگہ مسجد کے سقایہ میں پانی گرم کیا جاتا ہے تاکہ مسجد میں جو نمازی آئیں اس سے وضو و غسل کریں وہ پانی بھی وہیں استعمال کیا جاسکتا ہے گھر لے جانے کی اجازت نہیں اسی طرح مسجد کے لونوں کو بھی وہیں استعمال کر سکتے ہیں گھر نہیں لے جاسکتے بعض لوگ تازہ پانی بھر کر مسجد کے لونوں میں گھر لے جاتے ہیں یہ جائز نہیں۔ (بہار شریعت، ج ۶، ص ۲۷)

❖ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى أُمِّ سُلَيْمٍ وَوَقَرَبَةُ مُعَلَّقَةٌ فَشَرِبَ مِنْ قَرَبَةِ الْقَرَبَةِ وَهُوَ قَائِمٌ، فَقَامَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ إِلَى رَأْسِ الْقَرَبَةِ فَقَطَعَتْهَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ حضرت ام سلیم کے گھر تشریف لے گئے اور آپ نے لٹکے ہوئے ایک مشکیزے سے کھڑے ہو کر پانی پیا پھر حضرت ام سلیم نے کھڑے ہو کر مشکیزے کا منہ کاٹ لیا۔

شرح حدیث: تبرکات

ایک لکڑی کا پیالہ حضرت انس کے ہاتھ میں تھا، آپ نے لوگوں کو دکھا کر فرمایا کہ اس پیالہ سے میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سی قسم کے شربت اور دودھ پلایا ہے یعنی یہ پیالہ بڑا ہی متبرک ہے کہ اسے حضور انور کے ہاتھ اور لب بارہا لگے ہیں، آپ نے بصرہ میں لوگوں کو اس پیالہ کی زیارت کرا کے یہ فرمایا، یہ پیالہ حضرت انس کی اولاد کے پاس بطور تبرک رہا، پھر نصر ابن انس کی اولاد سے آٹھ لاکھ روپیہ کے عوض

خرید اگیا۔ (مرقات) یہاں اشعة اللمعات میں ہے کہ امام بخاری نے اس پیالہ کی بصرہ میں زیارت کی اور اس سے پانی پیا۔ معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ حضور کے استعمالی برتنوں کو برکت کے لیے اپنے پاس رکھتے تھے اور لوگوں کو زیارت کراتے تھے، آنکھ والے ان چیزوں کی قدر جانتے ہیں۔ ابھی گزر گیا کہ حضرت کبشہ نے مشکیزے کا وہ چمڑا کاٹ کر رکھ لیا جس سے حضور نے پانی پیا تھا۔ مثنوی میں ہے کہ حضرت جابر کے گھر وہ کپڑے کا دسترخوان تھا جس سے حضور نے ہاتھ و منہ پونچھ لیے تھے جب وہ میلا ہو جاتا تھا تو اسے آگ میں ڈال دیتے میل جل جاتا کپڑا محفوظ رہتا تھا۔ مولانا فرماتے ہیں۔ شعر

قوم گفتند اے صحابی عزیز
چوں نہ سوزید و منق گشت نیز
گفت روزے مصطفیٰ دست و دہاں
بس بما لید اندریں دستار خواں
اے دل ترسندہ ازار و عذاب
باچنیں دست و دہاں کن انتساب

❖ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنِ أَبِيهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَشْرَبُ قَائِمًا.

حضرت عائشہ بنت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ (کبھی کبھی) کھڑے ہو کر پانی نوش فرماتے تھے۔

شرح حدیث: وضو کے نیچے ہوئے پانی میں 70 بیماریوں سے شفا لوٹے وغیرہ سے وضو کرنے کے بعد بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا سنت بھی ہے

اور شفا بھی چنانچہ میرے آقا اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ”فتاویٰ رضویہ“، خزّہ جلد 4 صفحہ 575 تا 576 پر فرماتے ہیں: یَقِیْہُ وُضُو (یعنی وضو کے بچے ہوئے پانی) کے لیے شرعاً عظمت و احترام ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت کہ حضور نے وضو فرما کر بقیّہ آب (یعنی بچے ہوئے پانی) کو کھڑے ہو کر نوش فرمایا اور ایک حدیث میں روایت کیا گیا کہ اس کا پینا شتر مرغ سے شفا ہے۔ (النفیّ ذؤں ج ۲ ص ۳۶۲ حدیث ۳۶۱۷) تو وہ ان اُمور میں آب زمزم سے مُشَابَّہت رکھتا ہے ایسے (یعنی وضو کے بچے ہوئے) پانی سے استیجا مناسب نہیں۔ ”تنویر“ کے آداب وضو میں ہے: ”وضو کے بعد وضو کا پسماندہ (یعنی بچا ہوا پانی) قبلہ رخ کھڑے ہو کر پئے۔“ (عنویر الابصار ج ۱ ص ۲۷۵) علامہ عبد الغنی ناہلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں نے تجربہ کیا ہے کہ جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وضو کے بَقِیّہ (ب۔ تئی۔ یہ) پانی سے شفا حاصل ہو جاتی ہے۔ نبی صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس صحیح طب نبوی میں پائے جانے والے ارشادِ گرامی پر اعتماد کرتے ہوئے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔ (زوائد الخراج ص ۲۷۷) وَاللّٰهُ سُبْحٰنُہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

33- بَابُ مَا جَاءَ فِي تَعَطُّرِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ

خوشبو مبارک

❖ عَنْ مُوسَى بْنِ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُكَّةٌ يَتَطَيَّبُ مِنْهَا۔ حضرت موسیٰ اپنے والد حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شیش تھی جس سے آپ خوشبو لگایا کرتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ سکھ سین کے پیش کاف کے شد سے، عرب کی ایک مشہور خوشبو ہے جس میں بہت خوشبوئیں شامل کی جاتی ہیں مگر یہاں مراد وہ ڈبی یا پکی ہے جس میں یہ خوشبو رکھی جاوے اس لیے منہا ارشاد ہوا جس میں من ابتدا یہ ہے۔ (مرقات)

(مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۲۸۷)

خوشبوئے عنبریں

تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں خوشبو کو پسند فرماتے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن مبارک سے بھی نہایت نفیس خوشبو پھوٹی تھی جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مشام جاں معطر رہتا۔ جسم اطہر کی خوشبو ہی اتنی نفیس تھی کہ کسی دوسری خوشبو کی ضرورت نہ تھی۔ دنیا کی ساری خوشبوئیں جسم اطہر کی خوشبوئے دلنواز کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں۔ ولادتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے بہت سی روایات مروی ہیں۔

امام ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ اور خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے صبح میلاد کے حوالے سے تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا ایک دلنشین قول یوں نقل کیا ہے:

نظرتُ إلیہ فإذا هو کالقمر لیلة البدر، ریحہ یسطع کالمسک

الأذف (زرقاتی، شرح المواہب اللدیہ، 5: 531)

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اقدس کو چودھویں رات کے چاند کی طرح پایا، جس سے تروتازہ کستوری کے جلے پھوٹ رہے تھے۔

(1) وادی بنو سعد میں خوشبوؤں کے قافلے

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رضاعت کے

لئے اپنے گھر کی طرف لے کر چلیں تو راستے خوشبوؤں سے معطر ہو گئے۔ وادی بنو سعد کا کوچہ کوچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن اقدس کی نفیس خوشبو سے مہک اٹھا۔

1- حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

و لما دخلت به إلى منزل لم يبق منزل من منازل بني سعد إلا
شبتنا منه ريح المسك

جب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے گھر لائی تو قبیلہ بنو سعد کا کوئی گھر ایسا نہ تھا کہ جس سے ہم نے کستوری کی خوشبو محسوس نہ کی۔

(صالحی، بل الہدی والرشاء، 1: 387)

2- حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن کے بارے میں ایک روایت حضرت ابوطالب کے حوالے سے بھی ملتی ہے، وہ فرماتے ہیں:

فلما هوى في غاية اللين وطيب الرائحة كأنه غمس في المسك

(رازی، التعمیر الکبیر، 31: 214)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اطہر نہایت ہی نرم و نازک اور اس طرح خوشبودار تھا جیسے وہ کستوری میں ڈبویا ہوا ہو۔

3- خوشبوؤں کا قافلہ عمر بھر قدم قدم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ رہا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم أحسن الناس لونا
وأطيب الناس ريحا (ابن عساکر، السيرة النبوية، 1: 321)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رنگ کے لحاظ سے سب لوگوں سے زیادہ حسین تھے اور خوشبو کے لحاظ سے سب سے زیادہ خوشبودار۔

(2) خوشبو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیکر اطہر کا حصہ تھی

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ یہ خوشبو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کی تھی نہ کہ وہ خوشبو جو آپ استعمال کرتے۔ ذات اقدس کسی خوشبو کی محتاج نہ تھی بلکہ خود خوشبو جسم اطہر سے نسبت پا کر معتبر ٹھہری۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشبو کا استعمال نہ بھی فرماتے تب بھی جسم اطہر کی خوشبو سے مشام جاں معطر رہتے۔

1۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

كانت هذه الرياح الطيبة صفتها وإن لم يمس طيبها

(نووی، شرح صحیح مسلم، 2: 256)

مہک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کی صفات میں سے تھی، اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوشبو استعمال نہ بھی فرمائی ہوتی۔

2۔ امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کی تصریح کرتے ہیں:

ان هذه الرائحة الطيبة كانت رائحة رسول الله صلى الله عليه وآله

وسلم من غير طيب (صالحی، سبل الہدی والرشاد، 2: 88)

یہ پیاری مہک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مقدسہ کی تھی نہ کہ اس خوشبو کی جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استعمال فرماتے تھے۔

3۔ امام خفاجی رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس منفرد خصوصیت کا ذکر

ان الفاظ میں کرتے ہیں:

ريحها الطيبة طبعياً خلقياً خصه الله به مكرمة ومعجزة لها

(خفاجی، نسیم اریاض، 1: 348)

اللہ تعالیٰ نے بطور کرامت و معجزہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر میں خلقتاً اور طبعاً مہک رکھ دی تھی۔

4- شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یسکے از طبقات عجیب آنحضرت طیب مرجع است کہ ذاتی
وہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بود بی آنکہ استعمال طیب از
خارج کند و بیچ طیب بدان نمی رسد۔

(محدث دہلوی، مدارج النبوة، 1: 29)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک صفات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ
بغیر خوشبو کے استعمال کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر سے
ایسی خوشبو آتی جس کا مقابلہ کوئی خوشبو نہیں کر سکتی۔

5- علامہ احمد عبد الجواد الدومی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم طيباً من غير طيب، و
لكنه كان يتطيب ويتعطر تؤكد الرائحة وزيادته في الإذكاء
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اقدس خوشبو کے استعمال کے بغیر بھی
خوشبودار تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے باوجود پاکیزگی و
نظافت میں اضافے کے لئے خوشبو استعمال فرما لیتے تھے۔

(دومی، الاتحافات الربانية: 263)

6- شیخ ابراہیم یحوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقد كان صلى الله عليه وآله وسلم طيب الرائحة، و ان لم يمس
طيباً كما جاء ذلك في الأخبار الصحيحة لكنه كان يستعمل
الطيب زيادته في طيب الرائحة

احادیث صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے جسم اطہر سے خوشبو کی دلاویز مہک بغیر خوشبو لگائے آتی

رہتی۔ ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشبو کا استعمال فقط خوشبو میں
اضافہ کے لئے کرتے۔

(ابراہیم بخوری، المواہب اللدنیہ علی شمائل الحمدیہ: 109)

(3) بعد از وصال بھی خوشبوئے جسم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عنبر فشاں تھی

1۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

غسلت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فذهبت أنظر ما یكون من

البیت، فلم أجد شیئاً، فقللت طبت حیا ومیتا

میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا، جب میں نے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر سے خارج ہونے والی کوئی ایسی

چیز نہ پائی جو دیگر مردوں سے خارج ہوتی ہے تو پکار اٹھا کہ اللہ کے محبوب!

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہری حیات اور بعد از وصال دونوں حالتوں

میں پاکیزگی کا سرچشمہ ہیں۔ (قاضی عیاض، الشفا، 1: 89)

2۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا:

وسطعت منه ریح طيبة لم نجد مثلها قط (قاضی عیاض، الشفا، 1: 89)

(غسل کے وقت) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر سے ایسی خوشبو

کے حلے شروع ہوئے کہ ہم نے کبھی ایسی خوشبو نہ سونگھی ہے۔

3۔ ایک دوسری روایت میں مذکور ہے:

فاح ریح المسک فی البیت لباقی بطنہ

تمام گھر اس خوشبو سے مہک اٹھا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شکم اطہر

میں موجود تھی۔ (ملا علی قاری، شرح الشفا، 1: 161)

4۔ یہ روایت ان الفاظ میں بھی ملتی ہے کہ جب شکم اطہر پر ہاتھ پھیرا تو:

إنتشار فی المدینة

پورا مدینہ اس خوشبو سے مہک اٹھا۔

5- اُم المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

وضعت یدی علی صدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم

مات، فمری جیع اکل وأتوضأ ما ینهب ریح المسک من یدی

میں نے وصال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ اقدس پر ہاتھ

رکھا۔ اس کے بعد مدت گزر گئی، کھانا بھی کھاتی ہوں، وضو بھی کرتی ہوں

(یعنی سارے کام کاج کرتی ہوں) لیکن میرے ہاتھ سے کستوری کی

خوشبو نہیں گئی۔ (سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 2: 274)

(4) جسم اقدس کے سینے کی خوشبوئے دلنواز

1- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کان ریح عرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ریح المسک،

بأبی وأمی! لم أدر قبلہ ولا بعدہ أحدًا مثله

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک سینے کی خوشبو کستوری سے بڑھ کر

تھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا نہ کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

پہلے میں نے دیکھا اور نہ بعد میں دیکھا۔ (ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، 1: 319)

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک سینہ کائنات ارض و سموات کی

ہر خوشبو سے بڑھ کر خوشبودار تھا۔ یہ خوشبو خوشبوؤں کے جھر مٹ میں اعلیٰ اور افضل ترین

تھی۔ سینے کی خوشبو لا جواب اور بے مثال تھی۔

2- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ما شبت عنہراً قط ولا مسکاً ولا شیناً أطیب من ریح رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(مسلم، الصحیح، 4: 1814، کتاب الفضائل، رقم: 2330) (بخاری، الصحیح، 3: 1306، کتاب
النائب، رقم: 3368) (ترمذی، الجامع الصحیح، 4: 368، ابواب البر والصلة، رقم: 2015) (احمد بن
حنبل، المسند، 3: 200) (ابن ابی شیبہ، المصنف، 6: 315، رقم: 31718) (ابو یعلیٰ، المسند، 6: 463،
رقم: 3866) (عبد بن حمید، المسند، 1: 378، رقم: 1268) (بیہقی، شعب الایمان، 2: 154، رقم:
1429) (ابونعیم، مسند ابی حنیفہ، 1: 51) (ترمذی، اشمال الحمدیہ، 1: 285، رقم: 346) (ابن حبان،
صحیح، 14: 221، رقم: 6303)

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کے پسینے) کی خوشبو سے بڑھ کر
خوشبودار عنبر اور کستوری یا کوئی اور خوشبودار چیز کبھی نہیں سونگھی۔

3۔ تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک پسینے کا ذکر جمیل حضرت علی رضی
اللہ عنہ ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

کان عرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی وجهہ اللؤلؤ، و
ریح عرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أطيّب من ريح
اليسك الأذفر

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور پر پسینے کے قطرے خوبصورت
موتیوں کی طرح دکھائی دیتے اور اس کی خوشبو عمدہ کستوری سے بڑھ کر
تھی۔ (صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، 2: 86)

(5) عطر کا بدلہ نفیس۔۔۔۔۔ پسینہ مبارک

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جسم اطہر کے مقدس پسینے کو محفوظ کر لیتے اور وقتاً فوقتاً اسے
بطور عطر استعمال میں لاتے کہ اُس جیسا عطر روئے زمین پر دستیاب نہیں ہو سکتا۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ آقائے محترم حضور رحمت

عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر ہمارے ہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ عموماً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں قیلولہ بھی فرماتے۔ ایک دن میری والدہ ماجدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کسی کام سے گھر سے باہر گئی ہوئی تھیں، اُن کی عدم موجودگی میں تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر میں جلوہ افروز ہوئے اور قیلولہ فرمایا:

فقیل لها هذا النبي صلى الله عليه وآله وسلم نائم في بيتك على

فراشك

انہیں اطلاع ملی کہ آپ کے ہاں تو سرور کونین حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استراحت فرما رہے ہیں۔

انہوں نے یہ مژدہ جانفزا سنا تو جلدی جلدی اپنے گھر کی طرف لوٹیں اور دیکھ کہ سید المرسلین حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استراحت فرما رہے ہیں اور جسم مقدس پر پسینے کے شفاف قطرے موتیوں کی طرح چمک رہے ہیں اور یہ قطرے جسم اطہر سے جدا ہو کر بستر میں جذب ہو رہے ہیں۔

آگے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جاءت أمي بقارورة فجعلت تَسْلُت العرق فيها

میری والدہ ماجدہ نے ایک شیشی لے کر اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینے کو جمع کرنا شروع کر دیا۔

اس اثنا میں والی کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے میری امی جان کو مخاطب کر کے فرمایا:

ما هذا الذي تصنعين...

تو یہ کیا کر رہی ہے؟

امی جان نے احتراماً عرض کی:

هذا عرقك نجعله في طيبنا وهو من أطيب الطيب
(یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!) یہ آپ کا مبارک پسینہ ہے، جسے ہم
اپنے خوشبوؤں میں ملاتے ہیں اور یہ تمام خوشبوؤں سے بڑھ کر خوشبودار
ہے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا جواب کچھ یوں تھا:
نرجوہ رکتہ لصبیاتنا
ہم اسے (جسمِ اطہر کے پسینے کو) اپنے بچوں کو برکت کے لئے لگائیں
گے۔

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أصبت

تو نے درست کیا۔

(مسلم، صحیح، 4: 1815، کتاب الفضائل، رقم: 2331) (نسائی، السنن، 8: 218، کتاب الزینہ،
رقم: 5371) (احمد بن حنبل، المسند، 3: 221) (بیہقی، السنن الکبریٰ، 1: 254، رقم: 1135) (عیاضی،
مسند، 1: 276، رقم: 2078) (عبد بن حمید، المسند، 1: 378، رقم: 1268) (طبرانی، المعجم الکبیر، 25:
119، رقم: 289) (بیہقی، شعب الایمان، 2: 154، رقم: 1429) (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 8:

(428)

(6) خوشبو والوں کا گھر

ایک صحابی سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس
میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں، عنقریب میری بیٹی کی شادی ہونے والی ہے لیکن
میرے پاس اسے دینے کے لئے کوئی خوشبو نہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس

سلسلے میں میری مدد فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا:

يَتَنَفَّيْ بِقَارُورَةٍ وَاسِعَةِ الرَّأْسِ وَعُودِ شَجَرَةٍ

ایک کھلے منہ والی شیشی اور لکڑی کا کوئی ٹکڑا لے آؤ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی سنتے ہی وہ صحابی مطلوبہ شیشی اور لکڑی لے کر پھر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لکڑی سے اپنی مبارک کلائی کا پسینہ۔۔۔ جو خوشبوؤں کا خزانہ تھا۔۔۔ اس شیشی میں جمع فرمایا۔ وہ شیشی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک پسینے سے بھر گئی۔ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خُذْهَا وَأَمْرِيَنَّكَ تَطْيِيبُ

اسے لے جا اور اپنی بیٹی سے کہہ کہ اسے خوشبو کے طور پر استعمال کرے۔

خوش نصیب صحابی وہ شیشی جس میں تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی کلائی مبارک کا پسینہ اپنے دستِ اقدس سے جمع فرمایا تھا لے کر اپنے گھر پہنچے اور گھر والوں کو عطائے رسول کی نوید سنائی۔ اس صحابی کے افرادِ خانہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کلائی مبارک کے پسینے کو بطور خوشبو استعمال فرمایا تو ان کے گھر کی فضا جسمِ اقدس کے پسینے کی خوشبو سے مہک اٹھی، درودِ یوارِ جہوم اٹھے۔ یہ مقدس خوشبو صرف ان کے گھر تک محدود نہ رہی بلکہ ساکنانِ ہمبر خٹک نے بھی اس خوشبوئے رسول کو محسوس کیا اور اس کی کیفیت میں گم رہے۔ پورے شہر میں ان کا گھر بیتِ المطہین (خوشبو والوں کا گھر) کے نام سے مشہور ہو گیا، کتبِ احادیث میں درج ہے:

فَكَانَتْ إِذَا تَطْيِيبَ شَمِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ رَائِحَةُ ذَلِكَ الطَّيِّبِ فَسَمَوْا بَيْتَ

الطَّيِّبِينَ

جب بھی وہ خوش نصیب خاتون خوشبو لگاتی تو جملہ اہل مدینہ اس مقدس

خوشبو کو محسوس کرتے، پس اس وجہ سے وہ گھر 'خوشبو والوں کا گھر' سے مشہور ہو گیا۔

یوں نسبت رسول نے ان کا نام تاریخ اسلام میں ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا۔

(ابو یعلیٰ، المسند، 11: 185، 186، رقم: 6295) (طبرانی، المعجم الاوسط، 3: 190، 191، رقم:

2895) (ابو نعیم، دلائل النبوة، 1: 59، رقم: 41) (بخاری، مجمع الزوائد، 4: 255، 256) (بخاری،

الزوائد، 8: 283) (سیوطی، الجامع الصغیر، 1: 44، رقم: 27) (مناوی، فیض القدیر، 5: 80) (صالحی،

سبل الہدی والرشاد، 3: 86)

(7) اب تک مہک رہے ہیں مدینے کے راستے

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جدھر سے گزرتے وہ راستے بھی مہک اٹھتے، راہیں قدم بوی کا اعزاز حاصل کرتیں اور خوشبوئیں جسم اطہر کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتیں۔ مدینے کی گلیاں آج بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبوؤں سے معطر ہیں۔ ہمہ دنواز کے بام و در سے لپٹی ہوئی خوشبوئیں آج بھی کہہ رہی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہی راستوں سے گزرا کرتے تھے، انہی فضاؤں میں سانس لیا کرتے تھے، اسی آسمان کے نیچے خلق خدا میں دین و دنیا کی دولت تقسیم فرمایا کرتے تھے۔

1۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إذا مرّ فی طریق من طرق
المدینة وجدوا منه رائحة الطیب، وقالوا: مَرَّ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم من هذا الطريق (سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 1: 67)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ کے جس کسی راستے سے گزر جاتے تو لوگ اس راہ میں ایسی پیاری مہک پاتے کہ لپکا اٹھتے کہ ادھر

سے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا گزر ہوا ہے۔

2۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَسِرُّنِي طَرِيقَ فَيَتَّبِعُهُ أَحَدٌ إِلَّا عُرِفَ أَنَّهُ سَلَكَهُ مِنْ طَيْبٍ عَرَفَهُ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس راستے سے بھی گزر جاتے تو بعد میں آنے والا شخص خوشبو سے محسوس کر لیتا کہ ادھر سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ہوا ہے۔ (بخاری، التاريخ الكبير، 1: 399-400، رقم: 1273)

(8) آرزوئے جاں نثارانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اظہارِ عشق کے انداز بھی مختلف ہوتے ہیں، خوشبوئے وفا کے پیرائے بھی جدا جدا ہوتے ہیں، کبھی کوئی صحابی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چادر مانگ لیتے ہیں کہ میں اس سے اپنا کفن بناؤں گا اور کوئی حصولِ برکت کے لئے جسمِ اطہر کے پسینے کو شیشی میں جمع کر لیتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاں قیلولہ فرماتے تو آپ رضی اللہ عنہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقدس پسینہ اور موئے مبارک جمع کر لیتے تھے اور انہیں ایک شیشی میں ڈال کر خوشبو میں ملا لیا کرتے تھے۔ حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مجھے وصیت کی:

أَنْ يَجْعَلَ فِي حَنْوَلِهِ مِنْ ذَلِكَ الشَّلِكِ

(اُن کے وصال کے بعد) وہ خوشبو ان کے کفن کو لگائی جائے۔

(بخاری، الصحيح، 5: 2316، کتاب الاستیذان، رقم: 5925) (ابن ابی شیبہ، المصنف، 2: 461،

رقم: 11036)

اس کی اس آرزو کو بعد از وصال پورا کیا گیا۔ حضرت حمید سے روایت ہے:
 لما توفي أنس بن مالك جعل في حنوطه مسك فيه من عرق رسول
 الله صلى الله عليه وآله وسلم
 جب حضرت انس رضی اللہ عنہ وصال کر گئے تو ان کی میت کے لئے اس
 خوشبو کو استعمال کیا گیا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینے کی
 خوشبو تھی۔

(یعنی، السنن الکبریٰ، 3: 406، رقم: 6500) (طبرانی، المعجم الکبیر، 1: 249، رقم: 715) (ابن
 سعد، الطبقات الکبریٰ، 7: 25) (بخاری، مجمع الزوائد، 3: 21) (شیبانی، الاחד والثانی، 4: 238، رقم:
 2231)

❖ عَنْ مُخَامَةَ بِنِ عَبْدِ اللَّهِ حضرت ثمامہ بن عبد اللہ رضی اللہ
 قَالَ : كَانَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ ، لَا تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن
 يَزِدُّ الطِّيبَ ، وَقَالَ أَنَسُ : إِنَّ مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوشبو کے تحفے سے
 النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ انکار نہیں فرماتے تھے اور فرماتے تھے نبی
 لَا يَزِدُّ الطِّيبَ . کریم ﷺ بھی خوشبو کا تحفہ رد نہیں
 فرماتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں
 کہ حفہ کی قید اس لیے لگائی کہ تجارت کی نوعیت نکل جائے، بعض عطر فروش کسی کو قیمتا
 عطر پیش کرتے ہیں، اگر اسے خریدنا نہ ہو اور وہ انکار کرے تو حدیث پڑھ کر اسے
 خریدنے پر مجبور کرتے ہیں، وہ اس حدیث کی منشاء سے یا تو واقف نہیں یا واقف ہیں
 مگر اس کے ذریعہ اپنا بیوپار چلانا چاہتے ہیں۔ دیمان، ریخ سے بنا بمعنی خوشبو اس
 سے ہر خوشبو مراد ہے، پھول ہوں یا عطر چنبیلی وغیرہ کا تیل۔

یعنی اگرچہ دوسرے ہدیے بھی واپس کرنا خلاف اخلاق ہے مگر خوشبو واپس کرنا تو بہت ہی خشک مزاجی کی دلیل ہے کہ اس میں وزن ہلکا قیمت معمولی خوشبو اعلیٰ ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ خوشبو جنت سے آئی ہے اور وہاں کا ہی پتہ دیتی ہے۔ مبسوط سرخی باب اللمس میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ زہرا کو سونگھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان سے جنت کی مہک آتی ہے اسی لیے آپ کو زہراء کہتے ہیں یعنی جنت کی کلی۔ (مراۃ المناجیح، ج ۴، ص ۶۱۲)

❖ عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ لَا تُرَدُّ: الْوَسَائِدُ وَالذُّهْنُ، وَاللَّبَنُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزوں کے لینے سے انکار نہیں کرنا چاہیے تکیہ، تیل، خوشبو اور دودھ۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی اگر میزبان اپنے مہمانوں کو آرام کے لیے تکیہ پیش کرے اور سر میں ملنے کے لیے تیل، پینے کے لیے دودھ یا لسی تو مہمان اسے رد نہ کرے بلکہ بخوشی قبول کرے، عرب شریف میں تیل بھی مہمان کی خاطر پیش ہوتا تھا جیسے بہار میں اب بھی تیل، عطر، پان سے ہر آنے والے کی خاطر کی جاتی ہے۔

یعنی خوشبودار تیل مگر حق یہ ہے کہ ہر تیل مراد ہے، خوشبودار ہو یا نہ ہو، حدیث کے مطلق کو اپنے اطلاق پر رکھنا بہتر ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۶۲۳)

❖ عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: طِيبُ الرِّجَالِ مَا ظَهَرَ رِيحُهُ وَخَفِيَ لَوْنُهُ، وَطِيبُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرماتے ہیں، مردوں کو خوشبودہ ہے جس کو بو ظاہر اور رنگ چھپا ہوا ہو اور عورت کی خوشبودہ ہے جس کا رنگ ظاہر اور مہک

النِّسَاءِ مَا ظَهَرَ لَوْنُهُ وَخَفِيَ چھپی ہوئی ہو۔
رَبِّحُهُ۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ جیسے گلاب، مشک، عنبر اور کافور وغیرہ مرد کے لیے یہ خوشبوئیں بہتر ہیں کہ ان میں رنگت نہیں مہک ہے۔

خیال رہے کہ عورت مہک والی چیز استعمال کر کے باہر نہ جائے اپنے خاوند کے پاس خوشبو مل سکتی ہے یہاں کوئی پابندی نہیں جیسا کہ دوسری روایت میں ہے کہ جو عورت خوشبو مل کر باہر نکلے وہ ایسی ایسی ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ عورت بخور لگا کر ہماری مسجد میں عشاء کے لیے نہ آئے۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ عورت مہندی لگائے ہوئے باہر نہ پھرے کہ مہندی میں مہک ہے اور عورت کو مہک لگا کر نکلنا ممنوع ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۲۸۶)

❖ عَنْ أَبِي عُمَانَ التَّمِيمِيِّ حضرت ابو عثمان مہدی رضی اللہ تعالیٰ
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَنْهُ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أُعْطِيَ أَحَدُكُمْ جب تم میں سے کسی کو ریحان خوشبودی
الرَّيْحَانِ فَلَا يَزِدُّهُ، فَإِنَّهُ خَرَجَ جائے تو وہ اس کا انکار نہ کرے کیونکہ یہ
مِنَ الْجَنَّةِ جنت سے آئی ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ بصری ہیں، حضور انور کے زمانہ میں اسلام لائے مگر دیدار نہ کر سکے اس لیے تابعی ہیں، ایک سو تیس ۱۳۰ سال عمر ہوئی، ساٹھ سال سے زیادہ کفر میں گزاری، باقی اسلام میں ۹۵ھ میں وفات پائی۔

حدیث اپنے ظاہر پر ہے، بہت چیزیں دنیا میں جنت سے آئی ہیں جن میں سے

ایک خوشبو بھی ہے، اسے رد کرنا رب تعالیٰ کی اعلیٰ نعمت کی ناقدری ہے، مراد وہی ہے جو پہلے عرض کی گئی کہ خوشبو کا ہدیہ واپس نہ کرو، یہ مطلب نہیں کہ خوشبو کا سودا رزق نہ کر، ضرور خرید لو جیسا کہ عام عطر فروش کہتے ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳، ص ۶۲۵)

❖ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ. قَالَ: عُرِضَتْ بَيْنَ يَدَيَّ عَمْرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَأَلْفَى جَرِيرٌ رِدَاءَهُ وَمَشَى فِي إِزَارٍ. فَقَالَ لَهُ: خُذْ رِدَائِكَ. فَقَالَ عَمْرٌ لِلْقَوْمِ: مَا رَأَيْتُ رَجُلًا أَحْسَنَ صُورَةً مِنْ جَرِيرٍ إِلَّا مَا بَلَّغْنَا مِنْ صُورَةِ يَوْسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا (راوی کہتے ہیں) پھر حضرت جریر نے اپنی چادر اتار دی اور صرف تہبند میں چلے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اسے (پادر کو) لے لو اور ساتھ ہی قوم سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ میں نے حضرت جریر سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا البتہ حضرت یوسف کے بارے میں ہمیں جو خبر ملی ہے (یعنی حضرت یوسف سے مقابل نہیں۔)

شرح حدیث: حسن بے مثال

پیارے آقا ﷺ کے حسن کا کسی سے مقابلہ نہیں جو کسی محبوب کو ملا وہ سب اور اس سے افضل و اعلیٰ انہیں ملا، اور جو انہیں ملا وہ کسی کو نہ ملا۔

حسن یوسف دم عیسیٰ یاربضا داری
آنچہ خواباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ یوسف (علیہ السلام) کا حسن، عیسیٰ (علیہ السلام) کی پھونک اور روشن ہاتھ

رکھتے ہیں۔ جو کمالات وہ سارے رکھتے ہیں آپ اکیلے رکھتے ہیں۔

34- بَابُ كَيْفَ كَانَ كَلَامُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کلام مبارک

❖ عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ : مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْرُدُ سِرْدَكُمْ هَذَا، وَلَكِنَّهُ كَانَ يَتَكَلَّمُ بِكَلَامٍ بَيِّنٍ فَضْلٍ، يَحْفَظُهُ مَنْ جَلَسَ إِلَيْهِو۔
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرح لگا تار لگتو نہیں فرماتے تھے بلکہ (ایسی) صاف صاف اور جدا جدا کلام فرماتے کہ پاس بیٹھنے والا اسے حفظ کر لیتا تھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی حضور کے کلام اور کلمات مسلسل نہیں ہوتے تھے جیسے عام لوگ لگا تار کلام کرتے ہیں بلکہ ایک بات بتائی پھر کچھ خاموشی پھر دوسری بات اور ان دو باتوں کے درمیان اللہ کا ذکر۔

صحابہ کرام کو احادیث قرآن مجید کی طرح حفظ تھیں اسی وجہ سے تو حدیث جمع ہوئیں، اس جمع ہونے کی بڑی وجہ حضور انور کا یہ وقار سے کلام فرمانا تھا۔

(مرآۃ الناجح، ج ۸، ص ۸۷)

❖ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعِيدُ الْكَلِمَةَ ثَلَاثًا لِيَتَعَقَلَ عَنْهُو۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک) بات تین مرتبہ دہراتے تاکہ آپ سے سمجھی جاسکے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ لفظ سے مراد پوری بات ہے، یعنی مسائل بیان کرتے وقت ایک ایک مسئلہ تین تین بار فرماتے تاکہ لوگوں کے ذہن میں اتر جائے ہر کلام مراد نہیں۔ اسی لیے صاحب مشکوٰۃ اس حدیث کو کتاب العلم میں لائے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱، ص ۲۰۶)

❖ عَنْ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، قَالَ:

سَأَلْتُ خَالِي هِنْدُ بْنَ أَبِي هَالَةَ،

وَكَانَ وَصَافًا، فَقُلْتُ: صِفْ لِي

مَنْطِقَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَاصِلَ

الْأَحْزَانِ دَائِمَ الْفِكْرَةِ لَيْسَتْ

لَهُ رَاحَةٌ، طَوِيلُ الشَّكْتِ، لَا

يَتَكَلَّمُ فِي غَيْرِ حَاجَةٍ، يَفْتَتِحُ

الْكَلَامَ وَيَخْتِمُهُ بِاسْمِ اللَّهِ تَعَالَى،

وَيَتَكَلَّمُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ، كَلَامُهُ

فَضْلٌ، لَا فَضُولَ، وَلَا تَقْصِيرَ،

لَيْسَ بِالْجَانِي، وَلَا السُّهْمِي،

يُعْظِمُ النِّعْمَةَ وَإِنْ دَقَّتْ لَا يَذُمُّ

مِنْهَا شَيْئًا، غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ

يَذُمُّ ذَوَاقًا وَلَا يَمْدَحُهُ وَلَا

تُعْضِبُهُ الدُّنْيَا، وَلَا مَا كَانَ لَهَا،

فَإِذَا تُعْذِرِي الْحَقُّ لَمْ يَقُمْ

لِعُضْبِهِ شَيْءٌ حَتَّى يَنْتَصِرَ لَهُ، وَلَا

حضرت حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے

ناموں ہند بن ابی ہالہ سے، جو نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت غمگین اور تفکر رہتے تھے

اور آپ کو (کسی وقت بھی) چین نہیں

ہوتا تھا، آپ دیر تک خاموش رہتے

اور بغیر ضرورت گفتگو نہیں فرماتے تھے

آپ کے کلام کی ابتدا اور انتہا منہ بھر کے

(واضح) ہوتی اور آپ جامع کلام فرماتے،

آپ کا کلام مفصل ہوتا (لیکن) نہ

ضرورت سے زیادہ اور نہ کم، آپ نہ تو

سخت طبیعت تھے اور نہ دوسروں کو ذلیل

کرنے والے، اللہ تعالیٰ کی نعمت کی قدر

فرماتے اگرچہ تھوڑی ہی ہوتی، آپ کسی

نعمت کو برا نہیں سمجھتے تھے، کھانے پینے کی

چیزوں کی نہ تو برائی کرتے اور نہ تعریف،

آپ کو دنیا اور اس کا مال و متاع غضب

ناک نہیں کرتا تھا۔ جب (کہیں) حق

بات سے تجاوز کیا جاتا تو کوئی چیز آپ کے

يَغْضَبُ لِنَفْسِهِ، وَلَا يَنْتَصِرُ لَهَا. غصے کو ٹھنڈا نہ کر پاتی جب تک آپ اس کا
إِذَا أَشَارَ بِكَفِّهِ كُلِّهَا، وَإِذَا انتقام نہ لے لیتے، آپ اپنی ذات کے
تَجَبَّ قَلْبُهَا، وَإِذَا تَحَدَّثَ انْصَلَّ لیے نہ ناراض ہوتے اور نہ انتقام لیتے،
بِهَا، وَصَرَبَ بِوَاحْتِهِ الْيَمْنَى بَطْنِ آپ پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے اور
إِبْهَامِهِ الْيُسْرَى، وَإِذَا غَضِبَ جب خوش ہوتے تو ہاتھ الٹ لیتے، جب
أَعْرَضَ وَأَشَاحَ، وَإِذَا فَرِحَ غَضَّ گفتگو فرماتے تو دائیں ہتھیلی بائیں ہاتھ
ظُرْفَهُ، جُلَّ ضَمِكِهِ التَّبَسُّمُ، يَفْتَرُّ کے انگوٹھے کے پیٹ پر مارتے، جب
عَنْ مِثْلِ حَبِّ الْعَبَايِرِ آپ کو غصہ آتا تو منہ پھیر لیتے اور کنارہ

کش ہو جاتے، جب خوش ہوتے تو آنکھ
مبارک بند فرما لیتے، آپ کی بڑی ہنسی
مسکراہٹ ہوتی اور اولوں کی طرح سفید
اور چمکدار دانت مبارک ظاہر ہو جاتے۔

شرح حدیث: نبی کریم ﷺ کی مبارک گفتگو

نبی و رسول چونکہ دین کے داعی اور شریعت و ملت کے مبلغ ہوتے ہیں اور تعلیم
شریعت اور تلقین دین کا بہترین ذریعہ خطبہ اور وعظ ہی ہے اس لئے ہر نبی و رسول کا
خطیب اور داعظ ہونا ضروریات و لوازم نبوت میں سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اللہ
تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی رسالت سے سرفراز فرما کر فرعون کے پاس بھیجا
تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت یہ دعا مانگی کہ

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۝ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ
لِّسَانِي ۝ يَفْقَهُوا قَوْلِي ۝ (پ ۱۶، ط: ۲۵-۲۸)

اے میرے رب میرا سینہ کھول دے میرے لئے میرا کام آسان کر اور

میری زبان کی گرہ کھول دے کہ وہ لوگ میری بات سمجھیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چونکہ تمام رسولوں کے سردار، اور سب نبیوں کے خاتم ہیں اس لئے خداوند قدوس نے آپ کو خطابت و تقریر میں ایسا بے مثال کمال عطا فرمایا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصیح العرب (تمام عرب میں سب سے بڑھ کر فصیح) ہوئے اور آپ کو جوامع الکلم کا معجزہ بخشا گیا کہ آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے آیت ایک لفظ میں معانی و مطالب کا سمندر موجیں مارتا ہوا نظر آتا تھا اور آپ کے جوشِ تکلم کی تاثیرات سے سامعین کے دلوں کی دنیا میں انقلابِ عظیم پیدا ہو جاتا تھا۔

چنانچہ جمعہ و عیدین کے خطبوں کے سوا سینکڑوں مواقع پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے ایسے فصیح و بلیغ خطبات اور موثر مواعظ ارشاد فرمائے کہ فصحاء عرب حیران رہ گئے اور ان خطبوں کے اثرات و تاثیرات سے بڑے بڑے سنگدلوں کے دل موم کی طرح پگھل گئے اور دم زدن میں ان کے قلوب کی دنیا ہی بدل گئی۔

چونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مختلف حیثیتوں کے جامع تھے اس لئے آپ کی یہ مختلف حیثیات آپ کے خطبات کے طرزِ بیان پر اثر انداز ہوا کرتی تھیں۔ آپ ایک دین کے داعی بھی تھے، فاتح بھی تھے، امیر لشکر بھی تھے، مصلح قوم بھی تھے، فرماں روا بھی تھے، اس لئے ان حیثیتوں کے لحاظ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خطبات میں قسم قسم کا زور بیان اور طرح طرح کا جوشِ کلام ہوا کرتا تھا۔ جوشِ بیان کا یہ عالم تھا کہ بسا اوقات خطبہ کے دوران میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھیں سرخ اور آواز بہت ہی بلند ہو جاتی تھی اور جلالِ نبوت کے جذبات سے آپ کے چہرہ انور پر غضب کے آثار نمودار ہو جاتے تھے بار بار انگلیوں کو اٹھا اٹھا کر اشارہ فرماتے تھے گویا یہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ کسی لشکر کو لکار رہے ہیں۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پر جوش خطبہ اور تقریر کے جوش و خروش کی بہترین تصویر کھینچتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منبر پر خطبہ دیتے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ خداوند جبار آسمانوں اور زمین کو اپنے ہاتھ میں لے لے گا، پھر فرمائے گا کہ میں جبار ہوں، میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں جبار لوگ؟ کدھر ہیں متکبرین؟ یہ فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی مٹھی بند کر لیتے کبھی مٹھی کھول دیتے اور آپ کا جسم اقدس (جوش میں) کبھی دائیں کبھی بائیں جھک جھک جاتا یہاں تک کہ میں نے یہ دیکھا کہ منبر کا نچلا حصہ بھی اس قدر ہل رہا تھا کہ میں (اپنے دل میں) یہ کہنے لگا کہ کہیں یہ منبر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لے کر گرتا نہیں پڑے گا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب ذکر البعث، الحدیث: ۴۲۷۵، ج ۳، ص ۵۰۵)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منبر پر، زمین پر، اونٹ کی پیٹھ پر کھڑے ہو کر جیسا موقع پیش آیا خطبہ دیا ہے۔ کبھی کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طویل خطبات بھی دیے لیکن عام طور پر آپ کے خطبات بہت مختصر مگر جامع ہوتے تھے۔

میدان جنگ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کمان پر ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے اور مسجدوں میں جمعہ کا خطبہ پڑھتے وقت دست مبارک میں عصا ہوتا تھا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب ماجاء فی الخطبۃ... الخ، الحدیث: ۱۱۰۷، ج ۲، ص ۱۹)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خطبوں کے اثرات کا یہ عالم ہوتا تھا کہ بعض مرتبہ سخت سے سخت اشتغال انگیز موقعوں پر آپ کے چند جملے محبت کا دریا بہا دیتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا اثر انگیز اور ولولہ خیز خطبہ پڑھا کہ میں نے کبھی ایسا خطبہ نہیں سنا تھا درمیان خطبہ میں آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! جو میں جانتا ہوں اگر تم جان لیتے تو ہنستے کم اور

روتے زیادہ۔ زبان مبارک سے اس جملہ کا نکلنا تھا کہ سامعین کا یہ حال ہو گیا کہ لوگ کپڑوں میں منہ چھپا چھپا کر زار و قطار رونے لگے۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب لا تسئلوا عن اشیاء... الخ، المحدث: ۴۶۲۱، ج ۳، ص ۲۱۷)

35- بَابُ مَا جَاءَ فِي ضُحُكِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

تبسم مبارک

❖ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ

كَانَ فِي سَأَلِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَنْهُ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کی مبارک

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُوشَةُ، وَكَانَ لَا پنڈلیوں میں کسی قدر بار کی تھی اور آپ کی

يَضْحَكُ إِلَّا تَبَسُّمًا، فَكُنْتُ إِذَا ہنسی مبارک صرف تبسم ہوتی تھی، جب میں

نَظَرْتُ إِلَيْهِ قُلْتُ: أَمْحُلُ آپ کو دیکھتا تو آپ کی چشم ہائے مبارک

الْعَيْنَيْنِ وَلَيْسَ بِأَمْحُلٍ۔ سرمہ لگائے بغیر سرگیں معلوم ہوتیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیاں بہت موٹی نہ تھیں جو بد نما ہوتی

ہیں بلکہ قدرے پتلی تھیں جن سے کمزوری کا نہیں بلکہ لطافت کا ظہور ہوتا ہے، بہت پتلی

بھی نہ تھیں جو دوسرے اعضاء کے مناسب نہ ہوں اور اچھی نہ معلوم ہوں۔ (مرقات)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹھٹھا مار کر ہنسنا کبھی ثابت نہیں۔ بہت ہنسنا دل کو غافل

کر دیتا ہے، مسکرانے سے اپنا دل بھی خوش ہوتا ہے سامنے والے کا دل بھی موہ لیتا

ہے۔

یعنی حضور پیدائشی طور پر سرگیں آنکھیں والے تھے پھر بھی سوتے وقت ہر آنکھ

میں تین سوائی سرمہ لگاتے تھے اگر کبھی سرمہ نہ بھی لگاتے تو وہ قدرتی سرمہ جو رب تعالیٰ

نے لگا کر دنیا میں بھیجا تھا وہ نمودار ہوتا تھا۔ حضور انور قدرتی طور پر ناف بریدہ ختنہ شدہ

سرمہ و شانہ کیے ہوئے پیدا ہوئے ولادت پاک اس طرح ہوئی تھی۔ شعر
 بالوں میں شانہ آنکھوں میں سرمہ دیا ہوا
 لپٹے ہوئے حریر میں ختنہ کیا ہوا

(مرآۃ المناجیح، ج ۸، ص ۵۵)

❖ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ حضرت عبدالحارث بن جز فرماتے
 بَنِي جَزٍّ. أَنَّهُ قَالَ: مَا رَأَيْتُ ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے بڑھ
 أَحَدًا أَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِنْ رَسُولِ کر تبسم فرمانے والا کوئی نہیں دیکھا۔
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ آپ صحابی ہیں، زبیدی ہیں، زبید ایک قبیلہ ہے جو زبید نامی ایک
 شخص کی طرف منسوب ہے، آپ مصر میں سب سے آخری صحابی ہیں جو فوت
 ہوئے، اسی ۸۰ ہجری میں مصر میں وفات پائی۔

تبسم میں ہزار ہا حکمتیں ہیں، حضور کی ہر ادا میں رب تعالیٰ کی حکمتیں ہوتی ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۵۸۵)

❖ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ حضرت عبد اللہ بن حارث رضی اللہ
 قَالَ: مَا كَانَ حَظُّكَ رَسُولِ اللَّهِ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا کی ہنسی مبارک صرف مسکراہٹ ہوتی
 تَبَسُّمًا تھی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ آپ صحابی ہیں، زبیدی ہیں، زبید ایک قبیلہ ہے جو زبید نامی ایک
 شخص کی طرف منسوب ہے، آپ مصر میں سب سے آخری صحابی ہیں جو فوت

ہوئے، اسی ۸۰ ہجری میں مصر میں وفات پائی۔

تبسم میں ہزار ہا حکمتیں ہیں، حضور کی ہر ادا میں رب تعالیٰ کی حکمتیں ہوتی ہیں۔

(مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۵۸۵)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے آدمی کو بھی جانتا ہوں اور اسے بھی جو جہنم سے سب سے آخر میں نکلے گا، قیامت کے دن ایک آدمی (اللہ کے دربار میں) کو لایا جائے گا حکم ہوگا کہ اس کے سامنے اس کے صغیرہ گناہ پیش کر دو اور کبیرہ گناہ چھپائے جائیں گے پھر اسے کہا جائے گا کہ کیا تو نے فلاں دن ایسا ایسا عمل کیا تھا؟ وہ بغیر کسی انکار کے اقرار کرے گا اور کبیرہ گناہوں (پر مواخذہ) سے ڈر رہا ہوگا پھر حکم ہوگا کہ اسے پر برائی کے بدلے ایک نیکی دو، وہ کہے گا کہ میرے کچھ اور گناہ بھی ہیں جنہیں میں یہاں نہیں دیکھ رہا حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ اس بات سے ہنس پڑے

❖ عَنْ أَبِي ذَرٍّ . قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " إِنِّي لَأَعْلَمُ أَوَّلَ رَجُلٍ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ ، وَآخَرَ رَجُلٍ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ . يُؤْتَى بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ : اغْرِضُوا عَلَيْهِ صِغَارَ ذُنُوبِهِ وَيُخْتَبَأُ عَنْهُ كِبَارُهَا . فَيُقَالُ لَهُ : عَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا ، وَهُوَ مُقِرٌّ لَا يُنْكِرُ . وَهُوَ مُشْفِقٌ مِنْ كِبَارِهَا . فَيُقَالُ : أُعْطَوْهُ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ عَمِلَهَا حَسَنَةً . فَيَقُولُ : إِنِّي لِي ذُنُوبًا مَا أَرَاهَا هَهُنَا . قَالَ أَبُو ذَرٍّ : فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَمِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ .

یہاں تک کہ آپ کے سامنے کے دانت
مبارک ظاہر ہو گئے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ یہ دونوں چیزیں لازم ملزوم ہیں جو دوزخ سے آخر میں نکلے گا وہ ہی
جنت میں آخر میں جائے گا۔ مرد سے مراد نوع مرد ہے نہ کہ شخصی مرد، اس قسم کے بہت
لوگ ہوں گے جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تفصیلاً جانتے ہیں۔

یعنی اس کے سامنے اس کے چھوٹے گناہ اقرار کرانے کے لیے پیش کرو ابھی
بڑے گناہ اسے نہ دکھاؤ۔ خیال رہے کہ ابھی ان بڑے گناہوں کی معافی نہیں ہے بلکہ
اس سے چھپانا ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

اس دن اپنے گناہ مان لینا سعادت کی نشانی ہوگی اور بخشش کا پیش خیمہ کہ انکار
کرنے پر مصیبت آ جاوے گی مسلمان یہ بات یاد رکھیں۔

یعنی اس کے دل میں اس میں سے کسی گناہ کے انکار کی ہمت نہ ہوگی یہ بے ہمتی
نیک بختی کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ یہاں گناہ کرنے کی ہم کو ہمت ہی نہ دے یہ ہمت
ہرانا ان شاء اللہ جتنے کا پیش خیمہ ہے، یہ ہمت عذاب ہے کم ہمتی رحمت۔

معلوم ہوا کہ اس دن ہر شخص کو اپنا ایک ایک عمل یاد ہوگا، نامہ اعمال اس کی یاد کی
تصدیق کرے گا، رب فرماتا ہے: **اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا** بلکہ
مرتے وقت بھی انسان کے سامنے اپنے ہر نیک و بد اعمال آ جاتے ہیں بہتر ہے کہ
ہر شخص روزانہ سوتے وقت اپنے اعمال کا حساب لیا کرے۔

ظاہر یہ ہے کہ یہ وہ شخص ہوگا جس نے اپنے ان گناہوں سے توبہ نہیں کی تھی بغیر
توبہ مر گیا تھا اور یہ تبدیلی محض کرم و فضل سے ہوگی۔ اس تبدیلی کا مطلب یہ نہیں کہ گناہ
نیکیاں بن جاویں گے کہ زنا جہاد بن جاوے اور جھوٹ سچ ہو جاوے بلکہ مطلب یہ

ہے کہ اسے فی گناہ ایک عطیہ دے دو اگر وہ نیکی کرتا تو یہ پاتا اسے ویسے ہی دے دو۔ خیال رہے کہ توبہ، ایمان، نیک اعمال کی برکت سے گناہوں کی تبدیلی قانون ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: **إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ** وہاں یہ تبدیلی صرف فضل و مہربانی ہے۔ شعر

گنہگار پہ جب لطف آپ کا ہوگا
کیا بغیر کیا بے کیا کیا ہوگا
بنیانہ کیتی کیتی ٹھکرائی
بن کیتی لکھ دین برائی

اللہ تعالیٰ انصاف نہ کرے رحم فرمادے کہ ہماری کی ہوئی برائیاں بے کی ہوئی بنادے یعنی محو فرمادے، سب پر مہربانی و معافی کا قلم پھیر دے۔ شعر

من نہ گوئیم کہ طاعتم بہ پذیر
قلم عفو بر گنا ہم کش

یعنی اس کرم کریمانہ کو دیکھ کر پکار اٹھے گا کہ مولیٰ میرے بڑے گناہ تو یہاں موجود ہی نہیں وہ بھی لائے جاویں اور ان بڑے گناہوں پر بڑے عطیے دیئے جاویں، تو بخش بے حساب کہ ہیں جرم بے حساب۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے انقلاب حال پر تبسم فرمایا کہ ابھی تو گناہ کبیرہ سے ڈر رہا تھا اب خود مانگ رہا ہے۔ رب کا فضل تو آن کی آن میں کا یا پلٹ دیتا ہے وہ اگر چاہے تو ہم جیسے لاکھوں گنہگار پر ہیزگار بن جاویں وہاں کیا کمی ہے، پانچ منٹ کی بارش مردہ زمین کو زندہ کر دیتی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۴۲۴)

❖ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ. حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ
قَالَ: مَا حَبَّبَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ أَسْلَمْتُ وَلَا رَأْيَ إِلَّا صَحِيحٌ .
 اسلام لایا مجھے نبی کریم ﷺ نے (گھر میں حاضر ہونے سے) نہیں روکا اور آپ جب بھی مجھے دیکھتے مسکرا دیا کرتے۔

❖ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ: مَا تَحْتَجُّبِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا رَأْيَ مُنْذُ أَسْلَمْتُ إِلَّا تَبَسَّمَ .
 حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں مسلمان ہوا مجھے رسول اللہ ﷺ نے (گھر میں حاضر ہونے سے) نہیں روکا اور آپ جب بھی مجھے دیکھتے تبسم فرماتے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ جریر ابن عبد اللہ ہیں، کنیت ابو عمرو ہے، حضور انور کی وفات سے چالیس دن پہلے اسلام لائے بعد میں کوفہ میں قیام رہا اسی کی یاد میں وفات پائی۔ (اکل) بڑے خوبصورت خوش خلق اپنی قوم کے سردار تھے۔

یعنی جس موقع پر دوسروں کو اجازت لے کر آنا ہوتا تھا مجھے بغیر اجازت حاصل کیے حاضری کی اجازت تھی ایک بار حضور نے مجھے ایسی مجالس میں حاضری کی اجازت دے دی تھی گو یا اپنا قرب و منزلت بیان فرما رہے ہیں۔ خیال رہے کہ حضور کی مجلس عامہ میں کسی کو اجازت لینے کی ضرورت نہ تھی جیسے نماز جمعہ عید اور عام مجالس وعظ میں دولت خانہ کے اندر کسی کو بغیر اجازت حاضر ہونے کی اجازت نہ تھی، رب تعالیٰ فرماتا ہے: لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُدْعِيَ الْخَاصَّ مِنْكُمْ فَادْخُلُوا لَهُمْ مِنْ أَبْوَابِهَا وَإِذَا دُعِيَ الْعَامَّةُ مِنْهُمْ فَادْخُلُوا مِنْ حَيْثُ خَرَجُوا سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ .
 حاضر ہوتے تھے مگر کوئی خاص الخی ص بغیر اجازت بھی یہاں اسی کا ذکر ہے۔

حضور کا یہ تبسم اظہار خوشی یا اظہار کرم کے لیے ہوتا تھا۔

❖ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِيَّيْ لَأَعْرِفَ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا، رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنْهَا زَحْفًا، فَيُقَالُ لَهُ: انْطَلِقْ فَأَدْخِلِ الْجَنَّةَ، قَالَ: فَيَذْهَبُ لِيَدْخُلَ الْجَنَّةَ، فَيَجِدُ النَّاسَ قَدْ أَخَذُوا الْمَنَازِلَ، فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ: يَا رَبِّ، قَدْ أَخَذَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ، فَيُقَالُ لَهُ: أَتَذْكُرُ الزَّمَانَ الَّذِي كُنْتَ فِيهِ، فَيَقُولُ: نَعَمْ، قَالَ: فَيُقَالُ لَهُ: تَمَنَّ، قَالَ: فَيَتَمَنَّى، فَيُقَالُ لَهُ: فَإِنَّ لَكَ الَّذِي تَمَنَيْتَ وَعَشْرَةَ أَضْعَافِ الدُّنْيَا، قَالَ: فَيَقُولُ: تَسْعَرُ بِي وَأَنْتَ الْمَلِكُ! قَالَ: فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَبَكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میں اس شخص کو جانتا ہوں جو جہنم سے سب سے آخر میں نکلے گا، ایک آدمی سرینوں کے بل باہر آئے گا اسے کہا جائے گا جا جنت میں داخل ہو جا (آپ فرماتے ہیں) پھر وہ جنت میں داخل ہونے کے لیے جائے گا، جب دیکھے گا کہ لوگوں نے تمام جگہ پر کر لی ہے تو واپس آ کر عرض کرے گا کہ اے میرے رب لوگوں نے اپنی اپنی جگہ سنبھال لی ہے اے کہا جائے گا کیا تجھے اپنا گزشتہ زمانہ (دنیا) یاد ہے؟ وہ کہے گا ہاں یا رب! کہا جائے گا تمنا کر (کچھ مانگ) حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں پھر وہ تمنا کرے گا تو اسے کہا جائے گا کہ تجھے وہ بھی ملے گا جو تو نے تمنا کی اور (اس کے علاوہ) دنیا کا دس گنا اور بھی۔ وہ عرض کریگا (اے رب) کیا تو مجھ سے استہزا فرماتا ہے حالانکہ تو بادشاہ ہے؟ (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں) میں نے دیکھا کہ

حضور اکرم ﷺ (اس بات پر) اتنا
ہنسے کہ آپ کے سامنے کے دانت مبارک
ظاہر ہو گئے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ رجل سے مراد صرف ایک شخص نہیں ہے بلکہ اس قسم کے لوگ
ہیں۔ حضور ان سب کو تفصیلاً جانتے ہیں ان کے نام، ان کے خاندان، ان کی شکل و
صورت وغیرہ جیسا کہ اعلم سے معلوم ہوا۔ شعر
ہم نے عرض کیا ہے۔

ایک ماہ دن گورا سا بدن نیچی نظریں ٹل کی خبریں
کیونکہ جہاں تک اس کی نگاہ کام کرے گی وہاں تک آدمی ہی آدمی نظر آئیں گے
کوئی جگہ جنتیوں سے خالی اسے نظر نہ آوے گی۔

میرے مولیٰ اب میں کہاں جاؤں گا جنت میں تو کوئی جگہ خالی ہی نہیں۔
اس دن گناہ فرمانے میں عجیب حکمت ہوگی کیونکہ مومن کا دنیا میں رہنا بھی نیکی
ہے اور نیکی کا بدلہ دس گنا ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا لِهَذَا اس قانون
سے اسے دنیا کا دس گنا رقبہ عطا ہوا۔ (مرقات)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے سے مراد ہوتا ہے آپ کا تبسم فرمانا کیونکہ قہقہہ
لگانا حضور سے کبھی ثابت نہیں، رب تعالیٰ کے استہزاء کے معنی بیان ہو چکے۔

یہ قول یا تو حضرت ابن مسعود کا ہے یا کسی اور راوی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا
فرمان نہیں۔ اس لیے کان یقال فرمایا گیا۔ یعنی لوگوں میں یہ مشہور تھا کہ یہ ادنیٰ درجہ کا
جنّتی ہوگا جس کی املاک اس قدر وسیع ہوں گی۔ اعلیٰ جنتیوں کی ملکیت کا رقبہ تو ہمارے
خیال سے باہر ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۴۲۳)

❖ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ، قَالَ :
 شَهِدْتُ عَلِيًّا، أَتَى بِدَابَّةٍ لِيَرْكَبَهَا
 فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي الرِّكَابِ ،
 قَالَ : بِسْمِ اللَّهِ ، فَلَمَّا اسْتَوَى
 عَلَى ظَهْرِهَا ، قَالَ : الْحَمْدُ لِلَّهِ ، ثُمَّ
 قَالَ : سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا
 وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ { 13 } وَإِنَّا
 إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ سورة
 الزخرف آية 13-14 ، ثُمَّ قَالَ :
 الْحَمْدُ لِلَّهِ ثَلَاثًا ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ ثَلَاثًا ،
 سُبْحَانَكَ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ،
 فَاعْفُرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ
 إِلَّا أَنْتَ ، ثُمَّ ضَمَّكَ ، فَقُلْتُ لَهُ :
 مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَمَّكَ يَا أَمِيرَ
 الْمُؤْمِنِينَ ، قَالَ : رَأَيْتُ رَسُولَ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ
 كَمَا صَنَعْتُ ثُمَّ ضَمَّكَ ، فَقُلْتُ :
 مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَمَّكَ يَا رَسُولَ
 اللَّهِ ، قَالَ : إِنَّ رَبَّكَ لَيَعْجَبُ مِنْ
 عَبْدِهِ إِذَا قَالَ : رَبِّ اعْفُرْ لِي
 ذُنُوبِي ، إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ

حضرت علی بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ فرماتے ہیں میں حضرت علی مرتضیٰ رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس
 وقت آپ کے پاس ایک چار پایہ لایا گیا
 تاکہ آپ اس پر سوار ہوں۔ آپ نے
 رکاب میں پاؤں رکھتے وقت بسم اللہ
 پڑھی، جب اس کی پیٹھ پر سوار ہو گئے تو
 فرمایا الحمد للہ پھر آپ نے فرمایا وہ ذات
 پاک ہے جس نے اس کو ہمارے تابع کیا
 حالانکہ ہم اس کی طاقت نہیں رکھتے تھے
 اور بیشک ہم اپنے رب کی طرف واپس
 جانے والے ہیں۔ پھر آپ نے تین مرتبہ
 الحمد للہ اور تین بار اللہ اکبر پڑھا، پھر
 کہا (اے اللہ) تو پاک ہے، بے شک
 میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا، پس مجھے
 بخش دے کیونکہ تیرے سوا بخشنے والا کوئی
 نہیں پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ مسکرائے (راوی کہتے ہیں) میں نے
 پوچھا اے امیر المومنین آپ کس وجہ سے
 ہنسے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں نے حضور
 اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے ایسا ہی

غَمَزُكَ.

کیا اور پھر مسکرائے (حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کیوں ہنسے ہیں؟ آپ نے فرمایا بے شک تمہارا رب بندے سے خوش ہوتا ہے جب وہ کہتا ہے اے رب میرے گناہ بخش دے (کیونکہ) وہ جانتا ہے کہ میرے سوا کوئی گناہ بخشے والا نہیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان مدیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ لغۃ دابة ہر جانور کو کہتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِغَفَتُهَا مگر اصطلاح میں دابة گھوڑے کو کہا جاتا ہے وہ ہی یہاں مراد ہے آپ کی خدمت میں گھوڑا حاضر کیا گیا تھا۔

رکاب بمعنی آلہ رکوب جس میں پاؤں رکھ کر سوار ہوتے ہیں۔

یہ حمد سواری ملنے کے شکریہ پر ہے یعنی خدا یا تیرا شکر ہے کہ تو نے ہماری آسانی کے لیے ہم کو سواری بخشی، بہت لوگ مجبور اپیدل سفر کرتے ہیں۔

یہ قرآن شریف کی آیت ہے، اس کی شرح ابھی فصل اول میں گزر گئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ مولیٰ ان قوی جانوروں کا ہم کمزور انسانوں کے قبضہ میں آ جانا تیری مہربانی سے ہے ہم تو پھر مکھی کو تابع نہیں کر سکتے، پھر ہم پر ایک ایسا وقت آنے والا ہے کہ ہم کو خود اپنے ہاتھ پاؤں پر بھی اختیار و قبضہ نہ رہے گا یعنی بعد موت ہم کو وہ وقت یاد ہے، ہم اس نعمت پر متکبر نہیں تیرے شکر گزار ہیں۔ سبحان اللہ! کیسی جامع اور بر محل دعا ہے۔

یعنی میری خطاؤں و گناہوں کے باوجود تو نے مجھے یہ سواری وغیرہ کی نعمتیں بخشیں

تو مجھے امید ہے کہ تو اپنے کرم سے مجھے معافی بھی دے دے گا میں نے وہ ہی کیا جو گنہگار کرتے ہیں تو وہ ہی کر جو ستار و غفار کی شان ہے۔

یعنی مسکرائے ٹھٹھا نہ لگایا، مسکرانا اظہار خوشی کے لیے ہوتا ہے ٹھٹھا دل کی غفلت سے اسی لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے بہت تھے ٹھٹھا کبھی نہ لگا۔

یعنی میں قولی و عملی سنتوں پر عمل کر رہا ہوں اس موقع پر یہ دعا مانگنا سنت قولی ہے اور اس وقت تبسم کرنا سنت عملی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صبیحہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کی نقل کرتے تھے اسے ثواب سمجھتے تھے اور یہ بھی پتہ لگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنت پر عمل کرنا باعث ثواب ہے حتیٰ کہ ہنسنا اور رونا بھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت میں ہنس رہا ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ کی موافقت میں تبسم فرمایا تھا تو یہ عملی سنت رسول بھی ہے اور سنت الہیہ بھی، رب تعالیٰ تعجب کرنے، ہنسنے سے پاک ہے اس لیے وہاں ان الفاظ کے معنی ہوتے ہیں خوش ہونا۔ رب تعالیٰ کی رضا خوشی اس کی شان کے رائق ہے، ہماری رضا و خوشی ہماری حیثیت کے موافق ہے۔

معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ اس بندے سے بہت راضی و خوش ہوتا ہے جو اپنے کو بے کس و گنہگار جانے اور رب تعالیٰ کو قادر و غفار جانے، یہ ہی حال بارگاہِ مصطفویٰ کا ہے کہ وہاں بھی بے کسی پر رحم بہت ہوتا ہے۔ شعر

دیکھی جو بے کسی تو انہیں رحم آگیا

گھبرا کے ہو گئے وہ گنہگار کی طرف

خیال رہے کہ گناہ تو اللہ تعالیٰ ہی بخشتا ہے، اس کے محبوب بندے شفاعت تو کرتے ہیں مگر براہ راست گناہ بخشے نہیں مگر حقوق بندے بھی معاف کر سکتے ہیں، میں اپنا قرض یا خون معاف کر سکتا ہوں لہذا حدیث بالکل واضح ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے لوگوں کے گناہ یا کفارے معاف فرمادیئے وہ باذن الہی تھے، ان معافیوں کی بہت مثالیں ہیں جو ہم نے اپنی کتاب "سلطنت مصطفیٰ" میں بیان کی ہیں۔

(مرآۃ النجیح، ج ۳، ص ۵۱)

حضرت عامر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ

عنه سے روایت ہے کہ حضرت سعد رضی

اللہ تعالیٰ عنه فرماتے ہیں میں نے رسول

اللہ ﷺ کو جنگ خندق کے دن دیکھا

کہ آپ (اتنے) ہنسے کہ آپ کے سامنے

کے دانت مبارک ظاہر ہو گئے حضرت

عامر رضی اللہ تعالیٰ عنه فرماتے ہیں کہ میں

نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنه سے

پوچھا کہ اس ہنسی کی کیا وجہ تھی؟ انہوں نے

فرمایا ایک آدمی (کافر) کے پاس ڈھال

تھی اور وہ ڈھال کو ادھر ادھر کر کے اپنا چہرہ

چھپاتا تھا (چونکہ) حضرت سعد تیر انداز

تھے (اس لیے) آپ نے ایک تیر نکالا

اور جو نبی اس نے سر اٹھایا اسے دے مارا

(تیر) اس کی پیشانی پر لگا۔ وہ الٹا گیا اور

اس کی ٹانگ اٹھ گئی (اس واقعہ پر) حضور

اکرم ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ

آپ کے سامنے والے دانت مبارک

❖ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ :

قَالَ سَعْدٌ : لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ يَوْمَ

الْخَنْدَقِ حَتَّى بَدَتْ تَوَاجِهُهُ.

قَالَ : قُلْتُ : كَيْفَ كَانَ؟ قَالَ :

كَانَ رَجُلٌ مَعَهُ نُزُسٌ، وَكَانَ

سَعْدٌ رَامِيًا، وَكَانَ يَقُولُ كَذَا

وَكَذَا بِالنُّزُسِ يُغَيِّطُ جَنْبَتَهُ

فَلَزَعَ لَهُ سَعْدٌ بِسَهْمِهِ، فَلَمَّا رَفَعَ

رَأْسَهُ رَمَاهُ فَلَمْ يُعْطِطْ هَذِهِ مِنْهُ

يَعْنِي جَنْبَتَهُ وَانْقَلَبَ الرَّجُلُ

وَسَالَ بِرَجْلِهِ : فَضَحِكَ النَّبِيُّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ

تَوَاجِهُهُ . قَالَ : قُلْتُ : مِنْ أَيِّ

شَيْءٍ ضَحِكَ؟ قَالَ : مِنْ فِعْلِهِ

بِالنُّزُلِ .

نظر آنے لگے ہیں (عامر بن سعد) نے
پوچھا کس بات سے نبی کریم ﷺ ہنسے؟
حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کہ اس
اس بہادرانہ کارنامے سے جو میں نے اس
(کافر) مرد کے ساتھ کیا۔

شرح حدیث: آپ ﷺ کی مسکراہٹ و تبسم اپنے اہل بیت اور صحابہ اکرام
کیلئے ایسی بنیادی شے ہے جسکے دہرے ثمرات مرتب ہوئے یعنی دنیا میں نیکی اور
آخرت میں بے حساب اجر۔

مسلمان سے مسکرا کر ملنا ایسا بہترین صدقہ ہے کہ غریب اور مالدار یکساں طور پر
کر سکتے ہیں۔ ما رأیت أحدا أكثر تبسماً من رسول الله صلى الله عليه وسلم
(سیدنا عبد اللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ
کسی کو مسکراتے اور تبسم فرماتے نہیں دیکھا (الترمذی: 3641)۔ صحیح مسلم میں ہے کہ اللہ
کے رسول ﷺ نے فرمایا: إنکم لن تسعوا الناس بأموالکم فلیسعهم منکم
بسط الوجه وحسن الخلق۔ (تمہارے اموال میں تمام لوگوں کیلئے ہرگز وسعت نہیں
ہوگی پس تمہیں چاہیئے کہ ان کے ساتھ بشارت اور حسن اخلاق سے پیش آؤ)۔

مسکراہٹ زندگی کی علامت ہے۔ مسکراہٹ خوشیاں تخلیق کرتی ہے۔ یہ غم زدہ
لوگوں کی مدد کرتی ہے، یہ مشکل چیزوں کو آسان کر دیتی ہے۔ جب ہم مسکراہٹ کے
ساتھ کسی کی خوشی میں شامل ہوتے ہیں تو خوشی دو بالا ہو جاتی ہے۔ آج دنیا معاشی بحران
میں مبتلا ہے۔ جنگوں کے خطرات سر پر منڈلا رہے ہیں اور پوری دنیا میں صحت کے
مسائل بڑھتے جا رہے ہیں اس لیے ہر کسی کو اپنا ذہنی تناؤ کم کر کے مسکراہٹوں کی
ضرورت ہے۔ مسکراہٹیں صحت کے لیے دوائی سے زیادہ مفید ہیں کیونکہ مسکراہٹ میں

سچائی ہوتی ہے جو کہ ایک طاقتور ناک ہے۔

36- بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ مَزَاجِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خوش طبعی

❖ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ

عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، مجھے نبی کریم

قَالَ لَهُ: يَا ذَا الْأُذُنَيْنِ. قَالَ حضرت محمود بن غیلان (راوی) کہتے فرمایا

مُحَمَّدٌ: قَالَ أَبُو أُسَامَةَ: يَعْني کہ حضرت ابواسامہ (راوی) نے فرمایا

يُمَازِحُهُ.. کہ حضور اکرم ﷺ ان سے خوش طبعی

کہ حضور اکرم ﷺ ان سے خوش طبعی

فرماتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ حضرت انس کے دونوں کان کسی قدر بڑے تھے اس لیے انہیں دوکان

والے فرمایا جیسے خرباق ابن ساریہ کو ذوالیدین فرمایا کرتے تھے یا حضرت انس کی قوت

سماعت بہت قوی تھی یا آپ بہت ذکی و ذہین تھے۔ بہر حال اس فرمان عالی میں حضرت

انس کی تعریف بھی ہے اور خوش طبعی بھی، یہ ہے اس سید الصادقین کی خوش طبعی۔ (مرقت)

(مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۷۱)

❖ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ السَّرِيِّ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ

قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ

عَنْ أَبِي الثَّيَّاجِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ ہم سے اتنا میل جول رکھتے تھے کہ آپ

مَالِكٍ، قَالَ: إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ نے میرے چھوٹے بھائی سے فرمایا اے

صلی اللہ علیہ وسلم، لَيْخَالِظَنَا أَبُو عَمِيرٍ! تیری بلبل کو کیا ہوا؟ (ابو عمیر کے پاس بلبل کا ایک بچہ تھا جو مر گیا نبی کریم ﷺ نے یہ ازراہ خوش طبعی دریافت فرمایا۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں ہے لِيَخَالِظَنَا یعنی ہم سے کلام فرماتے تھے۔ ابو عمیر حضرت انس کے چھوٹے بھائی تھے اخیانی، ان کے باپ کا نام زید ابن سہیل تھا، کنیت ابو طلحہ، ابو عمیر کا نام کبشہ تھا۔ (مرقات)

بعض شارحین نے فرمایا کہ بغیر بلبل کا نام ہے مگر تحقیق یہ ہے کہ کوئی اور چیز یا ہے جس کی چونچ سرخ ہوتی ہے حضور کا یہ فرمان حضرت ابو عمیر کو تسکین دینے یا ان کا دل بہلانے کے لیے تھا۔

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ چیز یا پالنا اسے پنجرے میں رکھنا اس سے بچوں کا کھیلنا جائز ہے بشرطیکہ اس کے دانہ پانی آرام کا خیال رکھے۔ دوسرے یہ کہ حرم مدینہ میں شکار کرنا درست ہے ورنہ چیز یا کا پنجرہ میں رکھنا بھی حرام ہوتا جیسا کہ حرم مکہ کا حال ہے کہ وہاں نہ تو شکار کرنا درست ہے نہ شکار کو پنجرے وغیرہ میں رکھنا درست۔ تیسرے یہ کہ معلوم بات کا پوچھنا کسی اچھے مقصد کے لیے درست ہے۔ حضور کو خبر تھی کہ چیز یا مرگنی پھر بھی پوچھ رہے کہ چیز یا کیا ہوئی۔ چوتھے یہ کہ بچوں سے خوش طبعی کرنا ان کا دل بہلانے کے لیے جائز ہے، پانچویں یہ کہ ہم وزن نام بولنا درست ہے جیسے حضور انور نے فرمایا ابو عمیر، بغیر۔ خیال رہے کہ کبوتر پالنا درست ہے کبوتر بازی حرام ہے۔ (مرآۃ الناجح، ج ۶، ص ۱۴)

❖ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

النُّورِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ
 الْحُسَيْنِ بْنِ شَقِيقٍ، قَالَ: أَنْبَأَنَا
 عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنِ
 إِسْمَاعِيلَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ سَعِيدِ
 الْمَقْبُورِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ:
 قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّكَ
 تُدَاعِبُنَا، قَالَ: إِنِّي لَا أَقُولُ إِلَّا
 حَقًّا.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ یعنی آقا حضور دونوں جہاں کے والی ہیں ہم لوگ نوکر چاکر حضور کے
 خدام ہیں، ہم جیسوں سے حضور انور کا خوش طبعی فرمانا حیرت در حیرت ہے یا مطلب یہ
 ہے کہ وہ حضرت خوش طبعی کو ناجائز سمجھتے تھے تب یہ عرض کیا۔

یعنی وہ دل لگی و مذاق حرام ہے جس میں جھوٹ بولا جاوے یا کسی کو ذلیل کیا
 جاوے ہماری خوش طبعی میں یہ دونوں باتیں نہیں ہوتی لہذا یہ جائز ہے۔ خیال رہے کہ
 ہر وقت دل لگی و مذاق ہیبت دور کر دیتا ہے اس لیے کبھی کبھی شاذ و نادر ہی چاہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۷۱۵)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ،
 قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ،
 عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ،
 أَنَّ رَجُلًا اسْتَحْمَلَ رَسُولَ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي

حضرت انس بن مالک رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے
 رسول اکرم ﷺ سے سواری مانگی۔ آپ
 نے فرمایا میں تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار
 کرتا ہوں، اس نے عرض کیا یا رسول

حَامِلُكَ عَلَى وَلَدٍ ثَاقَةٍ. فَقَالَ: يَا
رَسُولَ اللَّهِ، مَا أَصْنَعُ بِوَلَدِ
الثَّاقَةِ؟ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ: وَهَلْ تَلِدُ الْإِبِلَ إِلَّا
التُّوْقَى؟

اللہ! ﷺ میں اونٹنی کے بچے کو کیوں کروں
گا؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اونٹ
اونٹنی ہی سے تو پیدا ہوتا ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ اصطلاح میں اونٹنی کا بچہ چھوٹے اونٹ کو کہتے ہیں جو سواری کے لائق
نہ ہو۔ یہ ہوئی خوش طبعی وہ صاحب بھی یہ ہی سمجھے کہ حضور انور مجھے چھوٹا سا اونٹنی کا بچہ عطا
فرمائیں گے اس پر انہوں نے وہ عرض و معروض کی جو آگے آرہی ہے۔
یعنی اونٹ بڑا ہو کر بھی اونٹنی کا ہی بچہ رہتا ہے کسی اور جانور کا بچہ نہیں بن
جاتا۔ معلوم ہوا کہ خوش طبعی میں کسی لفظ کے بعید معنی مراد لینا جائز ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۷۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی، جس
کا نام زاہر تھا، نبی کریم ﷺ کی خدمت
میں جنگل کا تحفہ لایا کرتا تھا، جب وہ واپس
جانے لگتا تو نبی کریم ﷺ (بھی) اسے
سامان عطا فرماتے۔ رسول اللہ ﷺ
نے فرمایا زاہر ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اس
کے شہری ہیں، رسول اللہ ﷺ اس سے
بہت محبت کرتے تھے (حلائکہ) وہ

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ،
قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ:
حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ
أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ
أَهْلِ الْبَادِيَةِ كَانَ اسْمُهُ زَاهِرًا،
وَكَانَ يُهْدِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، هَدِيَّةً مِنَ الْبَادِيَةِ،
فَيَجْهَرُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، إِذَا أَرَادَ أَنْ يُخْرِجَ، فَقَالَ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ زَاهِرًا بَادِيَتُنَا وَنَعْنُ حَاضِرُوهُ وَكَانَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجِبُهُ وَكَانَ رَجُلًا دَمِيمًا، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَوْمًا وَهُوَ يَبِيعُ مَتَاعَهُ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ يَشْتَرِي هَذَا الْعَبْدَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِذَا وَاللَّهِ تَجِدُنِي كَالسِّدَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَكِنْ عِنْدَ اللَّهِ لَسْتُ بِكَاسِدٍ أَوْ قَالَ: أَنْتَ عِنْدَ اللَّهِ عَالٍ

(بظاہر) بد صورت تھا۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور وہ (حضرت زاہر) سامان بیچ رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ ان کو پیچھے سے اس طرح بغل گیر ہو گئے کہ وہ آپ کو نہیں دیکھ رہے تھے، انہوں نے کہا کون ہے مجھے چھوڑ دے (اس اثنا میں) مڑ کر دیکھا تو نبی پاک ﷺ تھے، پھر انہوں نے نہایت اہتمام سے اپنی پیٹھ کو نبی کریم ﷺ کے سینہ مبارک سے دبرکت کے لیے) منا شروع کر دیا۔ نبی کریم ﷺ فرمانے لگے، اس غلام کو کون خریدتا ہے؟ حضرت زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ کی قسم آپ مجھے کم قیمت پائیں گے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو اللہ کے نزدیک کم قیمت نہیں، یا یہ فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیش قیمت ہو۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ان خوش نصیب صحابی کے حالات معلوم نہ ہو سکے حتیٰ کہ صاحب مشکوٰۃ نے اپنی کتاب اکمال میں بھی بیان نہیں کیے کیونکہ یہ صحابی کسی حدیث کے راوی نہیں۔

یعنی دیہاتی چیزیں پھل پھلاری، کھیت کی پیداوار وغیرہ حضور انور کے لیے تحفہ ہی لایا کرتے تھے۔ اور جب زاہر مدینہ منورہ سے واپس جانے لگتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہری چیزیں بطور ہدیہ و سوغات ان کو دیتے کہ وہ اپنے بچوں کے لیے گھرے جائیں۔

یعنی زاہر ہماری دیہاتی ضرورتیں پوری کرتے رہتے ہیں اور ہم زاہر کی شہری ضروریات پوری کرتے رہتے ہیں گویا زاہر ہمارا گاؤں ہیں اور ہم زاہر کا شہر یہ اخلاق کریمانہ ہیں کہ اپنے غلاموں نیاز مندوں کو ان القاب سے نوازتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت ہی محبت فرماتے تھے اگرچہ وہ ویسے ہی تھے جیسے حبشی لوگ خصوصاً دیہاتی ہوتے ہیں شکل و لباس دیہات کا سا۔ دیم کے معنی بوت ہیں بد شکل۔ (مرقات) مگر اس کی شکل پر ہزاروں خوبصورت قربان جسے پیا چاہے وہ سہاگن۔

اس طرح کہ حضور انور ان کے پیچھے بیٹھے انہیں پیچھے سے اپنی گود میں لے لیں ان کی بغلوں میں سے ہاتھ ڈال کر اپنا ہاتھ شریف زاہر کی آنکھوں پر رکھ لیں یعنی پہچاننا ہم کون ہیں۔ کاش! میں اس وقت زاہر کے پاس ہوتا تو اس کے قدم سے اپنی آنکھیں ملتا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ واقعہ بیچ بازار میں ہو رہا ہے۔

حضرت زاہر پہچان تو پہلے ہی لگے ہوں گے بھلا حضور کی خوشبو مہک کسی اور میں کہا۔ مقصد یہ ہے کہ جب انہوں نے حضور کو آنکھوں دیکھ لیا بذریعہ کنکھیوں کے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر میں ایسی خوشبو تھی کہ جس گلی سے گزرتے وہاں کے گھروں میں بیٹھے ہوئے لوگ پہچان جاتے تھے کہ حضور گزرے۔ شعر

آمدی از پس بازی چشم پوشیدی مرا
اے نگاہ دست رنگین دست بکشا کیمتی

حضرت زاہر نے یہ موقعہ غنیمت جانا کہ خود حضور انور نے مجھے اپنی گود میں لے لیا ہے اور اپنا سینہ میری پشت سے متصل کر دیا ہے ایسے موقعہ بار بار ہاتھ نہیں آتے اس لیے اپنی پشت کو حضور کے سینہ انور سے خوب مس کیا برکت حاصل کرنے کے لیے۔ معلوم ہوا کہ اپنے خدام سے خوش طبعی کرنا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور برکت کے لیے بزرگوں کا جسم ان کے کپڑے چھونے سنت صحابہ ہے۔

یہ کلام بالکل حق ہے۔ عہد سے مراد ہے: عبد اللہ، خریدنے سے مراد ہے اس کے عوض دوسرا لانا یعنی کون ہے جو اس جیسا اللہ کا بندہ مجھے دکھائے یا اشتراء میں تجرید ہے لہذا بمعنی یاخذ ہے یعنی اس اللہ کے بندے کو کون لیتا ہے مجھے سے۔ (مرقات)

یعنی مجھ میں نہ شکل نہ عقل نہ رنگ نہ ڈھنگ مجھے کون قبول کرے گا ایسوں کو کون لیتا ہے میں آپ کا کیسے ہو سکتا ہوں۔

جو حضور کا ہو جائے وہ بے قیمت کیسے ہو سکتا ہے انکی قیمت سارا جہان نہیں ہو سکتا۔ مدینہ منورہ میں ایک صاحب تھے بازار میں جو نئی چیز دیکھتے حضور انور کی خدمت میں ہدیہ لے آتے تھے جب چیز کا مالک قیمت مانگتا ہے تو اسے بھی حضور کے پاس لے آتے، عرض کرتے حضور فلاں دن جو حضور کے پاس فلاں چیز میں نے حاضر کی تھی اس کی قیمت حضور اسے دے دیں یہ تقاضا کر رہا ہے، حضور تبسم فرما کر فرماتے کہ تم نے تو وہ چیز ہم کو ہدیہ دی تھی، عرض کرتے حضور میری پاس اس کی قیمت کہاں سے آئی حضور قیمت ادا فرماتے مگر ان سے کچھ نہ کہتے۔ (مرقات)

(مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۹۷)

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ مُحَيْمِدٍ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ
قَالَ: حَدَّثَنَا مُضْعَبُ بْنُ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بوڑھی عورت نے
الْبُقْدَامِ ، قَالَ: حَدَّثَنَا بارگاہ رسالت ماب میں حاضر ہو کر عرض کیا

الْمُبَارِكُ بْنُ فَضَالَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: أَتَيْتُ عَجُوزًا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، اذْغُ اللَّهُ أَنْ يُدْخِلَنِي الْجَنَّةَ، فَقَالَ: يَا أُمُّ فُلَانٍ، إِنَّ الْجَنَّةَ لَا تَدْخُلُهَا عَجُوزٌ، قَالَ: قَوْلْتُ تَبَيُّ، فَقَالَ: أَخْبِرُوهَا أَفْهَمَا لَا تَدْخُلُهَا وَهِيَ عَجُوزٌ، إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ: إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً، فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا، عُرُبًا أَتْرَابًا

یا رسول اللہ! منی رضی اللہ عنہ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل فرمائے، آپ نے فرمایا اے فلاں کی ماں! جنت میں کوئی بوڑھی نہیں جائے گی (حضرت حسن بھری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں) وہ عورت روتی ہوئی واپس ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عورت کو بتاؤ کہ وہ بڑھاپے کی حالت میں جنت میں داخل نہ ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بیشک ہم نے عورتوں کو ایک خاص طریقے پر پیدا کیا اور پھر انہیں کنواریاں بنایا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ان بی بی صاحبہ نے حضور انور سے جنت کی دعا کرائی تب یہ فرمایا یہ بی بی صاحبہ غالباً حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب ہیں حضور انور کی پھوپھی حضرت زبیر ابن عوام کی والدہ یہ واقعہ دوبار ہوا ہے: ایک بار حضرت صفیہ سے یہ فرمایا تھا، (مرقات) یعنی بوڑھی عورتیں مؤمنہ صالحہ ہوتی ہیں پھر بھی اگر وہ جنت میں نہ جائیں تو کہاں جائیں گی انہوں نے بہت مایوسی و تعجب سے یہ سوال کیا۔

یعنی جب وہ بوڑھی عورتیں جنت میں جانے لگیں تو بوڑھی نہ رہیں گی بلکہ نوجوان بنادی جاویں گی ہمیشہ کنواریاں رہیں گی لہذا ہم ذات کی نفی کرتے نہیں صفت بڑھاپے کی نفی فرماتے ہیں۔ جنتی عورتوں کی عمر تیس یا تینتیس سال ہوگی یہ ہی عمر ہمیشہ رہے گی۔ بعض مفسرین نے إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ کی ضمیر حوروں کی طرف راجع کی ہے مگر اس

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کی ساری عورتیں خواہ حوریں ہوں یا دنیا کی بیویاں سب کی طرف لوٹ رہی ہے سب کی عمر یہ ہی ہے۔ (مراۃ الناجح، ج ۶، ص ۷۱۸)

37- بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ كَلَامِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

شعر گوئی

❖ عَنْ الْيَقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ
أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قِيلَ
لَهَا: هَلْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَتَمَثَّلُ بِشَيْءٍ مِنَ
الشَّعْرِ، قَالَتْ: كَانَ يَتَمَثَّلُ
بِشَعْرِ ابْنِ زَوَاحَةَ، وَيَتَمَثَّلُ
بِقَوْلِهِ: يَا بُنَيَّ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَمْ
تَزُودْ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
پوچھا گیا کہ کیا نبی کریم ﷺ شعر پڑھا
کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا (ہاں) نبی
کریم ﷺ حضرت ابن رواحہ کے شعر
پڑھتے تھے، اور تیرے پاس وہ شخص
خبریں لائے گا جسے تو نے اجرت نہیں
دی۔

شرح حدیث: اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ
الرحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ، میں ارشاد فرماتے ہیں: اور یہ بھی روایت فرمایا کہ جب
حضرت عائشہ صدیقہ سے کہا گیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں تم
میں سے کسی کے پیٹ کا پیپ سے بھر جانا بنسبت اشعار سے بھر جانے کے بہتر ہے، تو
ام المؤمنین نے یہاں بھی فرمایا اللہ تعالیٰ ابو ہریرہ پر رحم فرمائے کہ انہیں حدیث
کا پہلا حصہ یاد رہا اور آخری حصہ محفوظ نہ رہا (اصل واقعہ یہ تھا) مشرکین رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مذمت کیا کرتے اور آپ کے خلاف بدگوئی سے کام لیتے تھے تو
اس بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ تم میں سے کسی کا پیٹ

پیپ سے بھر جاتا تو اس کے لئے بہتر تھا نسبت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی
 ہجو اور مذمت والے اشعار سے بھرنے کے اھ، اور یہ اس لئے فرمایا کہ ام المومنین نے
 حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خود سنا تھا کہ آپ نے فرمایا بعض اشعار حکمت پر مبنی
 ہوتے ہیں یا حکمت والے ہوتے ہیں، اور یہ بھی سنا تھا کہ آپ ابن رواحہ کے
 اشعار پڑھا کرتے تھے (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو) اور کبھی آپ نے یہ شعر بھی پڑھا
 دیانتیک بالاعخبار من لم تزود یعنی تیرے پاس وہ شخص خبریں لائے گا جس کو تو نے
 توشہ نہ دیا، سب کو امام طحاوی نے روایت کیا ہے، (شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکرمۃ
 باب روایۃ الشرائع ایچ ایم سعید کہنی کراچی ۲ / ۴۰۹، ۴۰۸) (فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۳ ص ۲۳۷ رض
 فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ،
 قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ
 مَهْدِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ
 الثَّوْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ
 عُمَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ،
 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ
 أَضْدَقَ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ،
 كَلِمَةُ لَبِيدٍ (ابن ربیعہ): أَلَا كُلُّ
 شَيْءٍ مَا خَلَا اللَّهَ بَاطِلٌ، وَكَأَدَ
 أُمِّيَّةُ بْنُ أَبِي الصَّلْتِ أَنْ يُسْلِمَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 فرماتے ہیں کہ بے شک کسی شاعر کے منہ
 سے نکلی ہوئے بہت سچی بات لبید بن
 ربیعہ کا یہ شعر ہے کہ سن لو! اللہ تعالیٰ کے سوا
 ہر چیز فانی ہے اور قریب ہے کہ امیہ بن ابو
 الصلت اسلام لے آئے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ یہاں کلمہ سے مراد شعر ہے، لبید ابن ربیعہ عامری عرب کے مشہور شاعر ہیں، یہ اپنی قوم بنی جعفر ابن کلاب کے وفد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، حضور کے بعد کوفہ میں رہے ۴۷ھ اکتالیس ہجری میں وفات پائی ایک سو چالیس یا ایک سو پچھتر سال عمر ہوئی، کوفہ میں ہی مزار ہے، اسلام لا کر کوئی شعر نہ کہا، فرماتے تھے کہ اب مجھے قرآن کریم کی فصاحت کافی ہے یہ وہ خوش نصیب صحابی ہیں جن کے اشعار بارگاہ رسالت میں شرف قبول پا گئے تو خود بھی مقبول ہو گئے رضی اللہ عنہ۔ (مرقات)

یہاں باطل بمعنی فانی ہے اور آیت کریمہ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا مِّنْ بَاطِلٍ بمعنی بیکار ہے یہ کلام قرآن کریم کے خلاف نہیں لبید کے اشعار یہ ہیں۔

الا کل شیء ما خلا الله باطل
وکل نعیم لا محالة زائل
نعیمک فی الدنیا غرور وحسرة
وعیشک فی الدنیا محل و باطل
سوی الجنة الفردوس ان نعیمها
یبلغی وان الموت لا ید نازل

چونکہ لبید نے یہ کلام زمانہ جاہلیت میں کہا تھا پھر قرآن کریم کی آیت کے مطابق ہوا کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ یا فرمان کُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ اس وجہ سے بارگاہ نبوت میں بہت قبول ہوا۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۶۲۲)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى. حضرت جندب بن سفیان بخلی رضی
قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ. اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم
قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ. عَنِ الْأَسْوَدِ. صلوات اللہ علیہ کی انگلی مبارک کو ایک پتھر لگا جس

بْنِ قَيْسٍ، عَنْ جُنْدُبِ بْنِ
 سُفْيَانَ بْنِ الْجَعْفِيِّ، قَالَ: أَصَابَ
 حَجْرٌ أَصْبَعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدَمَيْهِ، فَقَالَ:
 هَلْ أَنتَ إِلَّا أَصْبَعُ دَمِيَّتٍ وَفِي
 سَبِيلِ اللَّهِ مَا لَقِيتَ .

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ آپ جندب ابن عبد اللہ ابن ابوسفیان بجلی صحابی ہیں، زمانہ ابن زبیر
 میں وفات پائی۔

غالباً غزوہ احد تھا اس غزوہ میں آپ کسی نماز کے لیے تشریف لے گئے تب انگلی
 میں چوٹ لگ گئی لہذا یہ حدیث نماز کے جانے کی حدیث کے خلاف نہیں۔
 اے انگلی تو صبر کر صرف تیرا خون ہی نکلا ہے جو معمولی تکلیف ہے جو کچھ تجھے
 تکلیف پہنچی وہ اللہ کی راہ میں ہے۔ بالقیث کا ماموصلہ ہے یہ شعر یا تو حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم کا اپنا ہے جو بلا قصد شعر گوئی آپ کے منہ سے صادر ہو گیا جیسے قرآن مجید کی بعض
 آیات شعر بن جاتی ہیں جیسے إِنَّا أَعْطَيْنَكَ الْكَوْثَرَ يَا جَيْسَ لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا يَا
 یہ شعر عبد اللہ ابن رواحہ کا ہے آپ نے وہ پڑھا لہذا حضور انور کا شعر پڑھنا ثابت ہوا
 مگر لہجہ سے یا گاکر نہیں بقیہ اشعار یہ ہیں۔ شعر

وَمَا بِنَفْسٍ إِلَى لَا تَقْتُلِي تَمُوتُ

هَذِهِ حَيَاضُ الْبُوتِ قَدْ صَبِيتُ

وَمَا تَمِيتُ فَقَدْ لَقِيتُ

إِنْ تَفْعَلْ فَعَلَهُمَا هَدِيتُ

(مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۶۲۳)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (مجھ سے) ایک شخص نے پوچھا اے ابو عمارہ! کیا تم (جنگ حنین) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟ انہوں نے فرمایا نہیں خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ نہیں پھیرا بلکہ جلد باز لوگ بھاگ گئے (کیونکہ وہ قبیلہ ہوازن کے تیروں کی زد میں آ گئے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فخر مبارک پر تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے، میں نبی ہوں، اس (قول) میں کوئی جھوٹ نہیں اور میں حضرت عبدالمطب کا بیٹا (پوتا) ہوں۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، قَالَ: أُنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: قَالَ لَهُ رَجُلٌ: أَفَرَرْتُمْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا عَمْرَةَ؟ فَقَالَ: لَا وَاللَّهِ مَا وَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَكِنْ وَلَّى سَرْعَانَ النَّاسِ، تَلَقَّوهُمْ هَوَازِنَ بِالنَّبْلِ، وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلَى بَغْلَتِهِ، وَأَبُو سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَخِذَ بِلِجَامِهَا، وَرَسُولُ اللَّهِ يَقُولُ: أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ حنین مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ایک وسیع پتھر والا علاقہ ہے، اس فقیر نے اس میدان کی زیارت کی ہے، فتح مکہ کے بعد یہ غزوہ واقع ہوا قبیلہ

ہوازن سے یہ جنگ ہوئی۔

یہ ابوسفیان ابن حارث ابن عبدالمطلب ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور حضور کے اخیانی بھائی کہ حلیمہ دانی بنت ذویب سعدیہ کا دودھ انہوں نے بھی پیا ہے، بڑے شاعر تھے، زمانہ کفر میں حضور انور کے خلاف انہوں نے بہت اشعار لکھے تھے جن کے جواب حضرت حسان نے دیئے تھے، پھر اللہ نے اسلام کی توفیق دی تو بعد اسلام کبھی حضور کے سامنے سر نہ اٹھایا شرم کی وجہ سے، فتح مکہ کے سال مسلمان ہوئے، حضرت علی مرتضیٰ نے ان سے کہا تھا کہ حضور کے سامنے جا کھڑا ہو اور یہ آیت پڑھو تَاَلَلّٰہُ لَقَدْ اِشْرَکَ اللّٰہَ عَلَیْنَا وَ اِنْ کُنَّا لَخٰطِیِیْنَ چنانچہ انہوں نے یہ ہی کہا، حضور انور نے فرمایا: لَا تَقْرُبْ عَلَیْکُمْ الْیَوْمَ۔ ۲۰ھ میں وصال ہوا، عقیل ابن ابی طالب کے گھر میں دفن ہوئے حضرت عمر فاروق نے نماز پڑھائی یہ ابوسفیان وہ نہیں جو امیر معاویہ کے والد ہیں وہ تو ابوسفیان ابن حرب ابن صخر اموی ہیں۔ (مرقات)

غزوہ حنین میں اولاً مسلمانوں کو ہزیمت ہو گئی تھی قبیلہ ہوازن و غطفان نے حضور انور کے خچر کو گھیر کر حضور پر حملہ کرنا چاہا تب آپ خچر سے اترے اور تلوار سونت کر یہ فرمایا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور کے دادا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ مؤمن بھی ہیں بہادر بھی آپ کی اولاد بہادری میں مشہور بھی ہے، حضور انور نے ان کے اولاد ہونے پر فخر فرمایا، یہ فخر کفار کے مقابلہ میں اظہار شجاعت کے لیے تھا لہذا بالکل درست تھا۔ مشرک باپ داداؤں پر فخر جائز نہیں اگر عبدالمطلب کافر مشرک ہوتے تو حضور ان کی اولاد ہونے پر فخر نہ فرماتے، از آدم علیہ السلام تا حضرت عبد اللہ حضور کے تمام آباؤ اجداد کفر اور زنا سے محفوظ رہے۔

یعنی حضور کی شجاعت کے جوہر آج دیکھے گئے کہ ایسے نازک موقعہ پر بجائے بھاگنے کے سواری سے اتر کر پیدل ہو لیے تلوار سونت کر ان ہزاروں کے مقابلہ میں

اکیلے آگئے۔ شعر

وہ موقعہ جب فضاء آسمان بھی تھر تھراتی تھی
محمد تھے کہ ان کے پاؤں میں لغزش نہ آتی تھی

(مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۷۲۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ عمرہ کی قضا کے لیے مکر مکر میں داخل ہوئے تو آپ کے آگے آگے حضرت رواحہ یہ کہتے ہوئے جا رہے تھے۔ اے کفار کی اولاد! نبی کریم ﷺ کے راستے سے ہٹ جاؤ۔ آج ہم قرآن پاک کے حکم کے مطابق تمہیں ایسی مار دیں گے جو سروں کو اپنے مقام سے جدا کر دے گی اور دوست کو دوست سے غافل کر دے گی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے ابن رواحہ کیا رسول اللہ ﷺ کے سامنے اور حرم شریف میں تو شعر پڑھتا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے عمر! اسے کہنے دو، بے شک یہ شعر (کافروں کو) تیروں سے بھی زیادہ تیز لگتے ہیں۔

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ،

قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ:

حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ:

حَدَّثَنَا قَابِثٌ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ

النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دَخَلَ مَكَّةَ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ،

وَأَبْنُ رَوَاحَةَ يَمْشِي (وہی نسخہ:

ہنشد) بَيْنَ يَدَيْهِ، وَهُوَ يَقُولُ:

خَلُّوا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيلِهِ

الْيَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عَلَى تَنْزِيلِهِ

ضَرْبًا يُزِيلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيلِهِ

وَيُنْجِلُ الْخَلِيلَ عَنْ خَلِيلِهِ

فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: يَا أَبْنُ رَوَاحَةَ، بَيْنَ

يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، وَفِي حَرَمِ اللَّهِ تَقُولُ

السُّعْرَ، فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: خَلِّ عَنْهُ يَا عُمَرُ، فَلَهُيْ

أَسْرَعَ فِيهِمْ، مِنْ نَضْحِ النَّبْلِ.

شرح حدیث: اچھا شعر پڑھنا اچھا ہے

اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن فیہ رضویہ، میں ارشاد فرماتے ہیں: روز عمرۃ القضاء جب لشکر ظفر پیکر محبوب اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر اراں جاہ وجلال داخل مکہ ہوا ہے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے آگے رجز کے اشعار سناتے کافروں کے جگہ پر تیر رساتے جارہے تھے امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع کیا کہ اے ابن رواحہ! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے اور اللہ جل جلالہ کے حرم کیسے یہ شعر خوانی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: پڑھنے دو کہ یہ ان پر تیروں سے زیادہ کارگر ہے۔ اور ایک حدیث میں آیا ارشاد فرمایا: اے عمر! ہم سن رہے ہیں تم بھی خاموش رہو۔

(نماوی رضویہ، جلد ۲۳ ص ۶۷۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: عَنْ سَمَاءَ بِنْتِ جَابِرٍ، عَنِ ابْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: جَالَسْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ مَرَّةٍ، وَكَانَ أَصْحَابُهُ يَتَنَاشِدُونَ الشُّعْرَ، وَيَتَذَكَّرُونَ أَشْيَاءَ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ، وَهُوَ سَاكِتٌ وَرُيْمَا تَبَسَّمَ مَعَهُمْ.

حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک مجلس میں سو بار سے بھی زیادہ بیٹھا۔ آپ کے صحابہ کرام (آپ کے سامنے) شعر پڑھتے اور زمانہ جاہلیت کی باتیں (ایک دوسرے سے) بیان کرتے آپ خاموش بیٹھے رہتے اور کبھی کبھی ان کے ساتھ مسکرا دیتے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ نماز فجر کے بعد اشراق تک مصلے پر بیٹھا رہنا سنت ہے۔ دوسرے یہ کہ اس وقت تلاوت قرآن کرنا بہتر نہیں، جن اوقات میں سجدہ حرام ہے ان اوقات میں تلاوت قرآن افضل نہیں کہ اس وقت سجدہ تلاوت نہ کر سکے گا۔ تیسرے یہ کہ نقلی محکف کو مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا جائز ہے یہ حضرات بہ نیت اعتکاف وہاں بیٹھتے تھے۔ چوتھے یہ کہ مسجد میں جائز اشعار پڑھنا جائز بلکہ نعت شریف پڑھنا سنت صحیحہ ہے۔ پانچویں یہ کہ آخرت کی چیزیں کوئی اپنی عقل سے معلوم نہیں کر سکتا یہ صرف نبوت کے نور سے ہی معلوم ہوتی ہیں، دیکھو حضرات صحیحہ کرام اب بعد اسلام اپنے زمانہ جاہلیت کی باتوں پر خود ہنستے تھے کہ ہم اس وقت کیسے ناسمجھ تھے اب حضور کے صدقہ سے سمجھ بوجھ میسر ہوئی۔ چھٹے یہ کہ حضور انور بڑے ہی اخلاق کے مالک تھے کہ اپنے کو اپنے خدام کے ساتھ رکھتے تھے ان کے ہر کام میں شریک ہو جاتے تھے۔ (مراۃ النجیح، ج ۶، ص ۵۸۴)

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا
 عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي عربوں کا بہترین کلام، لبید بن ربیعہ کا یہ
 هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ قول ہے: سن لو! اللہ تعالیٰ کے سوا سب
 وسلم، قَالَ: أَشْعَرُ كَلِمَةٍ کچھ فانی ہے۔
 تَكَلَّمْتُ بِهَا الْعَرَبُ كَلِمَةً لَبِيد: اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللَّهَ بَاطِلٌ۔

شرح حدیث: اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مولانا الشاہ ام احمد رضا خان علیہ

الرحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ، میں ارشاد فرماتے ہیں:

قرآن کریم میں ہے: کل شیء ہالک الا وجہہ۔

ہر چیز فانی ہے سوائے اس کی ذات کے۔ (القرآن المکریم ۲۸/۸۸)
صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابن ماجہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے،
حضور اکرم فرماتے ہیں:

الصدق كلمة الشاعر كلمة لبيد الاكل شيعة ما خلا الله باطل -

(المجامع الصحیح للبخاری کتاب الادب باب ماجوز من الشعر وارجز قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۰۸)

سب میں سچی زیادہ بات جو کسی شاعر نے کہی لبید کی بات ہے کہ سن لو اللہ
عز وجل کے سوا ہر چیز اپنی ذات میں محض بے حقیقت ہے۔

کتب کثیرہ مفصلہ، اصابہ نیز مسند میں ہے سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی:

فاشهد ان الله لا رب غيره

وانك مامون على كل غائب

(المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابہ قصہ اسلام سواد بن قارب دار الفکر بیروت ۳/۶۰۹)

(میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں اور حضور اکرم صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمع غیوب پر امین ہیں) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے انکار نہ فرمایا۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۳ ص ۶۳۵ رضاف ذند نشین، لاہور)

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، حضرت عمر و بن شریدر رضی اللہ تعالیٰ

قَالَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، عنهما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ انہوں نے فرمایا ایک مرتبہ رسول اللہ

الطَّائِفِي، عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ، ﷺ کے پیچھے سوار تھا، میں نے آپ کو

عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كُنْتُ رَدَفَ امیہ بن صلت کے کلام سے ایک سوشعر

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سنائے، جب میں ایک بیت سنالیتا تو نبی

قَالَتْ لَهَا مِائَةٌ قَافِيَةٍ مِنْ قَوْلِ
 أُمِّيَّةَ بْنِ أَبِي الصَّلْتِ الثَّقَفِيِّ
 كُلَّمَا أُنْشِدَتْهُ بَيْتًا، قَالَ لِيَ النَّبِيُّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هِيَ حَتَّى
 أُنْشِدَتْهُ مِائَةٌ يَغْنَى بَيْتًا، فَقَالَ
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ
 كَادَ لَيْسَ لِمُ.

کریم ﷺ فرماتے اور سنا وہاں تک
 کہ میں نے سو شعر سنائے (پھر) نبی کریم
 ﷺ نے فرمایا قریب تھا کہ وہ (امیہ
 بن صلت) ایمان لاتا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ عمرو ابن شریک کی کنیت ابو الولید ہے، تابعی ہیں، ثقفی ہیں، طائف
 کے رہنے والے ان کے والد شریک صحابی ہیں۔

اس طرح کہ ایک گھوڑے اونٹ پر آگے حضور انور سوار تھے حضور کے پیچھے میں
 تھا، حضور کی پشت انور سے میرا سینہ مس کرتا تھا بطور شکر یہ اس نعمت کا ذکر فرماتے ہیں
 تاکہ اپنا قرب بیان کریں اور یہ بات میں نے حضور سے بہت قریب سے سنی ہے مجھے
 اس میں تردد شک نہیں۔

امیہ ابن الصلت قبیلہ بنی ثقیف کا ایک شاعر تھا جس نے اسلام کا شروع زمانہ اور
 حضور کی ابتدائی تبلیغ پائی مگر نہ ایمان لایا نہ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا، اپنے دین
 تبارک الدنیا اور تو حید کی تھا، اس کے اشعار تو حید والے حضور انور نے سنے فرمایا کہ یہ
 ایمان کے قریب تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ اس کے دل میں کفر تھا مگر زبان پر
 ایمان تھا۔ (مرقات)

ہیہ اصل میں ایہ تھا الف ہ سے بدل دیا گیا اس کے معنی ہیں لاؤ یا اور لاؤ، پہلا
 ہیہ بمعنی لاؤ ہے بعد کے ہیہ بمعنی اور بھی لاؤ سناؤ۔

یہ اشعار حمد الہی، دنیا کی بے وفائی، آخرت کے ثواب و عذاب کے تھے حضور انور نے پسند فرمائے اور بہت سے اشعار سنے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اچھے مضمون کے شعر اچھے ہیں جن احادیث میں اشعار کی برائی آئی ہے وہاں برے مضمون کے اشعار مراد ہیں۔ دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شعر جانتے تھے اس کی بھلائی برائی سے واقف تھے، آیت کریمہ ”وَمَا عَلَّمْنَا الشُّعْرَ“ میں یا تو شعر سے مراد ہے جھوٹا کلام یعنی ناول یا علمنا سے مراد ہے ملکہ شعر گوئی یا لہجہ سے شعر پڑھنا کہ حضور انور اس سے پاک تھے۔ تیسرے یہ کہ دوسروں سے شعر پڑھوا کر سننا سنت سے ثابت ہے۔ چوتھے یہ کفار و فساق شاعروں کے اچھے شعر سننا جائز ہیں جب کہ مضمون شعر اچھا ہو۔

یہاں اشعہ میں ہے کہ امیہ ابن صلت اہل کتاب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات سننا رہتا تھا اور کہتا تھا کہ کاش مجھے ان کی زیارت خدمت نصیب ہو جب حضور انور قریش میں نمودار ہوئے تو جل گیا بولا اگر وہ بنی ثقیف سے ہوتے تو میں ایمان لے آتا اسی حسد میں حضور کی خدمت میں حاضر نہ ہوا، خط میں سب سے پہلے باسنت اللہم لکھنے والا یہی شخص تھا اس سے سیکھ کر قریش یہ لکھنے لگے تھے۔

(مراۃ النجیح، ج ۶، ص ۶۲۳)

❖ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ

مُوسَى الْفَزَارِيُّ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ،

وَالْبَغْعِيُّ وَاحِدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا

عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ

هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ

عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ

عنها فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت

حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

لیے مسجد میں منبر بچھاتے جس پر کھڑے

ہو کر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل فخریہ

(کفار سے مدافعت کرتے ہوئے) بیان

صلى الله عليه وسلم يَضَعُ
يَحْتَنَانِ بَيْنَ ثَابِتٍ مِنْبَرًا فِي
الْمَسْجِدِ يَقُومُ عَلَيْهِ قَائِمًا
يُفَاخِرُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله
عليه وسلم أَوْ قَالَ: يُتَاَفَخُ عَنْ
رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه
وسلم وَيَقُولُ صلى الله عليه
وسلم: إِنَّ اللَّهَ يُؤَيِّدُ حَسَنًا
بِرُوحِ الْقُدُسِ مَا يُتَاَفَخُ أَوْ
يُفَاخِرُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله
عليه وسلم.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ حضور کی نعت شریف پڑھنے کے لیے یا مشرکین عرب کی ہجو کرنے
کے لیے۔ سبحان اللہ! کیا تقدیر ہے حضرت حسان کی کہ حضور انور کی مجلس مبارک میں
مسجد نبوی شریف میں آپ کو منبر عطا ہو رہا ہے نعت خوانی نعت گوئی اللہ کی رحمت ہے
شرطیکہ مقبول ہو۔

یعنی حضور کی تشریف آوری اور خود اپنے کو حضور کی اتباع نصیب ہونے پر فخر
کرتے تھے۔ شعر

انسانیت کو فخر ہے تیری ذات سے

بے نور تھا خرد کا ستارہ تیرے بغیر

یا مشرکین سے حضور کا بدلہ لیتے تھے کہ ان کی ہجو کرتے تھے حضور انور کے

فضائل بیان فرماتے تھے، آپ خود سنتے اور لوگوں کو سننے کا حکم دیتے تھے حضرت حسان کو عاقلین دیتے تھے۔

یعنی میں دیکھتا ہوں کہ جب تک جناب حسان ہماری نعت خوانی کفار کی جھوکتے ہیں ان کے سر پر حضرت جبریل علیہ السلام کا ہاتھ ہوتا ہے اس ہاتھ کے اثر سے ان کے دل میں اچھے مضامین پیدا ہوتے ہیں اچھے الفاظ سمجھ میں آتے ہیں اچھی طرح اخلاص کے ساتھ ادا ہوتے ہیں یہ سب کچھ حضرت جبریل کی مدد کا نتیجہ ہے۔ خیال رہے کہ دوست چند نوعیتوں کے ہوتے ہیں: اپنا دوست وہ دوست، اپنے دوست کا دوست وہ دوست، دشمن کا دشمن وہ دوست۔ یوں ہی دشمن چند قسم کے ہیں: اپنا دشمن، اپنے دشمن کا دوست، اپنے دشمن کا دشمن۔ حضرت حسان حضور کے دوست حضور کے دوستوں کے دوست اور حضور کے دشمنوں کے دشمن تھے لہذا آپ تینوں قسم کے دوست تھے اس لیے آپ کا یہ درجہ ہوا، چونکہ حضرت جبریل انبیاء کرام پر وحی لاتے رہے اور وحی روح ہے لہذا آپ کا نام روح ہوا، قدس رب تعالیٰ کا نام شریف ہے تو معنی ہوئے کہ رب تعالیٰ کی روح یعنی اس کی پسندیدہ روح۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۶۲۷)

38- بَابُ مَا جَاءَ فِي كَلَامِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي السَّمَرِ

قصہ گوئی

❖ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ
الْبَزَّازُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ،
قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ الثَّقَفِيُّ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَقِيلٍ، عَنْ مُجَالِدٍ،
عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ
عَائِشَةَ، قَالَتْ: حَدَّثَ رَسُولُ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
فرماتی ہیں کہ ایک رات نبی کریم ﷺ
نے اپنی ازواج مطہرات کو ایک (عجیب)
قصہ سنایا، ان میں سے ایک بی بی نے
عرض کیا گویا یہ خرافہ کا قصہ نبی کریم
ﷺ نے کیا تم خرافہ کے واقعہ سے

واقف، ہوا پھر خود ہی فرمایا) خرافہ قبیلہ
عذرہ کا ایک شخص تھا جس زمانہ جاہلیت میں
جنات نے قید کر لیا، وہ ان میں کافی مدت
ٹھہرا رہا پھر انسانوں میں واپس آیا اور وہ
تمام عجائبات لوگوں کو سنائے جو اس نے
جنوں میں دیکھے، پھر لوگ دہر عجیب بات
کو، کہتے یہ تو خرافہ کی بات ہے۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ذَاتَ
لَيْلَةٍ نِسَاءَهُ حَدِيثًا، فَقَالَتْ
امْرَأَةٌ مِنْهُمْ: كَأَنَّ الْحَدِيثَ
حَدِيثُ خُرَافَةٍ، فَقَالَ: أَتَدْرُونَ
مَا خُرَافَةٌ، إِنَّ خُرَافَةَ كَانَ رَجُلًا
مِنْ عُنْدَةٍ، أَسْرَتْهُ الْجِنُّ فِي
الْجَاهِلِيَّةِ، فَمَكَتْ فِيهِمْ دَهْرًا،
ثُمَّ رَكِبَتْهُ إِلَى الْإِنْسِ، فَكَانَ
يُحَدِّثُ النَّاسَ بِمَا رَأَى فِيهِمْ
مِنَ الْأَعَاجِيبِ، فَقَالَ النَّاسُ:
حَدِيثُ خُرَافَةٍ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا فرماتی ہیں گیارہ عورتوں نے مل بیٹھ کر
آپس میں پختہ معاہدہ کیا کہ وہ اپنے
خاوندوں کے حالات (ایک دوسرے
سے) نہیں چھپائیں گے، حضرت عائشہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا پہلی عورت
نے کہا کہ میرا خاوند دشوار گزار پہاڑی پر
دبے اونٹ کے گوشت کی طرح ہے، نہ تو
پہاڑ اتنا آسان ہے کہ اس پر چڑھا جاسکتے
اور ہی وہ گوشت اتنا موٹا ہے کہ محنت سے

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ:
حَدَّثَنَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ
هَشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَخِيهِ عَبْدِ
اللَّهِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ
عَائِشَةَ، قَالَتْ: جَلَسْتُ إِحْدَى
عَشْرَةَ امْرَأَةً فَتَعَاهَدْنَ
وَتَعَاقَدْنَ أَنْ لَا يَكْتُمْنَ مِنْ
أَخْبَارِ أَرْوَاجِهِنَّ شَيْئًا، فَقَالَتْ
الْأُولَى: زَوْجِي لَحْمٌ جَبَلٌ غَبِثٌ عَلَى
رَأْسِ جَبَلٍ وَغَيْرِ، لَا سَهْلُ

فَيَزْتَلِّي. وَلَا سَمِيْنٌ فَيُنْتَقِلُ
 قَالَتِ الثَّانِيَةُ: زَوْجِي لَا أَهْثُ
 خَبْرُهُ. إِنِّي أَخَافُ أَنْ لَا أَذَرُهُ، إِنْ
 أَذْكُرُهُ أَذْكُرُ عَجْرَهُ، وَبُحْرَهُ قَالَتِ
 الثَّالِثَةُ: زَوْجِي الْعَشْتَقُ، إِنْ
 أَنْطِقُ أَطْلُقُ، وَإِنْ أَسْكُتُ أَعْلَقُ
 قَالَتِ الرَّابِعَةُ: زَوْجِي كَلْبِلِ
 يَهَامَةً، لَا حَرْ، وَلَا قَرْ، وَلَا مَخَافَةَ
 . وَلَا سَامَةَ قَالَتِ الْخَامِسَةُ :
 زَوْجِي إِنْ دَخَلَ فَيْهَدَ، وَإِنْ خَرَجَ
 أَيْسَدَ، وَلَا يَسْأَلُ عَمَّا عَهْدَ قَالَتِ
 السَّادِسَةُ: زَوْجِي إِنْ أَكَلَ لَفَّ،
 وَإِنْ شَرِبَ اشْتَفَّ، وَإِنْ اضْطَجَعَ
 التَّفَّ، وَلَا يُوجِ الْكَفَّ، لِيَتَعَلَّمَ
 الْبَيْتَ قَالَتِ السَّابِعَةُ: زَوْجِي
 عَيَّيَاءُ، أَوْ غَيَّيَاءُ طَبَاقَاءُ، كُلُّ
 دَاءٍ لَهُ دَاءٌ، شَجَّكَ، أَوْ فَلَّكَ، أَوْ بَجَعَ
 كُلًّا لَكَ قَالَتِ الثَّامِنَةُ: زَوْجِي
 الْمُسُّ، مَسَّ أَرْنَبٍ وَالرَّيْحُ، رَيْحُ
 زَرْنَبٍ قَالَتِ الثَّاسِعَةُ: زَوْجِي
 رَفِيعُ الْعِمَادِ، طَوِيلُ التَّجَادِ

لایا جائے (یعنی میرا خاوند ناکارہ ہے)
 دوسری عورت نے کہا میرا خاوند (ایسا
 ہے) کہ میں اس کا حال ظاہر نہیں کر سکتی
 مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں اسے چھوڑ دی نہ
 دوں۔ اگر میں اس کا حال بیان کروں تو
 تمام عیوب بیان کروں گی (یعنی میرے
 خاوند کے حالات ناقابل بیان ہیں)
 تیسری عورت نے کہا کہ میرا خاوند (بے
 ٹکا) لمبا ہے، اگر اس میں کچھ کہوں تو
 (مجھے طلاق دے دی جاتی ہے اور اگر
 خاموش رہوں تو لٹکائی جاتی ہوں یعنی کسی
 طرح کی نہیں رہتی) چوتھی عورت نے کہا
 میرا خاوند مکہ مکرمہ کی رات کی طرح ہے نہ
 گرم نہ سرد نہ خوف اور نہ رنج (یعنی میرا
 خاوند معتدل مزاج ہے۔) پانچویں عورت
 نے کہا میرا خاوند گھڑ آئے تو چیتا باہر جائے
 تو شیر ہے، وہ گھریلو معاملات کی تحقیق
 نہیں کرتا۔ چھٹی عورت نے کہا میرا خاوند
 جب کھانا کھاتا تو سب کچھ سمیٹ لیتا ہے،
 پانی پیے تو سب چڑھا لیتا ہے، جب لینا
 ہے تو کپڑا خوب لپیٹ لیتا ہے اور میرے

عَظِيمُ الرَّمَادِ قَرِيبُ الْبَيْتِ
 مِنَ النَّادِ قَالَتِ الْعَاشِرَةُ: زَوْجِي
 مَا لِكَ، وَمَا مَا لِكَ مَا لِكَ خَيْرٌ مِنْ
 ذَلِكَ، لَهُ إِبِلٌ كَثِيرَاتُ الْمَبَارِكِ،
 قَلِيلَاتُ الْمَسَارِجِ، إِذَا سَمِعْنَ
 صَوْتَ الْمِزْهَرِ، أَتَقَنَّ أَتَهْنُ
 هَوَالِكَ قَالَتِ الْحَادِيَّةُ عَشْرَةَ:
 زَوْجِي أَبُو زَرْجٍ وَمَا أَبُو زَرْجٍ
 أَكَلَسَ مِنْ حُلِيِّ أَذْنَيْ، وَمَلَأَ مِنْ
 شَحْمِ عَصْدَتِي، وَتَجَعَلِي، فَبَجَحَتْ
 إِلَيَّ تَفْسِي، وَجَدَنِي فِي أَهْلِ
 غُنَيْمَةِ بِشَقِي تَجَعَلِي فِي أَهْلِ
 صَهِيلٍ، وَأَطِيطُ وَدَائِسٍ وَمُنْتَقِي،
 فَعِنْدَهُ أَقُولُ، فَلَا أَقْبَحُ، وَأَرْقُدُ،
 فَأَتَصَبَّحُ، وَأَشْرَبُ، فَأَتَقَنَّبُ، أُمُّ
 أَبِي زَرْجٍ فَمَا أُمُّ أَبِي زَرْجٍ،
 عَكُومَهَا رَدَاخٌ، وَبَيْنُهَا فَسَاخٌ،
 ابْنُ أَبِي زَرْجٍ، فَمَا ابْنُ أَبِي زَرْجٍ،
 مَضْجَعُهُ كَمَسَلٍ شَطْبَةٍ،
 وَتَشْبَعُهُ خِرَاغُ الْجَفْرِ، يَنْتُ أَبِي
 زَرْجٍ، فَمَا يَنْتُ أَبِي زَرْجٍ، طَلُوعُ

کپڑے میں ہاتھ ڈال کر (میرے) رنج
 و راحت کو معلوم نہیں کرتا (یعنی لا پرواہ
 ہے) ساتویں عورت نے کہا میرا خاوند
 ست ہے (یا اس عورت نے کہا) ناکارہ
 بیوقوف ہے، وہ ہر بیماری میں مبتلا ہے،
 تجھے زخمی کر دے یا تیری ہڈی توڑ دے یا
 تیرے لیے دونوں جمع کر دے (یعنی وہ
 بیوقوف اور ناکارہ شخص ہے) آٹھویں
 عورت نے کہا میرے خاوند کو ہاتھ لگانا
 خرگوش کو ہاتھ لگانے کے برابر ہے
 (نہایت ملائم بدن والا ہے) اور وہ
 زعفران کی طرح خوشبودار ہے، نویں
 عورت نے کہا میرا خاوند اونچے ستونوں
 والا (عالی نسب) بہت بڑی راکھ والا
 (سخی) لمبے پر تلے والا (دراز قد) اور اس
 کا گھر مشورہ گاہ کے قریب ہے (یعنی معتبر
 آدمی ہے) دسویں عورت نے کہا میرے
 خاوند کا نام مالک ہے اور کیسا مالک؟ وہ
 مالک اس (نویں عورت کے خاوند) سے
 بہتر ہے، وہ اونٹوں اکثر باڑے میں رہتے
 ہیں اور بہت کم چراگاہ میں جاتے ہیں۔

أَبِيهَا وَظَوَّعُ أُمِّهَا، وَلَمْ يُكْسَايَهَا،
وَعَظِظَ جَارِيَتُهَا، جَارِيَةُ أَبِي زُرَّعٍ،
فَمَا جَارِيَةُ أَبِي زُرَّعٍ، لَا تُبْثُّ
حَدِيثَنَا تَبْثِيثًا، وَلَا تُنْقِثُ
مِيزَتَنَا تَنْهِيثًا، وَلَا تَمْلَأُ بَيْنَتَنَا
تَعْشِيثًا، قَالَتْ: خَرَجَ أَبُو زُرَّعٍ،
وَالْأَوْطَابُ مُنْخَضٌ، فَلَقِيَ امْرَأَةً
مَعَهَا وَلَدَانِ لَهَا، كَالْفَهْدَيْنِ،
يَلْعَبَانِ مِنْ تَحْتِ خَصْرِهَا
يُؤْمَانَتَيْنِ، فَظَلَّقْنِي وَنَكَحَهَا،
فَنَكَحْتُ بَعْدَهُ رَجُلًا سَرِيًّا، زَكِيًّا
سَرِيًّا، وَأَخَذَ حَظِيًّا، وَأَرَاخَ عَلَيَّ
نَعْمًا ثَرِيًّا، وَأَعْطَانِي مِنْ كُلِّ
رَائِحَةٍ رَوْحًا، وَقَالَ: كُلِّي أُمَّ
زُرَّعٍ، وَمِيرَى أَهْلِكَ، فَلَوْ يَجْمَعُ
كُلُّ شَيْءٍ أَعْطَانِيهِ، مَا بَلَغَ أَصْغَرُ
أَيَّتِهِ أَبِي زُرَّعٍ قَالَتْ عَائِشَةُ:
فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُنْتُ لَكَ كَأَبِي
زُرَّعٍ لِأُمِّ زُرَّعٍ.

جب وہ (اونٹ) گانے بجانے کی آواز
سنتے ہیں (مہمانوں کے استقبال سے کنایہ
ہے۔) تو اپنے ذبح ہونے کا یقین کر لیتے
ہیں (یعنی یہ شخص امیر بھی ہے اور مہمان
نواز بھی) گیارہویں عورت نے کہا کہ میرا
خاوند ابو زرع ہے اور ابو زرع کیسا ہے؟
اس نے زیوازت سے میرے کان ہلا
دیے اور چربی سے میرے بازو بھر دیے
(خوب کھلایا پلایا) اس نے مجھے خوش
ہوئی، اس نے مجھے تھوڑی سی بکریوں
والوں (غریب خاندان) میں پایا تو مجھ
امیروں میں لے آیا جہاں اونٹوں اور
گھوڑوں کی آوازیں آتی ہیں اور گانے
والے نیل اور بھوسہ جدا کرنے والے آدمی
ہیں (یعنی مالدار سسرال) میں بات کرتی
ہوں تو برا نہیں منایا جاتا، جب میں سوتی
ہوں تو صبح تک سوتی رہتی ہوں اور بیتی
ہوں تو سیراب ہو کر بیتی ہوں، ابو زرع کی
ماں بھی کیسی (باکمال) عورت ہے، اس
کے برتن بڑے بڑے ہیں اور اس کا گھر
کشادہ ہے۔ ابو زرع کے بیٹے کی شان بھی

عجیب ہے، اس کا پہلو کھجور کی بے پھل ٹہنی
 کی طرح ہے اور اسے بکری کے بچے کا
 صرف ایک بازو سیر کر دیتا ہے۔ ابو زرع
 کی بیٹی بھی کیا ہی (لاائق تعریف) ہے،
 ماں باپ کی فرمانبردار اور چادر کو بھرنے
 والی ہے (موٹی تازی) اور اپنی ہمسایہ
 عورت (سوکن) کو جلانے والی ہے۔
 ابو زرع کی لونڈی بھی کیا ہی (قابل
 ستائش) ہے نہ ہمارے راز ظاہر کرتی ہے
 نہ ہمارا غلہ چوری کرتی ہے اور نہ ہم
 ہمارے گھر کو کوڑے کرکٹ سے بھرتی
 ہے، ام زرع نے کہا کہ ابو زرع گھر سے
 نکلا، اس وقت دودھ کی مشکیں بلوئی جا رہی
 تھیں (یعنی دودھ سے مکھن نکالا جا رہا تھا)
 اس نے ایک عورت سے ملاقات کی جس
 کے ساتھ (اس کے) چیتے کی طرح دو بچے
 اس کے پہلو میں دو اناروں سے کھیل رہے
 تھے۔ (اس کے بعد) ابو زرع نے مجھے
 طلاق دے دی اور (پھر) میں نے بھی
 ایک ایسے سردار سے شادی کر لی جو
 گھوڑے پر سوار ہوتا، ہاتھ میں خطی نیزہ

ہوتا (مقام خطا، جو بحرین کی بندرگاہ کے پاس ہے کانیزہ خطی کہلاتا ہے۔) اور سہ پہر چوپائے لے آتا، اس نے مجھے ان چوپایوں میں سے ایک جوڑا دیا اور کہا اے ام زرع! تو خود بھی کھا اور اپنے اقارب کو بھی غلہ دے (اس کے باوجود) اگر میں اس کے دیے ہوئے تمام عطیات جمع کروں تو بھی ابو زرع کے چھوٹے سے چھوٹے برتن کے برابر نہ ہوں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! میں تیرے لیے ایسا ہوں جیسا ابو زرع، ام زرع کے لیے تھا (یعنی نہایت شفیق اور مہربان)۔

شرح حدیث: گھر والوں کی دل جوئی

کبھی کبھی اپنے گھر والوں کا دل بہلانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہانی سنایا بھی کرتے تھے اور کہانی سنا بھی کرتے جیسا کہ ام زرع کا واقعہ۔ ایک دفعہ دوران گفتگو خرافہ کا نام آیا۔ پوچھا خرافہ کو جانتی ہو کون تھا؟ قبیلہ عذرہ کا ایک آدمی تھا۔ اس کو جن اٹھا کر لے گئے۔ وہاں اس نے جو بڑے بڑے عجائبات دیکھے تھے واپس آکر ان کو لوگوں سے بیان کرتا تھا۔ اس بناء پر جب کوئی عجیب بات اب لوگ سنتے ہیں تو کہتے ہیں یہ تو خرافہ کی بات ہے۔

دل خوش کرنے کی فضیلت

مسلمان کا دل خوش کرنا بھی بہت بڑے ثواب کا کام ہے چنانچہ شہنشاہ خوش خصال، ہیکرِ حسن و جمال، دافعِ رنج و ملال، صاحبِ مجود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال، محبوبِ ذوالجلال عَزَّ وَجَلَّ و صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: جو شخص کسی مؤمن کے دل میں خوشی داخل کرتا ہے اللہ عَزَّ وَجَلَّ اُس خوشی سے ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی عبادت اور توحید بیان کرتا ہے۔ جب وہ بندہ اپنی قبر میں چلا جاتا ہے تو وہ فرشتہ اس کے پاس آکر پوچھتا ہے: کیا تو مجھے نہیں پہچانتا؟ وہ کہتا ہے کہ تو کون ہے؟ تو وہ فرشتہ کہتا ہے کہ میں وہ خوشی کی شکل ہوں جسے تو نے فلاں مسلمان کے دل میں داخل کیا تھا، اب میں تیری وحشت میں تیرا منس ہوں گا اور سوالات کے جوابات میں ثابت قدم رکھوں گا اور روزِ قیامت میں تیرے پاس آؤں گا اور تیرے لئے تیرے رب عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں سفارش کروں گا اور تجھے جنت میں تیرا ٹھکانا دکھاؤں گا۔ (اتر غیب و اتر غیب ج ۳ ص ۲۶۶ حدیث ۲۳)

پیارے بھائیو! ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اپنے گھر والوں کا دل خوش کرتے رہیں۔

39- بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ نَوْمِ

رَسُولِ اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم

آرام فرمانا

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى. حضرت براء بن عازب رضی اللہ
قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَعْدِي. تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم
مَعْدِي. قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ. ﷺ اپنے بستر مبارک پر تشریف
عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ لُجَيْدٍ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، أَنَّ
لُجَيْدٍ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، أَنَّ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم
ﷺ اپنے بستر مبارک پر تشریف
لیجاتے تو دائیں ہتھیلی کو دائیں رخسار
مبارک کے نیچے رکھتے اور (بارگاہ الہی

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنَى تَحْتَ خَدِّهِ الْأَيْمَنِ، وَقَالَ: رَبِّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ.

(میں) عرض کرتے اے رب! مجھے (اس دن کے) عذاب سے بچا جس دن تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا۔

شرح حدیث: ذکر الہی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر وقت ہر گھڑی ہر لحظہ ذکر الہی میں مصروف رہتے تھے۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، تحت الباب محل یجتمع المؤمنون... الخ، ج ۱، ص ۲۲۹)

اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، کھاتے پیتے، سوتے جاگتے، وضو کرتے، نئے کپڑے پہنتے، سوار ہوتے، سواری سے اترتے، سفر میں جاتے، سفر سے واپس ہوتے، بیت الخلاء میں داخل ہوتے اور نکلتے، مسجد میں آتے جاتے، جنگ کے وقت، آندھی، بارش، بجلی کڑکتے وقت، ہر وقت ہر حال میں دعائیں ورد زبان رہتی تھیں۔ خوشی اور غمی کے اوقات میں، صبح صادق طلوع ہونے کے وقت، غروب آفتاب کے وقت، مرغ کی آواز سن کر، گدھے کی آواز سن کر، غرض کون سا ایسا موقع تھا کہ آپ کوئی دعا نہ پڑھتے دن ہی میں نہیں بلکہ رات کے سناٹوں میں بھی برابر دعا خوانی اور ذکر الہی میں مشغول رہتے یہاں تک کہ بوقت وفات بھی جو فقرہ بار بار ورد زبان رہا وہ **اللّٰهُمَّ فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى** دعا تھی۔ (صحاح ستہ و صحن حصین وغیرہ کتب احادیث)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْثَدَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَنْ نَامَ عَلَى بَطْنِهِ لَمْ يَمُتْ حَتَّى يَمُوتَ عَلَى بَطْنِهِ.

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر مبارک پر تشریف لے جاتے تو دعا

بْنِ عُمَيْرٍ ، عَنْ رَبِيعِ بْنِ جَرَّاشٍ ، عَنْ حَذِيفَةَ ، قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ ، قَالَ : اللَّهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَأَحْيَا ، وَإِذَا اسْتَيْقَظَ ، قَالَ : الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ .

مانگتے کہ اے اللہ! مجھے تیرے ہی نام سے موت آئے گی اور تیرے ہی نام سے زندہ ہوں اور جب بیدار ہوتے تو فرماتے تمام تعریفیں اللہ کو سزاوار ہیں جس نے ہمیں مرنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف جانا ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ کا بستر شریف قبر کے رُخ بچھایا جاتا ہے کہ قبلہ کے داہنے سر مبارک ہوتا اور قبلہ کے بائیں پاؤں شریف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سیدھی کر دھ پر لیٹتے، داہنا ہاتھ داہنے رخسارہ کے نیچے رکھتے تھے۔ قبر میں میت کی ہیئت بھی یہی ہوتی ہے، چونکہ نیند موت کا نمونہ ہے اسی لیے حضور علیہ السلام کا بستر قبر کے نمونہ کا ہوتا تھا تاکہ لیٹنے کے وقت موت یاد آئے کہ کبھی قبر میں بھی لیٹنا ہے۔

یہاں موت و زندگی سے مراد سونا جاگنا ہے، رب تعالیٰ کا نام شریف ممیت بھی ہے اور محی بھی یعنی ممیت کے نام پر مردوں کا اور محی کے نام پر جیوں کا یعنی بیدار ہوں گا کہ میرے یہ دو حال تیرے ان دو ناموں کا مظہر ہیں۔ (مرقات)

یعنی یہ جاگنا یہ کل قیامت میں اٹھنے کی دلیل ہے۔ نشور نشر سے بنا بمعنی متفرق ہونا، پھیل جانا، اسی سے انتشار اور منتشر بنا، جاگنے کو نشور اسی لیے کہتے ہیں کہ بندے جاگ کر طلب رزق وغیرہ کے لیے پھیل جاتے ہیں اور بکھر جاتے ہیں۔ خیال رہے کہ عربی میں نیند، سکون، بے عقلی، جہالت، بھیک مانگے، گناہ، بڑھاپے، ناگوار حالت جیسے ذلت، فقر وغیرہ کو موت کہہ دیتے ہیں اور ان کے مقابل کو حیات یعنی زندگی، یہاں

موت بمعنی نیند ہے اور احیاء بمعنی بیداری، رب تعالیٰ فرماتا ہے: **أَوْ مَن كَانَ مَيِّتًا فَأَحْيَيْنَاهُ** اور فرماتا ہے: **إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ النَّوْطِیَّ** ان دونوں آیتوں میں موت سے مراد جہالت ہے اور میت سے مراد جاہل و کافر۔ (مرقات ولغات) (مراۃ الناجح، ج ۳، ص ۲)

❖ عَنْ عُرْوَةَ . عَنْ عَائِشَةَ .
قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ
كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ فَتَفَقَّ
فِيهِمَا، وَقَرَأَ فِيهِمَا: قُلْ هُوَ اللَّهُ
أَحَدٌ وَ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَ
قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ
مَسَحَ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ
جَسَدِهِ . يَبْدَأُ بِهِمَا رَأْسَهُ وَوَجْهَهُ
وَمَا أَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهِ . يَضْغُ
ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ .

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ کا معمول
تھا کہ جب رات کو بستر مبارک پر تشریف
لے جاتے تو دونوں ہاتھوں کو (دعا کے
انداز میں) جمع فرما کر ان میں پھونک
مارتے اور سورۃ اخلاص، سورہ قلقل، اور
سورہ الناس پڑھتے پھر دونوں ہاتھوں کو
جہاں تک ممکن ہوتا جسم پر پھیرتے اور
ابتدا سر انور، چہرہ مبارک اور جسم کے سامنے
والے حصے سے کرتے اور تین مرتبہ ایسا
کرتے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ ہر رات کے فرمانے سے معلوم ہوا کہ یہ عمل دن کے قیلولہ میں نہ
کرتے تھے، صرف رات کو سوتے وقت کرتے تھے، بستر سے مراد خوابگاہ ہے لہذا اگر
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں جنگل میں بھی رات کو سوتے تو یہ عمل کر کے سوتے۔
نفخ اور نفث دونوں کے معنی ہیں پھونکنا مگر نفخ میں محض سانس نکالنا ہوتا ہے اور
نفث میں سانس کے ساتھ کچھ لعاب دہن بھی شامل ہوتا ہے۔

یہاں فقراء کی ف ایسی ہے جیسے رب تعالیٰ کا فرمان: **فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ**

فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ يٰ جِيسَ إِذَا قُتِبْتُمْ إِلَى الْقِتْلَةِ فَاعْسِلُوا وُجُوهَكُمْ يَعْنِي جب بستر پر لیٹتے اور دم کرنا چاہتے تو یہ سورتیں پڑھتے۔ یہ مطلب نہیں کہ دم تو پہلے کر لیتے اور سورتیں بعد میں پڑھتے لہذا ہمارا ترجمہ درست ہے ف کے خلاف نہیں بعض نسخوں میں ونفث واد سے ہے تب تو بالکل واضح ہے۔

تاکہ قرآن کی برکت کے ساتھ اپنے سانس اور ہاتھ شریف کی برکتیں بھی شامل ہو جائیں، اس سے بزرگوں کا دم درود یا مرض کی جگہ ہاتھ رکھ کر یا ہاتھ پھیر کر دم کرنا ثابت ہوا۔

ہم کو بھی اس پر عمل کرنا چاہیے اس سے آفات سے حفاظت رہتی ہے۔

(مراۃ النجیح، ج ۳، ص ۳۵۷)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ،
قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ
مَهْدِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ،
عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ
كَرْبِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، كَانَهُ حَتَّى تَفْخَ، وَكَانَ إِذَا
كَانَهُ تَفْخَ، فَأَتَاهُ بِلَالٌ فَأَذَنَهُ
بِالصَّلَاةِ، فَقَامَ وَصَلَّى وَلَمْ
يَتَوَضَّأْ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنه فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ آرام
فرما ہوئے اور آپ معمولی خراٹے لیے اور
(آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ) جب بھی
آرام فرماتے معمولی خراٹے لیتے حضرت
بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہو کر آپ
کو نماز کی خبر دی۔ آپ کھڑے ہوئے اور
نماز ادا فرمائی (حالانکہ) آپ نے وضو
نہیں فرمایا۔ اس حدیث میں قصہ اور بھی
ہے۔ (میں سے بیداری کے بعد وضو نہ کرنا

نبی کریم ﷺ کے خصائص میں سے
ہے۔ مترجم)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ خرائے کسی عارضہ یا بیماری کی وجہ سے نہ تھے بلکہ عادت کر یہ تھی خرائے نیند کامل ہونے کی علامت ہیں۔ خیال رہے کہ یہ خرائے ایسے سخت نہ تھے کہ دوسروں کو تکلیف ہو بلکہ بہت ہلکے تھے اسی لیے لفظ فرمایا یعنی پھونکن یا سانس بلند کیا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند وضو نہیں توڑتی۔ وجہ ظاہر ہے کہ نیند وضو توڑتی ہے غفلت کی وجہ سے کہ خبر نہیں رہتی ہوا خارج ہوئی یا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند غفلت پیدا ہی نہیں کرتی پھر وضو توڑنے کا سوال ہی نہیں، یہ وضو نہ توڑنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے جیسے شہید کی موت غسل نہیں توڑتی یہ شہید کی خصوصیت ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۲۲۱)

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ. حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بستر مبارک پر تشریف لے جاتے تو فرماتے تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا، پانی پلایا ہمیں کافی ہے اور جس نے ٹھکانا دیا کیونکہ (دنیا میں) ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں نہ تو کوئی کفایت کرنے والا ہے اور نہ جگہ دینے والا۔

قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ. قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ، قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَآوَانَا، فَكَمْ عَمَّنْ لَا كَافِيَ لَهُ وَلَا مُؤْوِي.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ کفایت سے مراد موذی جانوروں، آفتوں، بلاؤں سے محفوظ رکھنا، بچانا، حاجات پوری فرمانا۔ پناہ دینے سے مراد ہے رہنے کے لیے گھر دینا، مردی

گرمی سے بچنے کو بستر وغیرہ عطا فرمانا۔

چنانچہ کفار کو رب تعالیٰ نے نفس، شیطان کے ہاتھوں میں چھوڑ دیا، اب وہ ہر طرح ان کے بس میں ہیں، اسی طرح بعض وہ مساکین ہیں جن کے پاس نہ در ہے نہ بستر، ایمان نفس و شیطان سے امان ہے، مکان و بستر مصیبتوں سے امان ہے، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو دونوں امان عطا فرمائیں۔ (مرآۃ الناجح، ج ۴، ص ۵)

❖ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
الْمُرَّزِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَبَاحٍ،
عَنْ أَبِي قَتَادَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا عَرَّسَ
بَلْبِيلٍ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ،
وَإِذَا عَرَّسَ قُبَيْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ
فِرَاعَهُ، وَوَضَعَ رَأْسَهُ عَلَى كَفِّهِ.
حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب
(سفر پڑاؤ کرتے وقت) رات کو اترتے تو
دائیں پہلو پر لیٹ جاتے اور جب صبح سے
(کچھ وقت) پہلے اترتے تو (دائیں)
کلائی کھڑی کر کے سر مبارک ہتھیلی مبارک
پر رکھ لیتے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کی حالت میں کسی جگہ اول رات
یا آدمی رات میں اترتے آرام فرماتے تو سونے کی نیت سے لیٹتے تھے داہنی کروٹ پر
داہنی ہتھیلی پر داہنا رخسارہ رکھ کر لیٹتے تھے لیٹنے میں سنت طریقہ یہ ہی ہے۔

یعنی اگر آخری شب میں جب صبح صادق ہونے والی ہوتی آپ آرام کے لیے
اترتے تو اس طریقہ سے لیٹتے تاکہ نیند نہ آ جاوے۔ خیال رہے کہ عرب میں اکثر شب
میں سفر کرتے ہیں دن میں کسی منزل پر آرام کے لیے ٹھہر جاتے ہیں۔

40- بَابُ مَا جَاءَ فِي عِبَادَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

عبادت

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ
وَبِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو
عَوَانَةَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ، عَنِ
الْمُعِيزَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: صَلَّى
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، حَتَّى انْتَفَعَتْ قَدَمَاهُ،
فَقِيلَ لَهُ: أَتَتَكَلَّفُ هَذَا، وَقَدْ
غَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ
وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ: أَفَلَا أَكُونُ
عَبْدًا شَكُورًا.

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ
عنه فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز
(تہجد) پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ
کے مبارک قدموں میں ورم آگئے، عرض
کیا گیا کہ آپ اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے
ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب آپ
سے پہلوں اور پچھلوں کے گناہ بخش دیے
ہیں، فرمایا کیا (پھر) میں اللہ کا شکر ادا نہ
کروں؟

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ دراز قیام کے باعث یعنی تہجد میں اتنا دراز قیام فرمایا کہ کھڑے
کھڑے قدم پر ورم آ گیا یہ حدیث شبینہ پڑھنے والوں اور ان صوفیاء کی دلیل ہے جو
تمام رات نماز پڑھتے ہیں جیسے حضور غوث پاک اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم
اجمعین ان بزرگوں پر اعتراض نہ کرو۔

یعنی یا حبیب اللہ اتنا لمبا قیام ہم لوگ کریں تو مناسب ہے کہ ہم گنہگار ہیں اللہ
تعالیٰ اس کی برکت سے ہمارے گناہ بخش دے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے تو
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے پھر اتنی مشقت کیوں
اٹھاتے ہیں۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے گناہ بخشنے کی بہت

توجہیں عرض کی جا چکی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے جو ابھی عرض کی گئی۔

یعنی میری یہ نماز مغفرت کے لیے نہیں بلکہ مغفرت کے شکریہ کے لیے ہے۔ خیال رہے کہ ہم لوگ عبد ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم عبدہ ہیں، ہم لوگ شاکر ہو سکتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم شکور ہیں یعنی ہر طرح ہر وقت ہر قسم کا اعلیٰ شکر کرنے والے مقبول بندے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ جنت کی لالچ میں عبادت کرنے والے تاجر ہیں، دوزخ کے خوف سے عبادت کرنے والے عبد ہیں مگر شکر کی عبادت کرنے والے احرار ہیں۔ (ریح الاروار و مرقاۃ) (مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۴۳۹)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
بْنُ حُرَيْثٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز
بْنُ مُوسَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، پڑھتے رہتے یہاں تک کہ آپ کے پاؤں
عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، مبارک سو جاتے۔ آپ سے عرض کیا
قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلِيهِ وَسَلَّمَ، يُصَلِّي حَتَّى تَرَوْمَ
قَدَمَاهُ، قَالَ: فَقِيلَ لَهُ: أَتَفْعَلُ کیوں کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ
هَذَا وَقَدْ جَاءَكَ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ کے سبب پہلو اور پچھلوں کے گنہ بخش
غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ دیئے۔ آپ نے فرمایا (تو کیا پھر) میں
وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ: أَفَلَا أَكُونُ اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔
عَبْدًا شَكُورًا۔

شرح حدیث: کیا ہم شکر گزار بندے ہیں؟

جب نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مجاہدات، کثرتِ گریہ اور خوف و تضرع کے بارے میں پوچھا جاتا:

یا رسول اللہ عز وجل وصَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایسا کر رہے ہیں؟ حالانکہ اللہ عز وجل نے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سبب آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرما دیئے ہیں؟ تو آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے: کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

(صحیح البخاری، کتاب التمجید، باب قیام النبی اللیل، المحدث: ۱۱۳۰، ص ۸۸)

کتنے تعجب کی بات ہے کہ بعض لوگ اللہ عز وجل کے اس فرمانِ عالیشان:

وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ (پ ۱۶، ط: ۸۲)

ترجمہ کنز الایمان: اور بیشک میں بہت بخشنے والا ہوں اسے جس نے توبہ کی

اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا پھر ہدایت پر رہا۔

سے یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں بہت بڑی امید دلائی گئی ہے حالانکہ اللہ عز وجل نے

اس میں مغفرت تک رسائی کے لئے چار شرائط عائد کی ہیں جن کے بعد بڑی امید کہاں

باقی رہتی ہے؟ وہ شرائط یہ ہیں:

(۱) توبہ

(۲) ایمان کامل

(۳) نیک عمل اور

(۴) ہدایت یافتہ لوگوں کے راستے پر چلنا۔

(أَبُو دَاوُدَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ، ۵۹۷)

❖ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ عُمَانَ بْنِ عِيسَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الرَّمْلِيُّ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز

قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَى بْنُ يَحْيَى بْنُ

(تہجد) میں اتنا لمبا قیام فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک میں درم آ جاتے۔ آپ

عِيسَى الرَّمْلِيُّ، عَنِ الْأَعْمَشِ،

عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ . قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُومُ يُصَلِّي حَتَّى تَنْتَفِخَ قَدَمَاهُ فَيُقَالُ لَهُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، تَفْعَلْ هَذَا وَقَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ . قَالَ : أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا .

سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب اگلوں اور پچھلوں (سب) کے گناہ بخش دیے آپ نے فرمایا کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ ہوں۔

شرح حدیث: جہنم کی آگ آنسو ہی بجھا سکتے ہیں

حضرت سیدنا عطار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے ساتھ حضرت ابن عمر اور حضرت عبید بن عمروؓ ایک مرتبہ اُم المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بارے میں کوئی بات بتائیے۔ تو آپ رو پڑیں اور فرمایا، ایک رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمائے لگے، مجھے رخصت دو کہ میں رب تعالیٰ کی عبادت کر لوں۔ تو میں نے عرض کی، مجھے آپ کا رب تعالیٰ کے قریب ہونا اپنی خواہش سے زیادہ عزیز ہے۔ تو آپ اگھر کے ایک کونے میں کھڑے ہو گئے اور رونے لگے۔ پھر وضو کر کے قرآن پاک پڑھنا شروع کیا تو دوبارہ رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ آپ کی چشمان مبارک سے نکلنے والے آنسو زمین تک جا پہنچے۔ اتنے میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے تو آپ کو روتے دیکھ کر عرض کی، یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کیوں رو رہے ہیں حالانکہ آپ کے سبب تو اگلوں اور پچھلوں کے گناہ بخشے جاتے ہیں؟ تو ارشاد فرمایا، کیا

میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ اور مجھے رونے سے کون روک سکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے،

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۖ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ قَبْلًا عَذَابِ النَّارِ ۝

(ترجمہ کنز الایمان:) بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لئے، جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں، اے رب ہمارے تو نے یہ بے کار نہ بنایا، پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ (پ ۱۷، ل عمران ۱۹۰، ۱۹۱)

(پھر فرمایا)، اے بلال! جہنم کی آگ کو آنکھ کے آنسو ہی بجھا سکتے ہیں، ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہے کہ جو یہ آیت پڑھیں اور اس میں غور نہ کریں۔

(درة الناصحين، المجلس الخ مس والستون، ص ۲۹۴)

اللہ عزوجل کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا
رورو کے مصطفیٰ ﷺ نے دریا بہا دیئے ہیں

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ. حضرت اسود بن یزید رضی اللہ تعالیٰ
قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ. عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ام
قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے
إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ. رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز
قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، عَنْ صَلَاةِ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے)

وسلم باللیل ، فَقَالَتْ : كَانَ
يَتَامُ أَوَّلَ اللَّيْلِ ثُمَّ يَقُومُ ،
فَإِذَا كَانَ مِنَ السَّحْرِ أَوْتَرَ ، ثُمَّ
أَتَى فِرَاشَهُ ، فَإِذَا كَانَ لَهُ حَاجَةٌ
أَلْفَ بِأَهْلِهِ ، فَإِذَا سَمِعَ الْأَذَانَ
وَلَبَّ . فَإِنْ كَانَ جُنُبًا أَفَاضَ
عَلَيْهِ مِنَ الْمَاءِ ، وَإِلَّا تَوَضَّأَ
وَخَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ .

فرمایا کہ نبی کریم ﷺ رات کے ابتدائی
حصے میں آرام فرماتے پھر (نماز کے لیے)
کھڑے ہو جاتے اور سحری کے وقت و
ترپڑھ کر بستر مبارک پر تشریف لے جاتے
، اگر آپ کو (صحبت کی) رغبت ہوتی تو
اپنی زوجہ کے پاس تشریف لے جاتے ،
پھر جب اذان سنتے ، فوراً کھڑے ہو
جاتے ، اگر غسل کی حاجت ہوتی تو غسل
فرماتے ورنہ وضو فرما کر نماز کے لیے
تشریف لے جاتے۔

شرح حدیث: نوافل کا بیان

پیارے بھائیو! نوافل کو نہیں چھوڑنا چاہیے کیونکہ یہ فرائض کی کمی پوری کرنے
والے ہیں۔ فرائض بمنزلہ اصل سرمایہ کے ہیں اور نوافل نفع کی طرح ہیں اور سنن
مؤكدہ کو بھی نہ چھوڑے جیسا کہ عرف ہے۔ نہ ہی چاشت کی نماز چھوڑے یہ دو یا چار یا
اس سے زیادہ ہیں۔ اسی طرح نماز تہجد اور مغرب و عشاء کے درمیانی وقت کو عبادت
کے ساتھ زندہ کرنا نیز صبح کی دو رکعتوں (یعنی سنتوں) کو بھی نہ چھوڑے کیونکہ یہ دو
رکعتیں دُنْيَا وَمَا فِیْہَا (یعنی دُنیا اور جو کچھ اس میں ہے) سے بہتر ہیں۔ ان کا وقت صبح
صادق کے طلوع ہونے کے ساتھ شروع ہوتا ہے اور صبح صادق کی روشنی کناروں میں
پھیلتی ہے نہ کہ لمبائی میں۔ (باب الاحیاء ص ۷۲)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ
عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ (ح) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنه نے اپنے شاگرد ابو کریب کو بتایا کہ

وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى
الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنُ،
عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
سُلَيْمَانَ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ
عَبَّاسٍ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ
مَيْمُونَةَ وَهِيَ خَالَتُهُ، قَالَ:
فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرَضِ الْوَسَادَةِ،
وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طُولِهَا، فَتَنَامَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، حَتَّى إِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ
أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيلٍ أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيلٍ،
فَاسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلَ يَمْسَحُ
النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ، ثُمَّ قَرَأَ
الْعَشْرَ الْآيَاتِ الْحَوَاتِيمَ مِنْ
سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ، ثُمَّ قَامَ إِلَى
شَيْءٍ مُعَلَّيٍّ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا،
فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ قَامَ
يُصَلِّي، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ:
فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَوَضَعَ رَسُولُ

ایک دن آپ (حضرت ابن عباس) اپنی
خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا کے ہاں ٹھہرے، آپ فرماتے
ہیں میں بستر کی چوڑائی کی جانب لیٹ
گیا اور نبی کریم ﷺ لمبائی کی جانب
آرام فرما ہوئے (لیٹتے ہی) حضور اکرم
ﷺ کی آنکھ لگ گئی۔ نصف رات سے
کچھ پہلے یا بعد آپ بیدار ہوئے اور اپنے
چہرے سے نیند (کے اثرات) دور فرمانے
لگے پھر سورہ آل عمران کی آخری دس
آیات پڑھیں، پھر نلکے ہوئے ایک
مشکیزے سے خوب اچھی طرح وضو فرمایا،
اور نماز شروع کر دی۔ حضرت ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں (بھی
اٹھ کر) آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا، نبی
کریم ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ میرے
سر پر رکھا اور میرا دایاں کان پکڑ کر
مروڑنا شروع کر دیا، پھر آپ نے کئی مرتبہ
دو دو رکعتیں نماز (تہجد) ادا فرمائی، حضرت
معن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں چھ
مرتبہ، پھر آپ نے وتر پڑھے (آخر)

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، يَدَّةُ
 الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي ثُمَّ أَخَذَ بِأُذُنِي
 الْيُمْنَى، فَفَتَلَهَا فَصَلَّى رُكْعَتَيْنِ،
 ثُمَّ رُكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رُكْعَتَيْنِ، ثُمَّ
 رُكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رُكْعَتَيْنِ، ثُمَّ
 رُكْعَتَيْنِ، قَالَ مَعْنٍ: سِتَّ
 مَرَّاتٍ ثُمَّ أَوْتَرَ، ثُمَّ اضْطَجَعَ
 حَتَّى جَاءَهُ الْمَوَدُّنُ، فَقَامَ فَصَلَّى
 رُكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ
 فَصَلَّى الصُّبْحَ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ یعنی اس دن حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کا وہاں قیام تھا، حضرت ابن عباس کا وہاں آج رات ٹھہرنا بھی اسی نیت سے تھا
 کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کے اعمال کا نظارہ کر لیں (واہ رے قسمت
 والو)۔

یعنی رات کا آخری چھٹا حصہ، یہ وقت بہت برکت والا اور قبولیت دعا والا ہے۔
 بعض روایات میں ہے کہ پانچ آیات پڑھیں إِنَّكَ لَا تُخِيفُ الْيَنْبِغَادَ تَك
 ہو سکتا ہے کہ کبھی آخری سورۃ تک پڑھی ہوں اور کبھی پانچ آیات لہذا احادیث میں
 تعارض نہیں۔

یہ درمیانی وضو کی تفسیر ہے یعنی اگرچہ پانی کم خرچ کیا مگر ہر عضو پر پانی بہہ گیا کوئی
 جگہ خشک نہ رہی۔

کیونکہ مقتدی اگر ایک ہو تو امام کے برابر داہنی طرف کھڑا ہو۔ خیال رہے کہ اس گھمانے کی شرح پہلے گزر چکی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ سے آپ کو اپنے پیچھے سے گھمایا اس طرح کہ آپ کے اس گھومنے میں تین قدم متواتر نہ پڑے لہذا اس پر یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ نماز میں گھمانا اور گھومنا عمل کثیر ہے اور عمل کثیر سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

یہ خراٹے کسی عارضہ یا بیماری کی وجہ سے نہ تھے بلکہ عادت کریمہ تھی خراٹے نیند کامل ہونے کی علامت ہیں۔ خیال رہے کہ یہ خراٹے ایسے سخت نہ تھے کہ دوسروں کو تکلیف ہو بلکہ بہت ہلکے تھے اسی لیے نفع فرمایا یعنی پھونکنا یا سانس بلند لیا۔

کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند وضو نہیں توڑتی۔ وجہ ظاہر ہے کہ نیند وضو توڑتی ہے غفلت کی وجہ سے کہ خبر نہیں رہتی ہوا خارج ہوئی یا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند غفلت پیدا ہی نہیں کرتی پھر وضو توڑنے کا سوال ہی نہیں، یہ وضو نہ توڑنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے جیسے شہید کی موت غسل نہیں توڑتی یہ شہید کی خصوصیت ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۲۲۱)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ
الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ
شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي جَحْزَةَ، عَنِ ابْنِ
عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ
اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنه فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو
تیرہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

شرح حدیث: اس حدیث کا تعلق تہجد کی نماز سے ہے، جیسا کہ محدثین نے

اس حدیث کو تہجد کے باب میں نقل کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: مسلم ج ۱ ص ۱۵۳، ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۶)

ترمذی ج ۱ ص ۵۸، نسائی ج ۱ ص ۱۵۳، مؤطا امام مالک ص ۴۲

علامہ شمس الدین کرمانی (شارح بخاری) تحریر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تہجد کے بارے میں ہے اور حضرت ابوسلمہ کا مذکورہ بالا سوال اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب تہجد کے متعلق تھا۔ (الکوکب الدراری شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۵۵-۱۵۶)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ حضور اکرم گیارہ رکعت (وتر کے ساتھ) پڑھتے تھے وہ تہجد کی نماز تھی۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تہجد کی نماز پر محمول ہے جو رمضان اور غیر رمضان میں برابر تھی۔ (مجموعہ فتاویٰ عزیزی ص ۱۲۵)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ
قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ
قَتَادَةَ، عَنْ زُرَّارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ
سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
إِذَا لَمْ يُصَلِّ بِاللَّيْلِ، مَتَّعَهُ مِنْ
ذَلِكَ النَّوْمِ، أَوْ غَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ،
صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ
رُكْعَةً.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیند یا اونگھ کے غلبہ کی وجہ سے رات کو نماز (تہجد) نہ پڑھتے تو دن کو بارہ رکعتیں ادا فرماتے۔

شرح حدیث: شب بیداری

رات کی نماز سے تہجد مراد ہے۔ یہ نماز اسلام میں اولاً سب پر فرض رہی، پھر امت سے فرضیت منسوخ ہو گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آخر تک رہی۔ (اشعہ) تہجد کم از کم دو رکعتیں ہیں زیادہ سے زیادہ بارہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر آٹھ پڑھتے تھے کبھی

کم و بیش۔ حق یہ ہے کہ تہجد ہمارے لیے سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے کہ اگر بستی میں کوئی نہ پڑھے تو سب تارک سنت ہوئے اور اگر ایک بھی پڑھ لے تو سب بری الذمہ ہوئے۔ تہجد کا وقت رات میں سو کر جاگنے سے شروع ہوتا ہے صبح صادق پر ختم مگر آخری تہائی رات میں پڑھنا بہتر ہے اور قبل تہجد عشا پڑھ کر سونا شرط ہے اور بعد تہجد کچھ سونا یا لیٹ جانا سنت ہے۔ چونکہ یہ بہترین نوافل ہیں اسی لیے ان کا علیحدہ باب ہوا جو شخص تہجد پڑھنا شروع کر دے پھر نہ چھوڑے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند ہے۔

ضروری مسئلہ: تہجد سے پہلے سولینا ضروری ہے اگر کوئی بالکل نہ سویا تو اس کے نوافل تہجد نہ ہوں گے۔ جن بزرگوں سے منقول ہے کہ انہوں نے تیس یا چالیس سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی جیسے حضور غوث اعظم یا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما وہ حضرات رات میں اس قدر اونگھ لیتے تھے جس سے تہجد درست ہو جائے لہذا ان بزرگوں پر یہ اعتراض نہیں کہ انہوں نے تہجد کیوں نہ پڑھی حضرت ابوالدرداء، ابوذر غفاری وغیرہم صحابہ جو شب بیدار تھے ان کا بھی یہی عمل تھا۔

(مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۴۱۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی رات کو بیدار ہو تو وہ ہلکی رکعتوں کے ساتھ اپنی نماز شروع کرے۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ يَعْنَى ابْنِ حَسَّانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَفْتَحْ صَلَاتَهُ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ.

كُونَ اللَّتْنِ قَبْلَهُمَا ، ثُمَّ صَلَّى
رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا كُونَ اللَّتْنِ
قَبْلَهُمَا ، ثُمَّ أَوْتَرَ فَذَلِكَ ثَلَاثَ
عَشْرَةَ رَكْعَةً .

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ مشہور صحابی ہیں، مدنی ہیں، آخر میں کوفہ قیام رہا اور وہیں ۸۷ھ میں وفات پائی۔

کہنے سے مراد دل میں سوچنا ہے یا اپنے دوستوں سے کہنا۔ غالباً اس رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرے سے باہر نماز پڑھی ہوگی انہیں دن میں پتہ لگ گیا ہوگا اس لیے یہ ارادہ کیا۔ شمائل ترمذی میں ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ اس رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ عالیہ کی چوکھٹ پر سر رکھ کر سویا تاکہ جب آپ یہاں سے گزرے تو انہیں خبر ہو جائے اور ان کے سر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں شریف لگ جائے۔ شعر کافی کشتہ دیدار کو زندہ کرتے بخت خوابیدہ کو ٹھوکر سے جگاتے جاتے مبارک ہے وہ سر جو ان کی ٹھوکروں میں رہے اس طرح کہ دو ہلکی رکعتیں تحیۃ الوضو اور بالترتیب آٹھ رکعتیں تہجد اور تین رکعتیں وتر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر تہجد آٹھ رکعت پڑھتے تھے کبھی کم کبھی زیادہ کیونکہ آپ پر نفس تہجد فرض تھی، رکعتوں کی تعداد میں اختیار تھا جیسے ہم پر نماز میں قرأت فرض ہے مگر آیتوں کی تعداد میں ہمیں اختیار ہے۔ یہ حدیث بھی امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ وتر تین رکعت ہیں ایک سلام سے، اس حدیث کی عبارت ایسی واضح ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی کیونکہ پہلے ذکر ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ بار میں دس رکعتیں پڑھیں تو اب ایک بار میں تین ہی وتر پڑھے۔

یعنی اس روایت میں ہے کہ بہت دراز رکعتیں ایک دفعہ پڑھیں اور اس سے کم چار بار میں آٹھ رکعتیں اس صورت میں تہجد کی رکعتیں دس ہوئیں اور وتر تین تو اب یہ نماز تہیۃ الوضوء کے علاوہ ۱۳ رکعتیں ہوئیں۔ صاحب مشکوٰۃ کا منشا یہ ہے کہ صاحب مصابیح نے تین بار ذکر کیا حالانکہ ان کتب میں چار بار ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۳۲۰)

❖ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ، كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ، فَقَالَتْ: مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَزِيدَ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّي أَرْبَعًا، لَا تَسْأَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ، وَطَوْلِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا لَا تَسْأَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطَوْلِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا، قَالَتْ عَائِشَةُ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ،

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی کریم ﷺ کی رمضان المبارک کی نماز کے بارے میں پوچھا، ام المؤمنین نے فرمایا نبی کریم ﷺ رمضان یا غیر رمضان میں تیرہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، (پہلے) چار پڑھتے اور تم ان کی عمدگی اور لمبائی کے بارے میں مت پوچھو، پھر چار رکعتیں پڑھتے وہ بھی نہایت عمدہ اور دراز ہوتی تھیں پھر تین رکعتیں پڑھتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ وتر پڑھنے سے قبل آرام فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بے شک میری آنکھیں

أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُؤَيَّرَ، فَقَالَ: يَا سَوْتِي هِيَ لَيْكِن مِيرَاوَلْ نِیْس سَوْتَا۔
عَائِشَةُ، إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ، وَلَا يَنَامُ قَلْبِي۔

شرح حدیث: اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن فاوی رضویہ، میں ارشاد فرماتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے بیشک میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا اسے فحشین (بخاری و مسلم) نے ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا اور اسے عماء نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص سے شمار کیا ہے جیسا کہ فتح القدیر میں قنیہ سے منقول ہے۔

ف: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی آنکھیں سوتی ہیں دل کبھی نہیں سوتا۔

(صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ السفرین باب صلوٰۃ اللیل وعدہ رکعات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۴

قلت ای بالنسبة الى الامة والا فلا نبیاء جميعا كذلك عليهم الصلاة والسلام لحديث الصحيحين عن انس رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الانبياء تنام اعينهم ولا تنام قلوبهم ا۔ فاندفع ف۔ ماني كشف الرمز ان مقتضى كونه من الخصائص ان غيره صلى الله تعالى عليه وسلم من الانبياء عليهم الصلاة والسلام ليس كذلك ۱۔ ۲۔

قلت یعنی امت کے لحاظ سے سرکار کی یہ خصوصیت ہے ورنہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہی وصف ہے اس لئے کہ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد

ہے انبیاء کی آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتے، تو (خصوصیت بہ نسبت امت مراد لینے سے) وہ شبہ دور ہو گیا جو کشف الرمز میں پیش کیا ہے کہ اس امر کے خصائص سرکار سے ہونے کا مقتضایہ ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہ حال نہیں ہے۔
ف ۱: تطفل على العلامة المقدس۔

(۱) صحیح البخاری کتاب المناقب باب کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام عینہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۰۴) (کنز العمال بحوالہ الذہبی عن انس حدیث ۳۲۴۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱ / ۴۷۷) (۲) فتح المعین بحوالہ کشف الرمز کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۴۷۷)

وہل يجوز ان ف ۲ يكون ذلك لاحد من اكابر الاممة وراثۃ منه صلی اللہ علیہ وسلم قال المولى ملك العلياء بحر العلوم عبد العل محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی الارکان الاربعۃ ان قال احد ان كان فی اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ہذہ رتبۃ لا یغفل فی نومہ بقلبہ انہا تغفل عیناہ بیمن اتباعہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کالشیخ الامام محی الدین عبد القادر الجیلانی قدس سترۃ وغیرہ ممن وصل الی ہذہ الرتبۃ وان لم یصل مرتبتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لم یکن قولہ بعید عن الصواب فافہم۔

(رسائل الارکان، الرسالۃ الاولی فی الصلوٰۃ، فصل فی الوضوء، مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ص ۱۸)

کیا یہ ہو سکتا ہے کہ سرکار اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وارثت کے طور پر ان کی امت کے اکابر میں سے کسی کو یہ وصف مل جائے؟ ملک العلماء، بحر العلوم مولانا عبد العل محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ ارکان اربعہ میں لکھتے ہیں: اگر کوئی یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متبعین میں

سے کوئی اس رتبہ کو پہنچ گیا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کی برکت سے نیند میں اس کا دل غافل نہ ہوتا صرف اس کی آنکھیں غافل ہوتیں، جیسے امام محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اور ان کے علاوہ وہ اکابر جن کا یہ وصف رہا ہو اگرچہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرتبے تک ان کی رسائی نہ ہو، تو یہ قول حق سے بعید نہ ہوگا، فافہم اھ۔

ف-۲: ملک العلماء بحر العلوم مولانا عبدالعلی نے فرمایا کہ اگر کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وراثت سے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی یہ مرتبہ تھا کہ حضور کا وضو سونے سے نہ جاتا، آنکھیں سوتیں دل بیدار رہتا، اور اکابر اولیاء جو اس مرتبہ تک پہنچے ہوں اگرچہ حضور غوث اعظم کے مراتب تک نہیں پہنچ سکتے تو یہ کہنا حق سے بعید نہ ہوگا، اور مصنف کا حدیث سے اس کی تائید کرتا۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱ ص ۵۷۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى، عَنْ أَبِي شَهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُؤْتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ، فَإِذَا فَرَغَ مِنْهَا، اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گیارہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور ان میں سے ایک رکعت کے ساتھ وتر ادا کرتے (یعنی دو رکعتوں کے ساتھ تیسری رکعت ملا کر وتر بناتے، نہ یہ کہ صرف ایک رکعت ادا رکھتے، جب آپ فارغ ہوتے تو دائیں پہلو پر لیٹ جاتے۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ اس طرح کی آٹھ رکعت تہجد پڑھتے تھے تین رکعت وتر۔ خیال رہے کہ بغیر عشاء پڑھے تہجد نہیں ہو سکتی۔

اس آخری جملہ سے بہت لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے، بعض نے اس کے یہ معنی کئے دس رکعتیں تہجد پڑھی ہر دو رکعت پر سلام اور ایک رکعت وتر پڑھی مگر اس بناء پر یہ روایت ان تمام روایات کے خلاف ہوگی جن میں تین رکعت وتر کی تصریح ہے یا جن میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی رکعت اول میں سورہ اعلیٰ پڑھی دوسری میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، تیسری میں قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ۔ بعض لوگوں نے یہ معنی کیئے کہ تہجد آٹھ رکعتیں پڑھیں اور وتر تین رکعتیں اگر اس طرح کہ وتر کی دو رکعت ایک سلام سے اور ایک رکعت ایک سلام سے مگر یہ معنی ان احادیث کے خلاف ہیں جن میں وارد ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سلام سے تین رکعت وتر پڑھے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقص نماز ایک رکعت والی نماز سے منع فرمایا، ارشاد فرمایا کہ مغرب دن کے وتر ہیں اور وتر رات کے وتر، لہذا اس حدیث کے معنی وہی درست ہیں جو احناف نے کیئے وہ یہ کہ دو دو رکعت پر سلام تو تہجد میں پھیرا اور وتر اس طرح پڑھے کہ دو رکعت کے ساتھ ایک رکعت اور ملالی جس سے یہ ساری نماز وتر یعنی طاق ہوگئی یعنی برکعت کی بابت یہ کی نہیں بلکہ استعانت کی ہے اب یہ کسی حدیث سے متعارض نہیں۔

یعنی نماز تہجد کا ہر سجدہ یا وتر کا ہر سجدہ یا تہجد سے فارغ ہو کر شکر کا ایک سجدہ اتنا راز ادا کرتے کہ تم میں سے کوئی آدمی اتنی دیر میں چپاس آیات تلاوت کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تہجد کے بعد اس کا شکر یہ ادا کرنا کہ رب نے اس نماز کی توفیق بخشی بہتر ہے۔

جب خوب روشنی ہو جاتی تو سنت فجر ادا فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فجر اجیالے میں پڑھنا سنت ہے اس طرح کہ سنتیں بھی بلکہ اذان فجر بھی اجیالے میں ہو ورنہ ام

المؤمنین تَبَيَّنَ زُفَرَاتِهِمْ۔

یعنی حضرت بلال جماعت کے وقت در دولت پر حاضر ہو کر عرض کرتے کہ یہ تکبیر کہوں آپ اجازت دیتے تب وہ صف میں پہنچ کر تکبیر شروع کرتے جب حی علی الفلاس پر پہنچتے تو آپ دروازہ شریف سے مسجد میں داخل ہوتے۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ سنت فجر سے بعد داہنی کروٹ پر کچھ دیر لیٹ جانا سنت ہے بشرطیکہ نیند نہ آجائے ورنہ وضو جاتا رہے گا۔ دوسرے یہ کہ سلطان اسلام عالم دین کو اذان کے علاوہ بھی نماز کی اطلاع دینا جائز ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۴۱۴)

❖ حَدَّثَنَا هَنَادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا
أَبُو الْأَخْوِصِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ
إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنِ
عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يُصَلِّي مِنَ
اللَّيْلِ تِسْعَ رَكَعَاتٍ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو
(کبھی کبھی) نو رکعتیں پڑھتے تھے۔

شرح حدیث: تہجد میں اٹھنے کا نسخہ

حضرت سیدنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اپنی سند کے ساتھ حضرت
سیدنا عمرو بن دینار علیہ رحمۃ اللہ الغفار سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابن
عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: جس نے سوتے وقت یہ دعا پڑھی:

اَللّٰهُمَّ اَمَّا مِنْ مَّكْرِكَ وَلَا تُنْسِنَا ذِكْرَكَ وَلَا تُكْشِفْ عَنَّا سِتْرَكَ وَلَا
تَجْعَلْنَا مِنَ الْعَاقِلِيْنَ، اَللّٰهُمَّ ابْعَثْنَا فِيْ اَحَبِّ السَّاعَاتِ اِلَيْكَ حَتّٰى
نَذْكُرَكَ فَتَذْكُرَنَا وَنَسْأَلَكَ فَتُعْطِيَنَا وَنَدْعُوْكَ فَتَسْتَجِيْبَ لَنَا
وَنَسْتَغْفِرَكَ فَتَغْفِرَ لَنَا۔

یعنی اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! ہمیں اپنی خفیہ تدبیر سے محفوظ فرما، ہمیں اپنا ذکر نہ بھلا، ہمارے گناہوں کو چھپائے رکھ، ہمیں غفلوں میں سے نہ کر، اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! ہمیں اپنے پسندیدہ لمحات میں بیدار فرما کہ ہم تیرا ذکر کریں تو تو ہمارا چرچا کر، ہم تجھ سے سوال کریں تو تو ہمیں عطا کر، ہم تجھ سے دعا کریں تو تو ہماری دعا قبول کر، ہم تجھ سے مغفرت چاہیں تو تو ہمیں بخش دے۔ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کے پاس اپنی پسندیدہ ساعت میں (یعنی تہجد کے وقت) بیدار کرنے کے لئے ایک فرشتہ بھیجتا ہے اگر وہ بیدار ہو جائے تو فہما (یعنی ٹھیک ہے)، ورنہ وہ فرشتہ آسمان پر چلا جاتا ہے اور دوسرا فرشتہ بھیجا جاتا ہے، وہ بیدار کرتا ہے اگر وہ اُٹھ کر نماز ادا کر لے تو فہما، ورنہ وہ فرشتہ بھی اپنے رفیق کے ساتھ جا کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ پھر اگر وہ شخص اُٹھ کر نماز تہجد پڑھے اور دعا کرے تو اس کی دعا قبول کر لی جاتی ہے اور اگر نماز نہ پڑھے تو بھی اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کے لئے ان ملائکہ کا ثواب لکھ دیتا ہے۔ (کنز العمال، کتاب المعیشتہ والاعادات قسم ادا تو ال، باب رابع، فصل اول، الحدیث ۴۱۳۱۹، ج ۱۵، ص ۱۴۹۔ جعفر قلیس)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى . حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ
قَالَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ . تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے
قَالَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ . عَنْ عَمْرِو (حضرت حذیفہ نے) ایک رات نبی کریم
بْنِ مُرَّةَ . عَنْ أَبِي حَمْزَةَ . رَجُلٍ مِنَ صَلَّيْهِمُ کے ساتھ نماز پڑھی، جب آپ
الْأَنْصَارِ . عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي نے نماز پڑھنی شروع کی تو فرمایا اللہ بہت
عَبَّاسٍ . عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ . بڑا ہے جو بادشاہت، حکومت بڑائی اور
أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بزرگی والا ہے، پھر آپ نے سورہ بقرہ

وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ ، قَالَ : فَلَمَّا
 دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ ، قَالَ : اللَّهُ أَكْبَرُ
 دُو الْمَلَكُوتِ وَالْجَبُوتِ ،
 وَالْكِبَرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ ، قَالَ : ثُمَّ
 قَرَأَ الْبَقْرَةَ ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعَهُ نَحْوًا
 مِنْ قِيَامِهِ ، وَكَانَ يَقُولُ : سُبْحَانَ
 رَبِّيَ الْعَظِيمِ ، سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ
 ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ ، فَكَانَ قِيَامُهُ نَحْوًا
 مِنْ رُكُوعِهِ ، وَكَانَ يَقُولُ : لِيَرْبِّيَ
 الْحَمْدُ ، لِيَرْبِّيَ الْحَمْدُ ثُمَّ سَجَدَ ، فَكَانَ
 سُجُودُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ ، وَكَانَ
 يَقُولُ : سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى ، سُبْحَانَ
 رَبِّيَ الْأَعْلَى ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ ، فَكَانَ
 مَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ نَحْوًا مِنْ
 السُّجُودِ ، وَكَانَ يَقُولُ : رَبِّ
 اغْفِرْ لِي ، رَبِّ اغْفِرْ لِي حَتَّى قَرَأَ
 الْبَقْرَةَ ، وَآلَ عِمْرَانَ ، وَالنِّسَاءَ ،
 وَالْمَائِدَةَ ، أَوْ الْأَنْعَامَ ، شُعْبَةُ
 الَّذِي شَكَ فِي الْمَائِدَةِ
 وَالْأَنْعَامِ .

تلاوت فرمائی اور قیام جتنا رکوع فرمایا۔
 آپ رکوع میں سبحان ربی العظیم پڑھتے
 تھے، پھر آپ نے سر مبارک اٹھا کر رکوع
 کے برابر قومہ کیا اور ربی الحمد بار بار پڑھا،
 پھر آپ نے قیام جیسا سجدہ کیا، آپ
 سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھتے تھے،
 پھر سر انور اٹھا کر دونوں سجدوں کے
 درمیان سجدے جیسا جلسہ فرمایا اور آپ
 رب اغفر لی پڑھتے رہے پھر آپ نے
 سورہ بقرہ، آل عمران، النساء، مائدہ یا سورہ
 انعام تلاوت فرمائی، حضرت شعبہ (راوی)
 کو شک ہے کہ سورہ مائدہ تھی یا سورہ
 انعام۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ ملکوت ملک کا مبالغہ ہے اور جبروت جبر کا بمعنی غلبہ۔ اصطلاح میں ظاہری ملک کو ملک کہتے ہیں، باطنی کو ملکوت یعنی باطنی ملک اور پورے غلبہ والا۔ علماء فرماتے ہیں کہ ملکوت، جبروت، کبر یا صرف رب تعالیٰ کے لیے استعمال ہو سکتے ہیں کسی بندے کے لیے ان کا استعمال جائز نہیں جیسے رحمان وغیرہ۔ (ازمرقاۃ)

یعنی تکبیر تحریمہ سے پہلے وہ کلمات کہے پھر تکبیر تحریمہ کہی یا تکبیر کے بعد یہ کہے پھر
 مناشروع کی پہلا احتمال قوی ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ بقرہ سے مراد پوری سورہ بقرہ ہے یعنی ایک رکعت میں پوری سورہ بقرہ پڑھی، پھر رکوع بھی اس قدر دراز فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شینہ کرنا جائز ہے کیونکہ شینہ میں ایک رکعت میں ڈیڑھ پارہ آتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں ڈھائی پارہ پڑھے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ دراز قیام زیادتی سجود سے افضل ہے، یہ ہی امام اعظم کا فرمان ہے۔ یہ حدیث اس حدیث کی تفسیر ہے جس میں ارشاد ہوا کہ جو تہا نماز پڑھے وہ جتنی چاہے دراز کرے۔

یعنی دو سجدوں کے درمیان یہ کلمہ بار بار اس قدر پڑھا کہ آپ کا یہ جلسہ سجدے کے قریب دراز ہو گیا، یہ دعا تعلیم امت کے لیے ہے۔

یعنی شعبہ راوی کو اس میں شک ہوا کہ چوتھی رکعت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ مائدہ پڑھی یا انعام، اگلی رکعتوں میں تردد نہیں کہ پہلی میں بقرہ دوسری میں آل عمران تیسری میں نساء پڑھی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۴۲۶)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ مُحَمَّدُ بْنُ
كَالِبِ الْبَصْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ
الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، عَنْ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی
کبھی (رات میں کھڑے ہو کر قرآن پاک

إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ الْعَبْدِيُّ،
عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ عَائِشَةَ،
قَالَتْ: قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِآيَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ
لَيْلَةً.

شرح حدیث: اسلاف کی گریہ زاری

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پڑوسی حضرت
سیدنا حارث بن زید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: خدا عزّ وجلّ کی قسم! جب رات کی
تاریکی چھا جاتی اور ستارے روشن ہو جاتے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مریض کی طرح
بے چین و مضطرب ہو جاتے اور غم زدہ انسان کی طرح رونے لگتے۔ گویا میں آپ رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہتے سن رہا ہوں کہ اے دُنیا! تو کیوں میرا پیچھا کرتی ہے یا مجھ میں
دلچسپی کیوں لیتی ہے؟ جا، مجھ سے دور ہو جا، کسی اور کو دھوکا دے، میں تو تجھے تین طلاقیں
دے چکا ہوں، اب دوبارہ تجھ سے رجوع نہیں ہو سکتا۔ تیری عمر کم، لہذا ات حقیر
اور خطرات زیادہ ہیں۔ ہائے افسوس! زاوراہ کم، سفر طویل اور راستہ پر خطر ہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز فجر پڑھ لیتے تو قرآن حکیم کو (پڑھنے کے لئے)
اپنی گود میں رکھ لیتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنسوؤں سے داڑھی شریف تر ہو جاتی
پھر جب کسی آیت خوف کی تلاوت فرماتے تو بار بار اس کو دہراتے رہتے اور بہت زیادہ
رونے کی وجہ سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس آیت سے آگے نہ بڑھ سکتے اور ظلوٰء
آفتاب تک یہی کیفیت رہتی۔ سُبْحَانَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ! اُن نورانی چہروں کو دیکھنے کا
کتنا شوق ہے؟ اُن کی باتیں سن کر کتنی خوشی ہوتی ہے؟ اور ان کی نشانیاں مٹ جانے پر
کس قدر غم ہوتا ہے؟

حضرت سیدنا زید بن خوشب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیدنا حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر خوف کھانے والا کوئی نہیں دیکھا گویا جہنم ان ہی کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب موت کو یاد کرتے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدن کے جوڑ لرزنے لگ جاتے۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الرقم ۹۹۵، عمر بن عبدالعزیز، ج ۵، ص ۳۱۱۔ حلیۃ الاولیاء، عمر بن عبدالعزیز، الحدیث ۳۵۴، ج ۵، ص ۳۳۹)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلانَ. حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ. فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی
 قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی، آپ
 الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ نے اتنا سب اقام فرمایا کہ میں نے ایک
 عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: نامناسب ارادہ کر لیا۔ پوچھا گیا آپ نے
 صَلَّيْتُ لَيْلَةً مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى کیا ارادہ فرمایا؟ آپ نے جواب دیا میں
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا نے ارادہ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا
 حَتَّى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سُوءٍ قِيلَ لَهُ: رہنے دوں اور خود بیٹھ جاؤں۔
 وَمَا هَمَمْتُ بِهِ؟ قَالَ: هَمَمْتُ أَنْ
 أَقْعُدَ وَأَدْعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وسلم۔

شرح حدیث: ادب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں صلح کرانے کے واسطے تشریف لے گئے۔ جب نماز کا وقت ہوا مؤذن نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

پوچھا کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے تاکہ میں اقامت کہوں، فرمایا: ہاں! اور انھوں نے امامت کی، اس عرصہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بھی تشریف لے آئے اور صف میں قیام فرمایا، جب نمازیوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دیکھا تو تصفیق کی (بائیں ہاتھ کی پشت پر دائیں ہاتھ کی انگلیاں اس طرح مارنا کہ آواز پیدا ہو، تصفیق کہلاتا ہے۔) اس غرض سے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خبردار ہو جائیں کیونکہ ان کی عادت تھی کہ نماز میں کسی طرف توجہ نہ کرتے تھے جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصفیق کی آواز سنی تو گوشہ چشم سے دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تشریف فرما ہیں، لہذا پیچھے ہٹنے کا قصد کیا اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اشارہ سے فرمایا کہ اپنی ہی جگہ پر قائم رہو، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اس نوازش پر کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مجھے امامت کا حکم فرمایا، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پیچھے ہٹ کر صف میں کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آگے بڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ ابو بکر! جب میں خود تمہیں حکم کر چکا تھا تو تم کو اپنی جگہ پر کھڑے رہنے سے کون سی چیز مانع تھی عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم! ابو قحافہ کا بیٹا اس لائق نہیں کہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے آگے بڑھ کر نماز پڑھائے۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من دخل لیوم الناس.... الخ، الحدیث ۶۸۳، ج ۱، ص ۲۳۳)

یعنی تمام ہی صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قدر تعظیم کیا کرتے جس کی مثال کہیں اور ملنا مشکل بلکہ نہ ممکن ہے اسی لئے حضرت عبداللہ بن مسعود سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں بیٹھ جانے کو برا ارادہ فرمایا۔

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى
الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ،
عَنْهَا فَرَمَاتِي هُنَّ نَبِيٍّ اَكْرَمَ مَلَأَ بَيْتَهُمْ (کبھی)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ

قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي
النَّظَرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ
عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي جَالِسًا، فَيَقْرَأُ
وَهُوَ جَالِسٌ، فَإِذَا بَعِيَ مِنْ
بِرَائَتِهِ قَلْبُهُ مَا يَكُونُ ثَلَاثِينَ أَوْ
أَرْبَعِينَ آيَةً، قَامَ فَقَرَأَ وَهُوَ
قَائِمٌ، ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ، ثُمَّ صَنَعَ
بِالرُّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَلِكَ.

بیٹھ کر نماز پڑھتے اور اسی حالت میں
قرات فرماتے اور تیس چالیس آیات کا
اندازہ قرات رہ جاتی تو کھڑے ہو کر
پڑھتے، پھر رکوع اور سجدہ فرماتے اور
دوسری رکعت میں اسی طرح کرتے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر حیات شریف کا ذکر ہے جب آپ
پر ضعف غالب ہو گیا تھا تہجد میں دراز قرأت کرنا چاہتے تھے مگر دراز قیام پر قوت نہ تھی
اس لیے یہ عمل فرماتے۔ خیال رہے کہ نفل بیٹھ کر شروع کرنا اور کھڑے ہو کر رکوع سجود
کرنا تمام کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے اسی حدیث کی وجہ سے مگر اس کے برعکس
یعنی کھڑے ہو کر شروع کرنا پھر بلا عذر بیٹھ جانا یہ امام اعظم کے نزدیک بلا کراہت جائز
ہے، صاحبین کے ہاں مکروہ۔ (کتب فقہ و مرقاۃ) (مراۃ النبی، ج ۲، ص ۵۱۹)

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ،
قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، قَالَ:
حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَدَّادُ، عَنْ عَبْدِ
اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ، قَالَ: سَأَلْتُ
عَائِشَةَ، عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت
عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نماز کے بارے میں
پوچھا انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

صلى الله عليه وسلم. عَنْ
تَطَوُّعِهِ ، فَقَالَتْ: كَانَ يُصَلِّي
لَيْلًا طَوِيلًا قَائِمًا ، وَلَيْلًا طَوِيلًا
قَائِمًا ، فَإِذَا قَرَأَ وَهُوَ قَائِمٌ رَكَعَ
وَسَجَدَ وَهُوَ قَائِمٌ ، وَإِذَا قَرَأَ وَهُوَ
جَالِسٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ جَالِسٌ .
کبھی تو شب کا طویل حصہ کھڑے ہو کر نماز
ادا فرماتے اور کبھی اتنا ہی وقت بیٹھ کر،
جب آپ کھڑے کھڑے قرات فرماتے تو
اس کی صورت میں رکوع اور سجدہ کے لیے
بھی جاتے اور جب بیٹھ کر قرات فرماتے تو
رکوع و سجدہ بھی اسی انداز سے کرتے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ آپ مشہور تابعی ہیں بہت صحابہ سے آپ کی ملاقات ہے، ۱۰۸ھ
میں وفات پائی۔

یعنی تہجد کے نوافل بہت دراز پڑھتے تھے، بعض نفل کھڑے ہو کر بہت دراز
پڑھتے اور بعض نفل بہت دیر تک بیٹھ کر پڑھتے۔

خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد تین طرح کی ہوتی تھی، پوری رکعت
کھڑے ہو کر یعنی قرات بھی کھڑے ہو کر اور رکوع و سجدہ بھی کھڑے سے ہی
کرتے، پوری رکعت بیٹھ کر اور رکوع و سجدہ بھی بیٹھے ہی سے، بعض رکعت بیٹھ کر اور بعض
کھڑے ہو کر یعنی اولاً بیٹھ کر نماز شروع کی پھر کچھ قرات کر کے کھڑے ہو گئے پھر
قرأت کی پھر رکوع یہ کبھی نہ کرتے کہ پوری قرات بیٹھ کر کرتے پھر صرف رکوع کے
لیئے کھڑے ہوتے کہ کھڑے ہوتے ہی رکوع میں چلے جاتے، ام المؤمنین یہی
فرما رہی ہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک
ہی رکعت میں بہت دیر تک بیٹھے قرات کرتے تھے بہت دیر تک کھڑے ہو کر پھر
رکوع۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۳۸۶)

ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى

الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ،
 قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ
 شِهَابٍ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ،
 عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ أَبِي وَدَاعَةَ، عَنِ
 خُفْصَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: كَانَ
 رَسُولُ اللَّهِ يُصَلِّي فِي سُبْحَتِهِ
 قَاعِدًا، وَيَقْرَأُ بِالسُّورَةِ وَيَزِيلُهَا،
 حَتَّى تَكُونَ أَطْوَلُ مِنْ أَطْوَلٍ
 مِنْهَا.

شرح حدیث: قرآن پڑھنے والا

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر و بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبیوں کے سلطان، رخصتِ عالمیان، سرورِ دو جہان، محبوبِ رحمن عز و جل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، قرآن پڑھنے والے سے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجات طے کرتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا تو جہاں آخری آیت پڑھے گا وہیں تیرا ٹھکانا ہوگا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الوتر، باب استحباب الترتیل فی القراءة، حدیث ۱۳۶۳، ج ۲، ص ۱۰۴)

پیارے بھائیو! حضرت سیدنا ابوسلمیان خطابی علیہ رحمۃ الغنی "معالم السنن" میں فرماتے ہیں کہ روایات میں آیا ہے کہ قرآن کی آیتوں کی تعداد جنت کے درجات کے برابر ہے لہذا قاری سے کہا جائے گا کہ تو جتنی آیتیں پڑھ سکتا ہے اتنے درجات طے کرتا جا تو جو اُس وقت پورا قرآن پاک پڑھ لے گا وہ جنت کے انتہائی درجے کو پالے گا

اور جس نے قرآن کا کوئی جو پڑھا تو اس کے ثواب کی انتہاء قراءت کی انتہاء تک ہوگی۔

❖ اَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا
يَمُتْ، حَتَّى كَانَ أَكْثَرُ صَلَاتِهِ وَهُوَ
جَالِسٌ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ آخری
زمانہ میں (نفل نماز) اکثر بیٹھ کر پڑھتے
تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ یعنی آخر عمر شریف میں ضعف کا غلبہ جسم کی فزہی کی وجہ سے تہجد کی اکثر
رکعتیں بیٹھ کر پڑھتے تھے اور کم رکعتیں کھڑے ہو کر لیکن آپ کو بیٹھ کر نماز پڑھنے پر بھی دگنا
ثواب ملتا ہے۔ خیال رہے کہ جس حدیث میں موٹاپے کی برائی آئی ہے وہاں وہ موٹاپا مراد
ہے جو حرام خوری اور آرام طلبی کی وجہ سے ہو، لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ مرقاۃ نے
فرمایا کہ جو عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے اسے قیام ہی کا ثواب ملتا ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۴۴۴)

❖ عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ ،
قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ
الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا،
وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِي بَيْتِهِ،
وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي بَيْتِهِ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ
کے ہمراہ آپ کے کاشانہ مبارک میں دو
رکعتیں مغرب کے بعد اور دو رکعتیں عشاء
کے بعد پڑھیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ یعنی میں نے مغرب و عشاء کے بعد کی سنتیں حضور کے ساتھ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پڑھیں اس گھر سے مراد حضرت حفصہ بنت عمر کا گھر ہے، چونکہ وہ آپ کی ہمیشہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ پاک تھیں اس لیے آپ کو وہاں جانا درست تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۳۸۳)

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ. حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ
قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَنْہَا فرماتی ہیں کہ جب صبح ہوتی اور موزن
إِبْرَاهِيمَ. قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ. اذان دیتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتیں
عَنْ تَالِيعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ. قَالَ: (سنت فجر) پڑھتے۔ ایوب (راوی)
حَدَّثَنِي حَفْصَةُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ کہتے ہیں کہ میرے خیال میں حضرت نافع
صلى الله عليه وسلم كَانَ نے خفیفتمین (ہلکی سی) بھی کہا ہے۔
يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ حِينَ يَطْلُعُ الْفَجْرُ
وَيُنَادِي الْمُنَادِي، قَالَ أَيُّوبُ:
وَأَرَاهُ. قَالَ: خَفِيفَتَيْنِ.

شرح حدیث: فجر کی سنتیں ادا کرنے کا ثواب

ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ ربِّ العزت، محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”فجر کی دو رکعتیں دنیا اور جو کچھ اس دنیا میں ہے، سب سے بہتر ہیں۔“ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ دو رکعتیں مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب صلوة المسافرين و قصرھا، باب استحباب رکعتیۃ الفجر الخ، رقم ۷۲۵، ص ۳۶۵)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ. حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قَالَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ
الْفَزَارِيُّ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُزْقَانَ،
عَنْ مَيْسُونِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنِ ابْنِ
عُمَرَ، قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثَمَانِي
رَكَعَاتٍ: رَكَعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ،
وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَ
الْمَغْرِبِ، وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ،
قَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَحَدَّثَنِي حَفْصَةُ
بُزْكَعَى الْغَدَّاقِ، وَلَمْ أَكُنْ
أَرَاهُمَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ.

فرماتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ (کی
نماز) سے یاد ہے کہ آپ آٹھ رکعتیں
پڑھا کرتے تھے، دو رکعتیں ظہر سے پہلے
اور دو بعد میں، دو رکعتیں مغرب کے بعد
اور دو رکعتیں عشاء کے بعد۔ حضرت ابن
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ
سے حضرت حفصہ (آپ کی ہمیشہ) رضی
اللہ تعالیٰ عنہا نے صبح کی دو رکعتیں بھی
بیان کیں لیکن میں نے نبی کریم ﷺ کو
دو رکعتیں پڑھتے نہیں دیکھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ یہاں ساتھ پڑھنے سے مراد جماعت سے پڑھنا نہیں کیونکہ سوائے
تراویح باقی سنن کی جماعت مکروہ ہے بلکہ ہمراہی میں پڑھنا مراد ہے یعنی میں نے بھی
پڑھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جیسے رب یقین کا قول یوں نقل فرماتا ہے:
أَسَلْتُ مَنْ سَلِيتُنْ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی نے ظہر سے پہلے دو سنتیں مؤکدہ
مانیں، ہمارے ہاں مؤکدہ چار ہیں جیسا کہ بہت سی احادیث میں ہے یہاں تحیۃ المسجد
کے نقل مراد ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنت ظہر گھر میں ادا کر کے تشریف لاتے
تھے۔ چنانچہ ازواج مطہرات کی روایت یوں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے
چار سنتیں کبھی نہ چھوڑتے تھے۔

یعنی میں نے مغرب و عشاء کے بعد کی سنتیں حضور کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پڑھیں اس گھر سے مراد حضرت حفصہ بنت عمر کا گھر ہے، چونکہ وہ آپ کی ہمیشہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ پاک تھیں اس لیے آپ کو وہاں جانا درست تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

معلوم ہوا کہ سنت فجر جو گھر میں پڑھے اور ہلکی پڑھے۔ بعض صوفیاء اس کی رکعت اول میں الم نشرح اور دوسری میں الم ترکیف پڑھتے ہیں بعد میں ۷۰ بار استغفار پھر مسجد میں آکر باجماعت فرض، اس عمل سے بوا سیر سے امن رہتی ہے، گھر میں برکت و اتفاق، چونکہ حضرت ابن عمر اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نہ ہوتے تھے اس لیے حضرت حفصہ سے روایت کی۔ (مرآۃ الناجح، ج ۲، ص ۳۸۴)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلْفٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْفَضْلِ، عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيبٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، عَنْ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ، وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ، وَقَبْلَ الْفَجْرِ ثَلَاثَتَيْنِ.

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی کریم ﷺ کی نماز کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ دو رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو بعد، دو مغرب کے بعد، دو عشاء کے بعد اور دو صبح سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔

شرح حدیث: اللہ کا پیارا بننے کا نسخہ

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور پاک، صاحب

لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرے، اسے میں نے لڑائی کا اعلان دے دیا اور میرا بندہ جن چیزوں کے ذریعے میرا قرب چاہتا ہے ان میں مجھے سب سے زیادہ فرائض محبوب ہیں اور نوافل کے ذریعے قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو اسے ضرور دوں گا اور پناہ مانگے تو اسے ضرور پناہ دوں گا۔ (صحیح البخاری ج ۴، ص ۲۴۸ حدیث ۶۵۰۲)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى،
 قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ،
 قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي
 إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ
 ضَمْرَةَ، يَقُولُ: سَأَلْنَا عَلِيًّا، عَنْ
 صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ مِنَ النَّهَارِ، فَقَالَ: إِنَّكُمْ
 لَا تُطِيقُونَ ذَلِكَ، قَالَ: فَقُلْنَا:
 مِنْ أَطَاقَ ذَلِكَ مِثْلًا صَلَّى، فَقَالَ:
 كَانَ إِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ
 هَهُنَا كَهَيْئَتِهَا مِنْ هَهُنَا عِنْدَ
 الْعَصْرِ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ، وَإِذَا كَانَتِ
 الشَّمْسُ مِنْ هَهُنَا، كَهَيْئَتِهَا مِنْ
 هَهُنَا عِنْدَ الظُّهْرِ صَلَّى أَرْبَعًا،
 وَيُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا،

حضرت عاصم بن ہمرہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت علی
 مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی کریم
 ﷺ کی دن کی نماز کے بارے میں
 پوچھا (راوی کہتے ہیں) انہوں نے فرمایا
 تم اس کی طاقت نہیں رکھتے (عاصم کہتے
 ہیں) ہم نے کہا جو ہم میں سے پڑھ سکے گا
 پڑھے گا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
 فرمایا جب سورج ادھر (مشرق میں) اس
 طرح ہوتا جیسے عصر کے وقت ادھر
 (مغرب میں) ہوتا ہے تو آپ دو رکعتیں
 پڑھتے اور جب سورج ادھر (مشرق میں)
 اس طرح ہوتا جیسے ظہر کے وقت ادھر اور
 (مغرب میں) ہوتا ہے تو آپ چار رکعتیں
 پڑھتے، آپ ظہر سے پہلے چار اور بعد میں

وَبَعْدَهَا رَكَعَتَيْنِ، وَقَبْلَ الْعَصْرِ دو رکعتیں پڑھتے اور عصر سے پہلے
 أَرْبَعًا، يَفْصِلُ بَيْنَ كُلِّ رَكَعَتَيْنِ چار رکعتیں ادا فرماتے، ہر دو رکعتوں کے
 بِالتَّسْلِيمِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ درمیان (مقرب فرشتوں، انبیائے کرام
 الْمُقَرَّبِينَ وَالنَّبِيِّينَ وَمَنْ اور ان کے متبعین مسلمانوں اور
 تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ایمانداروں پر) سلام کے ساتھ جدائی
 وَالْمُسْلِمِينَ کرتے۔

شرح حدیث: اگر شوق رفاقت ہے؟

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں رات کو رسول
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت اقدس میں رہا کرتا تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 والہ وسلم کے وضو کیلئے پانی لایا کرتا تھا اور دیگر خدمت بھی بجالایا کرتا تھا ایک روز آپ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: سَلِّ (مانگو) میں نے عرض کیا: أَسْأَلُكَ
 مُوَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے بہشت میں آپ کا ساتھ
 مانگتا ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اس کے علاوہ اور کچھ؟ حضرت
 ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میرا مقصود تو وہی ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ
 وسلم نے فرمایا تو کثرت سجدہ سے میری مدد کر۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب فضل السجود، الحدیث ۴۸۹، ص ۲۵۲)

مطلب یہ ہے کہ خود بھی اس مقام بلند کی شان پیدا کرو، میری عطا کے ناز پر
 کثرت عبادت سے غافل نہ ہو جاؤ۔

41- بَابُ صَلَوةِ الصُّحَى

نماز چاشت

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ حضرت یزید رشک سے مروی ہے

قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ
الطَّلَبِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ،
عَنْ يَزِيدَ الرِّشَكِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ
مُعَاذَةَ، قَالَتْ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ:
أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحَى؟ قَالَتْ:
نَعَمْ. أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، وَيَزِيدُ مَا
شَاءَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ.

(وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاذہ سے سنا، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ کیا نبی کریم ﷺ نماز چاشت ادا فرماتے تھے؟) انہوں نے فرمایا ہاں، چار رکعتیں یا جتنی زیادہ اللہ چاہتا، ادا فرماتے۔

شرح حدیث: چاشت کی نماز یا بندی سے ادا کرنے کا ثواب

حضرت سیدنا ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ ربِّ العزت، محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تمہارے ہر جوڑ پر صدقہ ہے اور ہر تسبیح یعنی سُبْحَانَ اللَّهِ کہنا صدقہ ہے اور ہر تحمید یعنی اَلْحَمْدُ لِلَّهِ کہنا صدقہ ہے اور ہر تہلیل یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنا صدقہ ہے اور ہر تکبیر یعنی اَللَّهُ أَكْبَرُ کہنا صدقہ ہے اور اچھی بات کا حکم دینا صدقہ ہے اور بری بات سے روکنا صدقہ ہے اور چاشت کی دو رکعتیں ان سب کو کفایت کرتی ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرين و قصرھا، باب استحباب صلوٰۃ العمی... الخ، رقم، ۸۲۰۱، ص ۳۶۳)

حضرت سیدنا زیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، آدمی کے تین سو ساٹھ جوڑ ہوتے ہیں، اسے ہر جوڑ کا صدقہ ادا کرنا لازم ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، اس کی طاقت کون رکھ سکتا ہے؟

فرمایا، مسجد میں پڑی ہوئی ریختھ کو دفن کر دینا اور راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا صدقہ ہے، اگر تم اس پر قدرت نہ رکھو تو چاشت کی دو رکعتیں تمہاری طرف سے کفایت کریں گی۔ (مسند احمد حدیث بریدہ الاسلمی، رقم ۲۳۰۵۹، ج ۹، ص ۲۰)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ والا تنہا، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تین چیزوں کی وصیت فرمائی، لہذا! میں انہیں ہرگز نہیں چھوڑتا (۱) میں وتر ادا کئے بغیر نہ سوؤں، (۲) میں چاشت کی دو رکعتیں ترک نہ کروں کیونکہ یہ ادائین یعنی کثرت سے توبہ کرنے والوں کی نماز ہے، (۳) اور ہر مہینے تین دن روزے رکھا کروں۔ (صحیح بخاری، کتاب التہجد، باب صلوة النہی فی الحضر، رقم ۱۱۷۸، ج ۱، ص ۳۹۷)

حضرت سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ رب اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو شخص فجر کی نماز کے بعد چاشت کی دو رکعتیں ادا کرنے تک اپنی جگہ بیٹھا رہے اور خیر کے علاوہ کوئی بات نہ کہے اس کی خطائیں معاف کر دی جاتی ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ سے زیادہ ہوں۔

(مسند احمد، مسند الکلبیین / حدیث معاذ بن انس البجلی، رقم ۱۵۶۲۳، ج ۵، ص ۲۶۰)

ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی مکرّم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جو فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد چاشت کی چار رکعتیں ادا کرنے تک اپنی جگہ بیٹھا رہے اور کوئی لغو بات نہ کہے بلکہ اللہ عز و جل کا ذکر کرتا رہے تو اپنے گناہوں سے ایسے نکل جائے گا جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

(مسند ابی یعلیٰ، رقم ۳۸، ج ۳، ص ۹)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ شہنشاہ مدینہ، قرار قلب و سینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث نزول سکینہ، فیض مخنجنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر کو عہد کی جانب بھیجا وہ لشکر بہت سامان غنیمت لے کر جلد لوٹ آیا تو لوگ لشکر کے مقام کی نزدیکی، کثرت مال غنیمت اور جلد لوٹ آنے کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیا میں تمہیں ایک ایسی قوم کے بارے میں نہ بتاؤں جو ان سے بھی قریب جہاد کرنے والی اس سے بھی زیادہ مال غنیمت حاصل کرنے والی اور جلدی لوٹنے والی ہے۔ (پھر فرمایا)، جو شخص وضو کرے پھر نماز چاشت ادا کرنے کیلئے مسجد میں حاضر ہو وہ ان لوگوں سے بھی قریب، زیادہ غنیمت لانے والا اور جلدی لوٹنے والا ہے۔

(مسند احمد، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، رقم ۴۹۶۶، ج ۲، ص ۵۸۸)

حضرت سیدنا ابوالاعمالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو اپنے گھر سے کسی فرض نماز کی ادائیگی کے لئے نکلا، اس کا ثواب احرام باندھنے والے حاجی کی طرح ہے اور جو چاشت کی نماز ادا کرنے کے لئے نکلا اس کا ثواب عمرہ کرنے والے کی طرح ہے اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا اس طرح انتظار کرنا کہ بیچ میں لغو بات نہ کی جائے تو اس کا نام علیین (یعنی اعلیٰ درجے والوں) میں لکھا جاتا ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب التطوع، باب صلوۃ اللہ، رقم ۱۲۸۸، ج ۲، ص ۴۱)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو چاشت کی دو رکعتیں پابندی سے ادا کرتا ہے اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب المذبح والصلوة والنسب، باب ماجاء فی صلوة النحر، رقم ۱۳۸۲، ج ۲، ص ۱۵۳)

❖ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الطَّوِيلِ، عَنْ
أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
الله عليه وسلم، كَانَ يُصَلِّي
الضُّحَى سِتَّ رَكَعَاتٍ.
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ
چاشت کے وقت چھ رکعتیں ادا فرماتے
تھے۔

شرح حدیث: تین سو ساٹھ جوڑ کا حق

حضرت سیدنا زیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نور کے پیکر،
تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ نحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو
فرماتے ہوئے سنا، آدمی کے تین سو ساٹھ جوڑ ہوتے ہیں، اسے ہر جوڑ کا صدقہ ادا
کرنا لازم ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، اس کی طاقت کون رکھ سکتا ہے؟
فرمایا، مسجد میں پڑی ہوئی ریٹھ کو دفن کر دینا اور راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا صدقہ
ہے، اگر تم اس پر قدرت نہ رکھو تو چاشت کی دو رکعتیں تمہاری طرف سے کفایت کریں
گی۔ (مسند احمد حدیث بریدہ الاسلمی، رقم ۲۳۰۵۹، ج ۹، ص ۲۰)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى،
قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ،
قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو
بْنِ مُرَّةٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي
لَيْلَى، قَالَ: مَا أَخْبَرَنِي أَحَدٌ، أَنَّهُ
رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُصَلِّي الضُّحَى إِلَّا أُمُّ هَانِئٍ، فَإِنَّهَا
حَدَّثَتْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ
حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلی رضی
اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے سوائے
حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کسی
نے نہیں بتایا کہ اس نے نبی کریم ﷺ
کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا ہے، وہ
فرماتی ہیں کہ فتح مکہ کے دن نبی کریم
ﷺ میرے گھر تشریف لائے، آپ
نے غسل فرمایا اور آٹھ رکعتیں اتنی مختصر

علیہ وسلم، دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ
فَتْحِ مَكَّةَ فَأَغْتَسَلَ فَسَبَّحَ ثَمَانِي
رَكَعَاتٍ مَا رَأَيْتُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، صَلَّى صَلَاةً قَطُّ أَخَفَّ
مِنْهَا، غَيْرَ أَنَّهُ كَانَ يُتَمُّ الرُّكُوعُ
وَالسُّجُودَ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث نماز چاشت کی بڑی قوی دلیل ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ
نماز گھر میں پڑھنا بہتر ہے۔ خیال رہے کہ ام ہانی کا نام فاختہ یا عاتکہ بنت ابی طالب
ہے، علی مرتضیٰ کی حقیقی بہن ہیں، آپ مجبوراً مکہ معظمہ سے ہجرت نہ کر سکی تھیں۔

یہ نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری نمازوں سے ملکی، رکوع سجدے تو دیسے ہی
دراز تھے مگر قیام اور قعدہ ہلکا تھا لہذا اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ آپ نے قیام و
قعدہ پورا نہ کیا۔

یہ نماز شکرانہ وغیرہ کی نہ تھی بلکہ چاشت کی تھی۔

(مرآۃ النجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲ ص ۵۴۳)

❖ حدثنا ابن أبي عمر حدثنا
وكيع، حدثنا كههمس بن
الحسن، عن عبد الله بن شقيق
قال: قلت لعائشة: أكان النبي
صلى الله عليه وسلم يصل
الضحى، قالت: لا، إلا أن يحىء

حضرت عبد اللہ بن شقیق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت
عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ کیا
نبی کریم ﷺ چاشت کے وقت نماز
پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا نہیں البتہ
جب سفر سے واپس تشریف لاتے (تو)

پڑھا کرتے تھے۔)

من مغیبه.

شرح حدیث: چاشت کی فضیلت

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ شہنشاہ مدینہ، قرآنِ قلب و سینہ، صاحبِ معطرِ سینہ، باعثِ نزولِ سکینہ، فیضِ گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر کو نجد کی جانب بھیجا وہ لشکر بہت سامانِ غنیمت لے کر جلد لوٹ آیا تو لوگ لشکر کے مقام کی نزدیکی، کثرتِ مالِ غنیمت اور جلد لوٹ آنے کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیا میں تمہیں ایک ایسی قوم کے بارے میں نہ بتاؤں جو ان سے بھی قریب جہاد کرنے والی اس سے بھی زیادہ مالِ غنیمت حاصل کرنے والی اور جلدی لوٹنے والی ہے۔ (پھر فرمایا)، جو شخص وضو کرے پھر نماز چاشت ادا کرنے کیلئے مسجد میں حاضر ہو وہ ان لوگوں سے بھی قریب، زیادہ غنیمت لانے والا اور جلدی لوٹنے والا ہے۔

(مسند احمد، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، رقم ۶۶۳۹، ج ۲، ص ۵۸۸)

❖ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ
الْبَغْدَادِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ
بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ فَضِيلِ بْنِ
مَرْزُوقٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي
سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يُصَلِّي
الضُّحَى حَتَّى نَقُولَ: لَا يَدْعُهَا،
وَيَدْعُهَا حَتَّى نَقُولَ: لَا يُصَلِّيَهَا.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (کبھی) اس کثرت سے نماز چاشت ادا فرماتے کہ ہم سمجھتے اب کبھی ترک نہیں فرمائیں گے اور (کبھی یوں) ترک فرماتے کہ ہم سمجھتے (شاید) اب نہیں پڑھیں گے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نماز چاشت کی احادیث بہت ہیں اس کی راوی صرف ام ہانی نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ سے جو منقول ہے کہ آپ چاشت نہیں پڑھتے تھے اس سے مراد ہے کہ ہمیشہ نہیں پڑھتے تھے کبھی کبھی پڑھتے تھے یہ مسجد میں نہیں پڑھتے تھے۔ خیال رہے کہ ہم کو نوافل پر ہمیشگی چاہیے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر نوافل پر ہمیشگی نہ فرماتے تھے تاکہ امت اسے واجب نہ سمجھ لے یا امت کے لیے سنت مؤکدہ نہ بن جائے، آپ کے اور احکام ہیں ہمارے کچھ اور۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ چاشت کی نماز آپ پر واجب تھی مگر ہر دن نہیں کبھی کبھی۔ واللہ اعلم!

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲ ص ۵۴۳)

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، عَنْ هُشَيْمٍ، قَالَ : حَدَّثَنَا عُبَيْدَةُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ سَهْمِ بْنِ مِنْجَابٍ، عَنْ قَزَّيْعِ الصَّبِيِّ، أَوْ عَنْ قَزَعَةَ، عَنْ قَزَّيْعٍ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يُدْمِنُ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّكَ تُدْمِنُ هَذِهِ الْأَرْبَعَ رَكَعَاتٍ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ، فَقَالَ: إِنَّ أَبْوَابَ السَّمَاءِ تُفْتَحُ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ فَلَا تُرْجَى حَتَّى تُصَلَّى

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سورج ڈھلنے کے وقت چار رکعت نماز پڑھتے تھے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہمیشہ زوال شمس کے وقت چار رکعتیں پڑھتے ہیں (اس کی کیا وجہ ہے؟) آپ نے فرمایا کہ سورج ڈھلنے کے وقت آسمان کے دروازے کھلتے ہیں (یعنی قبولیت کا وقت ہے) اور نماز ظہر تک بند نہیں ہوتے (اس لیے) میں پسند کرتا ہوں کہ اس وقت میری کوئی بڑی نیکی اوپر کو (خدا کے حضور اکرم) چڑھے۔ میں نے عرض کیا کیا ہر رکعت میں قرائت

الظُّهْرُ، فَأُجِبْتُ أَنْ يَصْعَدَ لِي فِي
يُنَاكَ السَّاعَةُ حَيُّو، قُلْتُ: أَيْ
كُلِّهِنَّ قِرَاءَةً، قَالَ: نَعَمْ قُلْتُ:
هَلْ فِيهِمْ تَسْلِيمٌ قَاصِلٌ؟ قَالَ:
لا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ آسمان کے دروازے کھلنے سے مراد بارگاہ الہی میں مقبولیت ہے ان
کی رکعتوں کی عزت افزائی، ابھی فقیر نے عرض کیا تھا کہ یہ چار رکعتیں ایک سلام سے
ہونی چاہیے اس کی اصل یہ حدیث ہے۔ (مرآۃ النایج شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲ ص ۳۹۲)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى،
قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ:
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ بْنُ أَبِي
الْوَضَّاحِ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ
الْجَزْرِيِّ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ السَّائِبِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي
أَرْبَعًا بَعْدَ أَنْ تَزُولَ الشَّمْسُ
قَبْلَ الظُّهْرِ وَقَالَ: إِنَّهَا سَاعَةٌ
تُفْتَحُ فِيهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ،
فَأُجِبْتُ أَنْ يَصْعَدَ لِي فِيهَا عَمَلٌ
صَالِحٌ۔

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ
سورج ڈھلنے کے بعد اور ظہر سے پہلے چار
رکعات (نفل) پڑھا کرتے اور فرمایا
کرتے تھے کہ اس وقت آسمان کے
دروازے کھولے جاتے ہیں (اس لیے)
میں پسند کرتا ہوں کہ میرا کوئی اچھا عمل
اوپر کو جائے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ خیال رہے کہ حضرت عبداللہ ابن سائب صحابی بھی ہیں، تابعی بھی ہیں، جو صحابی ہیں انہوں نے ابی ابن کعب سے قرآن سیکھا ہے اور ان سے حضرت مجاہد نے، بخرومی ہیں، قریشی ہیں، مکہ مکرمہ میں رہے وہیں حضرت ابن زبیر کی شہادت سے کچھ پہلے وفات پائی غالباً یہاں صحابی مراد ہیں۔

حق یہ ہے کہ یہ چار سنتیں ظہر کی ہیں چونکہ فرض ظہر کچھ دیر ٹھنڈک کر کے پڑھے جاتے ہیں اور آسمان کے دروازے سورج ڈھلتے ہی کھل جاتے ہیں اس لیے سرکار نے یہ سنتیں جلدی پڑھیں لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اس وقت ظہر کے فرض ہی کیوں نہ پڑھ لیئے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲ ص ۲۹۲)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلْفٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ الْمُقَدِّمِيُّ، عَنْ مِسْعَرِ بْنِ كِدَادٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ صَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا، وَذَكَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي بِهَا عِنْدَ الزَّوَالِ وَيَمْتَدُّ فِيهَا.

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظہر سے پہلے چار رکعتیں ادا کرتے اور فرماتے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے وقت (بعد) یہ نماز پڑھا کرتے تھے اور اس میں کافی دیر فرماتے تھے۔

شرح حدیث: ظہر کی سنتیں ادا کرنے کا ثواب

حضرت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرّم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے ظہر

سے پہلے چار رکعتیں ادا کیں گویا کہ اس نے وہ رکعتیں رات کو تہجد میں ادا کیں اور جو چار رکعتیں عشاء کے بعد ادا کرے گا تو یہ شب قدر میں چار رکعتیں ادا کرنے کی مثل ہیں۔ (طبرانی اوسط، رقم ۶۳۳۲، ج ۴، ص ۳۸۶)

امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہ مدینہ، قرار قلب وسینہ، صاحب معطر پسینہ، باعین غزل سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ زوال کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعتیں ادا کرنا صبح میں چار رکعتیں ادا کرنے کی طرح ہے اور اس گھڑی میں ہر چیز اللہ عزوجل کی تسبیح بیان کرتی ہے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی، -----

يَتَفَقَّهُوا ظِلُّهُ، عَنِ النَّبِيِّينَ وَالسَّمَائِلِ سُجَّدًا لِلَّهِ وَهُمْ ذَاخِرُونَ

ترجمہ کنز الایمان: اس کی پرچھائیاں داسنے اور بائیں جھکتی ہیں اللہ کو سجدہ کرتی اور وہ اس کے حضور ذلیل ہیں۔ (پ ۱۲، النحل: ۴۸)

(سنن ترمذی، کتاب التہجد، باب من سورۃ النحل، رقم ۳۱۳۹، ج ۵، ص ۸۸)

حضرت سیدنا ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نصف النہار کے بعد نماز پڑھنا پسند فرمایا کرتے تھے۔ ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں دیکھتی ہوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس گھڑی میں نماز پڑھنا پسند فرماتے ہیں؟ تو ارشاد فرمایا، اس گھڑی میں آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی مخلوق پر نظر رحمت فرماتا ہے اور یہ وہی نماز ہے جسے حضرت سیدنا آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام پابندی سے ادا کیا کرتے تھے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب النوافل، الترغیب فی الصلوۃ قبل الظهر وبعدها، رقم ۵، ج ۱، ص ۲۲۵)

42- بَابُ صَلَوةِ التَّطَوُّعِ فِي الْبَيْتِ

گھر میں نفل

❖ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ الْعَدَنِيُّ،
قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ
مَهْدِيٍّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ،
عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ
حَرَامِ بْنِ مُعَاوِيَةَ، عَنْ عَوْفٍ عَنِ
اللَّهِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: سَأَلْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاةِ فِي بَيْتِي
وَالصَّلَاةِ فِي الْمَسْجِدِ، قَالَ: قَدْ
تَرَى مَا أَقْرَبَ بَيْتِي مِنَ
الْمَسْجِدِ، فَلَا أَنْ أَصِلَ فِي بَيْتِي
أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَصِلَ فِي
الْمَسْجِدِ، إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَلَاةً
مَكْتُوبَةً.

حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے (اپنے بارے میں) گھر
میں اور مسجد میں نماز پڑھنے کے متعلق
پوچھا (یعنی گھر میں پڑھنا بہتر ہے یا مسجد
میں) آپ نے فرمایا تم دیکھتے ہو میرا گھر
مسجد سے کتنا قریب ہے پھر بھی میں مسجد
کی بجائے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ پسند
کرتا ہوں البتہ اگر فرض نماز ہو۔

شرح حدیث: گھر میں نفل نماز پڑھنے کا ثواب

حضرت سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سید المبلغین،
رحمۃ اللہ علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ”لوگو! اپنے گھروں میں نماز
پڑھا کرو، فرض نماز کے علاوہ مرد کی سب سے افضل نماز وہ ہوتی ہے جسے وہ اپنے گھر

میں پڑھے۔“ (سنن نسائی، کتاب قیام اللیل الخ، باب الحدیث علی الصلوۃ فی البیوت، ج ۳، ص ۱۹۷)

حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، مقررہ عن الغیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ”جب تم میں سے کوئی شخص اپنی مسجد میں نماز ادا کر لے تو اسے چاہیے کہ اپنے گھر کیلئے نماز میں سے کچھ حصہ بچا رکھے کیونکہ اللہ عزوجل اس نماز کے سبب اس کے گھر میں خیر و برکت عطا فرمائے گا۔“

(صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین و قصرھا، باب استحباب صلوۃ النافلۃ فی بیتہ الخ، رقم ۷۷۸، ص ۳۹۳)

حضرت سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ”جس گھر میں اللہ عزوجل کا ذکر کیا جاتا ہے اور جس گھر میں اللہ عزوجل کا ذکر نہیں کیا جاتا، ان کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے۔“

(صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب فضل ذکر اللہ عزوجل، رقم ۶۳۰۷، ج ۴، ص ۲۲۰)

43- بَابُ مَا جَاءَ فِي صَوْمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

روزہ مبارک

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، عَنْ صِيَامِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: كَانَ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ قَدْ صَامَ، وَيُفْطِرُ حَتَّى

حضرت عبد اللہ بن شقیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کے بارے میں پوچھا انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (کبھی اس قدر مسلسل) روزے رکھتے کہ ہم خیال کرتے (شاید اب) روزے رکھے ہی

نَقُولُ قَدْ أَفْطَرُ قَالَتْ: وَمَا صَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. شَهْرًا كَامِلًا مُنْذُ قَدِيمِ الْمَدِينَةِ إِلَّا رَمَضَانَ.

جاہلیں گے اور کبھی (اس طرح مسلسل) افطار فرماتے کہ ہم سمجھتے (شاید اب) نہیں رکھیں گے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ شریف لانے کے بعد رمضان شریف کے علاوہ کبھی پورا مہینہ روزے نہیں رکھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ کلی حکم ہے جس سے کوئی مہینہ مستثنیٰ نہیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے ماہ رمضان کسی مہینہ کے مکمل روزے کبھی نہ رکھے۔

آپ رمضان کے علاوہ باقی تمام مہینوں میں روزے ضرور رکھتے تھے مگر شعبان میں زیادہ رکھتے تھے۔ **بِئِ شَهْرِ أَكْثَرَ** کی ضمیر سے حال ہے اور **بِئِ شَعْبَانَ مِنْهُ** کی ضمیر سے حال پایہ دونوں ظرف ہیں۔

اس عبادت کا دوسرا جملہ پہلے جملہ کی تفسیر ہے یعنی کل شعبان سے مراد قریباً کل ہے، چونکہ شعبان رمضان کا پڑوسی ہے اس لیے وہ بھی حرمت والا ہے، نیز اس مہینہ میں رمضان کی عبادات کی تیاری کرنا چاہیے، اس لیے اس ماہ میں نفلی نماز روزے کثرت سے ادا کرنا بہتر ہے۔ (مرآۃ النجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۲۶۴)

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: كَانَ يَصُومُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ مبارک کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینے میں اس تسلسل کے ساتھ روزے رکھتے کہ

مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى تَرَى أَنْ لَا يُرِيدَ
 أَنْ يُفْطِرَ مِنْهُ، وَيُقْطِرَ مِنْهُ حَتَّى
 تَرَى أَنْ لَا يُرِيدَ أَنْ يَصُومَ مِنْهُ
 شَيْئًا وَكُنْتَ لَا تَشَاءُ أَنْ تَرَاهُ
 مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا إِلَّا رَأَيْتَهُ
 مُصَلِّيًا، وَلَا تَلَمَّا إِلَّا رَأَيْتَهُ تَلَمَّا.

ہمیں گمان ہوتا کہ شاید اب (آپ کا)
 افطار کا ارادہ نہیں اور کبھی مسلسل روزے
 چھوڑ دیتے۔ یہاں تک کہ ہمیں خیال ہوتا
 کہ اب آپ روزہ رکھنے کا قصد نہیں
 فرمائیں گے اور اگر (اے مخاطب) تو نبی
 کریم ﷺ کو رات کے وقت نماز کا
 حالت میں دیکھنا چاہے تو آرام فرما ہی
 دیکھے گا (یعنی نبی کریم ﷺ رات کو
 عبادت فرماتے تھے اور آرام بھی۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے سوا کسی مہینہ میں سارا
 روزے نہ رکھتے تھے بلکہ کچھ تاریخوں میں مسلسل روزے اور کچھ مسلسل
 افطار۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ داؤدی کی تعریف فرمائی یعنی ہمیشہ
 ایک دن روزہ ایک دن افطار مگر خود اپنا یہ عمل ہے۔ معلوم ہوا کہ روزہ داؤدی سنت قولی
 ہے اور اس طرح روزے سنت فعلی اس کا ثواب زیادہ اس عمل کا قرب زیادہ جیسے بعد
 از نفل کھڑے ہو کر پڑھنے کا ثواب زیادہ بیٹھ کر پڑھنے کا قرب زیادہ کہ یہ عملی ہے۔

یعنی نہ تمام رات سوتے تھے نہ تمام رات جاگتے تھے اول رات سوتے اور آخر
 رات جاگتے اور بعد تہجد بھر سو جاتے۔ (مرآۃ الناجی شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲ ص ۷۹)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلانَ
 قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ:
 حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي بَشِيرٍ،

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ (بعض
 اوقات) مسلسل روزے رکھتے یہاں تک

قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ،
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ
حَتَّى تَقُولَ مَا يُرِيدُ أَنْ يُفْطِرَ
مِنْهُ، وَيُفْطِرُ حَتَّى تَقُولَ مَا يُرِيدُ
أَنْ يَصُومَ مِنْهُ، وَمَا صَامَ شَهْرًا
كَامِلًا مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ إِلَّا
رَمَضَانَ.

کہ ہم سمجھتے اب نہیں چھوڑیں گے اور
(کبھی) مسلسل روزے چھوڑ دیتے یہاں
تک کہ ہم خیال کرتے کہ اب آپ
روزے کا قصد نہیں فرمائیں گے اور آپ
نے مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد
رمضان کے علاوہ کبھی بھی پورا مہینہ
روزے نہیں رکھے۔

شرح حدیث: روزہ

رمضان شریف کے روزوں کے علاوہ شعبان میں بھی قریب قریب مہینہ بھر آپ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روزہ دار ہی رہتے تھے۔ سال کے باقی مہینوں میں بھی یہی
کیفیت رہتی تھی کہ اگر روزہ رکھنا شروع فرما دیتے تو معلوم ہوتا تھا کہ اب کبھی روزہ نہیں
چھوڑیں گے پھر ترک فرما دیتے تو معلوم ہوتا تھا کہ اب کبھی روزہ نہیں رکھیں گے۔
خاص کر ہر مہینے میں تین دن ایام بیض کے روزے، دو شنبہ و جمعرات کے روزے،
عاشوراء کے روزے، عشرہ ذوالحجہ کے روزے، شوال کے چھ روزے، معمول رکھا
کرتے تھے۔ کبھی کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ”صوم وصال“ بھی رکھتے تھے، یعنی
کئی کئی دن رات کا ایک روزہ، مگر اپنی امت کو ایسا روزہ رکھنے سے منع فرماتے تھے،
بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)
آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ تم میں مجھ جیسا کون ہے؟ میں اپنے رب
کے دربار میں رات بسر کرتا ہوں اور وہ مجھ کو (روحانی غذا) کھلاتا اور پلاتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب الوصال... الخ، الحدیث: ۱۹۶۱، ج ۱، ص ۶۳۵ ووسائل الوصول)

ابن شاکل الرسول، الباب السادس فی صفة عبادۃ صلی اللہ علیہ وسلم، الفصل الثانی فی صفة صومہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۲۶۵-۲۶۸ (ملخصاً)

❖ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ إِلَّا شَعْبَانَ وَرَمَضَانَ.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان اور رمضان کے علاوہ کبھی دو مہینے متواتر روزے رکھتے نہیں دیکھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سارے ہی شعبان کے اکثر روزے رکھتے تھے حتیٰ کہ انیسویں یا تیسویں شعبان کے بھی۔ اس کی ممانعت کی تو جہیں پہلے کی جا چکی ہیں کہ کمزوروں کے لیے پندرہویں شعبان کے بعد روزے مناسب نہیں، قوت والوں کے لیے مناسب ہیں۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں روزے زیادہ رکھتے تھے اور افطار کم فرماتے تھے یعنی کبھی وہ عمل فرماتے تھے اور کبھی یہ لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۲۰۲)

❖ حَدَّثَنَا هَنَادٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمْ أَرِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ فِي شَهْرٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان کے مہینے سے زیادہ کسی مہینے میں روزے رکھتے نہیں دیکھا آپ شعبان کے مہینے سے زیادہ کسی مہینے میں روزے

أَكْثَرُ مَنْ صِيَامَهُ يَلْقَاهُ فِي شَعْبَانَ. رکتے نہیں دیکھا آپ شعبان میں کثرت
كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ إِلَّا قَلِيلًا. سے روزے رکتے بلکہ پورا مہینہ روزے
بَلْ كَانَ يَصُومُهُ كُلَّهُ. رکتے (ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے
اکثر پر کل کا حکم فرمایا۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ اس طرح کہ شعبان کا چاند بہت اہتمام سے دیکھتے تھے، پھر اس
کے دن کی شمار رکتے تھے کیونکہ اس پر ماہ رمضان کا دارومدار ہے، بقرعید کے چاند
پر بھی اگر چہ حج وغیرہ کا دارومدار ہے مگر حج ہر سال ہر شخص نہیں کرتا اور نماز بقرعید و قربانی
چاند سے دس دن بعد ہوتی ہے جس میں چاند کا پتہ لگ جاتا ہے، رمضان میں چاند
ہوتے ہی ہر شخص روزے رکھتا ہے لہذا اس کے چاند کا اہتمام زیادہ چاہیے۔

یعنی اگر رمضان کا چاند خود بھی نہ ملاحظہ فرماتے اور نہ شرعی ثبوت پاتے تو تیس دن
شعبان کے پورے فرماتے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۲۰۶)

❖ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِينَارٍ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
الْكُوفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہر مہینے
بْنُ مُوسَى، وَطَلْحُ بْنُ عَنَابٍ، عَنْ کے شروع میں تین روزے رکھا کرتے
شَيْبَانٍ عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ تھے اور بہت کم جمعۃ المبارک کا روزہ
حُبَيْشٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كَانَ چھوڑتے۔

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، يَصُومُ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ شَهْرٍ
ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَقَلَّمَا كَانَ يُفْطِرُ
يَوْمَ الْجُمُعَةِ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ پہلی دوسری تیسری تاریخوں میں یا ان کے قریب۔ حضرت ابن مسعود کی یہ روایت اپنے علم کے لحاظ سے ہے ورنہ سرکار کا یہ عمل کبھی کبھی تھا اکثر ۱۳، ۱۴، ۱۵ کو روزہ رکھا کرتے تھے لہذا یہ حدیث نہ تو اس حدیث کے خلاف ہے کہ سرکار مہینہ کے روزوں میں خاص تاریخوں کے پابند نہ تھے اور نہ اس کے مخالف کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض یعنی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں کے روزے رکھتے تھے۔

یعنی اکثر جمعہ کو روزہ رکھتے تھے، چونکہ جمعہ کی نیکی کا ثواب ستر گناہ ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ آپ صرف جمعہ کا روزہ رکھتے تھے اور یہ آپ کی خصوصیات میں سے نہیں، ہر شخص کو اس دن کے روزے کی اجازت ہے لہذا یہ حدیث مذہب حنفی و فقہاء کے فتویٰ کی مؤید ہے کہ جمعہ کا روزہ ممنوع نہیں، جہاں مناعت آئی ہے وہاں کسی عارضہ سے ہے یا بمعنی خلاف اولیٰ ہے۔ (مرقات داغہ) (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۲۸۶)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ، حضرت معاذہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ: فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی
حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ يَزِيدَ اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ کیا نبی
الرِّشْكِ، قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاذَةَ، اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینے میں تین روزے رکھا
قَالَتْ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: أَكَانَ کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہاں! میں
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ نے عرض کیا کن دنوں میں؟ فرمایا کہ نبی
وَسَلَّمَ، يَصُومُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنوں کی تعیین کی پرواہ نہیں
كُلِّ شَهْرٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ قُلْتُ: کرتے تھے۔

مِنْ أَيِّهِ كَانَ يَصُومُ؟ قَالَتْ: كَانَ لَا يُبَالِي مِنْ أَيِّهِ صَامَ

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حال نگاہ میں رکھتی تھیں اس لیے سرکار کے حالات زیادہ تر ام المؤمنین ہی سے پوچھے جاتے تھے۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مہینہ میں مختلف روزے رکھتے تھے کبھی زیادہ کبھی کم مگر تین دن سے کم کبھی نہ رکھتے تھے، اکثر تیرہویں، چودھویں، پندرہویں کے روزے رکھتے تھے، کبھی ان کے علاوہ اور تاریخوں میں بھی لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان تین تاریخوں میں روزے رکھتے تھے کیونکہ وہاں اکثری حالت کا ذکر ہے۔ اشعة الممعات نے فرمایا کہ ان تین روزوں کی تاریخ میں دس ۱۰ قول ہیں۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۳ ص ۲۷۴)

❖ عَنْ عَائِشَةَ . قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَتَحَرَّى صَوْمَ الْاَثْنَيْنِ
وَالْخَمِيسِ .

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر جمعرات اور پیر کے دن نفل روزے رکھتے تھے اس کی وجہ اگلی حدیث میں آرہی ہے۔ پیر کو یوم الاثنين غالباً اس لیے کہتے ہیں کہ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ بعض نے کہا کہ عرب میں ہفتہ اتوار سے شروع ہوتا ہے لہذا اتوار پہلا دن ہوا اور پیر دوسرا اور جمعرات پانچواں مگر علماء کا قول یہ ہے کہ ہفتہ سنچر سے شروع ہوتا ہے۔ (مرقات) احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ کا پہلا دن جمعہ ہے کہ اس دن ہی پیدائش عالم کی ابتداء پڑی۔ واللہ اعلم!

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۲۷۴)

❖ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ فِي شَهْرِ أَكْثَرِ مِنْ صِيَامِهِ فِي شَعْبَانَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ شعبان شریف سے زیادہ کسی دوسرے مہینے میں روزے نہیں رکھتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس طرح کہ شعبان کا چاند بہت اہتمام سے دیکھتے تھے، پھر اس کے دن کی شمار رکھتے تھے کیونکہ اس پر ماہ رمضان کا دار و مدار ہے، بقرعید کے چاند پر بھی اگر چہ جج وغیرہ کا دار و مدار ہے مگر حج ہر سال ہر شخص نہیں کرتا اور نماز بقرعید و قربانی چاند سے دس دن بعد ہوتی ہے جس میں چاند کا پتہ لگ جاتا ہے، رمضان میں چاند ہوتے ہی ہر شخص روزے رکھتا ہے لہذا اس کے چاند کا اہتمام زیادہ چاہیے۔

یعنی اگر رمضان کا چاند خود بھی نہ ملاحظہ فرماتے اور نہ شرعی ثبوت پاتے تو تیس دن شعبان کے پورے فرماتے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۲۰۶)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْاِثْنَيْنِ، فَأَجِبَتْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا پیر اور جمعرات کو اعمال (اللہ تعالیٰ کے حضور اکرم) پیش کیے جاتے ہیں پس (اس لیے) میں پسند کرتا ہوں کہ جب میرے اعمال پیش ہوں تو میں نے روزہ رکھا ہوا ہو۔

أَنْ يُعْرَضَ عَلَيَّ وَأَنَا صَائِمٌ۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس طرح کہ اعمال لکھنے والے فرشتے بندوں کے ہفتہ بھر کے اعمال ان دونوں میں رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔ خیال رہے کہ اعمال کا اٹھانا یعنی آسمانوں پر پہنچانا اور ہے اور رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پیشی کچھ اور، اعمال کا اٹھانا تو روزانہ چوبیس گھنٹے میں دوبار ہوتا ہے کہ دن کے اعمال رات سے پہلے، اور رات کے اعمال دن سے پہلے وہاں پہنچائے جاتے ہیں مگر پیشی ہفتہ میں دوبار لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں روزانہ دوبار اعمال اٹھانے کا ذکر ہے۔ (مرقات) یا اس کے معنی یہ ہیں کہ اعمال لکھنے والے فرشتے اعمال نامے ان فرشتوں پر پیش کرتے ہیں جو اعمال ناموں کی نقل اپنے رجسٹروں میں کرتے ہیں۔ (اشعہ) تب تو یہ حدیث بالکل صاف ہے۔

تاکہ روزے کی برکت سے رحمت الہی کا دریا جوش مارے۔ خیال رہے کہ سال بھر کے اعمال کی تفصیلی پیشی شعبان میں ہوتی ہے کیونکہ وہ اللہ کے ہاں سال کا آخری مہینہ ہے اور رمضان سال کا شروع مہینہ جیسے دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ غرض کہ فرشی سال اور ہے جس کی ابتداء محرم سے انتہاء بقرعید پر، عرشی سال کچھ

اور۔ (ازمرقات) (مرآۃ النایج شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۲۸۴)

❖ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ خَيْثَمَةَ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینے ہفتہ،

صلى الله عليه وسلم يَصُومُ اتوار اور پیر کا روزہ رکھتے اور کسی مہینے منگل

، بدھ اور جمعرات کا روزہ رکھتے۔ مِنْ الشَّهْرِ السَّبْتِ وَالْأَحَدِ

وَالْاِثْنَيْنِ، وَمِنْ الشَّهْرِ الْآخِرِ

الثَّلَاثَاءُ وَالْأَرْبَعَاءُ وَالْخَمِيسَ .

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی آپ نے ہفتہ کے سارے دنوں میں اپنے روزے تقسیم کر دیئے تھے تاکہ کوئی دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کی برکت سے محروم نہ رہے۔ چنانچہ ایک مہینہ میں تین دن اور دوسرے مہینہ میں اگلے تین دن روزے رکھتے تھے اور جمعہ کے روزے کی تو عادت کر یہ تھی ہی جیسا کہ ابھی حدیث پاک میں گزر گیا۔ ہم لوگ دنوں سے برکت حاصل کرتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات سے دن برکت پاتے تھے جیسے ہم چاند سے روشنی پاتے ہیں اور چاند سورج سے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲ ص ۲۸۷)

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ . حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، فرماتی ہیں کہ دور جاہلیت میں قریش ،
عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ عَاشُورَاءُ يَوْمًا تَصُومُهُ قُرَيْشٌ عَاشُورَہ (دس محرم) کا روزہ رکھتے تھے اور
فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ رسول اللہ ﷺ بھی اس دن کا روزہ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُهُ، رکھتے، جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے
فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ صَامَهُ وَأَمَرَ تو (بھی) آپ نے عَاشُورَہ کا روزہ رکھا
بِصِيَامِهِ، فَلَمَّا افْتُرِضَ رَمَضَانُ اور دوسروں کو روزہ رکھنے کا حکم فرمایا
كَانَ رَمَضَانُ هُوَ الْفَرِيضَةُ وَثُرِكَ (لیکن) جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو رمضان ہی فرض رہا اور عَاشُورَہ
عَاشُورَاءُ، فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ (کا فرض روزہ) چھوڑ دیا گیا، جس نے
شَاءَ تَرَكَهُ. چاہا عَاشُورَہ کا فرض روزہ (نفل) رکھا اور جس نے چاہا نہ رکھا (یعنی عَاشُورَہ کی

فرضیت ختم ہوگئی۔)

شرح حدیث: عاشورہ کا روزہ

محرم کا مہینہ نہایت مبارک مہینہ ہے، خاص کر عاشورہ کا دن بہت ہی مبارک ہے کہ دسویں محرم جمعہ کے دن حضرت نوح علیہ السلام کشتی سے زمین پر تشریف لائے اور اسی تاریخ اور اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے نجات پائی اور فرعون غرق ہوا، اسی تاریخ اور اسی دن میں سید الشہد امام حسین نے کربلا کے میدان میں شہادت پائی اور اسی جمعہ کا دن اور غالباً اسی دسویں محرم کو قیامت آئے گی۔ غرض یہ کہ جمعہ کا دن اور دسویں محرم بہت مبارک دن ہے اسلام میں سب سے پہلے صرف عاشورہ کا روزہ فرض ہوا، پھر رمضان شریف کے روزوں سے اس روزے کی فرضیت تو منسوخ ہوگئی مگر اس دن کا روزہ اب بھی سنت ہے لہذا ان دنوں میں جس طرح نیک کام کرنے کا ثواب زیادہ ہے اسی طرح گناہ کرنے کا عذاب بھی زیادہ۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی
 قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا، کیا نبی کریم
 عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي هِشَامٍ، عَنِ صَلَواتِہِ علیہم نے کوئی دن (روزہ رکھنے کے
 عَلَقْمَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، لیے) مقرر فرمایا؟ ام المؤمنین رضی اللہ
 أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صَلَواتِہِ علیہم کا
 وَسَلَّمَ، يُخْصُ مِنَ الْأَيَّامِ شَيْئًا؟ عمل مبارک دائمی ہوتا تھا اور تم میں سے
 قَالَتْ: كَانَ عَمَلُهُ دِيمَةً، وَأَيُّكُمْ کون حضور اکرم صَلَواتِہِ علیہم کی طرح
 يُطِيقُ مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللہ علیہ وسلم، یطیق۔

شرح حدیث: صوم وصال

صحیحین کی حدیث میں وارد ہے کہ حضور ﷺ پے در پے نقلی روزے اس طرح رکھتے تھے کہ دن کو بھی روزہ رات کو بھی روزہ اور یہ صوم وصال مسلسل کئی دن تک جاری رہتا تھا اور اس نہ کھانے پینے کی وجہ سے حضور ﷺ کی ذات مقدسہ میں ذرہ برابر کمزوری اور ضعف کا اثر پیدا نہ ہوتا تھا، بعض صحابہ کرام نے بھی یہ وصال کا روزہ رکھنا شروع کیا اور دو تین دن میں ایسے کمزور ہو گئے کہ ضعف کی وجہ سے چلتے چلتے گر جاتے تھے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا یہ حال دیکھ کر ارشاد فرمایا ابیت عند ربی وهو یطعمنی ویسقی فی ایک مٹلی یعنی میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے، تم میں کون میری مثل ہے، اور بخاری شریف کی ایک حدیث میں اس مقام پر ایک مٹلی کی بجائے لَسْتُ مِثْلُکُمْ وارد ہے، یعنی میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔

❖ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي أَمْرَةٌ، فَقَالَ: مَنْ هَذِهِ؟ قُلْتُ: لَوْلَانَهُ لَا تَنَامُ اللَّيْلَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيْكُمْ مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ، فَوَاللَّهِ لَا يَمَلُّ اللَّهُ حَتَّى تَمُوتُوا، وَكَانَ أَحَبَّ ذَلِكَ إِلَيَّ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے (اس وقت) میرے پاس ایک عورت تھی، آپ نے فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا فلاں عورت ہے (یعنی نام لیا) جو رات بھر نہیں سوتی (یعنی عبادت کرتی ہے) نبی کریم ﷺ نے فرمایا اتنا ہی عمل کرو جتنی طاقت رکھتے ہو، قسم بخدا! اللہ تعالیٰ تگ نہیں پڑتا (یعنی ثواب دینے میں) یہاں تک کہ تو (عمل سے) تگ آجائے اور رسول اللہ ﷺ

رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي يَذُوهُ عَلَيْهِ
 اس عمل کو زیادہ پسند فرماتے تھے جس کا
 کرنے والا اس پر ہمیشہ قائم رہے (یعنی
 عمل چاہے تھوڑا ہو لیکن ہمیشہ کیا جائے تو
 زیادہ پسندیدہ ہے۔)

شرح حدیث: اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ
 الرحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ، میں ارشاد فرماتے ہیں: عشاء کے فرض پڑھ کر آدمی سو رہے
 پھر اس وقت سے صبح صادق کے قریب جس وقت آنکھ کھلے دو رکعت نفل صبح طلوع
 ہونے سے پہلے پڑھ لے تہجد ہو گیا اقل درجہ تہجد کا یہ ہے اور سنت سے آٹھ رکعت مروی
 ہے اور مشائخ کرام سے بارہ اور حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 دو ہی رکعت پڑھتے اور ان میں قرآن عظیم ختم کرتے، غرض اس میں کمی بیشی
 کا اختیار ہے اتنی اختیار کرے جو ہمیشہ نہہ سکیں اگرچہ دو ہی رکعت ہو کہ حدیث صحیح میں
 فرمایا:

احب الاعمال الى الله اذومها وان قل۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب القصد فی العمل مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی بھارت ص ۱۱۰)

اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند وہ عمل ہے کہ ہمیشہ ہو اگرچہ تھوڑا ہو۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۷ ص ۴۸۸ رضافاؤنڈیشن، لاہور)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو هِشَامٍ مُحَمَّدُ بْنُ
 یَزِيدَ الرَّفَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ
 فَضِيلٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي
 صَالِحٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، وَأُمَّ
 سَلَمَةَ، أُمِّي الْعَمَلِ كَانَ أَحَبَّ إِلَيَّ
 حضرت ابو صالح رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ اور
 حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نبی
 کریم ﷺ کے پسندیدہ ترین عمل کے
 بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا جس

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا دِيمَ عَلَيْكَ .
وَقَالَ قُلٌّ .

شرح حدیث: استقامت کی ضرورت

ہر کام میں کامیابی کے لئے استقامت کی ضرورت ہوتی ہے اور بغیر استقامت کے کامیابی حاصل نہیں ہوتی ہے۔ اکثر دانشوروں نے عالم فطرت کے رازوں کے انکشاف کے لئے استقامت و پائیداری سے کام لیا اور ٹھوس قدم بڑھائے جس کے نتیجہ میں انھوں نے اعلیٰ علمی مقام حاصل کئے۔ اسی طرح مضبوط ارادوں کے حامل لوگ صبر و تحمل اور سعی و کوشش سے بری صفات و عادات کی جگہ نیک اور اچھی صفات کو جاگزین کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس طرح کے افراد نے گمراہ کنندہ نفسانی خواہشات کے مقابل استقامت و پائیداری سے کام لیا اور قوی ارادوں اور محترم انسانوں میں تبدیل ہو گئے۔ معاشرے کی صورت حال کو بہتر بنانے کے لئے بھی استقامت و پائیداری کی ضرورت ہے۔ وہ افراد جو معاشرے کی اصلاح کے لئے مثبت اور مفید قدم اٹھا کر انھیں سعادت و بھلائی کی طرف ہدایت کرنا چاہتے ہیں انھیں چاہیے کہ وہ مخالفین کی جانب سے ڈالی جانے والی رکاوٹوں، ان کی اذیت اور نازیبا حرکتوں کے سامنے ڈٹ جائیں اور کامیابی ملنے تک مختلف مشکلات کو استقامت و پائیداری کے ساتھ برداشت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیات میں انسانوں کو راہ حق میں استقامت و پائیداری سے کام لینے کی دعوت دی ہے۔

بزرگان دین استقامت کو عمل صالح کی طرح درخت ایمان کا پھل قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ مضبوط ایمان انسان کو دین میں استقامت سے کام لینے اور شیطان کی بیروی نہ کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ قرآن کی نگاہ میں استقامت کی اعلیٰ ترین قسم راہ

خدا میں استقامت میں اضافہ کرنا ہے۔ انسان اگر گناہوں کو ترک کر کے، شیطانی دوسوں کے مقابل استقامت سے کام لے تو یہ قرآن کی نظر میں محترم ہے۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حضرت عوف بن مالک رضی اللہ

قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَالِحٍ، تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نبی

قَالَ: حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، کریم ﷺ کے پاس حاضر تھا، آپ

عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ، أَنَّهُ سَمِعَ نے مسواک کی، وضو فرمایا اور پھر نماز

عَاصِمُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ میں بھی

عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ، يَقُولُ: كُنْتُ آپ کے ہمراہ کھڑا ہو گیا، نبی کریم ﷺ

مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ نے سورہ فاتحہ اور پھر سورہ بقرہ کے ساتھ

وَسَلَّمَ، لَيْلَةً فَاسْتَأْذَنَهُ ثُمَّ قَرَأَتْ شروع کی، جب آپ کسی آیت

تَوَضَّأَ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي، فَقُنْتُ رحمت پر پہنچتے تو ٹھہر جاتے اور رحمت پر

مَعَهُ فَبَدَأَ فَاسْتَفْتَحَ الْبَقْرَةَ، فَلَا پہنچتے تو ٹھہر جاتے اور رحمت کا سوال

يَمْزُ بِآيَةِ رَحْمَةٍ، إِلَّا وَقَفَ فَسَأَلَ، کرتے اور جب آیت عذاب پر پہنچتے تو

وَلَا يَمْزُ بِآيَةِ عَذَابٍ، إِلَّا وَقَفَ پناہ مانگتے، پھر آپ نے بقدر قیام رکوع

فَتَعَوَّذَ، ثُمَّ رَكَعَ فَمَكَثَ رَاكِعًا فرمایا اور پڑھا کہ حکومت، بادشاہت

يَقْدِرُ قِيَامِهِ، وَيَقُولُ فِي رُكُوعِهِ: بڑائی اور عظمت والا (رب) پاک ہے پھر

سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ، آپ نے بقدر رکوع سجدہ فرمایا اور یہ

وَالْكِبَرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ، ثُمَّ سَجَدَ پڑھا کہ حکومت، بادشاہت، بڑائی اور

يَقْدِرُ رُكُوعِهِ، وَيَقُولُ فِي سُجُودِهِ: عظمت والا (رب) پاک ہے پھر آپ

سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ، نے (دوسری رکعت میں) سورہ آل عمران

وَالْكِبَرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ ثُمَّ قَرَأَ آل پڑھی پھر (تیسری رکعت میں) سورہ النساء

عِزَّانَ ثُمَّ سُورَةً . يَفْعَلْ مِثْلَ (چوتھی رکعت میں) سورہ مائدہ ، پھر
 ذَٰلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ . (باقی رکعتوں میں) آپ اسی طرح
 کرتے (یعنی پہلی رکعت کی طرح رکوع و
 سجود ہوتا)۔

شرح حدیث: اللہ والوں کا عمل

حضرت سیدنا حسن کرابیسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت
 سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کے ساتھ کئی راتیں گزاریں آپ تقریباً رات کا ایک
 حصہ نماز پڑھتے اور میں نے دیکھا کہ آپ پچیس آیات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے
 اگر کبھی زیادہ پڑھتے تو سو آیات ہو جاتیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب کسی آیت
 رحمت پر پہنچتے تو اللہ عزَّ وَّجَلَّ سے اپنے لئے اور تمام مؤمنین کے لئے رحمت کا سوال
 کرتے اور جب عذاب والی آیت پڑھتے تو عذاب سے پناہ مانگتے۔ اپنے لئے اور تمام
 مؤمنین کے لئے نجات کا سوال کرتے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا پچیس آیات پر اکتفاء کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے
 کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو قرآن مجید کے اسرار و رموز میں تبحر و کمال حاصل تھا۔

(لباب الاحیاء ص ۲۸)

44- بَابُ مَا جَاءَ فِي قِرَاءَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قراءت مبارک

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ ، عَنْ ابْنِ أَبِي
 قَالٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ ابْنِ أَبِي
 مُلَيْكَةَ ، عَنْ يَعْلَى بْنِ مَمْلُكٍ ، أَنَّهُ
 سَأَلَ أُمَّ سَلَمَةَ ، عَنْ قِرَاءَةِ
 حضرت یعلیٰ بن مملک نے حضرت
 ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی کریم
 ﷺ کی قراءت مبارکہ کے بارے میں
 پوچھا، پس انہوں نے سنا کہ ام المؤمنین

رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَإِذَا هِيَ تَنْعَتُ قِرَاءَةً مُّفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا۔
 رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا صَافٍ صَافٍ اور جدا جدا حروف (کی) قراوت بیان فرمانے لگیں (یعنی نبی کریم ﷺ حروف کو جدا جدا کر کے پڑھتے تھے)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ لیث ابن سعد مشہور تابعی فقیہ ہیں، مصر کے امام ہیں اور ابن ابی ملیکہ تابعی ہیں مکہ معظمہ کے قاضی تھے حضرت ابن زبیر کی طرف سے، آپ نے تیس صحابہ سے ملاقات کی ہے، یعلیٰ ابن مملک بھی تابعین میں سے ہیں۔

یعنی حضرت ام سلمہ نے خود قرأت کر کے سنائی تو اس قرأت شریف میں دو خوبیاں تھیں ایک تو نہایت ترتیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر تھی، دوسرے ہر حرف اپنے مخرج سے صحیح ادا ہوتا تھا۔ معلوم ہوا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بڑی قاریہ تھیں، ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کی نقل نہ کر سکتیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ مجھے ترتیل سے ایک سورۃ تلاوت کرنا بغیر ترتیل کے سارا قرآن پڑھنے سے زیادہ پسند ہے، زیادہ حسن اچھا ہے، ایک موتی، ہزار ہاروپہ سے بہتر ہوتا ہے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲ ص ۳۶)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ،

قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ بْنُ

حَازِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ

قَتَادَةَ، قَالَ: قُلْتُ لَأَنَسِ بْنِ

مَالِكٍ: كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَةُ

رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن

مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی کریم

ﷺ کی قراوت کے بارے میں پوچھا

تو انہوں نے فرمایا آپ (حسب ضرورت

حروف کو) کھینچ کر پڑھتے۔

وسلم، فَقَالَ: مَدًّا.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ تلاوت فرماتے تھے، ٹھہر ٹھہر کر یا جلدی اور تیزی سے تاکہ ہم بھی اسی طرح تلاوت کیا کریں۔ معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن کریم میں بھی سنت کا لحاظ رکھے۔ کوشش کرے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تلاوت کرے کیونکہ طریقہ تلاوت بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ ہی نے سکھایا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ عَلَيْنَا جَنَّةَ وَفَرِئْنَهٗ۔

یہاں مد سے مراد اصلی و طبعی مد ہے کہ اگر الف، ی و او ساکن کو قدرے کھینچ کر نہ پڑھا جائے تو یہ حروف ادا نہیں ہوتے بلکہ زبر، زیر، پیش بن جاتے ہیں اسے مد اصلی کہتے ہیں ایک مد فرعی ہوتا ہے جس کے سبب دو ہیں یا تو ان ہی حروف یعنی الف ی و کے بعد ہمزہ آجائے یا حرف ساکن خواہ مشدد ہو یا غیر مشدد، تو انہیں کھینچ کر پڑھنا پڑتا ہے جیسے لام، میم، نون، کے الف ی و او یا دو اب یا ضالین کے آ۔ یا اسرائیل کا الف ہمزہ خواہ ایک ہی کلمہ میں ان حروف کے بعد واقعی ہو جیسے السَّاءُ، السُّوءُ، جَبِيْئٌ یا دوسرے کلمہ میں جیسے مَآ نَزَلَ، قَالُوا مَنَّا وَغَيْرِہٖ مد کی پوری تحقیق کتب تجویز میں ملاحظہ فرمائیے۔ (مرآۃ النجاشی شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۴۱۶)

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نُجَيْرٍ، قَالَ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأُمَوِيُّ، فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک (کی آیت) جَدَّاجَا کر کے پڑھتے، فرماتے الحمد للہ رب العالمین، پھر وَقَفَ فرماتے اور پڑھتے الرحمن الرحیم پھر وَقَفَ فرماتے اور پڑھتے مَالِكِ يَوْمِ

رَبِّ الْعَالَمِينَ ثُمَّ يَقِفُ . ثُمَّ الدِّينِ .
 يَقُولُ : الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ثُمَّ
 يَقِفُ . وَكَانَ يَقْرَأُ مَلِكٌ يَوْمَ
 الدِّينِ .

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی ہر آیت پر ٹھہر کر سانس توڑ دیتے تھے، پھر دوسری آیت تلاوت فرماتے تھے، سکتہ اور وقف میں یہ ہے فرق ہے کہ وقف میں سانس توڑ دی جاتی ہے پھر ٹھہرا جاتا ہے مگر سکتہ میں ٹھہرتے تو ہیں سانس نہیں توڑتے۔

قراء کہتے ہیں کہ وقف تین قسم کا ہے: وقف حسن، وقف کافی، وقف تام الرحمن الرحیم پر وقف کافی ہے، وقف حسن نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ملک یوم الدین پر وقف کرے اسی طرح رب العالمین پر وقف تام تو ہے حسن نہیں۔ وقف حسن یہ ہے کہ الحصد سے شروع کر کے یوم الدین پر ٹھہرے، ہمارے ہاں لوگ رب العبدین پر وقف کو سخت برا جانتے ہیں یہ بھی درست نہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے ہاں یہ کہو کہ بہتر نہیں۔

کیونکہ ابن ابی ملیکہ نے حضرت ام سلمہ سے ملاقات نہیں کی، لہذا درمیان میں کوئی راوی چھوٹ گئے حدیث منقطع ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ابن ابی ملیکہ سے لیث ابن سعد نے بھی روایت کی ہے اور جرجی نے بھی مگر لیث ابن سعد کی روایت صحیح تر ہے کہ اس میں کوئی راوی چھوٹا نہیں، ام سلمہ سے پہلے یعلیٰ ابن مملک کا ذکر ہے اور جرجی کی روایت میں راوی چھوٹ گیا ہے یہ مقطع ہے، لیث ابن سعد بہت ثقہ تھے، انہوں نے ابن ابی ملیکہ عطاء زہری سے روایت لیں۔ اور ان سے بہت محدثین نے، انہیں بیس ہزار دینار کی سالانہ آمدنی تھی، مگر ان

پر بھی زکوٰۃ واجب نہ ہوئی، نیز اس حدیث کا متن بلاغت و لہجہ کے بھی خلاف ہے کہ
الرحمن الرحیم پر وقف بہتر نہیں۔ (مرقات وغیرہ)

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۴۳۰)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حضرت عبد اللہ بن ابی قیس رضی اللہ
عَنْ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي قَيْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ
صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، عَنْ
قِرَاءَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَانَ يُبَيِّنُ بِالْقِرَاءَةِ أَمْ
يَجْهَرُ؟ قَالَتْ: كُلُّ ذَلِكَ قَدْ كَانَ
يَفْعَلُ قَدْ كَانَ رُيِّنَا أَسْرَ وَرُيِّنَا
جَهَرَ فَقُلْتُ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي
جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً.

حضرت عبد اللہ بن ابی قیس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا، آیا نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ قراءت فرماتے تھے یا بلند
آواز سے؟ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا
نے فرمایا کہ آپ دونوں طرح پڑھتے
تھے، کبھی آپ آہستہ پڑھتے اور کبھی بلند
آواز سے، میں نے کہا اللہ تعالیٰ تعریف
کے لائق ہے جس نے دین کے معاملے
میں وسعت رکھی ہے۔

شرح حدیث: اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ
الرحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ، میں ارشاد فرماتے ہیں: صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَا أذنَ اللَّهُ لِشَيْءٍ مَا أذنَ لِنَبِيٍّ حَسَنَ الصَّوْتِ يَتَغَنَّى بِالْقِرْآنِ
يَجْهَرُ بِهِ، رَوَاهُ الْإِسْنَدُ أَحْمَدُ وَابْنُ خَالٍ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ مَرْثُومٍ
وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ۔

(اصحیح البخاری کتاب فضائل القرآن ۲/ ۵۱، صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن ۱/ ۲۶۸) (سنن

ابن داؤد باب کیف یستحب الترتیل فی القراءۃ ۱/ ۲۰۷)

اللہ تبارک و تعالیٰ کس چیز کو ایسی توجہ و رضا کے ساتھ نہیں سنتا جیسا کسی خوش آواز نبی کے پڑھنے کو جو خوش الحانی سے کلام الہی کی تلاوت با آواز کرتا ہے۔ (ائمہ کرام مثلاً امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے اس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔) دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لله اشدنا الى الرجل احسن الصوت بالقراء يجهر به من صاحب القينة الى قينة، رواه ابن ماجه ۲ وابن حبان والحاكم وقال صحيح على شرطهما والبيهقي كلهم عن فضالة بن عبيد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲) المسند رک للمعتمد کتاب فضائل القرآن دار الفکر بیروت ۱/ ۵۷۱) (سنن ابن ماجہ باب فی حسن الصوت بالقرآن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹۶) (سنن الکبیری للبیہقی کتاب الشهادات تمحیص الصوت القرآن دار صادر بیروت ۱۰/ ۲۳۰)

یعنی جس شوق و رغبت سے گانے کا شوقین اپنی گائیکیز کا گانا سنتا ہے بیشک اللہ عز و جل اس سے زیادہ پسند و رضا و اکرام کے ساتھ اپنے بندے کا قرآن سنتا ہے جو اسے خوش آوازی سے جبر کے ساتھ پڑھے (ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں کی شرط پر صحیح ہے اور امام بیہقی نے بھی اس کو روایت کیا ہے تمام نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے اس کو روایت فرمایا ہے۔

تیسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تعلموا کتاب الله و تعاهدوا و تغنوا به، رواه الامام۔ احمد عن

عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(مسند امام احمد بن حنبل حدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۳۶)
قرآن مجید سیکھو اور اس کی نگہداشت رکھو اسے اچھے لہجے پسندیدہ الحان سے پڑھو، (امام احمد نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند سے اس کو روایت کیا ہے۔)

چوتھی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

زینوا القرآن باصواتکم فان الصوت الحسن یزید القرآن حسنا۔
واہ الدارمی فی سننہ ومحمد بن نصر فی کتاب الصلوٰۃ بلفظ
حسنوا ۲۔ وبالنقطین رواہ الحاكم فی المستدرک کلہم من البراء
بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(سنن الدارمی باب ۳۳۳ اتفق بالقرآن حدیث ۳۵۰۴ نشر النسخۃ لسان ۲/ ۳۴۰)
(مسند رک لم یکم کتاب فضائل القرآن دار الفکر بیروت ۱/ ۵۷۵) (۲) کنز العمال بحوالہ الدارمی ابن نصر
حدیث ۲۷۶۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۶۰۵)

قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو کہ خوش آوازی قرآن کا حسن بڑھا
دیتی ہے (امام دارمی نے اپنی سنن میں اور محمد بن نصر نے کتاب الصلوٰۃ
میں حسنوا کے الفاظ سے اس کو روایت کیا ہے اور دونوں لفظوں سے امام
حاکم نے المستدرک میں روایت کیا ہے اور سب نے براء بن عازب رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے اس کو روایت کیا ہے۔)

پانچ حدیثوں صحیح رفی جلیل میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منا من لم یتغن بالقرآن رواہ البخاری ۳۔ عن ابوہریرۃ
وابوداؤد عن ابی لبابۃ عہد المنذر وهو کاحمد وابن حبان عن

سعد بن ابی وقاص و الحاکم عنه وعن عائشه وعن ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(صحیح بخاری کتاب التوحید ۲ / ۱۱۲۳ و سنن ابی داؤد باب استحباب الترتیل فی القرآن
۲۰۷ / (مسند احمد بن حنبل ۱ / ۷۲ / ۱۷۲۷۹ حدیث ۶۰۵ / ۱) (المستدرک للحاکم کتاب
فضائل القرآن ۱ / ۵۶۹)

ہمارے طریقے پر نہیں جو قرآن خوش الحانی سے آواز بنا کر نہ پڑھے (امام
بخاری نے اس کو حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا جبکہ امام ابو داؤد نے
حضرت ابولبابہ عبد المنذر سے اسے روایت کیا۔ نیز اس نے امام احمد اور
ابن حبان کی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص سے بھی روایت کی ہے اور
حاکم نے ان سے یعنی سعد بن ابی وقاص، سیدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت
ابن عباس (تینوں) سے روایت کی ہے اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۳ ص ۵۸۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بلند آواز سے ہی پڑھنا بہتر ہے مگر۔۔۔

حجتہ الاسلام حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الولی لکھتے ہیں: کسی زمانے
میں بصرہ کے ہر گلی کوچے سے ذکر الہی اور تلاوت قرآن پاک کی آوازیں بلند ہوتی
تھیں اور اس طرح لوگوں کو ذکر الہی اور تلاوت قرآن پاک کی ترغیب ہوتی تھی۔ اللہ قاف
اس زمانے میں کسی عالم نے ریا کی باریکیوں کے بارے میں ایک رسالہ لکھا (اس
رسالہ کی جب اشاعت ہوئی) تو تمام لوگ ذکر و تلاوت جبری سے دست بردار ہو گئے،
کئی لوگوں نے کہا: کاش اس عالم نے یہ رسالہ نہ لکھا ہوتا۔

(کیمائے سعادت، ج ۲ ص ۶۹۲)

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ

قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ . قَالَ: فرماتی ہیں کہ میں رات کے وقت (اپنے
 حَدَّثَنَا مُسْعَرٌ . عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ گھر کی) چھت پر نبی کریم ﷺ کی
 الْعَبْدِيُّ . عَنْ يَحْيَى بْنِ جَعْدَةَ . قراءت سنا کرتی تھی۔
 عَنْ أُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ: كُنْتُ أَسْمَعُ
 قِرَاءَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ وَأَنَا عَلَى عَرِيضِي۔
 شرح حدیث: مسحور کن قرأت

حضرت سیدنا خاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اسلام قبول کرنے سے قبل بھوت پریت
 اتارنے کا منتر کیا کرتے تھے، فرماتے ہیں کہ جب میں مکہ آیا تو چند احمقوں کو یہ کہتے سنا
 کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) پر جنون کا اثر ہے۔ میں نے لوگوں سے دریافت
 کیا کہ وہ کہاں رہتے ہیں، شاید اللہ تعالیٰ انہیں میرے ہاتھوں شفا دے دے۔ پھر
 میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، میں ہوائی اشیاء اور جنون وغیرہ کا علاج
 کرتا ہوں اور اللہ (عزوجل) جسے چاہتا ہے میرے ہاتھوں شفاء دے دیتا ہے، آئیے
 میں آپ کا علاج کر دوں۔ یہ سن کر سرور عالم نے خطبہ پڑھنا شروع کیا کہ تمام تعریفیں
 اللہ ہی کے لئے ہیں، ہم اسی کی تعریف کرتے ہیں اور اسی سے مدد کے طلب گار ہیں،
 جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے اور جسے وہ راہ حق
 سے بھٹکا دے اس کی راہنمائی کرنے والا کوئی نہیں، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں
 کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ واحد و یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ آپ
 نے یہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ یہ سن کر میں نے کہا، خدا کی قسم! میں نے کائنات کی باتیں
 بھی سنی ہیں اور جادو گروں کی بھی نیز شاعروں کے کلام بھی سن رکھے ہیں مگر آپ جیسا
 کلام کسی نے نہیں کیا، اپنا دستِ اقدس آگے بڑھائیے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور میں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام لانے کی بیعت کی۔

(الہدایۃ وانھایۃ، ج ۳، ص ۳۸)

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے دن اونٹنی پر دیکھا آپ پڑھ رہے تھے، بے شک ہم نے آپ کو واضح فتح دی تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے سبب آپ کے پہلوں اور پچھلوں کے گناہ بخش دے (آپ خوش آوازی سے قراءت فرماتے۔ عبداللہ بن مغفل کہتے ہیں (میرے استاد) معاویہ بن قمرہ نے فرمایا اگر مجھے لوگوں سے جمع ہونے کا ڈر نہ ہوتا تو تمہیں اسی آواز میں (یا کہا اسی لہجہ میں) سنانا شروع کرتا۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُغْفَلٍ، يَقُولُ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلَى نَاقَتِهِ يَوْمَ الْفَتْحِ، وَهُوَ يَقْرَأُ: إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا لِيُغْفَرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ. قَالَ: فَقَرَأَ وَرَجَعَ، قَالَ: وَقَالَ مُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ: لَوْلَا أَنْ يَجْتَمِعَ النَّاسُ عَلَى لَأَخَذْتُ لَكُمْ فِي ذَلِكَ الصَّوْتِ أَوْ قَالَ: اللَّحْنِ.

شرح حدیث: تاجدارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مکہ میں داخلہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب فاتحانہ حیثیت سے مکہ میں داخل ہونے لگے تو آپ اپنی اونٹنی ”قصواء“ پر سوار تھے۔ ایک سیاہ رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے تھے اور بخاری میں ہے کہ آپ کے سر پر ”مغفر“ تھا۔ آپ کے ایک جانب حضرت ابو بکر صدیق اور دوسری جانب اسید بن خضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے اور آپ کے چاروں طرف جوش میں بھرا ہوا اور ہتھیاروں میں ڈوبا ہوا لشکر تھا جس کے درمیان کو کہہ نبوی تھا۔ اس

شان و شوکت کو دیکھ کر ابوسفیان نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اے عباس! تمہارا بھتیجا تو بادشاہ ہو گیا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ تیرا برا ہوا اے ابوسفیان! یہ بادشاہت نہیں ہے بلکہ یہ ”نبوت“ ہے۔ اس شاہانہ جلوس کے جاہ و جلال کے باوجود شہنشاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان تو اضع کا یہ عالم تھا کہ آپ سورہ فتح کی تلاوت فرماتے ہوئے اس طرح سر جھکائے ہوئے اونٹنی پر بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کا سر اونٹنی کے پالان سے لگ لگ جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ کیفیت تو اضع خداوند قدوس کا شکر ادا کرنے اور اس کی بارگاہِ عظمت میں اپنے عجز و نیاز مندی کا اظہار کرنے کے لئے تھی۔

(المواہب اللندیہ مع شرح الزرقانی، باب غزوة الفتح الاعظم، ج ۳، ص ۴۳۲، ۴۳۳)

❖ عَنْ حُسَامِ بْنِ مِصْلَبٍ، عَنْ
 قَتَادَةَ، قَالَ: مَا بَعَثَ اللَّهُ نَبِيًّا
 إِلَّا حَسَّنَ الْوَجْهَ، حَسَّنَ الصُّوْبَ،
 وَكَانَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ حَسَّنَ الْوَجْهَ، حَسَّنَ
 الصُّوْبَ، وَكَانَ لَا يُؤْخَفُ.
 حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو
 خوبصورت اور خوش آواز بنا کر بھیجا اور
 تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم (بھی) خوب رو اور
 خوش آواز تھے اور آپ قراءت میں
 (ہمیشہ) خوش الحانی نہیں فرماتے تھے۔

شرح حدیث: خوش آواز نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ عز وجل فرمائے گا: میرے اطاعت گزار بندوں کو ”مَوْحِبًا“ اے میرے فرشتو! ان کو خوشی کے نغمے سناؤ۔ چنانچہ ملائکہ جائیں گے اور ان کے لئے جنت کی گانے والی حوریں کو لائیں گے اور ٹہنیوں اور درختوں پر سیٹیاں نصب کریں گے تمام درختوں کی ہر ٹہنی پر ستر (70) ہزار جھنکی ساز ہوں گے، عرش کے نیچے سے ہوا چل کر ان جنتی سازوں میں داخل ہوگی تو ان سے ایسے نغمے سنے جائیں گے جن سے اچھے نغمے سننے

والوں نے نہ سنے ہوں گے۔

پھر اللہ عزوجل حور عین سے فرمائے گا: میرے بندوں کو خوشی کے نغمے سناؤ کیونکہ یہ میری رضا کے لئے دنیا میں گانوں کی آواز سے اپنے کانوں کو بچاتے تھے، میرے ذکر اور میرے کلام (یعنی قرآن مجید) کو سن کر لطف اندوز ہوا کرتے تھے، تو ختم ان کو اپنی آواز میں میری حمد و ثناء سناؤ۔ تو حور عین گائیں گی اور ساز بھی ان کے ہم آواز ہو کر بجاتے ہوں گے سب لوگ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اسے سن کر خوشی سے مست و بے خود ہو جائیں گے جب وجد و سرور سے افاقہ ہوگا اور سیر ہو جائیں گے تو عرض کریں گے: اے ہمارے رب عزوجل! ہم دنیا میں تیرا ذکر اور تیرا پیارا کلام پسند کیا کرتے تھے۔ تو اللہ عزوجل فرمائے گا: ہاں! بے شک میرے پاس تمہارے لئے وہ سب کچھ ہے جس کی تمہیں جنت میں خواہش ہے اور تم اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے۔

پھر اللہ عزوجل فرمائے گا: اے داؤد (علیہ السلام)! تو وہ عرض کریں گے: رَبِّیَّا رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (یعنی اے تمام جہانوں کے مالک میں حاضر ہوں)۔ اللہ عزوجل فرمائے گا: اے داؤد (علیہ السلام)! میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم منبر پر کھڑے ہو کر میرے محبوب بندوں کو ”زبور شریف“ کی دس سورتیں سناؤ۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام منبر پر تشریف فرما ہو کر زبور شریف کی دس سورتوں کی تلاوت فرمائیں گے، حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز جو کہ گانے والی جنتی حوروں کی آواز سے بھی بڑھ کر ہوگی اس سے اہل جنت خوشی و مسرت سے وجد و سرور میں آجائیں گے جیسے نشے میں ہوں اور حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کی آواز (خوش الحالی میں) نوے (90) مزامیر کی آواز کے برابر ہوگی جب اہل جنت کو (وجد سے) سیر ہو کر افاقہ ہوگا تو اللہ عزوجل فرمائے گا: اے میرے بندو! کیا تم نے اس سے اچھی آواز کبھی سنی تھی؟ تو وہ عرض کریں گے: نہیں، اللہ عزوجل کی قسم! آج تک ہمارے کانوں نے نہ تیرے نبی حضرت سیدنا داؤد

علیہ السلام کی آواز کی مثل آواز سنی تھی اور نہ اس سے بہتر اور پیاری آواز سنی تھی۔
 پھر اللہ عزوجل فرمائے گا: میری عزت و جلال کی قسم! میں تمہیں اس سے بھی
 زیادہ اچھی آواز سناؤں گا، اے میرے محبوب! اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر
 پر تشریف فرما ہو کر سورہ یس اور سورہ طہ کی تلاوت کیجئے۔ تو سلطانِ دو جہاں، صاحب
 قرآن، صاحبِ حسنِ صوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تلاوت فرمائیں گے اور آپ صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آواز حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کی آواز سے ستر (70)
 گنا زیادہ خوش کن ہوگی، سارے جنتی، ان کے نیچے کرسیاں، عرش کی قدیلیں، ملائکہ،
 حور و غلاماں اور بچے سب خوشی سے وجد و سرور میں آجائیں گے اور جنت کی کوئی چیز ایسی
 نہ ہوگی جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سورہ یس اور سورہ طہ کی تلاوت پر آپ
 کی آواز کی نفی ہوگی اور حسن سے نہ جھومتی ہوگی۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا: اے میرے محبوب بندو! کیا تم نے اس سے بھی
 زیادہ اچھی آواز کبھی سنی تھی؟ تو وہ عرض کریں گے: تیری عزت اور جلال کی قسم! جب
 سے ہم پیدا ہوئے ہیں اس سے اچھی آواز کبھی نہیں سنی اور اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے زیادہ میٹھی آواز کسی کی نہیں سنی۔ اللہ عزوجل فرمائے گا، میری
 عزت و جلال کی قسم! میں تمہیں اس سے بھی زیادہ میٹھی اور زیادہ سریلی آواز سناؤں
 گا پھر اللہ تبارک و تعالیٰ خود سورہ انعام سنائے گا، جب جنتی حق تبارک و تعالیٰ کا کلام سنیں
 گے تو وجد و مستی میں ہوش و حواس کھو بیٹھیں گے تمام مال و اسباب، پردے،
 جلبات، محلات، درخت، حوریں اور نور کے سمندر بے قرار ہو جائیں گے، باغات جھوم
 اٹھیں گے، تمام درخت اور نہریں کلامِ عزیز و غفار عزوجل کی مٹھاس سے وجد کرنے
 لگیں گی جنت بھی وجد میں آجائے گی اس کے ستون خوشی سے لہرائیں گے، عرش، کرسی
 ملائکہ سب جھومنے لگیں گے اور جنت اپنے تمام ساز و سامان سمیت محبت و شوق سے

دارفته ہو جائے گی۔ (قرۃ النبیون و المنیرین، نقب الخزان ص ۱۱۱۔ ۱۱۲ ملاحظہ فرمائیے) فقیر ابوالیث نعیم بن محمد سرقدی الترمذی (۱۱۷ھ - ۲۰۳ھ)

پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح

حضرت داؤد علیہ السلام خداوند قدوس کی تسبیح و تقدیس میں بہت زیادہ مشغول و مصروف رہتے تھے اور آپ اس قدر خوش الحان تھے کہ جب آپ زبور شریف پڑھتے تھے تو آپ کے وجد آفریں نغموں سے نہ صرف انسان بلکہ وحوش و طیور بھی وجد میں آجاتے اور آپ کے گرد جمع ہو کر خدا کی حمد کے ترانے گاتے اور اپنی اپنی سریلی اور پرکیف آوازوں میں تسبیح و تقدیس میں حضرت داؤد علیہ السلام کی ہمنوائی کرتے اور چرند و پرند ہی نہیں بلکہ پہاڑ بھی خداوند تعالیٰ کی حمد و ثناء میں گونج اٹھتے تھے۔

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ
الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ
حَسَّانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ
الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عَمْرِو
بْنِ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ
ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَتْ قِرَاءَةُ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،
رُحْمًا يَسْمَعُهَا مَنْ فِي الْحُجْرَةِ وَهُوَ
فِي الْبَيْتِ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ مراقبہ و لمعات وغیرہ نے فرمایا کہ یہاں حجرے سے مراد گھر کا صحن ہے اور بیت سے مراد کوٹھڑی یعنی آپ کی تلاوت درمیانی تھی یہ عمومی حالات کا ذکر ہے

ورنہ کبھی اس سے زیادہ آواز بھی ہوتی تھی اور کبھی کم بھی۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲ ص ۲۲۹)

45- بَابُ مَا جَاءَ فِي بُكَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ گریہ مبارک

❖ عَنْ قَائِلٍ ، عَنْ مُطَرِّفٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو ، قَالَ : أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي ، وَلَحْظُهُ أَرِيذُ كَأَزِيدِ الْبُرْجَلِ مِنَ الْبُكَاءِ .
حضرت مطرف اپنے والد ماجد عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھا آپ (اس وقت) نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے سینے مبارک سے ہنڈیا کے جوش کی طرح رونے کی آواز آرہی تھی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ مطرف تابعی ہیں اور ان کے والد عبد اللہ ابن عمر صحابی ان کا پورا نام یہ ہے مطرف ابن عبد اللہ ابن عامر ابن صعصعہ ثخیر۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا خوف خدا یا عشق الہی میں تھا یا اپنی امت کی شفاعت میں جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ حضور علیہ السلام تہجد پڑھ رہے تھے اور آیت اِنْ تَعَذَّبْهُمْ الْغَمُّ بَارِبَارٍ پڑھتے تھے اور روتے تھے یہ رونا رب تعالیٰ کو بہت پیارا ہے، اب بھی جو نمازی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق یا خدا کے خوف سے نماز میں روئے تو نماز بڑی مقبول ہوتی ہے خصوصاً نماز تہجد، ہاں دنیوی تکلیف سے نماز میں رونا منع ہے اور اگر اس میں تین حرف ادا ہو گئے تو نماز فاسد ہے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲ ص ۲۲۵)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلانَ
 قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ،
 قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ
 الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ
 عُثَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ،
 قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْرَأْ عَلَى
 فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَقْرَأُ
 عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أَنْزَلَ، قَالَ: إِيَّايَ
 أَحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي،
 فَقَرَأْتُ سُورَةَ النَّسَاءِ، حَتَّى
 بَلَغْتُ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ
 شَهِيدًا، قَالَ: فَرَأَيْتُ عَيْنِي
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ: یعنی تم قرآن پڑھو میں سنوں۔ شعر

خوشر آں باشد کہ سر دلبراں

گفتہ آید از حدیث دیگران

معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھنا، پڑھوانا، سننا، سنانا سب عبادت اور سنت رسول
 ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پڑھوانا نہ تو تعلیم کی لیے تھا نہ اصلاح کے لیے بلکہ
 صرف سننے کے لیے تھا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی کریم
 ﷺ نے (کچھ) قرآن پاک پڑھنے
 کا حکم فرمایا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ!
 (ﷺ) کیا میں آپ کے سامنے
 پڑھوں حالانکہ قرآن کریم آپ پر نازل
 ہوا؟ آپ نے فرمایا میں دوسرے آدمی
 سے سننا چاہتا ہوں، میں نے سورہ نساء
 پڑھی اور جب میں وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ
 شَهِيدًا پر پہنچا تو میں نے نبی کریم ﷺ
 کی مبارک آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے
 دیکھے۔

یعنی حضور آپ کو تو حضرت جبریل قرآن سناتے ہیں تو میری کیا حقیقت ہے، یا قرآن کریم حکمت ہے حضور حکیم ہیں، جنہیں اللہ عزیز حکیم نے سکھایا، حکمت حکیم کے منہ سے جتنی ہے، میرا حضور کے سامنے پڑھنے کا حوصلہ نہیں پڑتا۔

کیونکہ قرآن پڑھنا بھی عبادت ہے اور دوسرے سے پڑھوا کر سننا بھی، پہلی عبادت تو ہم کرتے رہتے ہیں، آج چاہتے ہیں کہ دوسری عبادت بھی ادا کریں، عرب شریف میں اب بھی دستور ہے کہ جہاں چند احباب جمع ہوتے ہیں تو وہاں ایک دوسرے سے قرآن شریف سنتے ہیں، یہ اس حدیث پر عمل ہے۔

یعنی اے محبوب قیامت کے دن ان کفار کا کیا بنے گا جب کہ ان کے انبیاء ان کے خلاف گواہی دیں گے اور اے محبوب تم ان تمام انبیاء کی تائیدی گواہی دو گے کہ مولیٰ یہ سارے انبیاء سچے ہیں ان کی قوموں نے واقعی بہت سرکشی کی تھی اپنے نبیوں کی بات نہ مانی تھی، اس آیت کریمہ کی نفیس تفسیر ہماری کتاب ”شان حبیب الرحمان“ اور تفسیر نعیمی میں ملاحظہ کرو۔

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی یا تو ہیبت الہی سے قیامت کے اس مقدمہ کے تصور سے یا اپنی امت پر رحمت کی وجہ سے۔ مرقات نے فرمایا کہ اس آیت پر بعض لوگ بے ہوش ہو گئے اور بعض حضرات مر بھی گئے۔ معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھ کر یا سن کر رونا سنت ہے بشرطیکہ بناوٹ سے نہ ہو۔ یہی شریف میں ہے کہ قرآن کریم غم درنج لیے ہوئے آیا ہے، اس لیے تم اس کی تلاوت پر روؤ (مرقات) (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۲۲۰)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عہد اقدس میں ایک دن سورج کو گرہن

بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: انْكَسَفَتِ
الشَّمْسُ يَوْمًا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يُصَلِّي، حَتَّى لَمْ يَكُنْ
يَرَى كَعْبُ ثُمَّ رَكَعَ، فَلَمْ يَكُنْ يَرِغْ
رَأْسَهُ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، فَلَمْ يَكُنْ
أَنْ يَسْجُدَ، ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ يَكُنْ
أَنْ يَرِغْ رَأْسَهُ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ،
فَلَمْ يَكُنْ أَنْ يَسْجُدَ، ثُمَّ سَجَدَ
فَلَمْ يَكُنْ أَنْ يَرِغْ رَأْسَهُ، فَجَعَلَ
يَنْفُخُ وَيَنْبِكِي، وَيَقُولُ: رَبِّ اَلَمْ
تَعِدْنِي أَنْ لَا تُعَذِّبَهُمْ وَأَنَا
فِيهِمْ؟ رَبِّ اَلَمْ تَعِدْنِي أَنْ لَا
تُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ؟
وَنَحْنُ نَسْتَغْفِرُكَ فَلَمَّا صَلَّى
رَكَعَتَيْنِ انْجَلَّتِ الشَّمْسُ، فَقَامَ
فَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالَى، وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ
قَالَ: إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ
مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لَا يَنْكَسِفَانِ
لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا

لگ گیا، رسول اکرم ﷺ نے نماز
پڑھنی شروع کی (اور اتنا لمبا قیام کیا کہ)
آپ رکوع کرنے والے معلوم نہیں ہوتے
تھے، پھر رکوع فرمایا (اور اتنا لمبا رکوع
فرمایا کہ) سجدہ کرتے معلوم نہیں ہوتے
تھے پھر نہایت لمبا قومہ کیا اور پھر سجدہ فرمایا
اور کافی دیر تک سر نہ اٹھایا، پھر دونوں
سجدوں کے درمیان نہایت لمبا جلسہ
فرمانے کے بعد آپ نے دوسرا جلسہ فرمایا
اور اس میں اتنی دیر ٹھہرتے معلوم نہیں
ہوتے تھے۔ سجدے کی حالت میں آپ
کراہنے اور رونے لگے اور دعا فرمائی کہ
اے میرے پروردگار! کیا یہ تمہارا وعدہ
نہیں کہ جب تک میں ان میں ہوں، تو ان
کو عذاب نہیں دے گا۔ اے میرے پرورد
گار کیا تمہارا وعدہ نہیں کہ جب تک یہ
(امتی) بخشش مانگتے رہیں گے تو انہیں
عذاب نہیں دے گا۔ (اے اللہ!) ہم تجھ
سے بخشش کے طلبگار ہیں۔ جب آپ نے
دور رکعت نماز ادا فرمائی تو سورج روشن
ہو گیا، پھر آپ نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ

اِنْكَسَفَا ، فَافْزَعُوا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ
تَعَالٰی۔

کی حمد و ثنا کی اور فرمایا بے شک سورج اور
چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو
نشانیاں ہیں، انہیں کسی کی موت یا زندگی کی
وجہ سے گرہن نہیں ہوتا، جب ان کو گرہن
ہو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ پناہ چاہو۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ ،
قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُو اَمْحَدٍ ، قَالَ:
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ
السَّائِبِ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ابْنِ
عَبَّاسٍ ، قَالَ: اَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ
صَلٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَةً لَهُ
تَقْضٰى فَاُخْتَضَعَهَا فَوَضَعَهَا بَيْنَ
يَدَيْهِ ، فَمَاتَتْ وَهِيَ بَيْنَ يَدَيْهِ
وَصَاحَتْ اُمُّ اَيْمَنَ ، فَقَالَ يَغْنٰى
صَلٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَتَبْكِيْنَ
عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ، فَقَالَتْ:
اَلَسْتُ اَرَاكَ تَبْكِيْ ، قَالَ: اِنِّىْ
لَسْتُ اُبْكِيْ ، اِنَّمَا هِيَ رَحْمَةٌ ، اِنَّ
الْمُؤْمِنَ بِكُلِّ خَيْرٍ عَلَى كُلِّ حَالٍ ،
اِنَّ نَفْسَهُ تُلَوِّغُ مِنْ بَيْنِ جَنَّتَيْهِ ،
وَهُوَ يَحْمَدُ اللّٰهَ تَعَالٰى ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنه فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے
اپنی ایک صاحبزادی کو، جو نزاع کی حالت
میں تھی، بغل میں لیا اور پھر اپنے سامنے
رکھا (چنانچہ) وہ آپ کے سامنے ہی وہ
انتقال فرما گئیں، حضرت ام ایمن رضی اللہ
تعالیٰ عنہا (صدے کی وجہ سے) چیخ
پڑیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا تو
اللہ کے رسول کے سامنے روتی ہے؟ ام
ایمن نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا
آپ نہیں رو رہے؟ آپ نے فرمایا میں
رو نہیں رہا، بے شک یہ (آنسو) رحمت ہیں
اور مومن تو یقیناً ہر حال میں بھلائی پر ہوتا
ہے، بیشک اس کی جان دونوں پہلوؤں
کے درمیان سے نکالی جاتی ہے تو وہ اس
وقت بھی اللہ کی تعریف کر رہا ہوتا ہے۔

شرح حدیث: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ہجرت اور وفات

دو جہاں کے سردار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اعلان نبوت سے دس سال پہلے جبکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی عمر شریف ۳۰ برس کی تھی پیدا ہوئیں اور خالہ زاد بھائی ابو العاص بن ربیع سے نکاح ہوا۔ ہجرت کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ نہ جاسکیں ان کے خاوند بدر کی لڑائی میں کفار کے ساتھ شریک ہوئے اور قید ہوئے اہل مکہ نے جب اپنے قیدیوں کی رہائی کیلئے فدیے ارسال کئے تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اپنے خاوند کی رہائی کیلئے مال بھیجا جس میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جہیز میں دیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جب اس کو دیکھا تو خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یاد تازہ ہو گئی آبدیدہ ہوئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مشورے سے یہ قرار پایا کہ ابو العاص کو بلا فدیہ چھوڑ دیا جائے اس شرط پر کہ وہ واپس جا کر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مدینہ طیبہ بھیج دیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دو آدمی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لینے کے لیے ساتھ کر دیئے کہ وہ مکہ سے باہر ٹھہر جائیں اور ابو العاص حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان تک پہنچا دیں۔

چنانچہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دیور کنانہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لے کر چلے، آپ اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہوئیں، کفار کو جب اس کی خبر ہوئی تو آگ بگولہ ہو گئے اور ایک جماعت مزاحمت کے لئے پہنچ گئی۔ جس میں ہتار بن اسود جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا زاد بھائی کا لڑکا تھا اور اس لحاظ سے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھائی ہوا وہ اور اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا ان دونوں میں سے کسی نے، اور اکثر نے ہتار ہی کو لکھا ہے، حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو

نیزہ مارا جس سے وہ زخمی ہو کر اونٹ سے گریں چونکہ حاملہ تھیں اس وجہ سے پیٹ کا بچہ بھی ضائع ہوا۔ کنانہ نے تیروں سے مقابلہ کیا ابوسفیان نے ان سے کہا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی بیٹی اور اس طرح علی الاعلان چلی جائے یہ گوارا نہیں۔ اس وقت واپس چلو پھر چپکے سے بھیج دینا۔

کنانہ نے اس کو قبول کر لیا اور واپس لے آئے۔ دو ایک روز بعد پھر روانہ کیا حضرت زینب کا یہ زخم کئی سال تک رہا اور کئی سال تک اس میں بیمار رہ کر ۸۷ھ میں انتقال فرمایا رضی اللہ عنہا وارضاهما عنا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ وہ میری سب سے اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی۔

(الطہات الکبریٰ لابن سعد، ذکر بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۸، ص ۲۶-۲۷ و سیرۃ

النبیۃ لابن ہشام، خروج زینب الی المدینۃ، ج ۱، ص ۵۷۶)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ فرماتی ہیں کہ جب حضرت عثمان بن
 مَهْدِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتقال کر گئے تو
 عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنِ نبی کریم ﷺ ان کی میت کو بوسہ بھی
 الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ دے رہے تھے (یا راوی نے) کہا کہ
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔
 وَسَلَّمَ، قَبَّلَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُونٍ
 وَهُوَ مَيِّتٌ وَهُوَ يَبْكِي أَوْ قَالَ:
 عَيْنَاهُ ظَهَرَا قَانَ۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان ابن مظعون وہ پہلے مہاجر ہیں جو مدینہ پاک میں فوت

ہوئے اور جنت البقیع میں دفن ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دست اقدس سے ان کی قبر کے سرہانے پتھر گاڑا، آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں، صاحب ہجرتین ہیں، اسلام سے پہلے بھی کبھی شراب نہ پی، بڑے عابد اور تہجد گزار صبحی تھے، ہجرت کے تیس ماہ بعد شعبان کے مہینہ میں وفات پائی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انہیں چومنا غسل دینے سے پہلے تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ میت غسل سے پہلے بھی پاک ہوتی ہے اس کا غسل جنابت کا سا غسل ہے۔ (لمعات) لمعات میں اسی جگہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کا عظیم الشان مقبرہ بنایا گیا۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۸۴)

❖ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَامِرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ وَهُوَ ابْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: شَهِدْنَا ابْنَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَسُولُ اللَّهِ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ، فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ، فَقَالَ: أَفِيكُمْ رَجُلٌ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ؟ قَالَ أَبُو طَلْحَةَ: أَنَا، قَالَ: انْزِلْ فَانْزِلْ فِي قَبْرِهَا.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک شہزادی کے جنازہ میں حاضر ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف فرما تھے، میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، آپ نے فرمایا کیا تم میں کوئی شخص ہے جس نے آج رات جماع نہ کیا ہو؟ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ہوں۔ آپ نے فرمایا اترو! چنانچہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبر میں اترے (اور انہیں دفن کیا)۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ یہ جنازہ حضرت ام کلثوم بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا جو حضرت عثمان کی زوجہ تھیں۔

یقارف، مقارفة سے بنا جس کے معنی ہیں کرنا یا قریب جانا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ يُقْتَرِفْ حَسَنَةً جَمَاعٍ كُوفَراف کہتے ہیں۔ بعض شارحین نے اس کے یہ معنی کئے ہیں کہ آج رات گناہ نہ کیا ہو مگر یہ غلط ہے، کیا سارے صحابہ راتیں گناہوں میں گزارتے تھے، یہاں بمعنی جماع ہے۔ واقعہ یہ ہوا تھا کہ ام کلثوم بہت عرصہ سے بیمار تھیں حضرت عثمان کو یہ خبر نہ تھی کہ آج ان کی آخری رات ہے اتفاقاً اس رات اپنی لونڈی سے صحبت کر بیٹھے یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزری اشارۃً اس طرح تنبیہ فرمائی، گویا یہ محبوبانہ شکوہ کیا کہ میری بیٹی اتنی بیمار اور تم نے صبر نہ کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے ہر خفیہ اور ظاہری عمل سے خبردار ہیں، دیکھو عثمان غنی کا پردہ کا کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر روشن تھا۔

یا تو قبر کو اندر سے صاف کرنے کے لئے تب تو حدیث بالکل ظاہر ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں یا میت کو قبر میں رکھنے کے لئے۔ تب اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوگا کہ بوقت ضرورت اجنبی نیک شخص میت عورت کو کفن کے اوپر سے ہاتھ لگا سکتا ہے۔ شاید حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی عذر ہوگا جس کی وجہ سے آپ خود قبر میں نہ اترے ورنہ عورت میت کو بیٹا، والد، بھائی، خاوند قبر میں اتارے، عثمان غنی سے یہ خدمت نہ لینا اظہار عتاب کے لیے تھا یا انہیں بھی کوئی عذر ہوگا۔ (لغات) (مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۹۳)

46- بَابُ مَا جَاءَ فِي فِرَاشِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بستر مبارک

❖ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

أَبِيهِ . عَنْ عَائِشَةَ . قَالَ : إِنَّمَا
كَانَ فِرَاشُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . الَّذِي يَنَامُ عَلَيْهِ
مِنْ أَدَمَ . حَشْوُهُ لَيْفٌ .

فرماتی ہیں کہ جس بستر پر نبی کریم ﷺ
آرام فرماتے تھے وہ چمڑے کا تھا اور اس میں
کھجور کے پتے (کوٹے ہوئے) بھرے
ہوئے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے لیف کے معنی کیے ہیں کھجور کی چھال، یہ غلط ہے
چھال بہت سخت ہوتی ہے۔ لیف کھجور کے درخت کا گودا جو نرم ہوتا ہے، عرب شریف
میں کم چوڑے بہت لمبے گدیے تکیہ نما ہوتے ہیں ان پر سویا جاتا ہے یہاں وہی مراد
ہے یعنی حضور کے سونے کا بستر ایسے گدیے تھے سردی میں یہ بستر تھا اور گرمیوں میں
ٹاٹ لہذا یہ حدیث ٹاٹ والی حدیث کے خلاف نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۵۳)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ
يَعْنَى الْبَصْرِيُّ . قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ
اللَّهِ بْنُ مَيْمُونٍ ، قَالَ : حَدَّثَنَا
جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ . عَنْ أَبِيهِ . قَالَ :
سُئِلَتْ عَائِشَةُ : وَسُئِلَتْ
حَفْصَةُ . مَا كَانَ فِرَاشُ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
بَيْتِكَ ؟ قَالَتْ : مِسْحًا ثَنَيْنِيهِ
ثَنِيَّتَيْنِ فَيَنَامُ عَلَيْهِ . فَلَمَّا كَانَ
ذَاتَ لَيْلَةٍ . قُلْتُ : لَوْ ثَنَيْتُهُ أَرْبَعَ
ثَنِيَّاتٍ . لَكَانَ أَوْطَأَ لَهُ . فَقَنِينَاهُ

حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ تعالیٰ
عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں
(انہوں نے فرمایا) حضرت عائشہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ کے حجرہ
مبارک میں نبی کریم ﷺ کا بستر مبارک
کیسا تھا؟ ام المومنین نے فرمایا چمڑے کا
بنا ہوا (گدا) تھا اور اس میں کھجور کے پتے
بھرے ہوئے تھے، حضرت حفصہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ کے ہاں
نبی کریم ﷺ کا بستر مبارک کیسا تھا؟
انہوں نے فرمایا کہ ایک ٹاٹ تھا جسے ہم

لَهُ بِأَرْبَعِ نَنِيَابٍ . فَلَمَّا أَصْبَحَ . قَالَ: مَا قَرَشْتُمْ لِيَ اللَّيْلَةَ قَالَتْ: قُلْنَا: هُوَ فِرَاشُكَ . إِلَّا أَكَا نَنِيَابَهُ بِأَرْبَعِ نَنِيَابٍ . قُلْنَا: هُوَ أَرَطًا لَكَ . قَالَ: رُحُوهُ بِحَالَتِهِ الْأُولَى . فَإِنَّهُ مَنَعَنِي وَطَاءَهُ صَلَاتِي اللَّيْلَةَ .

دوہرا کر لیا کرتے تھے، پھر نبی کریم ﷺ اس پر آرام فماتے ایک رات میں نے سوچا کہ اگر میں اس ٹاٹ کی چار تہیں کر دوں تو حضور اکرم ﷺ کے لیے زیادہ نرم ہوگا چنانچہ ہم نے اس کی چار تہیں کر دیں، صبح کے وقت نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ تم نے رات کو کونسا بستر بچھایا تھا؟ (انہوں نے فرمایا) ہم نے عرض کیا کہ بستر تو وہی تھا لیکن ہم نے اس کی چار تہیں کر دی تھیں (کیونکہ) ہمارے خیال میں وہ آپ کے لیے زیادہ نرم ہے۔ آپ نے فرمایا اسے پہلی حالت پر کر دو کیونکہ اس کے نرمی نے مجھے رات کی نماز سے روک رکھا۔

شرح حدیث: زاہدانہ زندگی

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہنشاہ کونین اور تاجدار دو عالم ہوتے ہوئے ایسی زاہدانہ اور سادہ زندگی بسر فرماتے تھے کہ تاریخ نبوت میں اس کی مثال نہیں مل سکتی، خوراک و پوشاک، مکان و سامان، رہن سہن غرض حیات مبارکہ کے ہر گوشہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زہد اور دنیا سے بے رغبتی کا عالم اس درجہ نمایاں تھا کہ جس کو دیکھ کر بھی کہا جاسکتا ہے کہ دنیا کی نعمتیں اور لذتیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ نبوت میں ایک چمچر کے پر سے بھی زیادہ ذلیل و حقیر ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس زندگی میں کبھی تین دن لگا تار ایسے نہیں گزرے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شکم سیر ہو کر روٹی کھائی ہو ایک ایک مہینہ تک کا شانہ نبوت میں چولہا نہیں جلتا تھا اور کھجور و پانی کے سوا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر والوں کی کوئی دوسری خوراک نہیں ہوا کرتی تھی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر آپ چاہیں تو میں مکہ کی پہاڑیوں کو سونا بنا دوں اور وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ چلتی رہیں اور آپ ان کو جس طرح چاہیں خرچ کرتے رہیں مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو پسند نہیں کیا اور بارگاہِ خداوندی عز و جل میں عرض کیا کہ اے میرے رب! عز و جل مجھے یہی زیادہ محبوب ہے کہ میں ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن کھانا کھاؤں تاکہ بھوک کے دن خوب گزرے اور تجھ سے دعائیں مانگوں اور آسودگی کے دن تیری حمد کروں اور تیرا شکر بجالاؤں۔

بستر کو چارتہ کر کے بچھا دیا تو صبح کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلے کی طرح اس ٹاٹ کو تم دہرا کر کے بچھا دیا کرو کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ اس بستر کی نرمی سے کہیں مجھ پر گہری نیند کا حملہ ہو جائے تو میری نماز تہجد میں خلل پیدا ہو جائے گا۔ روایت ہے کہ کبھی کبھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ایسی چارپائی پر بھی آرام فرمایا کرتے تھے جو کھر درے بان سے بنی ہوئی تھی۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بغیر بچھونے کے اس چارپائی پر لیٹتے تھے تو جسم نازک پر بان کے نشان پڑ جایا کرتے تھے۔

47- بَابُ مَا جَاءَ فِي تَوَاضُعِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

انکسار مبارک

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ

عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ

اللہ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عُمَرَ
بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا
تُظَرُّونِي كَمَا أَظَرَّتِ النَّصَارَى
ابْنَ مَرْيَمَ، إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ، فَقُولُوا:
عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ.
عنه فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا مجھے اس طرح (حد سے) نہ بڑھاؤ
جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ بن
مریم کو (حد سے) بڑھایا بیشک میں اللہ کا
(خاص) بندہ ہوں لہذا مجھے اللہ کا بندہ اور
اس کا رسول کہو۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ لا تطرونا ہے اطراء سے بمعنی مبالغہ کرنا، جھوٹی تعریف کرنا، حد
سے بڑھانا یعنی مجھے خدا یا خدا کا بیٹا یا خدا تعالیٰ کا رشتہ دار عزیز نہ کہو کہ یہ چیزیں ہم
جنسوں میں ہوتی ہیں رب تعالیٰ جنس سے پاک ہے، یہاں خاص مبالغہ کی ممانعت ہے
یعنی جس قسم کا مبالغہ عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا تم میرے بارے
میں وہ نہ کرو۔

اس کے معنی یہ نہیں کہ مجھے عبد اللہ و رسولہ کے سوا اور کچھ نہ کہو نہ شفیع
الذین کہو نہ رحمة اللعالمین کہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ میری وہ صفات بیان کرو جو
عبدیت کے ماتحت ہوں الوہیت والی صفات مت بیان کرو لہذا یہ حدیث ان
احادیث کے خلاف نہیں انا سید ولد ادم یا جیسے انا خطبہم اذا مستوا یہ حدیث قرآن
کریم کی آیات نعت کے خلاف ہے، رب فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَهِدًا
وَمُحَمَّدًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِآذَنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا۔ حق یہ ہے کہ سواء ابن اللہ
وغیرہ کے جو تعریف کر سکتے ہو کرو امام بویری فرماتے ہیں۔

دع ما ادعته النصاری في نبیہم
واحکم بما شئت من شرف ومن عظم

فان فضل رسول الله ليس له

حد فيعرب عنه ناطق بفهم

نبی کریم کو ابن اللہ وغیرہ نہ کہو باقی جو کہہ سکتے ہو کہو کہ ہمارے الفاظ محدود ہیں حضور انور کے صفات غیر محدود، ساری دنیا ساری عمر حضور کے صفات بیان کرے سمندر کا قطرہ بیان نہیں ہو سکتا کہ غیر محدود کو محدود کیسے بیان کرے، ہمارے الفاظ محدود ہیں ۲۸ حرفوں میں حضور کی صفات لامحدود ہیں۔ سبحان اللہ! فیصلہ کر دیا۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۷۲)

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ:

حَدَّثَنَا سُؤْيُدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ،

عَنْ مُحَمِّدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ،

أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ لَهُ: إِنَّ

إِلَى إِلَيْكَ حَاجَةٌ، فَقَالَ: اجْلِسِي

فِي أَمِّي طَرِيقِ الْمَدِينَةِ يَسْتَمِعُ

أَجْلَسُ إِلَيْكَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا (یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے آپ سے ایک کام ہے، آپ نے فرمایا کہ تم مدینہ طیبہ کے جس راستہ میں چاہے چل کر بیٹھ، میں بھی وہاں بیٹھتا ہوں (یعنی جہاں چاہے مجھے اپنی ضرورت سے آگاہ کر دے۔)

شرح حدیث: تواضع

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان تواضع بھی سارے عالم سے نرالی تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اختیار عطا فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر آپ چاہیں تو شانہ زندگی بسر فرمائیں اور اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہیں تو ایک بندے کی زندگی گزاریں، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بندہ بن کر زندگی گزارنے کو پسند فرمایا۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی یہ تواضع دیکھ کر فرمایا کہ یا رسول اللہ! (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ کی اس تواضع کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ جلیل القدر مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام اولاد آدم میں سب سے زیادہ بزرگ اور بلند مرتبہ ہیں اور قیامت کے دن سب سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر انور سے اٹھائے جائیں گے اور میدان حشر میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔ (الثناء جعفریہ حقوق المصطفیٰ ﷺ، فصل داتا تواضع، ج ۱، ص ۱۳۰)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے عصا مبارک پر ٹیک لگاتے ہوئے کاشانہ نبوت سے باہر تشریف لائے تو ہم سب صحابہ تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے یہ دیکھ کر تواضع کے طور پر ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اس طرح نہ کھڑے رہا کرو جس طرح عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے کھڑے رہا کرتے ہیں میں تو ایک بندہ ہوں بندوں کی طرح کھاتا ہوں اور بندوں کی طرح بیٹھتا ہوں۔ (الثناء جعفریہ حقوق المصطفیٰ، فصل داتا تواضع، ج ۱، ص ۱۳۰)

حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی کبھی اپنے پیچھے سواری پر اپنے کسی خادم کو بھی بٹھالیا کرتے تھے۔ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ جنگ قرینظہ کے دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری کے جانور کی لگام چھال کی رسی سے بنی ہوئی تھی۔

(المواہب اللدیۃ مع شرح الزرقانی، الفصل الثانی، ج ۶، ص ۴۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غلاموں کی دعوت کو بھی قبول فرماتے تھے۔ جو کی روٹی اور پرانی چربی کھانے کی دعوت دی جاتی تھی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دعوت کو قبول فرماتے تھے۔ مسکینوں کی بیمار پرسی فرماتے، فقراء کے ساتھ ہم نشین فرماتے اور اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان مل

جل کر نشست فرماتے۔ (الشفاء بمعریف حقوق المصطفیٰ، فصل داتا تواضع، ج ۱، ص ۱۳۱ معقظ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے گھریلو کام خود اپنے دست مبارک سے کر لیا کرتے تھے۔ اپنے خادموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے اور گھر کے کاموں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے خادموں کی مدد فرمایا کرتے تھے۔

(الشفاء بمعریف حقوق المصطفیٰ، فصل داتا تواضع، ج ۱، ص ۱۳۲ معقظ)

ایک شخص دربار رسالت میں حاضر ہوا تو جلالت نبوت کی ہیبت سے ایک دم خائف ہو کر لرزہ بر اندام ہو گیا اور کانپنے لگا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم بالکل مت ڈرو۔ میں نہ کوئی بادشاہ ہوں، نہ کوئی جبار حاکم، میں تو قریش کی ایک عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کی بوئیاں کھایا کرتی تھی۔

(المواہب اللدیہ مع شرح الزرقانی، الفصل الثانی، ج ۶، ص ۷۱)

فتح مکہ کے دن جب فاتحانہ شان کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے لشکروں کے ہجوم میں شہر مکہ کے اندر داخل ہونے لگے تو اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تواضع اور انکسار کی ایسی تجلی نمودار تھی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اونٹنی کی پیٹھ پر اس طرح سر جھکائے ہوئے بیٹھے تھے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سر مبارک کجاوہ کے اگلے حصہ سے لگا ہوا تھا۔

(الشفاء بمعریف حقوق المصطفیٰ، فصل داتا تواضع...، ج ۱، ص ۱۳۲)

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بیماروں کی عیادت فرماتے، جنازوں میں تشریف لے جاتے، دراز گوش پر سوار

صلی اللہ علیہ وسلم یَعُوذُ
 التَّریضُ، وَیَشْهَدُ الْجَنَائِزَ،
 وَیَرْکَبُ الْجُمَارَ، وَیُجِیِبُ دَعْوَةَ
 الْعَبْدِ، وَكَانَ یَوْمَ بَنی قُرَیظَةَ
 عَلٰی حِمَارٍ مَخْطُومٍ یَحْتَبِلُ مِنْ
 لَیْفٍ، وَعَلَیْهِ اِكَافٌ مِنْ لَیْفٍ۔

شرح حدیث: رزق کے خزانوں کا مالک

فضل بن ربیع کا بیان ہے: میں ایک مرتبہ سفر حج میں خلیفہ ہارون الرشید علیہ رحمۃ اللہ المجید کے ساتھ تھا۔ واپسی پر جب ہمارا گزر ”کوفہ“ سے ہوا تو دیکھا کہ حضرت سیدنا بہلول دانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک جگہ کھڑے ہیں اور بہت بلند آواز سے چیخ رہے ہیں۔ میں نے ان سے کہا: خاموش ہو جائیے! خلیفۃ المسلمین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لا رہے ہیں۔ یہ سن کر وہ خاموش ہو گئے۔ پھر جب خلیفہ ہارون الرشید علیہ رحمۃ اللہ المجید کی سواری قریب آئی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے زور سے کہا: اے امیر المؤمنین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)! ذرا میری بات سنئے! خلیفہ نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آواز سنی تو رک گئے۔

حضرت سیدنا بہلول دانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)! مجھے ”ایمن بن نائل“ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث سنائی کہ حضرت سیدنا قدامہ بن عبد اللہ عامری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ عز وجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وادی منیٰ میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک سادے سے کجاوے میں تشریف فرما تھے اور وہاں نہ مارنا تھا، نہ ادھر ادھر ہٹانا تھا اور نہ ہی یہ کہ ایک طرف ہو جاؤ۔

(جامع الترمذی، ابواب الحج، باب ماجاء فی کرمیۃ طرد الناس... الخ، الحدیث: ۹۰۳، ص ۱۷۳)

تیری سادگی پہ لاکھوں تیری عاجزی پہ لاکھوں

ہوں سلام عاجزانہ مدنی مدینے والے!

فضل بن ربیع کا بیان ہے: میں نے امیر المؤمنین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا: حضور! یہ بہلول دیوانہ ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: میں انہیں جانتا ہوں، پھر کہا: اے بہلول (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)! مجھے کچھ اور نصیحت کرو۔ چنانچہ انہوں نے یہ دو عربی اشعار پڑھے، جن کا مفہوم یہ ہے:

ترجمہ: (۱) (بالفرض) اگر تجھے ساری دنیا کی حکومت مل جائے اور تمام لوگ تیرے مطیع و فرمانبردار بن جائیں،

(۲) پھر بھی کیا تیرا آخری ٹھکانا تنگ و تاریک قبر نہیں؟ (یعنی تیرے مرنے کے بعد) لوگ باری باری تجھ پر مٹی ڈالیں گے۔

(عَنْ ابْنِ الْوَكَّائِتِ مَسْأَلَةُ اِمَامِ ابِي الْفَرَجِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَلِيٍّ الْجَوْرِيِّ التُّوَلِيِّ ۵۹۷ھ)

❖ حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الْكُوفِيُّ، قَالَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يُدْعَى إِلَى خُبْزِ الشَّعِيرِ، وَالْإِهَالَةِ السَّيْغَةِ، فَيُجِيبُ وَلَقَدْ كَانَ لَهُ دِرْعٌ عِنْدَ يَهُودِيٍّ، فَمَا وَجَدَ مَا يَفُكُّهَا حَتَّى مَاتَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو جو کی روٹی اور کئی دن کی باسی چکنائی کی دعوت دی جاتی تو (بھی) قبول فرما لیتے آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی تھی لیکن آپ نے وصال فرمانے تک اس کو چھڑانے کے لیے کچھ نہ پایا۔ (یہ فقرہ اختیاری کی شان تھی)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اہالہ پگھلائی ہوئی چربی اور سندھ پرانی چربی جس میں پرانی ہونے کی وجہ سے بو پیدا ہوگئی ہو۔ معلوم ہوا کہ ایسی چربی حلال ہے کہ یہ مضر صحت نہیں ہوتی مگر مڑا بھنا کھانا صحت کے لیے بہت مضر ہے اس لیے اس کا کھانا جائز نہیں۔

حتیٰ کہ جب حضور انور کی وفات ہوئی تو ذرہ یہودی کے ہاں گروی رکھی ہوئی حضرت ابو بکر صدیق نے چھڑائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفار سے تجارتی مین دین مالی معاملات جائز ہیں اگرچہ ان کی آمدنی حرام و حلال سے مخلوط ہو، یہود کی حرام خوری پر قرآن مجید گواہ ہے لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْهَيْثِلِ مگر حضور انور نے ان سے قرض لیا کفار کے ہدیے قبول فرمائے۔ (مرآۃ الساج، ج ۷، ص ۸۳)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ، عَنْ سَفْيَانَ، عَنْ الزَّبَّيجِ بْنِ صَبِيحٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَهَانَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: سَجَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلَى رَحْلِ رَيْثٍ، وَعَلَيْهِ قَطِيفَةٌ، لَا تُسَاوِي أَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا، لَا رِيَاءَ فِيهِ، وَلَا سُمْعَةً.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پرانے پالان پر، جس پر ایک کمبل پڑا ہوا تھا، حج فرمایا، اس کمبل کی قیمت چار درہم بھی نہیں تھی۔ آپ نے دعا فرمائی اے اللہ! اس کو ایسا حج بنا دے جس میں ریا کاری اور نمائش نہ ہو۔

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک نبی کریم ﷺ سے بڑھ کر کوئی شخص محبوب نہ تھا (حضرت انس فرماتے ہیں پھر بھی) جب صحابہ کرام آپ کو دیکھتے تو کھڑے نہ ہوتے، کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ نبی کریم ﷺ اسے پسند نہیں فرماتے۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی کریم ﷺ کے حلیہ مبارک کے بارے میں پوچھا، آپ ہند بن ابی ہالہ (حبہ مبارک سے زیادہ واقف تھے اور میں چاہتا تھا کہ وہ مجھ سے نبی کریم ﷺ کے بارے میں کچھ بیان کریں، انہوں (ہند بن ابی ہالہ) نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نہایت ذی شان، معزز تھے اور آپ کا چہرہ مبارک چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا، پھر انہوں نے پوری حدیث بیان کردی (پوری حدیث پیچھے گزر چکی

الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَكَانُوا إِذَا رَأَوْهُ لَمْ يَقُومُوا، لِمَا يَعْلَمُونَ مِنْ كَرَاهَتِهِ لِذَلِكَ.

❖ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جُبَيْعُ بْنُ عُمَرَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجُبَلِيُّ، قَالَ: أَنْبَأَنَا رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ مِنْ وَلَدِ أَبِي هَالَةَ زَوْجِ خَدِيجَةَ، يُكْنَى أَبَا عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ أَبِي هَالَةَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، قَالَ: سَأَلْتُ خَالِي هِنْدَ بْنَ أَبِي هَالَةَ، وَكَانَ وَصَافًا عَنْ جَلِيلَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا أَشْتَهِي أَنْ يَصِفَ لِي مِنْهَا شَيْئًا، فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ: فَسَأَلْتُهُ عَنْ

مُخْرِجِهِ كَيْفَ يَصْنَعُ فِيهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ لِسَانُهُ إِلَّا فِيمَا يَغْنِيهِ، وَيُؤَلِّفُهُمْ وَلَا يُنْفِرُهُمْ، وَيُكْرِمُ كَرِيمَ كُلِّ قَوْمٍ وَيُؤَلِّيهُ عَلَيْهِمْ، وَيُحْذِرُ النَّاسَ وَيَخْتَرِسُ مِنْهُمْ مَنْ غَيْرِ أَنْ يَطْوِيَ عَنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ بَشْرَةً وَخُلُقَةً، وَيَتَفَقَّدُ أَصْحَابَهُ، وَيَسْأَلُ النَّاسَ عَمَّا فِي النَّاسِ، وَيُحَسِّنُ الْحَسَنَ وَيُقَبِّحُ الْقَبِيحَ، وَيُؤْهِيه، مُعْتَدِلُ الْأَمْرِ غَدْرٌ مُخْتَلِفٌ، لَا يَغْفُلُ مَخَافَةَ أَنْ يَغْفُلُوا أَوْ يَحْمِلُوا، لِكُلِّ حَالٍ عِنْدَهُ عِتَادٌ، لَا يَقْصُرُ عَنِ الْحَقِّ وَلَا يُجَادِرُهُ الَّذِينَ يَلُونَهُ مِنَ النَّاسِ خِيَارُهُمْ، أَفْضَلُهُمْ عِنْدَهُ أَكْثَرُهُمْ نَصِيحَةً، وَأَعْظَمُهُمْ عِنْدَهُ مَلُوزَةً أَحْسَنُهُمْ مُوَاسَاةً وَمُوَازَرَةً قَالَ: فَسَأَلْتُهُ عَنْ مَجْلِسِهِ،

ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مدت دراز تک حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چھپانے کے بعد (ایک مرتبہ) میں نے ان سے یہ حدیث بیان کی تو مجھے معلوم ہوا کہ آپ (امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پہلے ہی ان (اپنے ماموں ہند) سے پوچھ چکے ہیں اور جو کچھ مجھے معلوم ہوا، اس سے وہ بھی آگاہ ہو چکے ہیں (اور مجھے یہ معلوم ہوا کہ) انہوں نے اپنے والد ماجد (حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے نبی کریم ﷺ کے گھر تشریف لانے، باہر جانے اور آپ کے طور طریقوں کے بارے میں پوچھ لیا ہے او کوئی بات بھی (بلا تحقیق) نہیں چھوڑی، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد سے نبی کریم ﷺ کے گھر تشریف لانے (کی کیفیت) کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ جب نبی کریم ﷺ گھر تشریف لاتے تو اپنے گھر کے وقت کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے، ایک حصہ

فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُومُ وَلَا يَجْلِسُ إِلَّا عَلَى ذِكْرٍ، وَإِذَا انْتَهَى إِلَى قَوْمٍ، جَلَسَ حَيْثُ يَنْتَهِي بِهِ الْمَجْلِسُ، وَيَأْمُرُ بِذَلِكَ، يُعْطَى كُلَّ جُلَسَائِهِ بِنَصِيبِهِ، لَا يَخْسِبُ جَلِيسُهُ أَنَّ أَحَدًا أَكْرَمَ عَلَيْهِ مِنْهُ، مَنْ جَالَسَهُ أَوْ فَاوَضَهُ فِي حَاجَةٍ، صَابِرُهُ حَتَّى يَكُونَ هُوَ الْمُنْصَرِفُ عَنْهُ، وَمَنْ سَأَلَهُ حَاجَةً لَمْ يَزِدْهُ إِلَّا بِهَا، أَوْ يَمْنُوسِرُ مِنَ الْقَوْلِ، قَدْ وَسَّعَ النَّاسُ بَسْطُهُ وَخُلُقُهُ، فَصَارَ لَهُمْ أَبًا وَصَارُوا عِنْدَهُ فِي الْحَقِّ سَوَاءً، فَمَجْلِسُهُ مَجْلِسُ عِلْمٍ وَجَلِيمٍ وَحَيَاءٍ وَأَمَانَةٍ وَصَلِيمٍ، لَا تُرْفَعُ فِيهِ الْأَصْوَاتُ، وَلَا تُؤْبَنُ فِيهِ الْحُرْمُ، وَلَا تُتْلَى فَلَتَاتُهُ، مُتَعَادِلِينَ، بَلْ كَانُوا يَتَفَاضِلُونَ فِيهِ بِالتَّقْوَى، مُتَوَاضِعِينَ يُوقِرُونَ فِيهِ الْكَبِيرَ، وَيَزْحَمُونَ

اللہ تعالیٰ (کی عبادت) کے لیے ایک حصہ گھر والوں کے (حقوق کی ادائیگی) لیے اور ایک حصہ اپنی ذات کے لیے، پھر اپنا حصہ اپنا اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرماتے، پس (اپنے فیوض و برکات) خاص صحابہ کرام کے ذریعے عال لوگوں تک پہنچا دیتے اور ان سے کوئی چیز روک کر نہ رکھتے۔ امت کے حصہ (وقت) میں آپ کی عادت مبارک تھی کہ علم و عمل والوں کو (گھر کے اندر آنے کی) اجازت فرماتے اور ان کی دینی فضیلت کے اعتبار سے ان پر وقت تقسیم فرماتے، ان میں سے کسی کی ایک ضرورت ہوتی، کوئی دو ضرورتوں والا ہوتا اور کسی کی بہت سی ضرورتیں ہوتیں آپ ان کی (ضروریات) میں مشغول ہوتے اور ان کو ان کی اپنی اور باقی امت کی اصلاح سے متعلق کاموں میں مشغول رکھتے ان سے ان کے مسائل کے بارے میں پوچھتے اور ان کے مناسب حال ہدایات فرماتے، نبی کریم ﷺ فرماتے حاضر کو غائب تک

فِيهِ الصَّغِيرَ وَيُؤْتُونَ ذَا الْحَاجَةِ وَيَحْفَظُونَ الْغَرِيبَ . (سُنَّهٗ هَوْنُ مَسْأَلِ) پہچانے چاہئیں اور میرے پاس ایسے آدمی کی ضرورت بھی

پہنچایا کرو جو خود نہیں پہنچا سکتا کیونکہ جو شخص ایسے آدمی کی حاجات کسی صاحب اختیار کے پاس پہنچاتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے ثابت قدم رکھے گا اور نبی کریم ﷺ کے پاس ایسی ہی ضروریات کا ذکر کیا جاتا تھا، آپ اس کے خلاف (یعنی فضول بات) قبول نہیں فرماتے تھے، لوگ آپ کے پاس (علم و فضل) کی چاہت لے کر آتے اور جب واپس جاتے تو (علم و فضل کے علاوہ) کھانا وغیرہ بھی کھا کر جاتے اور بھلائی کے رہنما بن کر جاتے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے (اپنے والد ماجد سے) نبی کریم ﷺ کے باہر تشریف لے جانے (کی کیفیت) کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ اپنی زبان مبارک کو صرف با مقصد کلام کے لیے استعمال فرماتے، صحابہ کرام کو باہم محبت سکھاتے اور ان کو

جدانہ ہونے دیتے۔ آپ ہر قوم کے معزز آدمی کی عزت کرتے اور اسے ان پر حاکم مقرر کرتے، لوگوں کو (عذاب الہی کا) ڈر سناتے اور ان سے اپنی حفاظت فرماتے لیکن اس کے باوجود ہر ایک سے خندہ روئی اور خوش اخلاقی سے پیش آتے۔ اپنے صحابہ کرام کے حالات دریافت کرتے اور لوگوں کے حالات بھی دریافت کرتے اور لوگوں کے حالات بھی دریافت فرماتے رہتے۔ آپ اچھے کو اچھا سمجھتے اور اس کی تائید فرماتے برے کو برا سمجھتے اور اسے ذلیل و کمزور کرتے آپ ہمیشہ میانہ روی اختیار فرماتے اور (صحابہ کرام سے) بے خبر نہ رہتے کہ کہیں وہ غافل یا ست نہ ہو جائیں۔ آپ کے پاس ہر حالت کے لیے مکمل سامان ہوتا نہ تو حق سے قاصر رہتے اور نہ آگے بڑھتے (یعنی حق پر رہتے) لوگوں میں سے بہترین افراد آپ کے ہم نشین ہوتے جو لوگوں کا زیادہ خیر خواہ ہوتا وہ آپ کے نزدیک افضل ہوتا اور جو شخص لوگوں پر زیادہ احسان کرتا اور

ان سے اچھا برتاؤں کرتا، آپ کے نزدیک وہ بڑے مرتبے والا ہوتا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے ان سے (یعنی اپنے والد ماجد سے) نبی کریم ﷺ کی مجلس مبارک کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے۔ جب آپ مجلس میں تشریف لے جاتے تو جہاں مجلس ختم ہوتی تشریف رکھتے اور اسی بات کا حکم بھی فرماتے، ہر بیٹھنے والے کو اس کا حق دیتے (یعنی سب سے برابر پیش آتے) کوئی بیٹھنے والا یہ نہ سمجھتا کہ اس سے کوئی زیادہ باعزت ہے جب کوئی شخص آپ کے پاس بیٹھتا یا آپ سے گفتگو کرتا تو جب تک وہ خوف نہ چلا جاتا آپ اس کے پاس بیٹھے رہتے اور جو آپ کے سامنے اپنی ضرورت پیش کرتا آپ اس کی ضرورت پوری فرماتے یا نرمی سے جواب دے دیتے۔ نبی کریم ﷺ کی خوش مزاجی اور حسن اخلاق عام تھا چنانچہ آپ لوگوں کے لیے باپ کی طرح

تھے اور تمام لوگوں کے حقوق آپ کے
 نزدیک برابر تھے آپ کی مبارک مجلس،
 بردباری، حیا و صبر اور امانت کی مجلس ہوتی
 تھی، نہ تو وہاں آوازیں بلند ہوتیں اور نہ
 ہی (معزز لوگوں کی) عزتوں پر عیب لگایا
 جاتا۔ اس مجلس مبارک کی غلطیوں (یعنی
 بالفرض اگر کسی سے صادر ہو بھی جاتیں)
 پھیلائی نہیں جاتی تھیں، اہل مجلس آپس
 میں برابر ہوتے تھے (ایک دوسرے پر فخر
 نہیں کرتے تھے) صرف تقویٰ کی وجہ
 سے ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے تھے
 (اہل مجلس عاجزی کرتے، بڑوں کی عزت
 کرتے اور چھوٹوں پر رحم کرتے، حاجت
 مندوں کو ترجیح دیتے اور مسافر کے حقوق)
 کا خیال کرتے۔

شرح حدیث: حسن معاشرت

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن
 اپنے احباب، اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اپنے رشتے داروں، اپنے پڑوسیوں ہر
 ایک کے ساتھ اتنی خوش اخلاقی اور مہربانی کا برتاؤ فرماتے تھے کہ ان میں سے ہر ایک
 آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاقی حسنہ کا گرویدہ اور مداح تھا، خادم خاص حضرت
 انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے دس برس تک سفر و وطن میں حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل کیا مگر کبھی بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ مجھے ڈانٹا نہ جھڑکا اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ تو نے فلاں کام کیا اور فلاں کام کیوں نہیں کیا؟ (المواہب اللدیۃ مع شرح الزرقانی، الفصل الثانی فیما اکرمہ اللہ... الخ، ج ۶، ص ۴۲، ۴۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی خوش اخلاق نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر والوں میں سے جو کوئی بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکارتا تو آپ لبیک کہہ کر جواب دیتے۔ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں جب سے مسلمان ہوا کبھی بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے پاس آنے سے نہیں روکا اور جس وقت بھی مجھے دیکھتے تو مسکرا دیتے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے خوش طبعی بھی فرماتے اور سب کے ساتھ مل جل کر رہتے اور ہر ایک سے گفتگو فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بچوں سے بھی خوش طبعی فرماتے اور ان بچوں کو اپنی مقدس گود میں بٹھالیتے اور آزاد نیز لونڈی غلام اور مسکین سب کی دعوتیں قبول فرماتے اور مدینہ کے انتہائی حصہ میں رہنے والے مریضوں کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے جاتے اور عذر پیش کرنے والوں کے عذر کو قبول فرماتے۔ (الانفاء معریف حقوق المصطفیٰ، فصل واما حسن عشریہ، ج ۱، ص ۱۲۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کان میں کوئی سرگوشی کی بات کرتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت تک اپنا سر اس کے منہ سے الگ نہ فرماتے جب تک وہ کان میں کچھ کہتا رہتا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھتے تھے اور جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آتا آپ سلام کرنے میں پہل کرتے اور ملاقاتیوں سے مصافحہ فرماتے اور اکثر اوقات اپنے پاس آنے والے

ملاقاتیوں کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی چادر مبارک بچھا دیتے اور اپنی منہ بھی پیش کر دیتے اور اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ان کی کینٹیوں اور اچھے ناموں سے پکارتے کبھی کسی بات کرنے والے کی بات کو کاٹتے نہیں تھے۔ ہر شخص سے خوش روئی کے ساتھ مسکرا کر ملاقات فرماتے، مدینہ کے خدام اور نوکر چاکر برتنوں میں صبح کو پانی لے کر آتے تاکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے برتنوں میں دست مبارک ڈبو دیں اور پانی متبرک ہو جائے تو سخت جاڑے کے موسم میں بھی صبح کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر ایک کے برتن میں اپنا مقدس ہاتھ ڈال دیا کرتے تھے اور جاڑے کی سردی کے باوجود کسی کو محروم نہیں فرماتے تھے۔

(الشفاء جعفر بن عقیق المصطفیٰ، فصل دامن عشر، ج ۱، ص ۱۲۱، ۱۲۲، ملحقہ)

حضرت عمرو بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رضاعی باپ یعنی حضرت بی بی حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے کپڑے کا ایک حصہ ان کے لئے بچھا دیا اور وہ اس پر بیٹھ گئے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضاعی ماں حضرت بی بی حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے کپڑے کا باقی حصہ ان کے لئے بچھا دیا پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی آئے تو آپ نے ان کو اپنے سامنے بٹھا لیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ثویبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ہمیشہ کھڑا وغیرہ بھیجتے رہتے تھے یہ ابولہب کی لونڈی تھیں اور چند دنوں تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو انہوں نے بھی دودھ پلایا تھا۔

(الشفاء جعفر بن عقیق المصطفیٰ، فصل دامن عشر، ج ۱، ص ۱۲۸، ۱۲۹، ملحقہ)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے لئے کوئی مخصوص بستر نہیں رکھتے تھے بلکہ ہمیشہ

از دواج مطہرات کے بستروں ہی پر آرام فرماتے تھے اور اپنے پیار و محبت سے ہمیشہ اپنی مقدس بیویوں رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو خوش رکھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں پیالے میں پانی پی کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب پیالہ دیتی تو آپ پیالے میں اسی جگہ اپنا لب مبارک لگا کر پانی نوش فرماتے جہاں میرے ہونٹ لگے ہوتے اور میں گوشت سے بھری کوئی ہڈی اپنے دانتوں سے نوچ کر وہ ہڈی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیتی تو آپ بھی اسی جگہ سے گوشت کو اپنے دانتوں سے نوچ کر تناول فرماتے جس جگہ میرا منہ لگا ہوتا۔

(المواہب اللدیۃ مع شرح الزرقانی، الفصل الثانی فیہ اکرمہ اللہ... الخ، ج ۶، ص ۵۵۵، ملحوظاً)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روزانہ اپنی از دواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے ملاقات فرماتے اور اپنی صاحبزادیوں کے گھروں پر بھی رونق افروز ہو کر ان کی خبر گیری فرماتے اور اپنے نواسوں اور نواسیوں کو بھی اپنے پیار و شفقت سے بار بار نوازتے اور سب کی دلجوئی و رواداری فرماتے اور بچوں سے بھی گفتگو فرما کر ان کی بات چیت سے اپنا دل خوش کرتے اور ان کا بھی دل بہلاتے اپنے پڑوسیوں کی بھی خبر گیری اور ان کے ساتھ انتہائی کریمانہ اور مشفقانہ برتاؤ فرماتے الغرض آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے طرزِ عمل اور اپنی سیرت مقدسہ سے ایسے اسلامی معاشرہ کی تشکیل فرمائی کہ اگر آج دنیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر عمل کرنے لگے تو تمام دنیا میں امن و سکون اور محبت و رحمت کا دریا بہنے لگے اور سارے عالم سے جدال و قتال اور نفاق و شقاق کا جہنم بجھ جائے اور عالم کائنات امن و راحت اور پیار و محبت کی بہشت بن جائے۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حضرت انس بن مالک رضی اللہ
عَنْهُ قَالَ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

الْفُضَّلِ. قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ أَهْدَيْتَنِي إِلَى كُرَاعٍ لَقَبِلْتُ، وَلَوْ دُعِيتُ عَلَيْهِ لَأَجَبْتُ.

نے فرمایا اگر مجھے بکری کا پایہ تحفہ دیا جائے تو میں قبول کر لوں اور اگر اس کی دعوت بھی دی جائے تو بھی قبول کر لوں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی ہم کو معمولی آدمی کی دعوت اور معمولی ہدیہ قبول فرمانے میں عار نہیں ضرور قبول فرمائیں گے، اس میں مالداروں بلکہ بادشاہوں کو تعلیم ہے کہ غریبوں اور اپنے نوکروں کے حقیر ہدیوں کو نہ ٹھکراؤ ان کے اخلاص کی قدر کرو اور ہم غریبوں کی ہمت افزائی ہے کہ جس قدر ہو سکے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں مال و اعمال کے ثوابوں کا ہدیہ کرتے رہیں۔ یہاں کراع سے مراد گھرے (گائے بکری کے پائے) ہیں نہ کہ کراع التعمیم منزل جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی فقیر صدقہ کا معمولی مال بھی لے کر ہماری دعوت کر دے تو ہم قبول فرمائیں گے کیونکہ صدقہ اس پر ختم ہو چکا اسی لئے یہ حدیث اس باب میں لائی گئی۔

(مرآۃ النجیح، ج ۳، ص ۵۵)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ.. قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُسْكَدِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: جَاءَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ..

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، آپ نہ تو خچر پر سوار تھے اور نہ ہی ترکی گھوڑے پر (بلکہ پیدل تشریف لائے جو آپ کی تواضع کا واضح

وَسَلَّمَ لَيْسَ بِزَاكِبٍ بَغْلٍ وَلَا ثُبُوتٍ هِيَ۔
بِزُخُونِ۔

شرح حدیث: راہ خدا عزوجل میں یاؤں گرد آلود ہونے کا ثواب

حضرت سیدنا ابی اسحاق انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم روم کی سرزمین پر محو سفر تھے۔ حضرت سیدنا مالک بن عبد اللہ خثمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر کے سالار تھے۔ جب حضرت سیدنا مالک رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب سے گزرے جو اپنے فخر کی لگام تھامے آگے جارہے تھے تو حضرت سیدنا مالک رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا، اے بندے! اللہ تعالیٰ نے تمہیں سواری دی ہے اس پر سوار ہو جاؤ۔ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں اپنی سواری سدھار رہا ہوں اور اپنی قوم سے بے پرواہ ہوں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جس کے قدم راہ خدا عزوجل میں گرد آلود ہو جائیں اللہ عزوجل اسے جہنم پر حرام فرما دیتا ہے۔

ان کی بات حضرت سیدنا مالک رضی اللہ عنہ کو پسند آئی پھر وہ آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں خاموشی تھی۔ کسی نے بلند آواز سے کہا، اے ابو عبد اللہ! اللہ عزوجل نے تمہیں سواری عطا فرمائی ہے لہذا اس پر سوار ہو جاؤ۔ تو حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ منادی کا مقصد سمجھ گئے، چنانچہ فرمایا، میں اپنی سواری سدھار رہا ہوں اور اپنی قوم سے بے پرواہ ہوں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جس کے قدم راہ خدا عزوجل میں گرد آلود ہو جائیں اللہ عزوجل اسے جہنم پر حرام فرما دیتا ہے۔ یہ سن کر لوگ اپنی سواریوں سے اتر پڑے۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے اس دن ان سے زیادہ پیدل چلنے والا نہیں دیکھا۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب فضل الجہاد، رقم ۴۵۸۵، ج ۷، ص ۶۱)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ
 أَنْبَأَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي الْهَيْثَمِ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت یوسف
 الْعَطَّارُ، قَالَ: سَمِعْتُ يُوسُفَ بْنَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم
 عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ، قَالَ: سَمَّيْنِي ﷺ نے میرا نام یوسف رکھا اور مجھے
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ اپنی گود میں بٹھا کر میرے سر پر دست
 وَسَلَّمَ يُوسُفَ، وَأَفْعَدَنِي فِي اقدس پھیرا۔ (یعنی بچپن میں)
 جُجْرِهِ، وَمَسَحَ عَلَيَّ رَأْسِي۔

شرح حدیث: سیدنا عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں، یوسف
 علیہ السلام کی اولاد میں ہیں ان کے یہ صاحبزادہ بھی صحابی ہیں، آپ کا نام حضور انور نے
 یوسف رکھا، کنیت ابو یعقوب ہے، سنہ ۱۰ سو ہجری میں آپ کی وفات ہے، آپ سے
 تین احادیث مروی ہیں۔

آپ جب پیدا ہوئے تو گھر کے اندر اور باہر ہر طرف اسلام کی آواز گونج رہی
 تھی، آپ نے اسی ماحول میں آنکھیں کھولیں اور تعلیم و تربیت پائی، صحابہ کا معمول تھا
 کہ ان کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں دُعا و برکت کے
 لیے لاتے یہ پیدا ہوئے تو اُن کو بھی بارگاہِ نبوت میں لایا گیا، آپ نے ان کو گود میں
 بٹھایا اور سر پر دست شفقت پھیرا اور ان کا نام یوسف تجویز فرمایا۔

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ
 قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ
 الطَّيَالِسِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ نے ایک کھل پر (جو اس پالان پر تھا)
 وَهُوَ ابْنُ صَبِيحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جس کی قیمت ہمارے خیال میں چار درہم
 يَزِيدُ الرَّقَاشِيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ تھی، حج فرمایا، جب اونٹنی پر تشریف فرما

مَا لِكَ أَنْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَجَّ عَلَى رَحْلِ رَيْثٍ وَقَطِيفَةٍ، كُنَّا نَرَى تَمَتُّهَا أَرْبَعَةَ ذَرَاهِمَ، فَلَمَّا اسْتَوَتْ بِهِ رَاجِلَتُهُ قَالَ: لَبَّيْكَ بِحَجَّةٍ لَا سُمْعَةَ فِيهَا وَلَا رِيَاءَ.

شرح حدیث: حجة الوداع

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آخر ذوقعدہ میں جمعرات کے دن مدینہ میں غسل فرما کر تہبند اور چادر زیب تن فرمایا اور نماز ظہر مسجد نبوی میں ادا فرما کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور اپنی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو بھی ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ مدینہ منورہ سے چھ میل دور اہل مدینہ کی میقات ”ذوالخلفہ“ پر پہنچ کر رات بھر قیام فرمایا پھر احرام کے لئے غسل فرمایا اور حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے ہاتھ سے جسم اطہر پر خوشبو لگائی پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور اپنی اوٹنی ”قصواء“ پر سوار ہو کر احرام باندھا اور بلند آواز سے ”لبیک“ پڑھا اور روانہ ہو گئے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو آگے چھپے دائیں بائیں حد نگاہ تک آدمیوں کا جنگل نظر آتا تھا۔ یہی کی روایت ہے کہ ایک لاکھ چودہ ہزار اور دوسری روایتوں میں ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمان حجة الوداع میں آپ کے ساتھ تھے۔ (الواہب اللہ یہ شرح الزرقانی، النوع

السادس فی ذکر حجة وعمرہ، ج ۱۱، ص ۳۲۹-۳۳۱ حجة الوداع، ج ۳، ص ۱۴۶)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرفات پہنچ کر ایک کمل کے خیمہ میں قیام فرمایا۔ جب سورج ڈھل گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اوٹنی ”قصواء“ پر سوار ہو کر

وَعَاوِمِ الْأَحْوَالِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلًا خَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَرَّبَ مِنْهُ قُرَيْدًا عَلَيْهِ كُبَاءٌ، قَالَ: فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَأْخُذُ الدُّبَاءَ، وَكَانَ يُحِبُّ الدُّبَاءَ، قَالَ قَالِبٌ: فَتَسْمِعُكُ أَنْسًا، يَقُولُ: فَمَا صُنِعَ لِي ظَعَامًا، أَقْنَدُ عَلَى أَنْ يُصْنَعَ فِيهِ دُبَاءٌ، إِلَّا صُنِعَ.

کریم ﷺ کی دعوت کی اور آپ کے سامنے شہید (روٹی اور گوشت) جس میں کدو (بھی) تھے، لا کر رکھے (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں) رسول اللہ ﷺ کدو لے لیکر کھاتے (کیونکہ) آپ کدو پسند فرماتے تھے، حضرت ثابت فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اس کے بعد جب بھی میرے لیے کھانا تیار کیا جائے تو میں جہاں تک ممکن ہوتا، اس میں کدو ڈالتا ہوں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن شرح میں فرماتے ہیں کہ یا تو اس درزی نے حضرت انس کی بھی دعوت کی تھی یا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے اور مخدوم کے ساتھ عموماً خاص خدام جایا ہی کرتے ہیں، گھر والے ان کی آمد سے راضی ہوتے ہیں عرفایہ بات مردج ہے اس لیے آپ بھی حضور انور کے ساتھ گئے۔ جس حدیث میں آتا ہے کہ پانچ صاحبوں کی دعوت پر چھٹا آدمی ساتھ گیا تو حضور انور نے اس کے لیے علیحدہ اجازت مانگی، صاحب خانہ نے اجازت دے دی تب اسے کھانے میں شریک کیا وہ چھٹا آدمی خادم خاص نہ تھا لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں۔

قدید بنا ہے قد سے بمعنی کاٹنا، عرب میں گوشت کے بڑے بڑے پارچے نمک لگا کر سکھائے جاتے ہیں جو عرصہ تک کھائے جاتے ہیں انہیں قدید کہتے ہیں۔ ہم

نے بھی منی شریف میں بدویوں کو قربانی کا گوشت سکھاتے دیکھا ہے۔

حوال جمع ہے حول کی بمعنی گھومنا، کناروں کو حوال کہا جاتا ہے کہ اس طرف گھومنا ہوتا ہے۔ قصعہ یا صفعہ وہ بڑا پیالہ جس سے پانچ چھ آدمی کھا سکیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیالے کے ہر طرف سے کدو کے ٹکڑے اٹھا کر کھانے لگے۔ معلوم ہوا کہ کدو مرغوب تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب مخدوم و خادم ایک پیالے سے کھائیں تو مخدوم ہر طرف سے کھا سکتا ہے۔ وہ جو ارشاد ہے کل مما یلیک اپنے سامنے سے کھاؤ، وہاں چھوٹوں یا برابر والوں سے خطاب ہے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ جب ایک ساتھی کے ہر طرف ہاتھ ڈالنے سے دوسرے ساتھی نفرت کریں تب یہ حکم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ شریف سے چیز لگ کر تبرک بن جاتی ہے، حضرات صحابہ نے تو حضور کا پیشاب بلکہ خون بھی پیا ہے تبرک لہذا حضور کا حکم دوسرا ہے۔ (مرقات) بہر حال یہ حدیث بہت واضح ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت انس بھی کدو کے ٹکڑے تلاش کر کے حضور انور کے سامنے رکھنے لگے۔

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اپنے خدام و غلاموں کی دعوت قبول کرنا چاہیے اگرچہ وہ اپنے سے درجہ میں کم ہو۔ دوسرے یہ کہ خادم کو اپنے ساتھ ایک پیالے میں کھانا بہت اچھا ہے۔ تیسرے یہ کہ کدو پسند کرنا سنت ہے۔ چوتھے یہ کہ ہر سنت سے محبت کرنا خواہ سنت زائد ہو یا سنت ابدی طریقہ صحابہ کرام ہے۔ شعر

فقط اتنی حقیقت ہے ہمارے دین و ایمان کی

کہ اس جان جہاں کے حسن پر دیوانہ ہو جانا

پانچویں یہ مخدوم اپنے خادم کے ساتھ کھائے تو پیالے میں سے ہر طرف سے کھا سکتا ہے خادم کو یہ حق نہیں۔ چھٹے کہ خادم پیالہ سے بوٹیاں یا کدو وغیرہ چن کر مخدوم کے سامنے رکھ سکتا ہے۔ (مرآۃ النجیح، ج ۳، ص ۵۵)

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَالِحٍ: حضرت عمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی
 قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ: ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ: سے نبی کریم ﷺ کے گھریلو معمولات
 قَالَتْ: قِيلَ لِعَائِشَةَ: مَاذَا كَانَ کے بارے میں پوچھا گیا۔ ام المومنین
 يَعْمَلُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ آپ
 وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ؟ قَالَتْ: كَانَ انسانوں میں ایک انسان تھے، اپنے
 بَشَرًا مِنَ الْبَشَرِ، يَفْلِي ثَوْبَهُ کپڑوں میں خود جوئیں دیکھتے، بکری کا
 وَيَحْلُبُ شَاتَهُ، وَيَحْدُمُ نَفْسَهُ۔ دودھ دوہتے اور اپنے کام خود کرتے
 (آپ نہایت پاکیزہ تھے اس کی باوجود جوئیں دیکھنا اس وجہ سے تھا کہ کہیں اس سے نہ لگ گئی ہو۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن شرح میں فرماتے ہیں کہ اس عمل شریف سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ پیوند والا کپڑا اور پیوند لگا ہوا جوتا پہننے میں عار نہ کرے یہ سنت رسول اللہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوسرے یہ کہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے میں بھی شرم نہ کرے دوسرے کا حاجت مند نہ رہے مگر یہ دونوں عمل بخل کی بناء پر نہ ہوں بلکہ تواضع انکسار کے لیے ہوں لہذا یہ حدیث اس فرمان عالی کے خلاف نہیں کہ جب نیا کپڑا یا نیا جوتا پاؤ تو پرانا خیرات کر دو کہ وہاں سخاوت کی تعلیم ہے اور یہاں تواضع کی۔ اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فطری طور پر ہر کام جانتے ہیں، حضور سلطنت کرنا، مقدمہ میں فیصلہ کرنا بھی جانتے ہیں اور کپڑے سینا، جوتہ میں پیوند لگانے سے بھی واقف ہیں یہ سب کچھ کسی سے سیکھا نہیں رب کے ہاں سے سیکھے سکھائے تشریف لائے، حضور انور نے کوئی کمال

کسی مخلوق سے نہیں سیکھا۔

یعنی حضور کی زندگی پاک شاہانہ پر تکلف نہ تھی عام بشر کی طرح سادہ تھی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضور انور میں سواء بشریت کے اور کوئی کمال نہ تھا اس سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ حضرات صحابہ کرام حضور کو بشر کہہ کر پکارتے ہیں۔ بشر کہنا تو بڑی بات ہے۔ آخرت عباس حضور کو بھیجتا نہیں کہتے، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھائی نہیں کہتے، حضرت عائشہ خاوند کہہ کر نہیں پکارتیں سب یہی کہتے ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔

خیال رہے کہ حضور انور کے سر یا کپڑوں میں جو کس پڑتی نہ تھیں ہاں دوسرے کی چڑھ جاتی تھیں وہ آپ اپنے کپڑوں سے صاف کرتے تھے اور ام حرام آپ کے سر شریف سے نکالتی تھیں، ہاں مکھی جسم پاک پر نہیں بیٹھتی تھی مجھ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا نہ دیتے تھے۔ (اشع) بعض شارحین نے فرمایا کہ کبھی ایک دو جوں پڑ جاتی جوں پڑنا صفائی خون کی علامت ہے اس لیے جذامی کے سر یا کپڑوں میں جوں نہیں پڑتی مگر فقیر کے نزدیک پہلی بات قوی ہے۔

یعنی اپنے کام خود آپ بھی کر لیتے تھے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضرت انس اور دوسرے صحابہ حضور انور کی خدمت کرتے تھے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۸، ص ۸۱)

48- بَابُ مَا جَاءَ فِي خُلُقِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اخلاق حسنہ

❖ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حضرت خارجہ بن زید بن ثابت
الدُّوْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَرَمَاتے ہیں کہ چند آدمی

بُنْ زَيْدَ الْمُفْرِءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا
 لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو
 عُمَانَ الْوَلِيدُ بْنُ أَبِي الْوَلِيدِ، عَنْ
 سُلَيْمَانَ بْنِ خَارِجَةَ، عَنْ خَارِجَةَ
 بِنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: دَخَلَ
 نَفَرٌ عَلَى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، فَقَالُوا
 لَهُ: حَدِّثْنَا أَحَادِيثَ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:
 مَاذَا أُحَدِّثُكُمْ؟ كُنْتُ جَارَهُ
 فَكَانَ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوُحْيُ بَعَثَ
 إِلَيَّ فَكَتَبْتُهُ لَهُ، فَكُنَّا إِذَا ذَكَّرْنَا
 الدُّنْيَا ذَكَّرَهَا مَعَنَا، وَإِذَا ذَكَّرْنَا
 الْآخِرَةَ ذَكَّرَهَا مَعَنَا، وَإِذَا ذَكَّرْنَا
 الطَّعَامَ ذَكَّرَهُ مَعَنَا، فَكُلُّ هَذَا
 أُحَدِّثُكُمْ عَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کے پاس آئے اور کہا کہ ہمیں نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات مبارکہ بتائیے۔ آپ
 نے فرمایا میں تمہیں کیا بتاؤں، میں نبی
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوسی تھا اور جب (آپ
 پر) وحی بازل ہوتی، مجھے بلا بھیجتے اور میں
 (وحی) لکھ لیتا، جب ہم دنیا کا ذکر کرتے
 آپ بھی ہمارے ساتھ اس کا ذکر کرتے
 جب ہم آخرت کی باتیں کرتے تو آپ بھی
 ہمارے ساتھ آخرت کا ذکر کرتے اور
 جب ہم کھانے پینے کی باتیں کرتے تو
 آپ بھی ہمارے ساتھ ان باتوں میں
 شریک ہو جاتے پس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 کی یہ تمام سیرت تم سے بیان کرتا ہوں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن شرح میں
 فرماتے ہیں کہ حضرت زید ابن ثابت تو مشہور صحابی ہیں، کاتب وحی ہیں مگر آپ کے
 فرزند خارجہ تابعی ہیں، خلافت عثمانیہ کا زمانہ پایا ہے، مدینہ منورہ کے سات قاریوں میں
 سے ایک ہیں۔

یعنی مجھے حضور انور کے پڑوسی ہونے کا شرف حاصل ہے اور میں حضور انور کے

حالات سے اچھی طرح باخبر ہوں کہ پڑوسی اپنے پڑوسی کے حالات سے باخبر ہوتا ہے مجھ سے پوچھو وہ کیسے تھے۔

مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس پاک میں صرف آخرت ہی کا ذکر نہ ہوتا تھا کہ لوگ اکٹا جائیں بلکہ دنیا کی برائی یا بھلائی کا ذکر بھی ہوتا تھا۔ دنیا نفس کے لیے بری ہے اور آخرت کی کھیتی ہو تو اچھی ہے۔ جب ہم دنیا کی کوئی بات کرتے تو حضور انور بھی اس میں شریک ہو جاتے تھے تاکہ معلوم ہو کہ یہ باتیں بھی جائز ہیں۔

مگر ان ذکروں میں بہت سے مسائل شرعیہ بھی حاصل ہو جاتے ہیں کیا کھانا چاہیے، کیسے کھانا چاہیے، کون سا کھانا ہم کو مرغوب ہے، اس کھانے میں کیا فوائد ہیں۔ حضور کی مجلس علم کی مجلس تھی ہر بات میں تبلیغ و تعلیم تھی۔

بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ جو شیخ جلوت میں ہر وقت اللہ اللہ ہی کرتا ہو اور کوئی بات ہی نہ کرتا وہ مکار ہے مجلس میں ہر طرح کا ذکر چاہیے، ہاں جائز ذکر چاہیے ناجائز نہ چاہیے۔ رب تعالیٰ کو اپنے محبوب حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ادا میں پسند ہیں جو ان اداؤں کی نقل کرے گا وہ خدا کو محبوب ہو گا۔ مجلس کی یہ ادا کہ وہاں ہر طرح کا دین کا دنیا کا ذکر ہو محبوب کی ایک ادا ہے تم بھی اس ادا کی نقل کرو۔

(مرآة المناجیح، ج ۸، ص ۸۲)

❖ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْبِلُ يَوْجُهُ وَحَدِيثُهُ عَلَى أَشَرِّ الْقَوْمِ. يَتَأَلَّفُهُمْ بِذَلِكَ فَكَانَ يُقْبِلُ يَوْجُهُ وَحَدِيثُهُ عَلَى حَتَّى

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے شریر آدمی کی طرف بھی متوجہ ہوتے اور اس سے باتیں کرتے تاکہ اس (طریقے) سے ان کا دل (نیکیوں کی طرف) نرم ہو جائے اور آپ میری طرف

ظَنَنْتُ أَنِّي خَيْرُ الْقَوْمِ. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ. أَنَا خَيْرٌ أَوْ أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَ: أَبُو بَكْرٍ. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ. أَنَا خَيْرٌ أَوْ عُمَرُ؟ فَقَالَ: عُمَرُ. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ. أَنَا خَيْرٌ أَوْ عُمَانُ؟ فَقَالَ: عُمَانُ. فَلَمَّا سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَصَدَّقَنِي فَلَوِ دِدْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ سَأَلْتُهُ.

توجہ فرماتے اور باتیں کرتے یہاں تک کہ میں اپنے آپ کو سب سے اچھا خیال کرتا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں بہتر ہوں یا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ؟ آپ نے فرمایا ابو بکر، میں نے عرض کیا، میں بہتر ہوں یا عمر بن خطاب آپ نے فرمایا عمر بن خطاب میں نے پوچھا میں بہتر ہوں یا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ؟ آپ نے فرمایا عثمان غنی، چونکہ میرے پوچھنے پر نبی کریم ﷺ نے سچی بات بتادی (اس لیے) کاش! میں آپ سے نہ پوچھتا (نبی کریم ﷺ کا حسن سلوک ہر ایک سے برابر تھا اس لیے ہر آدمی یہی سمجھتا کہ میں نبی کریم ﷺ کا زیادہ مقرب ہوں۔)

شرح حدیث: حسن اخلاق

اللہ عزوجل اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدح بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝

(ترجمہ کنز الایمان:) اور بے شک تمہاری خُوبو (خلق) بڑی شان کی

ہے۔ (پ 29، اہم: 4)

حضرت سید ناسعید بن ہشام فرماتے ہیں کہ میں ام المؤمنین حضرت سیدہ خاتون عاتشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! پڑھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: رسول اللہ عزَّ وَجَلَّ و صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق قرآن ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب ملاء السافریں، باب جامع ملاء اللیل ومن نام عنہ اور مض، الحدیث ۴۹، ۱ ص ۹۳) حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: بُعِثْتُ لِأَتَمَّ مَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ ترجمہ: مجھے اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔ (اسنن الکبریٰ للہیثمی، کتاب الصفات، باب بیان مکارم الاخلاق۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۴۰۷۸۲، ج ۱ ص ۲۲۳)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ، عَنْ قَابِطٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: خَدَمْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِينَ، فَمَا قَالَ لِي أَوْ قَطُّ، وَمَا قَالَ لِمَنْشَرٍ صَنَعْتُهُ، لِمَ صَنَعْتُهُ، وَلَا لِمَنْشَرٍ تَرَكْتُهُ، لِمَ تَرَكْتُهُ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا، وَلَا مَسَسْتُ خُزًّا وَلَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزارے آپ نے مجھے کبھی اُف تک نہ فرمایا، نہ کسی کام کے کرنے پر فرمایا کہ تم نے کیوں کیا؟ اور نہ کسی کام کے ترک پر فرمایا کہ تم نے کیوں چھوڑا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پسندیدہ اخلاق والے تھے آپ کے دستِ اقدس سے زیادہ ملائم میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی، نہ تو ریشم ملا کپڑا نہ خالص ریشمی کپڑا اور نہ دوسری کوئی چیز، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

حَرِيْرًا، وَلَا شَيْئًا كَانَ اَللّٰهُ مِنْ
 كَفَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ، وَلَا شَمْنَتْ مِسْكَ قَطْرًا،
 وَلَا عِطْرًا كَانَ اَطْيَبَ مِنْ عَرَقِي
 رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضور انور کے مدینہ طیبہ میں تشریف لانے پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر آٹھ سال تھی، ان کے والدین اس وقت حضور انور کی خدمت میں انہیں لائے اور بولے کہ ہم نے انہیں آپ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ وفات شریف سنا نہ بھری میں ہوئی، وفات شریف تک حضور انور کی خدمت میں رہے بعد وفات مدینہ سے باہر آ گئے، مقام موصل میں آپ کا مزار ہے۔

یعنی میں کم عمر بھی تھا اور کم سمجھ بھی، مجھ سے تصور بھی ہوتے تھے اور کبھی کچھ نقصان بھی ہو جاتا تھا جیسے کوئی چیز ٹوٹ جاتا وغیرہ مگر اس سراپا رحم و کرم نے مجھے کبھی جھڑکا نہیں اور ملامت کے طریقہ پر یہ نہ فرمایا کہ تم نے یہ کیوں کر دیا یہ کیوں چھوڑ دیا۔ اف کا ترجمہ اردو میں ہے افوہ یہ سرزنش اور ملامت کے وقت بولا جاتا ہے یہاں دنیاوی کاموں میں اف نہ فرمانا مراد ہے شرعی غلطی پر پکڑ کر ناتوا اصلاح ہے۔ (مرقات و اشعہ)

پسینہ چمک دار اور نہایت ہی آبدار صاف شفاف خوشبودار یہاں صرف صفائی و آب تاب مراد ہے خوشبود و دوسری احادیث سے مروی ہے۔

جب طاقتور آدمی چلتے ہیں تو رفتار کے دوران یکدم پاؤں زمین سے اٹھاتے ہیں گویا پاؤں کو ہیز رہے ہیں، حضور انور کی چال پہلی قسم کی تھی۔ تکلف کے یہ معنی ہیں جیسے

انسان اوپر سے اترتے ہوئے قدم اٹھاتا ہے حضور کی رفتار ایسی تھی۔

حضور انور کے ہاتھ موٹے موٹے یعنی بھرے ہوئے نہایت طاقتور تھے مگر ساتھ ہی نہایت نرم بھی تھے۔ اس گنہگار نے ایک بار خواب میں اس دستِ اقدس کو بوسہ دیا ہے بالکل ایسے ہی دیکھے نہایت ٹھنڈے کہ مصافحہ ہوا تو کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا رب تعالیٰ پھر نصیب کرے۔ شعر

خدا نے ان کو اپنے حسن کے سانچے میں ڈھالا ہے

وہ آئے اس جہاں میں سب حسینوں سے حسین ہو کر

یہ خوشبو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر سے ہر وقت مہکتی تھی بہت تیز تھی اور دور دور پہنچتی تھی حتیٰ کہ گلی سے گزرتے تو گھروں والے اندرون خانہ محسوس کر لیتے تھے پھر یہ خوشبو بہت دیر تک پھیلی رہتی تھی کہ جس گلی سے گزر جاتے بعد میں بہت دیر تک وہ گلی مہکتی رہتی تھی کہ بعد میں آنے والے پہچان لیتے کہ یہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم گزر گئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔ شعر

بھینی خوشبو سے مہک جاتی ہیں گلیاں واللہ

کیسی خوشبو میں بسائے ہیں تمہارے گیسو

بلکہ اب بھی روضہ اطہر پر خصوصاً مواجہہ شریف جہاں کھڑے ہو کر سلام پڑھا جاتا ہے کبھی کبھی نہایت نفیس خوشبو محسوس ہوتی۔ بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ کبھی کسی کو اپنے گھر میں خصوصاً تہجد کے وقت غیبی خوشبو محسوس ہوتی ہے اس وقت درود شریف پڑھنا چاہیے، یہ خیال کرے کہ یہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم گزرے ہیں۔ بعض لوگوں کی وفات کے بعد ایسی خوشبو محسوس ہوتی ہے سمجھو حضور تشریف لائے ہوئے ہیں اس میت کو لینے آئے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۸، ص ۴۶، ۴۷)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حضرت انس بن مالک رضی اللہ

يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَاحْشَا. وَلَا مُتَفَخِّشًا وَلَا صَقَابًا فِي الْأَسْوَاقِ. وَلَا يَنْجِزُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ. وَلَكِنْ يَغْفُو وَيَصْفَح.

گو تھے (یونہی) آپ بازاروں میں چلانے والے بھی نہ تھے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے بلکہ معاف کر دیتے اور درگزر فرماتے۔

شرح حدیث: معاف کرنے والے آقا

اس کے بعد شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس ہزاروں کے مجمع میں ایک گہری نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ سر جھکائے، نگاہیں نیچی کئے ہوئے لرزاں و ترساں اشraf قریش کھڑے ہوئے ہیں۔ ان ظالموں اور جفاکاروں میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے راستوں میں کانٹے بچھائے تھے۔ وہ لوگ بھی تھے جو بار بار آپ پر پتھروں کی بارش کر چکے تھے۔ وہ خونخوار بھی تھے جنہوں نے بار بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قاتلانہ حملے کئے تھے۔ وہ بے رحم و بے درد بھی تھے جنہوں نے آپ کے دندان مبارک کو شہید اور آپ کے چہرہ انور کو لہو لہان کر ڈالا تھا۔ وہ اوباش بھی تھے جو برسہا برس تک اپنی بہتان تراشیوں اور شرمناک گالیوں سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو زخمی کر چکے تھے۔ وہ سفاک و درندہ صفت بھی تھے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گلے میں چادر کا پھندا ڈال کر آپ کا گلا گھونٹ چکے تھے۔ وہ ظلم و ستم کے مجسمے اور پاپ کے پتلے بھی تھے جنہوں نے آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نیزہ مار کر اونٹ سے گرا دیا تھا اور ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ وہ آپ کے خون کے پیاسے بھی تھے جن کی تشنہ لبی اور پیاس خون نبوت کے سوا کسی چیز سے نہیں بجھ سکتی تھی۔ وہ جفاکار و خونخوار بھی تھے جن کے جارحانہ حملوں اور ظالمانہ یلغار سے بار بار مدینہ منورہ کے در و دیوار دہل چکے تھے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل اور ان کی ناک، کان کاٹنے والے، ان کی آنکھیں پھوڑنے والے، ان کا جگر چبانے والے بھی اس مجمع میں موجود تھے وہ تم گار جنہوں نے شمع نبوت کے جاں نثار پر دانوں حضرت بلال، حضرت صہیب، حضرت عمار، حضرت خباب، حضرت ضہیب، حضرت زید بن دہنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ کوریوں سے باندھ باندھ کر کوڑے مار مار کر جلتی ہوئی ریتوں پر لٹایا تھا، کسی کو آگ کے دہکتے ہوئے کونوں پر سلایا تھا، کسی کو چٹائیوں میں لپیٹ لپیٹ کر ناکوں میں دھوئیں دیئے تھے، سینکڑوں بار گلا گھونٹا تھا۔ یہ تمام جو رجحان اور ظلم و ستمگاری کے پیکر، جن کے جسم کے روٹنے روٹنے اور بدن کے بال بال ظلم و عدوان اور سرکشی و طغیان کے وبال سے خوفناک جرموں اور شرمناک مظالم کے پہاڑ بن چکے تھے۔ آج یہ سب کے سب دس بارہ ہزار مہاجرین و انصار کے لشکر کی حراست میں مجرم بنے ہوئے کھڑے کانپ رہے تھے اور اپنے دلوں میں یہ سوچ رہے تھے کہ شاید آج ہماری لاشوں کو کتوں سے نچوا کر ہماری بوئیاں چیلوں اور کودوں کو کھل دی جائیں گی اور انصار و مہاجرین کی غضب ناک فوجیں ہمارے بچے بچے کو خاک و خون میں ملا کر ہماری نسلوں کو نیست و نابود کر ڈالیں گی اور ہماری بستیوں کو تاخت و تاراج کر کے تہس نہس کر ڈالیں گی ان مجرموں کے سینوں میں خوف و ہراس کا طوفان اٹھ رہا تھا۔ دہشت اور ڈر سے ان کے بدنوں کی بوٹی بوٹی پھڑک رہی تھی، دل دھڑک رہے تھے، کلیجے منہ میں آگئے تھے اور عالم یاس میں انہیں زمین سے آسمان تک دھوئیں ہی دھوئیں کے خوفناک بادل نظر آرہے تھے۔ اسی مایوسی اور ناامیدی کی خطرناک فضا میں ایک دم شہنشاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ رحمت ان پاپیوں کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور ان مجرموں سے آپ نے پوچھا کہ

بولو! تم کو کچھ معلوم ہے؟ کہ آج میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں۔

اس دہشت انگیز اور خوفناک سوال سے مجرمین حواس باختہ ہو کر کانپ اٹھے لیکن جبین رحمت کے پیغمبرانہ تیور کو دیکھ کر امید و بیم کے محشر میں لرزتے ہوئے سب ایک زبان ہو کر بولے کہ اَللّٰہُ کَرِیْمٌ وَابْنُ اِیْمٍ کَرِیْمٌ آپ کرم والے بھائی اور کرم والے باپ کے بیٹے ہیں۔

سب کی للچائی ہوئی نظریں جمال نبوت کا منہ تک رہی تھیں۔ اور سب کے کان شہنشاہ نبوت کا فیصلہ کن جواب سننے کے منتظر تھے کہ اک دم دفعۃً فاتح مکہ نے اپنے کریمانہ لہجے میں ارشاد فرمایا کہ

لَا تُشْرِبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ فَاذْهَبُوا أَنتُمْ الطُّلُقَاءُ۔

(المواهب اللدنية وشرح الزرقاني، باب غزوة الفتح العظيم، ج ٣، ص ٣٣٩)

آج تم پر کوئی الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

بالکل غیر متوقع طور پر ایک دم اچانک یہ فرمان رسالت سن کر سب مجرموں کی آنکھیں فرط ندامت سے اشکبار ہو گئیں اور ان کے دلوں کی گہرائیوں سے جذبات شکر یہ کے آثار آنسوؤں کی دھار بن کر ان کے رخسار پر چھلنے لگے اور کفار کی زبانوں پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کے نعروں سے حرمِ نبی کے در و دیوار پر ہر طرف انوار کی بارش ہونے لگی۔ ناگہاں بالکل ہی اچانک اور دفعۃً ایک عجیب انقلاب برپا ہو گیا کہ سماں ہی بدل گیا، فضا ہی پلٹ گئی اور ایک دم ایسا محسوس ہونے لگا کہ

جہاں تاریک تھا، بے نور تھا اور سخت کالا تھا

کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

کفار نے مہاجرین کی جائدادوں، مکانوں، دکانوں پر غاصبانہ قبضہ جمالیا تھا۔ اب وقت تھا کہ مہاجرین کو ان کے حقوق دلائے جاتے اور ان سب جائدادوں، مکانوں، دکانوں اور سامانوں کو مکہ کے غاصبوں کے قبضوں سے واکزار کر کے مہاجرین

کے سپرد کیے جاتے۔ لیکن شہنشاہ رسالت نے مہاجرین کو حکم دے دیا کہ وہ اپنی کل جائیدادیں خوشی خوشی مکہ والوں کو ہبہ کر دیں۔

اللہ اکبر! اے اقوام عالم کی تاریخی داستانوں! بتاؤ کیا دنیا کے کسی فاتح کی کتاب زندگی میں کوئی ایسا حسین و زریں ورق ہے؟ اے دھرتی! خدا کے لئے بتا؟ اے آسمان! اللہ بول۔ کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا فاتح گزرا ہے؟ جس نے اپنے دشمنوں کے ساتھ ایسا حسن سلوک کیا ہو؟ اے چاند اور سورج کی چمکتی اور دور بین نگاہ! کیا تم نے لاکھوں برس کی گردشِ یل و نہار میں کوئی ایسا تاجدار دیکھا ہے؟ تم اس کے سوا اور کیا کہو گے؟ کہ یہ نبی جمال و جلال کا وہ بے مثال شاہکار ہے کہ شاہان عالم کے لئے اس کا تصور بھی محال ہے۔ اس لئے ہم تمام دنیا کو چیلنج کے ساتھ دعوتِ نظارہ دیتے ہیں کہ

چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے

رفعت شانِ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ دیکھے

❖ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
الْهَمْدَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ سوائے اللہ
عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، تعالیٰ کے راستے میں جہاد کے اپنے ہاتھ
عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا ضَرَبَ سے کسی کو نہیں مارا اور آپ نے نہ تو کسی
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ خادم کو پیٹا اور نہ کسی عورت کو۔
وَسَلَّمَ، بِيَدِهِ شَيْئًا قَطُّ، إِلَّا أَنْ
يُجَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، رَأَى تَرَبَّ
حَاجِمًا وَلَا أَمْرًا.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہاں شیئاً سے مراد آدمی ہے یعنی حضور نے کسی آدمی کو کبھی نہ مارا

اونٹ گھوڑے کو بار بار مارا ہے، ایک بار بچھو بھی مارا ہے، سانپ کے مارنے کا حکم دیا ہے۔ چونکہ انسان کو اپنی بیویوں خادموں سے تعلق بہت رہتا ہے اکثر انہیں مارتا پڑتا ہے اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا ورنہ شدیداً میں یہ بھی داخل تھے کہ یہ بھی آدمی ہی ہیں۔

حضور انور نے غزوہ احد میں ابی ابن خلف کو اپنے ہاتھ شریف سے قتل کیا۔ (مرقات) صرف یہ ہی ایک کافر حضور کے ہاتھوں سے قتل ہوا ہے۔ یہاں شرعی سزائیں تعزیرات مراد نہیں وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجرموں پر جاری فرمائی ہیں، یہ تمام قتل وغیرہ اپنی ذات کے لیے نہ تھے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تھے۔

یعنی اگر کوئی شخص قانون اسلامی کی مخالفت کرتا چوری زنا کرتا تو اس کو سزا ضرور دیتے تھے اور اگر کوئی شخص آپ کا کوئی حق مار لیتا تو آپ اسے معاف فرما دیتے تھے اس سے بدلہ نہ لیتے تھے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۸، ص ۷۷)

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الصَّبِيحِ، قَالَ: حَدَّثَنَا فَضِيلُ بْنُ عِيَّاضٍ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْتَصِرًا مِنْ مَظْلَمَةٍ ظَلَمَهَا قَطُّ، مَا لَمْ يُنْتَهَكَ مِنْ مَحَارِمِ اللَّهِ تَعَالَى شَيْءٌ، فَإِذَا انْتَهَكَ مِنْ مَحَارِمِ اللَّهِ شَيْءٌ كَانَ مِنْ أَشَدِّهِمْ فِي ذَلِكَ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی بھی نبی کریم ﷺ کو اپنی ذات پر ظلم کا بدلہ لیتے ہوئے نہیں دیکھا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے محارم کو توڑا جاتا (یعنی) کوئی شرعی حدود سے تجاوز کرتا تو اس بارے میں (سب سے) زیادہ غضب ناک ہو جایا کرتے اور جب آپ کو دو کاموں میں (سے ایک کا) اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے زیادہ آسان کو اختیار فرماتے (بشرطیکہ) وہ

غَضَبًا، وَمَا خُيِّرَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ، إِلَّا كُفَّاهُ كَمَا كَامَ نَهْوتَا۔
اِخْتَارَ أَيْسَرَهُمَا، مَا لَمْ يَكُنْ
مَأْتِيًّا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ اختیار دینے والا اللہ تعالیٰ ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ حضور انور کو دو کاموں کا اختیار دیتا تو آپ آسان کام اختیار فرماتے تاکہ امت کو تکلیف نہ ہو۔ بعض نے کہا کہ اختیار دینے والے یا کفار ہوتے یا مسلمان کہ اگر یہ لوگ دو باتیں حضور پر پیش کرتے تو آپ آسان اختیار فرماتے جیسے بدر کے قیدیوں کے متعلق قتل کا مشورہ دیا گیا اور فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا بھی، تو حضور انور نے حضور ابو بکر صدیق کا مشورہ فدیہ قبول فرمایا یہ ہے آسان کو اختیار فرمانا، پھر رب تعالیٰ نے اس فدیہ لے کر چھوڑنے کو قانون بنادیا کہ فرمایا: فَمَا مَثَا بَعْدُ وَإِنَّمَا فِدَاءٌ۔ اس کی مفصل بحث ہماری تفسیر میں دیکھو۔

اگر اختیار دینے والا رب تعالیٰ ہے تو گناہ سے مراد ہے کسی جائز کام کا گناہ کا ذریعہ بننا ایسے کام سے حضور دور رہتے جیسے رب نے حضور کو اختیار دیا کہ یا آپ شاہانہ زندگی اختیار فرمائیں خزانے آپ کے ساتھ رہیں یا آپ سادہ زندگی قبول فرمادیں، چونکہ شاہانہ زندگی دنیا میں مشغولیت نکیوں میں کمی کا ذریعہ بن سکتی تھی اس لیے حضور انور نے سادہ زندگی اختیار فرمائی۔ شعر

عجز اللہ رہے تمہارا کہ ہمہ کل ہو کر

زندگی تم نے غریبوں میں گزاری ساری

یعنی حضور انور نے اپنی ذات کے لیے کسی موزی سے بدلہ نہ لیا، جس سے بدلہ لیا دین کی حرمت کے لیے، حضور نے اپنے جن دشمنوں کو قتل کرایا ہے یا قتل کیا ہے وہ بھی

درحقیقت دین ہی کے دشمن تھے جیسے عقبہ بن ابی معیط، عبد اللہ ابن حنبل کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کرایا کہ وہ درحقیقت دین کے دشمن تھے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں مالی جرم کا عوض مراد ہے آبرو کے دشمنوں سے بدلہ لیا ہے۔ (مرقات، اشع) مگر پہلی بات قوی ہے۔ حضور نے ہندہ وحشی عکرمہ کو معافی دے دی کہ وہ اپنے دشمن تھے مگر فاطمہ مخزومیہ کا ہاتھ کٹوا دیا کہ اس نے چوری کی تھی قانون اسلامی کا جرم کیا تھا، اس موقع پر کسی کی سفارش قبول نہ فرمائی بلکہ سفارش پر ناراضی فرمائی۔ (مراۃ الناجح، ج ۸، ص ۷۶)

❖ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، قَالَ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ فرماتی ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم
 الْمُنْكَدِرِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، ﷺ سے اندر گھر آنے کی اجازت
 قَالَتْ: اسْتَأْذَنَ رَجُلٌ عَلَى مانگی، میں اس وقت آپ کے پاس موجود
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ تھی۔ آپ نے فرمایا (یہ) اپنے قبیلے کا برا
 وَسَلَّمَ، وَأَنَا عِنْدَهُ، فَقَالَ: بِئْسَ مینا اور برا بھائی ہے پھر آپ نے اجازت
 ابْنُ الْعَشِيرَةِ أَوْ أَخُو الْعَشِيرَةِ، فرمائی اور جب وہ داخل ہوا تو آپ نے
 ثُمَّ أَذِنَ لَهُ، فَأَلَانَ لَهُ الْقَوْلَ، نہایت نرمی سے گفتگو فرمائی۔ جب وہ چلا
 فَلَمَّا خَرَجَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، گیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ
 قُلْتُ مَا قُلْتُ ثُمَّ أَلَنْتَ لَهُ ﷺ! پہلے تو آپ نے وہ بات فرمائی اور
 الْقَوْلَ، فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ، اِنْ مِنْ پھر نرمی سے گفتگو کی۔ آپ نے فرمایا اے
 شَرِّ النَّاسِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ أَوْ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بے شک لوگوں
 وَدَعَاهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ مُنْجِيهِهِ۔ میں سے وہ شخص زیادہ شریر ہے جسے لوگ
 اس کی بدزبانی کو وجہ سے چھوڑ دیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضور انور نے یہ بات اس وقت فرمائی جب کہ وہ ابھی حضور کے پاس پہنچا نہ تھا دروازہ پر ہی تھا یعنی اس کے پس پشت بیان فرمایا جو لفظ غیبت ہے اس لیے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث یہاں اس باب میں لائے۔ اس شخص کا نام عیینہ ابن حصن تھا۔ مؤلفۃ القلوب سے تھا، اپنی قوم کا سردار بہت سخت طبیعت تھا، حضور کے پردہ فرمانے کے بعد مرتد ہو گیا، پھر حضرت ابو بکر صدیق کے ہاتھ پر دوبارہ مسلمان ہوا مگر اس کا خاتمہ اسلام پر ہوا اس کا بھتیجا حرب ابن قیس پختہ مسلمان صاحب علم، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خاص مقرب تھا، اس کا واقعہ وہ ہے جو بخاری شریف کتاب التفسیر میں ہے کہ یہ شخص اپنے اس بھتیجے کی معرفت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور آپ سے کہا کہ آپ انصاف نہیں کرتے ہم کو ہمارا حق نہیں دیتے، آپ ناراض ہوئے سزا دینی چاہی، حرب ابن قیس نے عرض کیا خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ۔ حضور یہ جاہل ہے آپ اس سے درگزر کریں۔ (مرقات، اشعہ)

یعنی حضور مطابق عادت کریمہ کے بہت اخلاق سے پیش آئے کرم کریمانہ سے کلام فرمایا۔

یہ کلام تو حضرت عروہ کا ہے اس لیے قلت نہ کہا بلکہ فقالت عائشہ فرمایا یا حضرت عائشہ کا ہی ہے مگر خود اپنے عمل کی حکایت اپنے نام سے کی۔ مقصد یہ ہے کہ حضور کا یہ عمل شریف غیبت میں تو داخل نہیں ہے کہ اس کی غیر موجودگی میں اسے برا فرمایا اور سامنے اخلاق سے گفتگو فرمائی۔

یعنی ہم دوست دشمن نیک و بد سب سے اخلاق ہی برتتے ہیں کسی سے کج خلقی سے پیش نہیں آتے تم کو ہمارا تجربہ ہے۔

یعنی بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ لوگ ان سے نالاں ہوتے ہیں مگر اس سے

ڈر کر اس کا احترام کرتے ہیں یہ انہیں میں سے ہے اگر میں اس کے سامنے وہ ہی کہتا جو اس کے پس پشت کہا تھا تو یہ میرے پاس آنا چھوڑ دیتا اور اس کی اصلاح نہ ہو سکتی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کا مشہور عیب پس پشت بیان کرنا غیبت نہیں، نیز لوگوں کو اس کی شر سے بچانے کے لیے اس کی شر پر مطلع کر دینا غیبت نہیں، نیز کسی کی اصلاح کے لیے اس کو برا نہ کہنا اس سے اخلاق سے پیش آنا سنت رسول اللہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہر شخص کی اصلاح کے طریقے جدا گانہ ہیں حضور حکیم مطلق ہیں۔

(مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۶۶۳)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ

عنه روایت ہے کہ حضرت امام حسین رضی

اللہ تعالیٰ عنه نے اپنے والد ماجد رضی اللہ

تعالیٰ عنه سے، ہم نشینوں کے بارے میں

حضور اکرم ﷺ کی سیرت کے متعلق

پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم

ﷺ ہمیشہ کشادہ رو، نرم خور مزاج

رہتے تھے، آپ نہ بد خو تھے نہ سخت دس،

نہ چلانے والے، نہ بد گو نہ عیب جو اور نہ

تنگی کرنے والے تھے، آپ جس چیز کی

خواہش نہ رکھتے اس سے خود تو چشم پوشی

فرماتے لیکن دوسروں کو مایوس نہ فرماتے

اور خود اس کی دعوت قبول نہ فرماتے، آپ

نے اپنے آپ کو تین چیزوں، جھگڑے،

❖ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ،

قَالَ: حَدَّثَنَا بُحَيْعُ بْنُ عَمْرٍو

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعَجَلِيِّ، قَالَ:

أَنْبَأَنَا رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ مِنْ

وَلَدِ أَبِي هَالَةَ زَوْجِ حَدِيحَةَ،

وَيُكْنَى أَبَا عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ ابْنِ أَبِي

هَالَةَ، عَنْ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، قَالَ:

قَالَ الْحُسَيْنُ: سَأَلْتُ أَبِي عَنْ

سِيَرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، فِي جُلُوسَاتِهِ، فَقَالَ: كَانَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، دَائِمَ الْبَشِيرِ، سَهْلَ

الْخُلُقِ، لَيْتَنَ الْجَانِبِ، لَيْسَ بِفَقِظٍ

وَلَا غَلِيظٍ، وَلَا صَخَّابٍ وَلَا

فَتَأْتِيهِمْ وَلَا عِيَابَ وَلَا مُشَاجَ .
يَتَغَافَلُ عَنَّا لَا يَشْتَبِيهِ وَلَا
يُؤَيِّسُ مِنْهُ رَاجِيَهُ وَلَا يُغَيِّبُ
فِيهِ . قَدْ تَرَكَ نَفْسَهُ مِنْ ثَلَاثٍ :
الْبِرَاءِ ، وَالْإِكْفَارِ ، وَمَا لَا يَغْنِيهِ .
وَتَرَكَ النَّاسَ مِنْ ثَلَاثٍ : كَانَ
لَا يَذْنُهُ أَحَدًا ، وَلَا يَعْيبُهُ ، وَلَا
يَطْلُبُ عَوْرَتَهُ ، وَلَا يَتَكَلَّمُ إِلَّا
فِيمَا رَجَا ثَوَابَهُ ، وَإِذَا تَكَلَّمَ أَطْرَقَ
جُلَسَاؤُهُ ، كَأَنَّمَا عَلَى رُؤُوسِهِمُ
الظِّلُّ . فَإِذَا سَكَتَ تَكَلَّمُوا لَا
يَتَنَازَعُونَ عِنْدَهُ الْحَدِيثَ ، وَمَنْ
تَكَلَّمَ عِنْدَهُ أَنْصَتُوا لَهُ حَتَّى
يَفْرُغَ حَدِيثُهُمْ عِنْدَهُ حَدِيثُ
أَوَّلِهِمْ . يَضْحَكُ مَعَا يَضْحَكُونَ
مِنْهُ ، وَيَتَعَجَّبُ مَعَا يَتَعَجَّبُونَ
مِنْهُ ، وَيَضِيرُ لِلْغَرِيبِ عَلَى الْجَفْوَةِ
فِي مَنْطِقِهِ وَمَسْأَلَتِهِ ، حَتَّى إِنْ
كَانَ أَضْعَافَهُ . وَيَقُولُ : إِذَا رَأَيْتُمْ
ظَالِمَ حَاجَةٍ يَطْلُبُهَا فَأَرْفُدُوهُ ،
وَلَا يَقْبَلُ الثَّنَاءَ إِلَّا مِنْ مُكَافٍ

تکبر اور بے مقصد باتوں سے دور رکھا ہوا
تھا اور تین (ہی) چیزوں کو لوگوں سے بچا
رکھتے یعنی نہ کو کسی کی برائی کرتے ، نہ کسی
کو عیب لگاتے اور نہ (ہی) کسی کا عیب
تلاش کرتے ، آپ صرف وہی کلام کرتے
جس میں ثواب کی امید رکھتے جب آپ
گفتگو فرماتے تو آپ کے ہم نشین سر جھکا
لیتے گویا ان کے سروں پر پرندے (بیٹھے
ہوئے) ہی اور جب آپ خاموش ہو
جاتے تو وہ (اہل مجلس) گفتگو کرتے اور وہ
آپ کے سامنے کسی بات پر نہ جھگڑتے
اور جب کوئی شخص آپ کے سامنے (آپ
کی اجازت سے) بات کرتا تو باقی لوگ
خاموش رہتے جب تک کہ وہ خاموش نہ ہو
جاتا ، ان سب کی گفتگو آپ کے نزدیک
پہلے آدمی کی گفتگو آپ کے نزدیک پہلے
آدمی کی گفتگو آپ کے نزدیک پہلے آدمی
کی گفتگو کی طرح ہی ہوتی (یعنی سب کی
گفتگو ایک طرح سماعت فرماتے) جس
بات سے باقی لوگ ہنستے۔ آپ بھی تبسم
فرماتے اور جس بات سے دوسرے تعجب

وَلَا يَقْطَعُ عَلَى أَحَدٍ حَدِيثَهُ حَتَّى
يَجُوزَ فَيَقْطَعَهُ بِنَهْيٍ أَوْ قِيَامٍ۔

کرتے آپ بھی تعجب فرماتے، کسی اجنبی آدمی کو (سوال کرنے میں) بدتمیزی اور بے باکی کو برداشت فرماتے یہاں تک کہ صحابہ کرام پر دہی آدمیوں کو آپ کے پاس لے آتے تاکہ (ان کی بے تکلف گفتگو سے) وہ بھی فائدہ اٹھائیں، آپ فرمایا کرتے تھے جب کسی حاجت مند کو مطلب حاجت میں دیکھو تو اسے دے دیا کرو، آپ اپنی تعریف صرف اسی آدمی سے قبول کرتے جو احسان کے بدلے میں تعریف کرتا، آپ کسی کی گفتگو کو نہ کاٹتے البتہ اگر وہ حد سے بڑھ جاتا تو اسے روک دیتے یا اٹھ کر تشریف لے جاتے۔

شرح حدیث: سیرت مبارکہ کیا ہے؟

حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے وفات اقدس تک کے تمام مراحل حیات، آپ کی ذات و صفات، آپ کے دن رات اور تمام وہ چیزیں جن کو آپ کی ذات والا صفات سے تعلقات ہوں خواہ وہ انسانی زندگی کے معاملات ہوں یا نبوت کے معجزات ہوں ان سب کو ”کتاب سیرت“ ہی کے ابواب و فصول اور مسائل شمار کرنے لگے۔

چنانچہ اعلان نبوت سے پہلے اور بعد کے تمام واقعات کا شانہ نبوت سے جبل حراء کے غار تک اور جبل حراء کے غار سے جبل ثور کے غار تک اور حرم کعبہ سے طائف کے

زار تک اور مکہ کی چراگا ہوں سے ملک شام کی تجارت گا ہوں تک اور ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حجروں کی غلوت گا ہوں سے لیکر اسلامی غزوات کی رزم گا ہوں تک آپ کی حیات مقدسہ کے ہر لمحہ میں آپ کی مقدس سیرت کا آفتاب عالم تاب جلوہ گر ہے۔

اسی طرح خلفاء راشدین ہوں یا دوسرے صحابہ کرام، ازواج مطہرات ہوں یا آپ کی اولاد عظام، ان سب کی کتاب زندگی کے اوراق پر سیرت نبوت کے نقش و نگار پھولوں کی طرح مہکتے، موتیوں کی طرح چمکتے اور ستاروں کی طرح جگمگاتے ہیں۔ اور یہ تمام مضامین سیرت نبویہ کے ”شجرۃ الخلد“ ہی کی شاخیں، پتیاں، پھول اور پھل ہیں۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حضرت محمد بن منکدر فرماتے ہیں کہ
قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ: مَا سِئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ:

میں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی (بھی) کسی چیز کے مانگنے پر لا (نہیں) نہیں فرمایا۔

مَا سِئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ:

لا .

شرح حدیث: سخاوت

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان سخاوت محتاج بیان نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انسانوں سے زیادہ بڑھ کر سخی تھے۔ خصوصاً ماہ رمضان میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سخاوت اس قدر بڑھ جاتی تھی کہ برسنے والی بدلیوں کو اٹھانے والی ہواؤں سے بھی

زیادہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سخی ہو جاتے تھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی سائل کے جواب میں خواہ وہ کتنی ہی بڑی چیز کا سوال کیوں نہ کرے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لا (نہیں) کا لفظ نہیں فرمایا۔ (شفاء شریف جلد ۱ ص ۶۵)

یہی وہ مضمون ہے جس کو فرزدق شاعر تابعی متوفی ۱۱۰ھ نے کیا خوب کہا ہے

کہ

مَا قَالَ لَا قَطُّ إِلَّا فِي تَشْهُدِهِ

لَوْلَا التَّشَهُدُ كَانَتْ لَاؤُهُ نَعَمْ

(الشفاء بحرف حق المصطفیٰ فصل واما الوجود والکرم... الخ، ج ۱، ص ۱۱۱، ۱۱۲ والمواعظ الملذذہ مع

شرح الزرقانی، الفصل الثانی فیما اکرمہ اللہ... الخ، ج ۶، ص ۱۱۳)

اسی کا ترجمہ کسی فارسی کے شاعر نے اس طرح کیا ہے کہ

نہ گھٹ لا بزبان مبارک کش ہر گز

مگر در اشہد ان لا الہ الا اللہ

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی سائل کے جواب میں لا (نہیں) کا لفظ نہیں فرمایا بلکہ ہمیشہ نعم (ہاں) ہی کہا مگر کلمہ شہادت میں لا (نہیں) کا لفظ ضرور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر آتا تھا اور اگر کلمہ شہادت میں لا کہنے کی ضرورت نہ ہوتی تو اس میں بھی لا (نہیں) کی جگہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نعم (ہاں) ہی فرماتے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سخاوت کسی سائل کے سوال ہی پر محدود و منحصر نہیں تھی بلکہ بغیر مانگے ہوئے بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس قدر زیادہ مال عطا فرمادیا کہ عالم سخاوت میں اس کی مثال نادر و نایاب ہے۔ آپ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے بہت بڑے دشمن امیہ بن خلف کافر کا بیٹا صفوان بن امیہ جب مقام ”جعرانہ“ میں حاضر دربار ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو اتنی کثیر تعداد میں اونٹوں اور بکریوں کا ریوڑ عطا فرمادیا کہ دو پہاڑیوں کے درمیان کا میدان بھر گیا۔ چنانچہ صفوان مکہ جا کر چلا چلا کر اپنی قوم سے کہنے لگا کہ اے لوگو! دامن اسلام میں آ جاؤ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس قدر زیادہ مال عطا فرماتے ہیں کہ فقیری کا کوئی اندیشہ ہی باقی نہیں رہتا اس کے بعد پھر صفوان خود بھی مسلمان ہو گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(المواہب اللدیہ وشرح الزرقانی، الفصل الثانی فیما کرہ اللہ... الخ، ج ۶، ص ۱۰۹، ۱۱۰)

بہر حال آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جود و نوال اور سخاوت کے احوال اس قدر عظیم المثل اور اتنے زیادہ ہیں کہ اگر ان کا تذکرہ تحریر کیا جائے تو بہت سی کتابوں کا انبار تیار ہو سکتا ہے مگر اس سے پہلے کے اوراق میں ہم جتنا اور جس قدر لکھ چکے ہیں وہ سخاوت نبوت کو سمجھنے کے لئے بہت کافی ہے۔ خداوند کریم عز و جل ہم سب مسلمانوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر زیادہ سے زیادہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّ
أَبُو الْقَاسِمِ الْقُرَشِيُّ الْمَكِّيَّ قَالَ:
حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ
ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُمَيْرِ اللَّهِ، عَنْ
ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَجْوَدَ
النَّاسِ بِالْخَيْرِ، وَكَانَ أَجْوَدَ مَا
حَضَرَتْ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
میں سب سے بڑھ کر سخی تھے اور آپ کی یہ
سخاوت رمضان کے مہینے میں پہلے سے
زیادہ ہوتی تھی، آپ کے پاس (رمضان
شریف میں) حضرت جبریل حاضر ہوتے
اور آپ ان کو قرآن پاک سناتے، جبریل

يَكُونُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ حَتَّى
يَنْسَلِخَ قِيَامَتُهُ جَبْرِيلُ
فَيَعْرِضُ عَلَيْهِ الْقُرْآنَ فَإِذَا
لَقِيَهُ جَبْرِيلُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ
بِالْحِكْمِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ.

شرح حدیث: سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سخاوت

علماء فرماتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک اُس دن کی عطیہ سخی بادشاہوں کی عمر بھر کی داد و بخش (یعنی سخاوت و بخشش) سے زائد تھی، جنگل غزنم سے بھرے ہوئے ہیں اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) عطا فرما رہے ہیں اور مانگنے والے ہجوم کرتے چلے آتے ہیں اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) پیچھے ہٹتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب سب اموال تقسیم ہو گئے ایک اعرابی (یعنی عرب کے دیہات میں رہنے والے) نے روئے مبارک (یعنی چادر مبارک) بدن اقدس پر سے کھینچ لی کہ شانہ و پشت مبارک پر اس کا نشان بن گیا، اس پر اتنا فرمایا: اے لوگو! جلدی نہ کرو، واللہ کہ تم مجھ کو کسی وقت بخیل نہ پاؤ گے۔

(ملفوظات امجدی، کتاب الجہاد والسیر، باب اشاعت فی الحرب۔۔ الخ، الحدیث ۲۸۲۱، ج ۲، ص ۲۶۰)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ
قَالَ: أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ،
عَنْ قَائِلٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ،
قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَا يَدْخِرُ شَيْئًا لِيَعْدَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کل کے لیے کوئی چیز جمع کر کے نہیں رکھتے
تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی اپنی ذات کریم کے لیے کوئی چیز کل کے لیے نہ رکھتے، روزانہ حالت یہ ہوتی تھی کہ نیا روزنی روزی یہ انتہائی توکل ہے۔ رہا مہمانوں اور گھروالوں کا معاملہ اس کے متعلق طریقہ یہ تھا کہ فتح خیبر سے پہلے تو گھر شریف میں بھی کچھ نہ ہوتا تھا دو دو ماہ صرف کھجوروں اور پانی پر گزارہ کبھی بالکل فاقہ۔ شعر

اور کبھی تھوڑے چھوڑے کھانا پانی پی کر پھر رہ جانا

دو دو مہینے یوں ہی گزارا صلی اللہ علیہ وسلم

جس کی تمنا روز نہ کھانا اک دن فاقہ اک دن کھانا

جس دن کھانا شکر کا کرنا صلی اللہ علیہ وسلم

مگر فتح خیبر کے بعد ہر بی بی صاحبہ کو ایک سال کے لیے جو اور کھجوریں عطا فرما دیتے تھے وہ ذخیرہ بال بچوں اور مہمانوں کے لیے ہوتا تھا۔ (مرقات و اشع) لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں کیونکہ سب کو تو حضور کا سوا توکل میسر نہیں۔ شعر

ہوسیا آداب دانا دیگر اند

سوختہ جان دہر داناں دیگر اند

(مرآۃ المناجیح، ج ۸، ص ۸۴)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ

عنه فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے بارگاہ

رسالت میں حاضر ہو کر کچھ مانگا، نبی

کریم ﷺ نے فرمایا (اس وقت)

میرے پاس کچھ نہیں لیکن تم میرے

نام پر خرید لو جب میرے پاس کچھ آئے گا

❖ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ. عَنْ

أَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ

رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَهُ أَنْ يُعْطِيَهُ.

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: مَا عِنْدِي شَيْءٌ، وَلَكِنْ

اَتَبْتَغِ عَلَيَّ، فَإِذَا جَاءَنِي شَيْءٌ
 قَضَيْتُهُ فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ
 اللَّهِ، قَدْ أُعْطِيتُهُ فَمَا كَلَّفَكَ اللَّهُ
 مَا لَا تَقْدِرُ عَلَيْهِ، فَكِرَةُ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلَ عُمَرَ،
 فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: يَا
 رَسُولَ اللَّهِ، أَنْفِقْ وَلَا تَخْشَفْ مِنْ
 ذِي الْعَرْشِ إِقْلَالًا، فَتَبَسَّمَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ وَعُورِفَ فِي وَجْهِهِ الْبَشَرُ
 يَقُولُ الْأَنْصَارِيُّ، ثُمَّ قَالَ:
 يَهَذَا أُمِرْتُ.

تو میں ادا کر دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ نے عرض کیا رسول اللہ ﷺ
 ایک بار آپ اس کو دے چکے ہیں اور آپ
 کو اللہ تعالیٰ نے طاقت سے بڑھ کر مکلف
 نہیں بنایا، نبی اکرم ﷺ کو حضرت
 فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات پسند
 نہ آئی۔ ایک انصاری نے عرض کیا یا رسول
 اللہ ﷺ آپ خرچ فرمائیں اور عرش
 والے محتاجی کی فکر نہ کریں (اس پر) نبی
 کریم ﷺ مسکرا پڑے اور انصاری کی
 اس بات سے آپ کے چہرہ اقدس پر خوشی
 کے آثار نمایاں ہو گئے پھر آپ نے فرمایا
 مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے۔

شرح حدیث: سخاوت کی فضیلت

حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللہ تعالیٰ
 علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ خوشبودار ہے: حضرت جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ
 عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ دین ہے جسے میں نے اپنے لئے پسند کیا اور اس کی
 اصلاح سخاوت اور حسن اخلاق پر منحصر ہے، پس جس قدر ہو سکے ان دونوں چیزوں کے
 ذریعے اس کی عزت کرو۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۰۰۳، عبد اللہ بن ابراہیم، ج ۵، ص ۳۱۳)

ایک دوسری روایت میں ارشاد فرمایا:

فَأَكْبَرُ مُؤَدَّ، بِهَمَا مَا صَحِبْتُؤَدَّ-

ترجمہ: جب تک اس دین پر رہوں دونوں چیزوں کے ذریعے اس کا احترام کرو۔ (المرجع السابق)

شہنشاہ مدینہ، قراقرظ و سید، صاحب معطر پینہ، باعث نزول سکینہ، فیض معنیتہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عزت نشان ہے:

مَا حَبَلَ اللَّهُ وَلَيْثًا إِلَّا عَلَى السَّخَاءِ وَحُسْنِ الْخُلُقِ-

ترجمہ: اللہ عز و جل نے ہر ولی کو فطرتاً حسن اخلاق اور سخاوت کی خوبی عطا فرمائی۔

(الاکمل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۲۴، احمد بن عبد الرحمن بن الحارث، ج ۱، ص ۳۰۸)

حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا: یا رسول اللہ عز و جل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کون سا ایمان افضل ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
السُّبُوَّةُ وَالسَّخَاءَةُ ترجمہ: صبر اور سخاوت۔

(مسند ابی یعلیٰ الموصلی، مسند جابر بن عبد اللہ، الحدیث ۱۸۴۹، ج ۲، ص ۲۲۰)

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حضرت معوذ بن عفراء کی صاحبزادی حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تازہ کھجوروں اور چھوٹے چھوٹے بالوں والے خرپوزوں کا ایک تھال لے کر حاضر ہوئی تو آپ نے مجھے ہاتھ بھر کر زیورات اور سونا دیا۔

أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَقِيلٍ، عَنِ الزُّبَيْعِ بْنِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ، قَالَتْ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِقِنَاجٍ مِنْ زُطْبٍ وَأَجْرِ زُغْبٍ، فَأَعْطَانِي مِلَّةً كَقِفْوِ حُلَيْثَا

وَقَهْبًا.

شرح حدیث: آپ ﷺ کی جود و سخا

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔

(المعجم الاوسط، الحدیث ۶۸۱۶، ج ۵، ص ۱۳۱، منبویا)

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی درہم و دینار رات کے وقت نہیں بچتے تھے اگر کوئی بچ جاتا اور کوئی لینے والا نہ ہوتا تو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تک گھر میں داخل نہ ہوتے جب تک آپ ﷺ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم محتاج لوگوں کو دے کر اس سے بری الذمہ نہ ہو جاتے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، باب فی الامام یقبل ہدایہ۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۳۰۵۵، ص ۱۳۵۳، مختصر)

اللہ عزَّ وَّجَلَّ نے جو کچھ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا آپ ﷺ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس سے صرف ایک سال کی غذا حاصل کرتے، اور وہ بھی سب سے زیادہ ارزاں (یعنی سستے) بھجوریں اور جو ہوتے۔ باقی سب کچھ اللہ عزَّ وَّجَلَّ کی راہ میں صدقہ فرما دیتے۔ (صحیح مسلم، کتاب البیہد، باب علم اخی، الحدیث ۴۵۷۵، ص ۹۸۹، مختصر)

جب بھی آپ ﷺ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی چیز بھی مانگی جاتی عطا فرماتے۔ (المسند الامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک بن انضر، الحدیث ۱۳۹۷، ج ۴، ص ۵۵۶)

پھر اپنے سال بھر کی خوراک میں سے مانگنے والوں کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے تھے۔ تب کہ بعض اوقات سال پورا ہونے سے پہلے خوراک ختم ہو جاتی اور اگر آپ ﷺ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں کوئی چیز نہ پیش کی جاتی تو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صبر فرماتے۔

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَشْرٍ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وَعَیْزٌ وَاحِدٌ، قَالُوا: حَدَّثَنَا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ تحفہ قبول

عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ
عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ
يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ، وَيُثِيبُ عَلَيْهَا.

شرح حدیث: ابو حامد حضرت سیدنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی
اپنے رسالے اکادب فی الدین صفحہ ۳۸ پر میں لکھتے ہیں:

تحفہ دینے والے کے آداب

جسے تحفہ دے رہا ہے اس کی فضیلت کو مد نظر رکھے، اس کے تحفے کو قبول کر لیا
جائے تو خوشی و مسرت کا اظہار کرے، جب تحفہ لینے والے سے ملاقات کرے تو اس کا
شکر یہ ادا کرے، اور اسے کلی اختیارات دے دے اگرچہ تحفہ بڑا ہو۔

تحفہ لینے والے کے آداب

(تحفہ لینے والے کو چاہے کہ) تحفہ ملنے پر خوشی کا اظہار کرے اگرچہ وہ کم قیمت کا
ہو، تحفہ بھیجنے والے کی غیر موجودگی میں اس کے لئے دعائے خیر کرے۔ جب وہ آئے تو
خندہ پیشانی کے ساتھ اس سے ملاقات کرے۔ جب قدرت حاصل ہو تو یہ بھی اپنے
محسن کو تحفہ وغیرہ دے۔ جب موقع ملے اس کی تعریف کرے، اس کے سامنے عاجزی
نہ کرے، اس سے احتیاط برتے کہ کہیں اس کی محبت میں ایمان نہ چلا جائے، دوبارہ
اس سے تحفہ وغیرہ حاصل کرنے کی حرص طمع نہ کرے۔

49- بَابُ مَا جَاءَ فِي حَيَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حیا مبارک

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ

قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ: عَنْهُ فَرَمَاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ

حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي عُثْبَةَ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَنَدَاءِ فِي خَنْدِهَا، وَكَانَ إِذَا كَرِهَ شَيْئًا عَرَفْنَاهُ فِي وَجْهِهِ.

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ الْخَطَّابِيِّ، عَنْ مَوْلَى لِعَائِشَةَ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: مَا نَظَرْتُ إِلَى فَرْجِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ فَرْجَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ.

میں (بیٹھے والی) کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیا فرماتے تھے اور جب آپ کسی چیز کو ناپسند فرماتے تو ناپسندیدگی کے آثار آپ کے چہرہ انور سے ظاہر ہو جاتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایک (آزاد کردہ) غلام سے روایت ہے، ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی نبی کریم ﷺ کے ستر کی طرح نظر نہیں کی، یا آپ نے فرمایا کہ میں نے (کبھی بھی) نبی کریم ﷺ کے ستر کی طرف نہیں دیکھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ کنواری لڑکی کی جب شادی ہونے والی ہوتی ہے تو اسے گھر کے ایک گوشہ میں بٹھادیا جاتا ہے اسے اردو میں مایوں بٹھانا کہا جاتا ہے، اس جگہ یعنی گھر کے گوشہ کو مائیں کہتے ہیں عربی میں خدر۔ اور اس زمانہ میں لڑکی بہت ہی شرمیلی ہوتی

ہے، گھر والوں سے بھی شرم کرتی ہے، کسی سے کھل کر بات نہیں کرتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شرم اس سے بھی زیادہ تھی، حیاء انسان کا خاص جوہر ہے جتنے ایمان قوی اتنی حیاء زیادہ۔

یعنی دنیاوی باتوں میں سے کوئی بات یا کوئی چیز حضور انور کو ناپسند ہوتی تو زبان مبارک سے نہ فرماتے مگر چہرہ انور پر ناپسندیدگی کے آثار نمودار ہو جاتے تھے خدام بارگاہ پہچان لیتے تھے۔ ایک دعوتِ ولیمہ پر دو تین آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر شریف میں کھانے کے بعد بیٹھے باتیں کر رہے تھے حضور کو ان کے بیٹھنے سے تکلیف ہوئی مگر ان سے نہ فرمایا کہ چلے جاؤ، رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَعِثُّ مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَعِثُّ مِنَ الْحَقِّ تَمَاهِرَ اِيْمَل ہمارے نبی کی تکلیف کا باعث ہے مگر وہ تم سے حیا فرماتے ہیں رب تعالیٰ نہیں شرماتا، یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیا۔ (مراۃ النجیح، ج ۸، ص ۷۲)

50- بَابُ مَا جَاءَ فِي حِجَامَةِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سگی لگوانا

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ . قَالَ :
 حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ
 مُحَمَّدٍ . قَالَ : سِئِلَ أَنَسُ بْنُ
 مَالِكٍ عَنْ كَسْبِ الْحِجَامِ ،
 فَقَالَ : احْتَجَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، حَجْمَهُ أَبُو
 طَيْبَةَ ، فَأَمَرَ لَهُ بِضَاعَتَيْنِ مِنْ
 حضرت حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ سے سگی لگانے والے کی
 اجرت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ
 نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طیبہ
 (غلام) سے سگی لگوائی اور اس کے لیے دو
 صاع غلہ دینے کا حکم فرمایا نیز آپ نے

طَعَامٍ، وَكَلَّمَ أَهْلَهُ فَوَضَعُوا عَنْهُ
 مِنْ خَرَاَجِهِ، وَقَالَ: إِنَّ أَفْضَلَ مَا
 تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ، أَوْ إِنْ مِنْ
 أَمْثَلِ كَوَائِكُمْ الْحِجَامَةُ.

اس کے مالکوں سے سفارش کر کے کچھ
 خراج (جو اس نے اپنے مالک کو دینا ہوتا
 تھا) کم کر دیا اور آپ نے فرمایا بے شک
 تمہارا بہترین علاج سنگی لگوانا ہے یا
 (فرمایا) تمہاری بہترین دوا سنگی لگوانا

ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ ابو طیبہ کا نام نافع یا دینار ہے، لقب مسیرہ، یہ بنی بیاضہ کے غلام
 تھے، ان کے مولیٰ کا نام محیصہ ابن مسعود انصاری ہے، یہ فصد لینے کے فن میں بڑی
 مہارت رکھتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فصد کی اجرت جائز ہے، جہاں
 جہاں ممانعت آئی ہے وہاں تنزیہی کراہت مراد ہے، وہ فرمان عالی کراہت کے بیان
 کے لیے ہے اور یہ عمل شریف بیان جواز کے لیے لہذا احادیث متعارض نہیں۔

خراج سے غلام کی آمدنی مراد ہے، مولیٰ اپنے غلام کو کاروبار کی اجازت دے دیتا
 تھا اور کہتا تھا کہ تو مجھے روزانہ اتنے پیسے دے دیا کر باقی کمائی تیری جیسے آج بعض لوگ
 تانگے، گاڑیاں ٹھیکے پر دے دیا کرتے ہیں اسے خراج کہتے تھے۔ اس حدیث سے
 چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ دوا و علاج جائز ہے۔ دوسرے یہ کہ معالج و طبیب کو
 اجرت دینا جائز ہے۔ تیسرے یہ کہ خراج کم کرنے کی سفارش کرنا جائز ہے۔ چوتھے یہ
 کہ فصد لینا جائز ہے۔ پانچویں یہ کہ فصد کی اجرت جائز ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۸، ص ۷۲)

❖ حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا
 حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا
 وَزَقَاءُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى،

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگی
 لگوائی اور میں نے آپ کے حکم پر سنگی

عَنْ أَبِي جَمِيلَةَ، عَنْ عَلِيٍّ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اخْتَجَمَ وَأَمَرَنِي فَأَعْطَيْتُ الْحَجَّامَ أَجْرَهُ.

لگانے والے کو اجرت دی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں کہ فصد ہمیشہ طبیب حاذق کی رائے سے کرنا چاہیے، بعض شارحین نے فرمایا کہ حجامت، فصد میں فرق ہے سگی کے ذریعہ خون نکالنا حجامت ہے اور کچھنے سے خون نکالنا فصد۔

ان تاریخوں کی ترجیح کی پوری وجہ ان شاء اللہ کتاب الطب والرقی میں ہوگی، یہاں اتنا سمجھ لو کہ چاند کی شروع تاریخوں میں خون میں جوش ہوتا ہے اور آخری تاریخوں میں سکون لہذا درمیانی تاریخیں اختیار کی گئیں جب کہ نہ پورا جوش نہ بالکل سکون، یہ تاریخیں چاند کی معتبر ہیں نہ کہ انگریزی اور تاریخیں طاق چاہئیں جفت نہ ہوں۔

فصد میں جسمانی، روحانی بہت فوائد ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ سر میں فصد کرانے میں جنون، جذام، برص، زیادتی نیند، دانتوں کی تکالیف دور ہوتی ہیں، دوسری روایت میں ہے کہ فصد در دسر، آنکھ کی دھند کو دفع کرتی ہے، اس سے قوت حافظہ زیادتی ہوتی ہے۔ فصد کے لیے بہترین دن جمعرات، دوشنبہ، منگل کے دن ہیں، جمعہ، ہفتہ، اتوار کے دن فصد نہ کرائے۔ بدھ کے دن فصد کرانے سے کوڑھ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، منگل کے دن حضرت ایوب علیہ السلام کو شفا ہوئی تھی اس دن فصد بہتر ہے۔

(مرقات) (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۳۱۳)

❖ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ حضرت شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
الْهَمْدَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ جَابِرٍ،
عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ،
قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اخْتَجَمَ فِي الْأُخْدَعَيْنِ،
وَبَيْنَ الْكَتِفَيْنِ، وَأَعْطَى الْحَجَّامَ
أُجْرَهُ، وَلَوْ كَانَ حَرَامًا لَمْ يُعْطَوْهُ.
شاگرد کہتے ہیں: میرا گمان ہے کہ حضرت
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ
آنحضور اکرم ﷺ نے پانی گردن
مبارک کے دو جانب کی رگوں میں اور
دونوں کندھوں کے درمیان سگی لگوائی اور
سگی لگانے والے کو اجرت عطا فرمائی اگر
یہ (اجرت) حرام ہوتی تو آپ اسے نہ
دیتے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں
کہ اس سے معلوم ہوا کہ آپریشن (Operation) پچھنے سیگی لگوانا جائز ہے اس کی
اجرت بھی مباح۔ جن احادیث میں اس کی اجرت سے ممانعت آئی وہ تمام منسوخ ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۴، ص ۵۷۹)

❖ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ،
قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُهُ، عَنِ ابْنِ أَبِي
لَيْلَى، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، دَعَا
حَجَّامًا فَخَجَمَهُ وَسَأَلَهُ: كَمْ
خَزَاجُكَ، فَقَالَ: ثَلَاثَةُ أَصْعَ.
فَوَضَعَ عَنْهُ صَاعًا وَأَعْطَاهُ أُجْرَهُ.
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے سگی
لگانے والے کو بلایا اور فرمایا کہ بتاؤ
تمہارے ذمہ کتنا خراج ہے اس نے کہا
تین صاع (ناپنے کا ایک آلہ ہے) نبی
کریم ﷺ نے (اس کے مالک سے
سفارش فرما کر) ایک صاع کم کرا دیا اور
پھر اسے اس کی اجرت (بھی) دے دی۔

شرح حدیث: اجرت دینا کیسا؟

سگی لکوائیا کی اجرت دینا جائز ہے کیوں کہ جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ جیسے سود، زنا کی اجرت، کاہن اور نجومی کی فیس، رشوت اور گانے والے کی اجرت وغیرہ کہ ان میں سے ہر ایک کا لینا بھی حرام ہے اور دینا بھی حرام ہے لیکن قیدی کو قید سے چھڑانے کے لیے یا اپنی عزت و آبرو بچانے کے لئے یا کسی کو اپنی ججو سے روکنے کے لئے رشوت دینا جب کہ اس کے بغیر کام نہ چلے، دینے والے پر گناہ نہیں۔ (الاشباہ والنظائر، الفن الاول: القواعد الملکیة، النوع الثاني، القاعدة الثالثة عشرة، ص ۱۳۲)

لیکن لینے والے کے لئے بہر حال حرام و گناہ ہے۔

(غریبون المصار، الفن الاول فی القواعد الملکیة، النوع الثاني، القاعدة الرابعة عشرة، ج ۱، ص ۳۹۱)

کہ یہ صورتیں الصُّرُورَاتُ تُبْنِمُ التَّخْذُورَاتِ کے ماتحت آتی ہیں۔

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَطَّارُ الْبَصْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، وَجَرِيدُ بْنُ حَارِثٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گردن کی دونوں جانب کی رگوں اور کندھے میں سگی لکوائیا کرتے تھے اور آپ سترہ، انیس اور اکیس تاریخ کو سگی لکوائیا کرتے تھے۔

صلى الله عليه وسلم يَخْتَجِمُ فِي الْأُخْدَعَيْنِ وَالْكَاهِلِ، وَكَانَ يَخْتَجِمُ لِسَبْعِ عَشْرَةَ وَلِتِسْعِ عَشْرَةَ، وَإِحْدَى وَعِشْرِينَ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ اخذ عن گردن کی دو طرفہ رگوں کو کہتے ہیں، یہ رگیں جبل و رید کی ہی شاخیں ہیں۔ اور گردن میں پیٹھ سے متصل پچھنے لگوانا بہت سی بیماریوں میں مفید ہے، ہم لوگوں کو چاہیے کہ بغیر طبیب حاذق کے مشورہ کے پچھنے ہرگز نہ کرائیں اہل عرب اور ہماری بیماریوں میں بڑا فرق ہے۔

یعنی آپ اکثر چاند کی ان طاق تاریخوں میں فصد لیتے تھے ان تاریخوں میں خون میں جوش نہیں ہوتا فصد سے زیادہ خون بہ جانے کا خطرہ نہیں ہوتا، تاریخوں کو ہمارے حالات میں بڑا دخل ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام کیفیات سے واقف ہیں۔ (مرآۃ الناجح، ج ۶، ص ۳۸۵)

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ
قَالَ: أَنْبَأَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ تَعَالَى عَنْهُ فَرَمَاتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
مَعْمَرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ نے مقام ملل میں بحالت احرام پاؤں کی
مَالِكٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ پشت پر سنگی لگوائی۔
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ
مَحَلًّا عَلَى ظَهْرِ الْقَدَمِ۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ چونکہ درمیان قدم پر بال ہوتے ہی نہیں لہذا وہاں فصد کی صورت میں بال دور کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہذا اس حدیث میں کسی تاویل یا توجیہ کی ضرورت نہیں، خصوصاً جب کہ یہ فصد عذر کی بنا پر تھی، عذر میں تو بال مونڈ کر فصد لینا بھی جائز ہے اگرچہ فدیہ واجب ہوگا۔ (لمعات واشعہ وغیرہ)

(مرآۃ الناجح، ج ۴، ص ۳۰۴)

51- بَابُ مَا جَاءَ فِي أَسْمَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اسماء مبارک

❖ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمَخْزُومِيِّ، وَغَيْرِهِ وَاحِدٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِي أَسْمَاءً، أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللَّهُ فِي الْكُفْرِ، وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمِي، وَأَنَا الْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ.

حضرت محمد بن جبیر اپنے والد حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شک میرے کئی نام (القاب) ہیں، میرا نام محمد ہے، احمد ہے اور میرا نام ماحی ہے کہ میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو منادے گا اور میرا نام حاشر ہے یعنی قیامت کے دن لوگ میرے قدموں پر (میرے بعد) اٹھائے جائیں گے اور میرا نام عاقب (سب سے آخری) ہے کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تین نام حمد سے مشتق ہیں: محمد، احمد، محمود۔ محمد کے معنی ہیں ہر طرح ہر وقت ہر جگہ ہر ایک کا حمد کیا ہوا، یا ان کی براداری ہر وصف کی ذات کی حمد کی ہوئی۔ مخلوق بھی ان کی حمد کرے، خالق بھی ان کی حمد فرمائے۔ جتنی نعتیں جتنی سوانح عمریاں ہر زبان میں ہر وقت حضور کی ہو رہی ہیں اتنی کسی کی نہیں ہوئیں، کیونکہ نہ ہو کہ قیامت کا دن اس نعت خوانی ہی میں تو صرف ہونا ہے حساب کتاب تو چار گھنٹہ میں ختم ہو جاوے گا اور دن ہے پچاس ہزار سال کا وہ نعت خوانی میں خرچ ہوگا۔ شعر

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا

کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

احمد اسم تفضیل ہے حمد کا یا تو حمد معروف کا تو معنی ہوں گے بہت ہی حمد فرمانے والے اپنے رب کی، یا حمد مجہول کا تو معنی ہوں گے بہت ہی حمد کیے ہوئے پہلے معنی قوی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جامع ہیں حامدیت اور محمودیت میں جیسے آپ مرید بھی اللہ کے اور مراد بھی، یوں ہی آپ طالب بھی ہیں مطلوب بھی، یوں ہی آپ احمد بھی محمود بھی، حبیب بھی ہیں محبوب بھی۔ (مرقات)

حضور سورج ہیں دوسرے انبیاء چاند تارے شمع تھے اور کفرتاریکی ہے اگرچہ تاریکی کو چراغ چاند ستارے بھی دور کرتے ہیں مگر وہ رات کو دن نہیں بناتے سورج رات کو دن بنا دیتا ہے، نیز چراغ وغیرہ ایک محدود جگہ میں روشنی کرتے ہیں سورج ساری زمین کو منور کر دیتا ہے اس لیے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ماحی ہوا، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دنیا میں اندھیرا ہی تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دور کیا، نیز حضور ہم گنہگاروں کے گناہوں کو، مجنوبوں کے حجاب کو دور کرتے ہیں۔

سب سے پہلے قبر انور سے حضور اٹھیں گے پھر دوسرے لوگ، سب سے پہلے حضور میدانِ محشر میں پہنچیں گے پھر حضور کے پیچھے ساری مخلوق۔ نیز سارے لوگ آخر کار شفاعت کی بھیک مانگنے حضور ہی کے پاس پہنچیں گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ارد گرد جمع ہو جائیں گے، حضور ہی کو گھیر لیں گے، حضور کے پاس آ کر پھر بارگاہِ الہی میں حاضر ہوں گے اس لیے حضور حاشر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

عاقب بنا ہے عقب سے بمعنی پیچھے۔ حضور سارے نبیوں سے پیچھے دنیا میں آئے، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے بہت خیر چھوڑ گئے لہذا حضور عاقب ہیں سب کی عاقبت حضور کے دم سے ہی ہے۔ خیال رہے کہ حضور عاقب یعنی پچھلے نبی ہیں لہذا

نہ تو آپ کے زمانہ میں کوئی نبی تھا اور نہ آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی ہو سکتا ہے۔ جو انبیاء کرام زندہ تھے یا زندہ ہیں وہ اب بہ شان نبوت زندہ نہیں، اب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں جیسے حضرت عیسیٰ واوریس آسمان میں اور خضر والیاس زمین میں علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ (مرآۃ النجیح، ج ۸، ص ۳۵)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
الْكُوفِيُّ، قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ طیبہ سے
بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي ایک راستے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے
وَإِيلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: لَقِيتُ ملاقات کا شرف حاصل کیا تو آپ نے
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي فرمایا (اے حذیفہ!) میں محمد اور احمد ہوں
بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِينَةِ، فَقَالَ: أَنَا نبی رحمت اور نبی توبہ ہوں اور میں سب
مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا نَبِيُّ الرَّحْمَةِ سے پیچھے آنے والا نبی ہوں اور خدا کی راہ
وَنَبِيُّ التَّوْبَةِ، وَأَنَا الْمُقَفَّى، وَأَنَا میں جنگ کرے والا نبی ہوں۔
الْحَاشِرُ، وَنَبِيُّ الْمَلَايِمِ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ لفظ اللہ اور لفظ محمد میں چند طرح مناسبت ہے: اللہ میں حرف چار تو محمد میں حرف چار، اللہ کے چاروں حرف بے نقط محمد کے چاروں حرف بے نقط، اللہ میں ایک شد محمد میں ایک شد، اللہ کے تین حرف حرکت والے محمد کے تین حرف حرکت والے، ہاں اللہ کے شد پر الف ہے محمد کے شد پر الف نہیں، اللہ سلطان حضور اس سلطنت کے وزیر اعظم، اللہ بولنے سے دونوں ہونٹ جدا ہوتے ہیں محمد بولنے سے دونوں ہونٹ مل جاتے ہیں کہ وہ نیچوں کو اوپر والوں سے ملانے ہی تو آئے ہیں۔

مقفی اسم فاعل سب نبیوں سے پیچھے دنیا میں آنے والا، مقفی اسم مفعول سب

نبیوں تمام انسانوں ساری مخلوق سے آگے رہنے والا کہ میرے نقش قدم پر سب چلنے والے یا مقفی اسم سب کی مہمانی کرنے والا کہ دنیا اس کی مہمان ہو وہ سب کا میزبان، قضاۃ کہتے ہیں لطف و کرم مہمانی کے کھانے کو۔ (مرقات)

اس طرح کہ میرے ہاتھ پر ساری خلقت نے توبہ کی اور کرے گی یا میرے دین میں توبہ آسان کر دی گئی یا میری برکت میرے صدقہ سے حضرت آدم و دیگر نبیوں کی توبہ قبول ہوئی ان کی مشکلیں حل ہوئیں۔ شعر

اگر نام محمد را نہ آوردے شفع آدم

نہ آدم یا فتنے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

یا جو میرے دروازے پر آ جاوے رب کو تواب و رحیم پائے لَوْ جَدُّوا اللہ تَوَابًا رَحِيمًا۔

حضور کی رحمت عامہ تمام جہان پر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے دنیا میں عذاب آنا بند ہو گئے رحمت خاصہ مؤمنوں پر رحمت خاصہ الخاصہ ولیوں، صدیقوں بلکہ گذشتہ نبیوں پر بھی ہے، اللہ رب العالمین ہے حضور رحمۃ للعالمین، حضور مؤمنوں پر رؤف و رحیم۔ شعر

رب اعلیٰ کی نعمت پر اعلیٰ درود

حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام

حضور کی رحمت کا پورا بیان ناممکن ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۸، ص ۳۶)

نبی رحمت

ایک شخص امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں اپنی کسی حاجت کے لیے حاضر ہوا کرتے امیر المومنین ان کی طرف التفات نہ فرماتے نہ ان کی حاجت پر غور کرتے، ایک دن عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے ملے ان سے شکایت

کی، عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا :

انت البيضاة فتوضا ثم ات المسجد فصل فيه ركعتين ثم قل
اللهم اني اسئلك واتوجه اليك بنينا محمد صلى الله تعالى عليه
وسلم نبى الرحمة يا محمد اني اتوجه بك الى ربى فيقتض حاجتى
وتذكر حاجتك ورح الى حقى اروح معك۔

وضو کی جگہ جا کر وضو کرو پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھو پھر یوں
دعا کرو کہ الہی! میں تجھ سے سوال کرتا اور تیری طرف ہمارے نبی محمد صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی رحمت کے ذریعے سے متوجہ ہوتا ہوں، یا رسول اللہ!
میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت
روا فرمائیے۔ اور اپنی حاجت کا ذکر کرو، شام کو پھر میرے پاس آنا کہ میں
بھی تمہارے ساتھ چلوں۔

صاحب حاجت نے جا کر ایسا ہی کیا، پھر امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
دروازے پر حاضر ہوئے، دربان آیا ہاتھ پکڑ کر امیر المومنین کے حضور لے گیا، امیر
المومنین (عثمان غنی) نے اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور فرمایا کیسے آئے ہو؟ انہوں نے
اپنی حاجت عرض کی، امیر المومنین نے فوراً روا فرمائی، پھر ارشاد کیا: اتنے دنوں میں تم
نے اس وقت اپنی حاجت کہی۔ اور فرمایا: جب کبھی تمہیں کوئی حاجت پیش آئے
ہمارے پاس آنا۔ اب یہ صاحب امیر المومنین کے پاس سے نکل کر حضرت عثمان بن
حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے ان سے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے امیر
المومنین نہ میری حاجت میں غور فرماتے تھے نہ میری طرف التفات لاتے، یہاں تک
کہ آپ نے میری سفارش ان سے کی۔

عثمان بن حنیف نے فرمایا:

واللہ ما کلمتہ ولكن شهدت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واتاہ رجل ضریر تشکی الیہ ذهاب بصرہ فقال لہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسلم ایت البیضا فتوضا ثم صل رکعتین ثم ادع بهذه الدعوات فقال عثمان بن حنیف فواللہ ماتفرقنا و طال بنا الحدیث - حتی دخل علینا الرجل کانه لم یکن بہ ضرر قط۔

(المعجم الکبیر عن عثمان بن حنیف حدیث ۸۳۸ المکتبۃ البیضاویہ بیروت ۱۸/۹)

خدا کی قسم! میں نے تو تمہارے بارے میں امیر المؤمنین سے کچھ بھی نہ کہا مگر ہے یہ کہ میں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا حضور کی خدمت اقدس میں ایک نابینا حاضر ہوا اور اپنی نابینائی کی شکایت حضور سے عرض کی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: موضع وضو پر جا کر وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ پھر یہ دعائیں پڑھ۔ عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں خدا کی قسم! ہم اٹھنے بھی نہ پائے تھے باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ نابینا ہمارے پاس اٹھیا رہے ہو کر آئے گویا کبھی انکی آنکھوں میں کچھ نقصان نہ تھا۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۳۰ ص ۳۹۸ رضافاؤنڈیشن، لاہور)

نبی توبہ:

اقول وہ نبی توبہ ہیں، بندوں کو حکم ہے کہ ان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر توبہ واستغفار کریں اللہ تو ہر جگہ سنا ہے، اس کا علم اس کا سمع اس کا شہود سب جگہ ایک سا ہے مگر حکم یہی فرمایا کہ میری طرف توبہ چاہو تو میرے محبوب کے حضور حاضر ہو۔ قال تعالیٰ: ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤا فاستغفروا واللہ واستغفرلہم

الرسول لوجود الله تواباً رحماً۔ (القرآن الکریم ۶۴/۳)
 اگر وہ جو اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے پاس حاضر ہو کر خدا سے بخشش
 چاہیں اور رسول ان کی مغفرت مانگے تو ضرور خدا کو توبہ قبول کرنے والا
 مہربان پائیں۔

حضور کے عالم حیات ظاہری میں حضور ظاہر تھا، اب حضور مزار پر انوار ہے اور
 جہاں یہ بھی میسر نہ ہو تو دل سے حضور پر نور کی طرف توجہ حضور سے توسل فریاد،
 استغاثہ، طلب شفاعت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اب بھی ہر مسلمان کے گھر
 میں جلوہ فرما ہیں،

طاعی قاری علیہ رحمۃ الباری شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں:

روح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضرة فی بیوت اهل
 الاسلام۔ (شرح شفاء للقاری علی ہاشم النیم الریاض، الباب الرابع من القسم الثاني،
 مطبعة الازہریہ المصریہ، ص ۶۴/۳)

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر مسلمان کے گھر میں جلوہ فرما ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۵ ص ۶۵۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

52- بَابُ مَا جَاءَ فِي عَيْشِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ گزراوقات

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حضرت سہاک بن حرب رضی اللہ
 قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نعمان بن
 سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا
 الثُّعْمَانُ بْنُ بَشِيرٍ، يَقُولُ: (اے لوگوں) کیا تم اپنی پسند کے مطابق

اَلَسْتُمْ فِي طَعَامٍ وَشَرَابٍ مَا
 شِئْتُمْ، لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَا يَجِدُ مِنَ
 الدَّقْلِ، مَا يَمْلَأُ بَطْنَهُ.

کھانے اور پینے کی چیزیں حاصل نہیں
 کرتے؟ بیشک میں نے تمہارے نبی
 ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے پاس اتنی ردی
 کھجوریں بھی نہیں تھیں جن سے آپ سیر ہو
 جاتے (نبی کریم ﷺ کا فقر اختیار ہی تھا
 اضطراری تھا۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ یہ خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام و تابعین
 سے ہے جب کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے بڑی فراخی عطا فرمادی تھی خصوصاً عہد فاروقی
 عثمانی میں۔ مقصد یہ ہے کہ اس فراخی رزق پر اللہ تعالیٰ کا شکر کر دیا اعتراض فرمایا کہ تم
 لوگوں نے دنیا کی فراوانی پا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زہد تقویٰ اور ترک دنیا کا طریقہ
 چھوڑ دیا۔ (مرقات)

دفل کا لفظی ترجمہ گڈ ہے یعنی ایسے معمولی خرے جس میں ہر قسم کے خرے
 موجود ہیں انکا کوئی خاص نام نہ ہو کبھرے پھرتے ہوں یعنی اعلیٰ کھانوں اعلیٰ کھجوروں
 کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ ردی معمولی گڈ خرے بھی افراط سے نہ پاتے تھے، غالباً یہ ذکر ہے
 فتح خیبر سے پہلے کا۔ (مراۃ النجیح، ج ۶، ص ۳۵)

❖ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ،
 قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُهُ، عَنْ هِشَامِ
 بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ،
 قَالَتْ: إِنْ كُنَّا أَلْ مُحَمَّدٍ نَمْكُثُ
 شَهْرًا مَا نَسْتَوْقِدُ بَنَارٍ، إِنْ هُوَ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 فرماتی ہیں کہ ہم اہل بیت رسول
 اللہ ﷺ (بعض اوقات) ایک ایک
 مہینہ (گھر میں) آگ نہیں جلاتے تھے
 اور صرف کھجوروں اور پانی پر گزارہ ہوتا تھا

إِلَّا التَّهْنُ وَالْمَاءُ.

(اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ

ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل

بیٹ میں شامل ہیں۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ یعنی بعض مہینے ایسے گزرتے تھے کہ ہم پورا پورا مہینہ کچھ نہ پکاتے تھے صرف کھجوروں اور پانی پر گزارہ کرتے تھے، ہاں اگر کوئی شخص کچھ تھوڑا گوشت بھیج دیتا تو اس کے پکانے کو آگ جلاتے تھے، یہ ہے غذا اس شہنشاہ کونین کی جو کل جہاں کے مالک و مختار ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور کبھی تھوڑے چھوہارے کھانا پانی پی کر پھر رہ جانا

دو دو مہینے یوں ہی گزارہ صلی اللہ علیہ وسلم

(مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۳۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ ہم

نے نبی کریم ﷺ سے بھوک کی شکایت

کی اور اپنے پیٹ پر باندھے ہوئے ایک

ایک پتھر سے کپڑا اٹھا کر دکھایا تو نبی کریم

ﷺ نے اپنے شکمِ انور سے کپڑا اٹھا کر

دو (باندھے ہوئے) پتھر دکھائے۔

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي

زَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَيَّارٌ، قَالَ:

حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ

يَزِيدَ بْنِ أَبِي مَنصُورٍ، عَنْ أَنَسٍ،

عَنْ أَبِي طَلْحَةَ، قَالَ: شَكُونَا إِلَى

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، الْجُوعَ وَرَفَعْنَا عَنْ

بُطُونِنَا عَنْ حَجَرٍ، فَرَفَعَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْ

بَطْنِهِ عَنْ حَجَرَيْنِ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ غزوہ خندق کا نہیں کیونکہ اس غزوہ میں تو حضرت ابو طلحہ کے گھر تمام خندق کھودنے والے بلکہ تمام اہل مدینہ کی دعوت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے کہ چار سو جو کی روٹیوں سے سارے اہل مدینہ کو شکم سیر فرما دیا یہ کسی اور غزوہ کا واقعہ ہے۔

یعنی تمام صحابہ کو ایک ایک دن کا فاقہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دو دن یا زیادہ کے لگا تار فاقے تھے۔ بہت روز تک نہ کھانے سے انسان میں کھڑے ہونے کی قوت نہیں رہتی پیٹ پر پتھر باندھنے سے کھڑا ہونا ممکن ہو جاتا ہے اسے ہم لوگوں نے نہیں آزمایا یہ کام تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کر گئے ہم کو ایسی نعمتیں کھلاتے ہیں کہ سبحان اللہ! (مراۃ المناجیح، ج ۷، ص ۹۷)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ. حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ ایسے وقت باہر تشریف لائے جس وقت آپ نہ تو باہر تشریف لایا کرتے تھے اور نہ آپ سے کوئی ملاقات کرتا تھا (یعنی آپ کا یہ معمول نہ تھا) (اسی اثناء میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے ابو بکر! کیوں آئے ہو؟ عرض کیا آپ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوا ہوں، اور (اس لیے تاکہ) آپ کی زیارت کروں اور

قَالَ: حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ. قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ أَبُو مُعَاوِيَةَ. قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي سَاعَةٍ لَا يَخْرُجُ فِيهَا، وَلَا يَلْقَاهَا فِيهَا أَحَدٌ، فَأَتَاهُ أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَ: مَا جَاءَ بِكَ يَا أَبَا بَكْرٍ؟ قَالَ: خَرَجْتُ أَلْقَى رَسُولَ

سلام عرض کروں۔ تھوڑی دیر بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے، نبی کریم ﷺ نے ان سے بھی آنے کا سبب پوچھا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بھوک کی وجہ سے آیا ہوں، نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ میں نے بھی کچھ بھوک محسوس کی ہے پھر (تینوں حضرات) ابوالہشتم بن تیہان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے، حضرت ابوالہشتم بہت سی کھجوروں، درختوں اور بکریوں کے مالک تھے (لیکن) آپ کے ہاں کوئی خادم نہیں تھا، حضرت ابوالہشتم (اس وقت) گھر پر نہیں تھے چنانچہ ان کے بارے میں ان کی زوجہ محترمہ سے پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ وہ ہمارے لیے میٹھا پانی لینے گئے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد حضرت ابوالہشتم تشریف لے آئے، آپ کے پاس ایک مشک تھی جسے آپ بمشکل اٹھائے ہوئے تھے، آتے ہی (پانی رکھ کر نبی کریم ﷺ سے لپٹ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وَأَنْظُرُ فِي وَجْهِهِ. وَالتَّسْلِيمَ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ جَاءَ عُمَرُ، فَقَالَ: مَا جَاءَ بِكَ يَا عُمَرُ؟ قَالَ: الْجُوعُ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ صلی اللہ علیہ وسلم: وَأَنَا قَدْ وَجَدْتُ بَعْضَ ذَلِكَ، فَأَنْظِلُّوهُ إِلَى مَنْزِلِ أَبِي الْهَيْثَمِ بْنِ التَّيْهَانِ الْأَنْصَارِيِّ. وَكَانَ رَجُلًا كَثِيرَ النَّعْلِ وَالشَّاءِ. وَلَمْ يَكُنْ لَهُ خَدَمٌ، فَلَمْ يَجِدُوهُ، فَقَالُوا لَأَمْرَأَتِهِ: أَتَيْنَ صَاحِبُكَ، فَقَالَتْ: انْطَلَقَ يَسْتَعْزِبُ لَنَا الْبَاءَ، فَلَمْ يَلْبَثُوا أَنْ جَاءَ أَبُو الْهَيْثَمِ بِقِرْبَةٍ يَأْخُذُهَا، فَوَضَعَهَا ثُمَّ جَاءَ يَلْتَمِسُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَيُقَدِّمُهُ بِأَيْدِيهِ وَأُمِّهِ. ثُمَّ انْطَلَقَ بِهِمْ إِلَى حَبِيقَتِهِ فَبَسَطَ لَهُمْ بِسَاطًا. ثُمَّ انْطَلَقَ إِلَى مَخْلَعِهِ فَجَاءَ بِقِنُوٍ فَوَضَعَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: أَفَلَا

تَنْقِيتَ لَنَا مِنْ رُطْبِهِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي أَرَدْتُ أَنْ تَخْتَارُوا، أَوْ تَخَيَّرُوا مِنْ رُطْبِهِ وَبُسْرِهِ، فَأَكْلُوا وَشَرِبُوا مِنْ ذَلِكَ الْمَاءِ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَذَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مِنَ النَّعِيمِ الَّذِي تُسْأَلُونَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ظِلٌّ بَارِدٌ، وَرُطْبٌ طَيِّبٌ، وَمَاءٌ بَارِدٌ فَأَنْطَلَقَ أَبُو الْهَيْثِمِ لِيَصْنَعَ لَهُمْ طَعَامًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَذْبَحَنَّ ذَاتَ حَيٍّ، فَذَبَحَ لَهُمْ عَنَاقًا أَوْ جَذْيًا، فَأَتَاهُمْ بِهَا فَأَكَلُوا، فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ لَكَ خَادِمٌ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَإِذَا أَتَاكَ سَبْعٌ، فَأَتَيْنَا فَأَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَأْسَيْنِ لَيْسَ مَعَهُمَا ثَالِثٌ، فَأَتَاهُ أَبُو الْهَيْثِمِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اخْتَرْ مِنْهُمَا فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، اخْتَرْ

گئے اور عرض کرنے لگے میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، پھر (تینوں حضرات) کو اپنے باغ میں لے گئے اور ان کے لیے فرش (کبل وغیرہ) بچھایا، پھر گئے اور کھجور کا ایک پورا خوشہ لاکر حاضر کر دیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا تو ان میں سے ہمارے لیے پختہ کھجوریں چن کر کیوں نہیں لایا؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے چاہا کہ آپ خود حسب مرض پختہ یا کچی منتخب فرمائیں، پھر ان تمام حضرات نے کھجوریں کھائیں اور اس پانی میں سے پیا (جو وہ لائے تھے) نبی کریم ﷺ نے فرمایا قسم بخدا! یہ ٹھنڈا سایہ، تازہ و عمدہ کھجوریں اور ٹھنڈا پانی ان نعمتوں سے ہیں جن کے بارے میں قیامت کے دن پوچھا جائے گا پھر حضرت ابو الہیثم (گھر) تشریف لے جانے لگے تاکہ کھانا تیار کر کے لائیں تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہمارے لیے دودھ والی بکری ذبح نہ کرنا چنانچہ انہوں نے بکری کا بچہ ذبح کیا پھر مہمانوں نے کھانا کھایا تو

لِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَرٌ، خُذْ هَذَا، فَإِنِّي رَأَيْتُهُ يُصَلِّي، وَاسْتَوْصِ بِهِ مَعْرُوفًا فَإِنْ نَظَلَّ أَبُو الْهَيْثَمِ إِلَى أَمْرَاتِهِ، فَأَخْبَرَهَا بِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ أَمْرَاتُهُ: مَا أَنْتَ بِبَالِغٍ حَقِّ مَا، قَالَ فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا بِأَنْ تَعْرِفَهُ، قَالَ: فَهُوَ عَتِيقٌ، فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَبْعَثْ نَبِيًّا وَلَا خَلِيفَةً إِلَّا وَلَهُ بَطَانَتَانِ: بَطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَاهُ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَبَطَانَةٌ لَا تَأْلُوهُ خَبَالًا، وَمَنْ يُوقِ بَطَانَةَ الشُّوءِ فَقَدْ وُقِيَ.

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو الہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس خادم ہے؟ عرض کیا نہیں، فرمایا جب ہمارے پاس قیدی آئیں تو حاضر ہونا (پھر کچھ عرصہ بعد) نبی کریم ﷺ کے پاس صرف دو غلام آئے جن کے ساتھ تیسرا نہ تھا، حضرت ابو الہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ان دونوں میں سے ایک پسند کرلو، انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ آپ خود ہی منتخب فرمائیں (اس پر) نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک جس آدمی سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ امین ہوتا ہے، تو اس (غلام) کو لے جا۔ کیونکہ میں نے اسے نماز پڑھتے دیکھا ہے اور میں تجھے اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی نصیحت کرتا ہوں، پھر حضرت ابو الہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھر جا کر اپنی زوجہ کو نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک سنایا تو آپ کی بیوی نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اس کے بارے میں جو حقوق پورا

کرنے کا حکم دیا ہے تم ہرگز پورا نہیں کر سکتے البتہ تم اسے آزاد کرو (اس پر) حضرت ابوالہیثم نے فرمایا کہ وہ آزاد ہے (یعنی آزاد کر دیا) نبی اکرم ﷺ نے (خبر ملنے پر) فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر نبی اور ہر خلیفہ کے لیے دو باطنی مشیر مقرر کیے ہیں ایک (باطنی) مشیر اسے نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے اور ایک (باطنی) مشیر تباہ کرنے میں کمی نہیں کرتا (اس لیے) جو شخص برے مشیر سے بچایا گیا وہ ہر قسم کی برائیوں سے محفوظ رکھا گیا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ کا نام احمد، لقب احمر ہے، کنیت ابو عسیب مگر اپنی نسبت میں مشہور ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

یعنی چار حضرات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ساتھ ہی یہ تین خدام بارگاہ۔ یہ باغ ابوالہیثم کا تھا یا کسی اور انصاری کا مگر یہ واقعہ دوسرا ہے اور جو پہلے مذکور ہوا وہ دوسرا تھا۔

پہلے جو واقعہ مذکور ہوا وہاں باغ والے صاحب خود کھجوروں کا خوشہ لائے تھے اور بکری ذبح کی تھی۔ یہاں طلب سرکار نے فرمائی، لہذا یہ واقعہ دوسرا ہے۔

یہ سوال وہ نہیں جس سے منع فرمایا گیا ہے یعنی ذات کا سوال، یہ سوال ایسا ہے

جیسے والد اپنی اولاد سے یا مولیٰ اپنے غلام سے یا دوست اپنے دوست سے کچھ طلب کرے اس سوال سے تو صاحب خانہ کو قیامت تک کے لیے فخر ہو گیا کہ مجھے سرکار حضور نے اس لائق سمجھا کہ مجھ سے یہ طلب فرمایا لہذا یہ احادیث شریفہ میں تعارض نہیں جس سوال سے ممانعت ہے وہ اور سوال ہے یہ کچھ اور سوال۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پیا اور ان حضرات صحابہ نے بھی، حضور کو ٹھنڈا بلکہ باسی پانی بہت مرغوب تھا۔

خیال رہے کہ یہاں لتسلن صیغہ جمع متکلم نہیں بلکہ جمع مخاطب ہے یعنی ت سے ہے ن سے نہیں، یعنی اے میری امت والو! تم سے سوال ہوگا حساب ہوگا کہ ان نعمتوں کا شکر یہ تم نے کیا ادا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حساب نہیں حضور سے سوال تو یہ ہوگا کہ آپ کی امت نے آپ سے کیا برتاوا کیا، حضرات انبیاء کرام سے نعمتوں کا سوال نہیں۔ (مرقات)۔

یعنی یہ کھجوریں اگرچہ نعمتیں ہیں مگر نہایت معمولی جن کی پرواہ بھی نہیں کی جاتی یوں ہی باری باری پھرتی ہیں، تعجب ہے کہ ان کا حساب بھی ہوگا۔ حضرت عمر کا یہ عمل اور یہ سوال انتہائی خوفِ الہی کا باعث تھا کہ جب ان جیسی چیزوں کا بھی حساب ہے تو اعلیٰ چیزوں کا کیا بنے گا، ان کا حساب کس قدر سخت ہوگا تحقیر کے لیے یہ سوال نہیں۔

جو ضروریات زندگی سے ہیں ان کے متعلق حساب نہ ہوگا کہ تم نے ان کا شکر یہ کیا ادا کیا وہ چیزیں تو عبدیت و مریوبیت کا حق ہیں حق کا حساب نہیں ہوتا۔

یعنی بقاء انسانی ان تین چیزوں پر موقوف ہے: زندگی رکھنے کے لیے ستر چھپانے والا کپڑا اور پیٹ میں بوجھ ڈالنے کے لیے روٹی کا معمولی ٹکڑا اور چوہے کے سوراخ جیسا معمولی مکان جس میں مال بہ تکلف جا آ سکے۔ سردی گرمی سے بچاؤ کے لیے یہ چیزیں زندگی کی موقوف علیہ ہیں قیامت کے حساب سے خارج ہیں مگر یہ کھجوریں اگرچہ

معمولی سہی مگر ہیں ضروریات کے علاوہ کہ یہ بھی ہیں جن میں لذت ہے لہذا ان کا حساب ہوگا۔ حجر ح کے پیش جیم کے سکون سے بمعنی سوراخ یا بمعنی حجر یعنی پتھروں سے گھیری ہوئی زمین۔ (مرقات)

حاکم نے مستدرک میں یہ حدیث نقل کر کے آخر میں فرمایا کہ حضور نے ارشاد کیا کہ اگر تم کو یہ گراں معلوم ہو تو ہر نعمت کھاتے وقت یہ پڑھ لیا کرو بسم اللہ علی برکت اللہ اور کھا چکنے پر پڑھا کرو الحمد للہ الذی ہو اشبعنا وارادانا وانعم علینا وافضل، یہ کلمات ان نعمتوں کا شکر یہ ہیں۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۰۱)

مزید آگے ارشاد فرماتے ہیں:

یہ واقعہ مشکوٰۃ شریف باب ضیافت میں گزر چکا ہے۔ یہ ابوالہیثم وہ ہی خوش نصیب صحابی ہیں جن کے باغ میں ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہم بھوک کی حالت میں مہمان ہوئے تھے اور انہوں نے حضور کی شاندار مہمانی کی وہاں ہی آپ کے حالات بیان ہو چکے۔

وہاں ادھار نہیں ہوتا کوئی معمولی نذر عقیدت پیش کرے وہاں سے مالا مال کر دیا جاتا ہے، کھانا کھا کر یہ ارشاد فرمایا کہ ہم تم کو غلام عطا کریں گے۔

یعنی آپ کا چناؤ میرے چناؤ سے بہتر ہوگا کہ حضور مجھ پر مجھ سے زیادہ مہربان ہیں۔ حضور مصطفیٰ مختار ہیں، حضور کے اختیار پر دار و مدار ہے۔ (مرقات) جو حضور کے چناؤ میں آگیا وہ رب تعالیٰ کے چناؤ میں آگیا۔

قیامت تک کے لیے یہ قاعدہ مقرر فرما دیا کہ اگر تم سے کوئی شخص مشورہ کرے تو تم پر لازم ہے کہ خلاف مصلحت اسے مشورہ نہ دو اگر ایسا کیا تو تم خائن ہو گے، مشورہ لینے والا اگرچہ دشمن ہو مگر مشورہ اچھا دو۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ نمازی مسلمان کو اپنے کام کاج کے لیے ملازم

رکھو، بیوی اولاد، خدام، دوست احباب، رشتہ دار وہ ہی اچھے جو نمازی ہوں، نمازی آدمی ان شاء اللہ متقی پرہیزگار خیر خواہ ہوتا ہے جو خدا سے نہ ڈرے وہ بندے سے اور اس کا حق مارنے سے کیا ڈرے گا۔

اس فرمان عالی کے دو معنی ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ اس خادم کو ہمیشہ اچھی باتوں کی نصیحت وصیت کرتے رہنا اس کی اصلاح بھی تمہارے ذمہ ہے۔ دوسرے یہ کہ تم اس کے متعلق میری وصیت قبول کرو کہ اس سے بھلائی کے ساتھ پیش آنا وہ حضرت یہ دوسرے معنی میں سمجھو اور انہوں نے گھر لے جا کر اسے آزاد کر دیا۔

(مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۸۸۹)

❖ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ
 بن محالد بن سعید، حَدَّثَنِیْ اَبِی
 عَنْ بَیْآنٍ حَدَّثَنِیْ قَیْسُ بْنُ
 حَازِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ
 اَبِی وَقَاصٍ یَقُولُ: اِنِّیْ لِاَوَّلِ
 رَجُلٍ اَهْرَقَ دَمًا فِی سَبِیلِ اللّٰهِ،
 وَ اِنِّیْ لِاَوَّلِ رَجُلٍ رَمَى بِسَهْمٍ فِی
 سَبِیلِ اللّٰهِ لَقَدْ رَاَیْتُنِیْ اَغْرَوَا فِی
 الْعَصَابَةِ مِنْ اَضْطَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی
 اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم مَا تَاْكُلُ اِلَّا
 وَرَقَ الشَّجَرِ وَالْحَبْلَةَ حَتّٰی
 تَفْرَحَتْ اَشْدَاقُنَا وَاِنْ اَحَدُنَا
 لَیَطْعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ وَالْبَعِیدُ

حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے
 حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں (اس امت
 میں) پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے
 راستے میں (کسی کافر کا) خون بہایا اور
 اللہ کے راستے میں سب سے پہلے تیر
 چلانے والا (بھی) میں ہوں، میں اپنے
 آپ کو نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام کی
 جماعت میں جہاد کرتا ہوا دیکھ رہا ہوں ہم
 صرف درختوں کے پتے اور خار دار
 درختوں کے پھل کھاتے تھے یہاں تک
 کہ ہمارے منہ (اندر سے) زخمی ہو گئے

وَأَصْبَحَتْ بَنُو أَسَدٍ يَعْزُرُونَ فِي
الدِّينِ لَقَدْ خَبْتُ إِذْنًا وَخَصِيْرَت
اور جب ہم سے کوئی ایک قضائے حاجت
کرتا تو بکری اور اونٹ کی طرح میٹنگیں
باہر آتیں (اس کے باوجود) اب قبیلہ بنو

اسد مجھ کو دین کے معاملے میں طعنہ دیتے
ہیں (اگر ایسا ہے) تو پھر میں ضرور ہی
نقصان میں ہوں اور میرے اعمال ضائع
ہو گئے (حالانکہ یہ ممکن نہیں)۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ اس کی شرح ابھی کچھ پہلے کی جا چکی ہے کہ آپ نے کس موقعہ پر یہ
تیر چلایا تھا اول تیر چلانا بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت رحمت ہے۔

حبیلہ ح کے پیشاب کے سکون سے کیکر یعنی ببول کے بیچ۔ نہ معلوم وہ حضرات
یہ کیسے کھاتے ہوں گے یہ ہیں ان حضرات کی قربانیاں بے مثال اسلام کی قدراں سے
پوچھو ہم نے کمایا ہوا اسلام پایا ہم کیا قدر کر سکتے ہیں۔

یعنی ہم کو پاخانہ بکری کی میٹنی کی طرح بالکل خشک ہوتا تھا جس میں کوئی تری
نہیں، اگر کوئی تری چیز کھائیں تو تری ہو جب پتے اور ببول کے بیچ کھائے جائیں گے تو
پاخانہ بھی ایسا ہی ہوگا۔

یہاں اسلام سے مراد نماز ہے کیونکہ نماز اسلام کا بہت اہم رکن ہے، قرآن مجید
میں نماز کو ایمان کہا گیا ہے مَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّكُمْ تَعْزِيرَ بِمَعْنَى سزا بھی آتا ہے اور
بمعنی تعلیم اور بمعنی تعظیم بھی وَتُعْزِرُوهُ وَتُؤَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوْهُ یہاں بمعنی تعلیم ہے۔ (اشعہ)
یعنی اگر ان تمام خدمات اور صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باوجود مجھے نماز
بھی نہیں آئی میں ان لوگوں کے سکھانے کا حاجت مند رہا تو میں بہت ہی خائب و خاسر

ہوا، یہ لوگ مجھے نماز سکھانے کی کوشش نہ کریں بلکہ مجھ سے نماز اور دوسرے احکام اسلام سیکھیں میں صحبت یافتہ مصطفیٰ ہوں صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہاں بنی اسد سے مراد زبیر ابن عوام ابن خویلد ابن اسد کی اولاد ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت اپنے علمی کمالات و فضائل بیان کرنا جائز ہے کہ یہ بھی رب کا شکر ہے فخر نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد ابن ابی وقاص کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا تھا، وہاں قبیلہ بنی اسد آباد تھے ان لوگوں نے آپ کی شکایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کی اس شکایت میں یہ بھی کہا کہ یہ نماز غلط پڑھتے ہیں اور ہم کو غلط ہی پڑھاتے ہیں جس سے ہماری نمازیں برباد ہوتی ہیں، حضرت عمر نے آپ کو طلب فرمایا اور ان کی شکایت پیش کیں تو آپ نے جواب میں یہ فرمایا کہ میں اولین مؤمنوں میں سے ہوں میں نے صد ہا نمازیں حضور کے پیچھے پڑھی ہیں میری نماز غلط کیسے ہو سکتی ہے۔ (مراۃ الناجح، ج ۸، ص ۳۶۹)

حضرت خالد بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ

❖ حدثنا محمد بن بشار

عنه اور شولیس (ابورقاد) رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عتبہ بن غزوہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (لشکر کا سردار بنا کر) بھیجا اور فرمایا تم اور تمہارے ساتھی جاؤ اور جب سر زمین عرب کے آخر اور غمی شہروں کے قریب پہنچو (تو وہاں قیام کرو) پھر وہ تمام روانہ ہوئے اور جب مرید (جہاں اب بصرہ کی بیرونی آبادی ہے) کے مقام پر

حدثنا صفوان بن عیسیٰ
حدثنا محمد بن عمرو بن عیسیٰ
أبو نعام العدوی قال: سمعت
خَالِدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ شَوْيْصًا أبا
الرقاد قال: بعث عمر بن
الخطاب عُبَيْدُ بْنُ غَزْوَانَ وَقَالَ
انْطَلِقْ أَنْتَ وَمَنْ مَعَكَ حَتَّى إِذَا
كُنْتُمْ فِي أَقْصَى أَرْضِ الْعَرَبِ
وَأَدْنَى بِلَادِ أَرْضِ الْعَجَمِ

فَأَقْبِلُوا حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالْمَرْهَدِ وَجَدُوا هَذَا الْمَكَانَ فَقَالُوا: مَا هَذِهِ؟ هَذِهِ الْبَصْرَةُ. فَسَارُوا حَتَّى إِذَا بَلَغُوا حِيَالَ الْجِسْرِ الصَّغِيرِ فَقَالُوا: هَاهُنَا أَمْرَتُمْ، فَانْزِلُوا فَذَكِّرُوا الْحَدِيثَ بِطَوْلِهِ. قَالَ: فَقَالَ عَتَبَةُ بْنُ غَزْوَانَ: لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَإِنِّي لَسَابِعُ سَبْعَةٍ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَنَا طَعَامٌ إِلَّا وَدَقَى الشَّجَرِ حَتَّى تَقْرِحَتْ أَشْدَاقُنَا فَالْتَقَطْتُ بُرْدَةً فَفَقَسْتُهَا بَيْنِي وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ فَمَا مِنَّا مِنْ أُولَئِكَ السَّبْعَةِ أَحَدٍ إِلَّا وَهُوَ أَمِيرٌ مُضِرٌّ مِنَ الْأَمْصَارِ وَسَتَجُوبُونَ الْأُمَرَاءَ بَعْدَنَا.

پہنچے تو وہاں انہوں نے نرم و سفید پتھر پائے (وہاں کے لوگوں سے) پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا یہ بصرہ (نامی پتھر) ہیں اور جب (وجہ کے) چھوٹے پل کے برابر پہنچے تو (آپس میں) کہنے لگے تمہیں اسی جگہ کا حکم دیا گیا ہے پھر وہاں اتر گئے (پھر راوی نے سارا واقعہ بیان کیا) راوی نے کہا کہ عتبہ بن غزوآن نے بیان کیا کہ میں نے اپنے آپ کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ دیکھا اس وقت میں (پہلے) سات (مسلمانوں) میں سے ایک تھ ہمارے پاس کھانے کے لیے صرف درختوں کے پتے تھے یہاں تک کہ ہمارے منہ (اندر سے) زخمی ہو گئے پھر مجھے ایک (گری ہوئی) چادر ملی جسے میں نے اپنے اور حضرت سعد کے درمیان تقسیم کر لیا (اور اب) ہم ساتوں کسی نہ کسی شہر کے حاکم ہیں اور ہمارے بعد آنے والے حاکموں کا تم تجربہ کر لو گے۔

شرح حدیث: مسلمانوں پر کفار مکہ کا ظلم و ستم

حضرت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان صحابہ میں ہیں جنہوں نے ابتداء ہی میں داعی

توحید کو لبیک کہا تھا، (مستدرک حاکم جلد ۳: ۲۶۰)

کفار مکہ کی ظلم و ستم سے تنگ آ کر ملک حبش کی دوسری ہجرت میں شریک ہوئے؛ لیکن کچھ عرصہ کے بعد پھر واپس آ گئے، نبی کریم ﷺ اس وقت تک مکہ میں موجود تھے۔

حضرت عتبہ بن غزوہ رضی اللہ عنہ اولین صحابہ کرام میں سے ہیں، دوسری ہجرت حبشہ میں شریک ہوئے لیکن کچھ عرصہ کے بعد پھر واپس چلے آئے۔ ہجرت مدینہ کی سعادت حاصل کی اور حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مواخات قائم کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ تیر اندازی کے لحاظ سے ان کا شمار اپنے فن کے کاملین میں ہوتا تھا۔ اصحاب صفہ میں شامل تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کئی مہمات کی کامیاب قیادت کی۔ تقویٰ، زہد، جفا کشی اور عاجزی و انکساری کے اوصاف سے مزین تھے۔ تکبر اور غرور سے دور کا بھی علاقہ نہیں تھا۔ فرمایا کرتے تھے میں خدا سے اس بات کی پناہ مانگتا ہوں کہ انسانوں کی نظروں میں حقیر رہنے کے باوجود اپنے آپ کو بڑا سمجھوں۔ (اسد الغابہ)

عتبہ بن غزوہ ان کا خطبہ

خالد بن عمیر عدوی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہمیں حضرت عتبہ بن غزوہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنے کے بعد کہا: دنیا نے اپنے اختتام کی خبر دے دی ہے اور بہت جلد پیٹھ موڑنے والی ہے اور اب دنیا صرف اتنی رہ گئی جتنا برتن میں کچھ بچا ہوا پانی رہ جاتا ہے اور اب تم دنیا سے اس جہان کی طرف منتقل ہونے والے ہو جو لازوال ہوگا، سو! تم اپنے ساتھ بہترین ماحضر لے کر منتقل ہو، کیونکہ ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک پتھر کو جہنم کے کنارے سے گرایا جائے گا وہ ستر سال تک اس کی گہرائی میں گرتا رہے گا پھر بھی اس کی تہہ کو نہیں پاسکے گا، اور خدا کی قسم جہنم بھر جائے

گی اور بے شک ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ جنت کے دروازے کے ایک پٹ سے لے کر دوسرے پٹ تک چالیس سال کی مسافت ہے اور جنت میں ضرور ایک ایسا دن آئے گا جب وہ لوگوں کے رش سے بھری ہوئی ہوگی، اور تم کو معلوم ہے کہ میں ان سات صحابہ میں سے ساتواں تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اور ہمارے پاس درخت کے پتوں کے سوا اور کوئی کھانے کی چیز نہیں تھی، حتیٰ کہ ہماری باجھیں چھل گئیں۔ مجھے ایک چادر مل گئی تو میں نے اپنے اور حضرت سعد بن مالک کے درمیان اس کے دو حصے کیے، نصف چادر کا میں نے تہبند بنایا اور نصف کا حضرت سعد بن مالک نے، اور آج ہم میں سے ہر شخص کسی نہ کسی شہر کا امیر ہے، اور میں اس چیز سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ أَسْلَمَ أَبُو حَاتِمٍ الْبَصْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ أُخِفْتُ فِي اللَّهِ وَمَا يَخَافُ أَحَدٌ، وَلَقَدْ أُذِيبْتُ فِي اللَّهِ وَمَا يُؤْذِي أَحَدٌ، وَلَقَدْ أَتَتْ عَلَى قَلَاوُونَ مِنْ بَنِي لَيْلَةَ وَيَوْمٍ، وَمَا لِي وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ يَأْكُلُهُ دُو كَيْدٍ، إِلَّا شَيْءٌ يُؤَارِيهِ إِبْطُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ کی راہ میں اتنا ڈرایا اور ستایا گیا جتنا کسی دوسرے کو نہیں ڈرایا اور ستایا گیا اور بے شک مجھ پر (ایک دفعہ) قیس دن اور رات ایسے بھی گزرے کہ میرے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کھانے کی کوئی ایسی چیز تھی جسے کوئی جاندار کھالے صرف اتنی چیز جسے بلال بغل میں لے لیں (یعنی تھوڑی سی چیز)۔

بلال۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی دین کی تبلیغ قرآن کریم کی اشاعت کے سلسلے میں جتنا کفار نے مجھے ڈرایا ہے اتنا کسی نبی کو ان کی قوم نے نہیں ڈرایا۔

اس فرمان عالی سے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ دین کی تبلیغ میں جتنا کفار نے مجھے ستایا اتنا کسی نبی کو نہیں ستایا۔ دوسرے یہ کہ جب کفار مکہ نے مجھے بہت ستایا تب میں اکیلا تھا میرے ساتھ طاقتور مسلمان نہ تھے، جب لوگ ایمان لائے تو کفار کا زور کم ہو گیا انہیں کم ستایا گیا، مرقت نے یہ ہی دوسرے معنی کیے، اشعة السمعات نے پہلے معنی کیے۔ نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال اپنی قوم سے تکلیفیں اٹھائیں اور حضور انور نے تیس سال مگر یہ تیس سال کی تکالیف ان ساڑھے نو سو برس کی تکالیف سے سخت تر ہیں، چونکہ حضور نبیوں کے سردار ہیں اس لیے آپ کی مشکلات بھی زیادہ ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے شعر

بڑوں کو دکھ بہت ہیں چھوٹوں سے دکھ دور

تارے سب نیارے ہیں گہن چاند اور سورج

یعنی چاند سورج کو گہن لگتا ہے تاروں کو نہیں لگتا، بڑوں کو دکھ ہوتا ہے چھوٹوں کو نہیں۔

یہ واقعہ ہجرت کا نہیں ہے کیونکہ ہجرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف ابو بکر صدیق تھے حضرت بلال ساتھ نہ تھے بلکہ یہ واقعہ طائف شریف تبیغ کے لیے تشریف لے جانے کا ہے۔ خیال رہے کہ نبوت کے دسویں سال جناب ابوطالب کی وفات ہوئی اور پانچویں دن حضرات ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ کی وفات ہو گئی، حضور نے اس سال کا نام عام الحزن رکھا یعنی رنج و غم کا سال۔ تین ماہ کے بعد آخر شوال میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے اس سفر میں آپ کے ساتھ حضرت زید ابن حارثہ تھے، آپ نے طائف کے سردار بنی ثقیف کے معتمد شخص عبید یا لیل ابن عبد کلال کو تبلیغ کی اس نے آپ کے پیچھے طائف کے آوارہ لوگ اور وہاں کے لونڈے لگا دیئے جنہوں نے حضور انور کو پتھروں سے زخمی کر دیا، جناب زید ابن حارثہ نے آپ کو بچا لیا تو ان کا سر زخموں سے چور ہو گیا تب جبریل امین نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ حکم دیں تو ہم طائف کے پہاڑوں کو ملا دیں جس سے یہ لوگ پس جاویں، فرمایا اگر یہ لوگ ایمان نہ لائے تو ممکن ہے ان کی اولاد مسلمان ہو جائے۔ شعر

اللہ العالمین کر رحم طائف کے مکینوں پر

الہی پھول برسا پتھروں والی زمینوں پر

وہ واقعہ بھی یہاں مراد نہیں کیونکہ اس سفر میں حضرت بلال حضور کے ساتھ نہ تھے بلکہ حضرت زید ابن حارثہ ساتھ تھے، یہاں طائف کا کوئی اور سفر مراد ہے جس میں حضرت بلال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ (معات، مرقات) بعض نے فرمایا حضور نے طائف کے بہت سفر کیے ہیں۔ خو کبد فرما کر یہ بتایا کہ ہم دونوں کے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جو کوئی جانور بھی کھا سکے چہ جائیکہ انسان کھائے۔

ظاہر ہے کہ بغل میں کھانا بہت ہی تھوڑا سا سمائے گا چار چھ روٹیاں اتنا کھانا اور تیس دن دو صاحبوں کا گزارہ۔ اس سید الصابرين پر لاکھوں سلام ہوں اللہ تعالیٰ ہم تمام کی طرف سے جزا الجزاء عطا فرمائے کہ تبلیغ میں ایسی مشقیں آئی اٹھائیں جن کی مثال نہ ملے گی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۹۶)

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَنِ
الزَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ
مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ
حضرت انس بن مالک رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے میں صبح یا شام کبھی

يَزِيدَ الْعَطَّارُ. قَالَ: حَدَّثَنَا
 قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ
 النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَمْ
 يَجْمَعْ عِنْدَهُ عَدَاءٌ وَلَا عَشَاءٌ مِنْ
 خُبْزٍ وَتَحْمٍ، إِلَّا عَلَى صَفْفٍ. قَالَ
 عَبْدُ اللَّهِ: قَالَ بَعْضُهُمْ: هُوَ
 كَلْمَةُ الْأَيْدِي.

شرح حدیث: امام الزاہدین صلی اللہ علیہ وسلم

اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: اللہ کے محبوب، داناتے غیوب، منزہ عن العیوب عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وصال ظاہری فرما گئے اور ہمارے پاس کوئی ایسی شے نہ تھی جسے کوئی جاندار کھا سکے مگر تھوڑے سے جو میری کٹھلیا میں تھے، میں ایک مدت تک اس سے کھاتی رہی پھر میں نے ان کو ماپ لیا تو وہ ختم ہو گئے۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب فضل الفقر، الحدیث: ۶۳۵۱، ص ۵۴۲)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: مدینے کے تاجدار، دو عالم کے مالک و مختار یازن پروردگار عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خوان (یعنی چھوٹی میز کی مثل اونچے دسترخوان) پر کھانا نہیں کھایا اور نہ ہی کبھی چپاتی (یعنی پتی روٹی) کھائی یہاں تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وصال ظاہری فرمایا۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۶۳۵۰)

کبھی جو کی موٹی روٹی تو کبھی کھجور پانی

تیرا ایسا سادہ کھانا مدنی مدینے والے

مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوک شریف کا بیان

اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: رحمۃ عالم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی لگا تار دو دن تک سیر ہو کر ”جو“ کی روٹی نہیں کھائی، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وصال ظاہری فرما گئے۔

(جامع الترمذی، باب ماجاء فی معیشتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم.... الخ، الحدیث: ۲۳۵۷، ص ۱۸۸۸)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ سرکار مکہ مکرمہ، سلطانِ مدینہ منورہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسلسل کئی راتیں بھوک کی حالت میں گزارتے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والوں کو شام کا کھانا تک میسر نہ آتا اور ان کے کھانے میں اکثر جو کی روٹی ہوتی۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۲۳۶۰)

دنیا پر آخرت کو ترجیح

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب عز وجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی اور کبھی اللہ عز وجل سے مال کی کثرت کا سوال نہ کیا اور اگر سوال کیا تو بقدر کفایت کا سوال کیا۔ چنانچہ،

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم، روف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگی: اے اللہ عز وجل! محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی آل کو اتنا رزق عطا فرما جو بقدر ضرورت ہو۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۲۳۶۱)

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حضرت نوفل بن ایاس ہزلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی قُدَیْک، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے ہم مجلس

أَبِي ذُئْبٍ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ جُنْدُبٍ،
عَنْ تَوْفَلِ بْنِ إِيَّاسٍ الْهَذَلِيِّ،
قَالَ: كَانَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ
لَنَا جَلِيسًا، وَكَانَ نِعَمَ الْجَلِيسِ،
وَأِنَّهُ انْقَلَبَ بِنَا ذَاتَ يَوْمٍ، حَتَّى
إِذَا دَخَلْنَا بَيْتَهُ وَدَخَلَ
فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ خَرَجَ وَأَتَيْنَا
بِصَحْفَةٍ فِيهَا خُبْزٌ وَلَحْمٌ، فَلَمَّا
وُضِعَتْ هَكَى عَبْدُ الرَّحْمَنِ فَقُلْتُ
لَهُ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ، مَا يُبْكِيكَ،
فَقَالَ: هَلَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَشْبَعْ هُوَ
وَأَهْلُ بَيْتِهِ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيرِ فَلَا
أَرَأَاكَ إِخْرَاقًا لِمَا هُوَ خَيْرٌ لَنَا.

تھے اور وہ بہترین ہم نشین تھے، ایک دن
وہ ہمیں اپنے ساتھ لے آئے جب گھر میں
داخل ہوئے تو غسل کیا اور پھر باہر تشریف
لائے پھر ہمارے پاس گوشت اور روٹی کا
(ملا ہوا) بڑا پیالہ لایا گیا، جب پیالہ رکھا
گیا حضرت عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
رو پڑے ہیں نے کہا اے ابو محمد! آپ
کیوں روئے؟ انہوں نے فرمایا نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت میں وصال فرمایا
کہ (کبھی) آپ اور آپ کے اہل بیت
نے جو کی روٹی (بھی) پیٹ بھر کر نہیں
کھائی، پس میں نہیں خیال کرتا کہ ہم جس
(خوشحالی) کے لیے پیچھے چھوڑ گئے ہیں وہ
ہمارے لیے بہتر ہے۔

شرح حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بھئی ہوئی بکری

ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزرا ایک ایسی جماعت پر ہوا جس
کے سامنے کھانے کے لئے بھی ہوئی مسلم بکری رکھی ہوئی تھی۔ لوگوں نے آپ کو کھانے
کے لئے بلایا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہہ کر کھانے سے انکار کر دیا کہ حضور نبی
کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور کبھی جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہ
کھائی میں بھلا ان لذیذ اور پر تکلف کھانوں کو کھانا کیونکر گوارا کر سکتا ہوں۔

(مشکوۃ المصابیح، کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء... الخ، الحدیث: ۵۲۳۸، ج ۲، ص ۲۵۴)

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آخری تمنا

امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات سے صرف چند گھنٹے پہلے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کفن مبارک میں کتنے کپڑے تھے اور آپ کی وفات کس دن ہوئی؟ اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی یہ انتہائی تمنا تھی کہ زندگی کے ہر برہمچات میں تو میں نے اپنے تمام معاملات میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں کی مکمل طور پر اتباع کی ہے۔ مرنے کے بعد کفن اور وفات کے دن میں بھی مجھے آپ کی اتباع سنت نصیب ہو جائے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب موت یوم الاثنين، الحدیث: ۱۳۸۷، ج ۱، ص ۶۸)

53- بَابُ مَا جَاءَ فِي سِنِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عمر مبارک

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَكْرِيَّا بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً يُوحَى إِلَيْهِ، وَبِالْمَدِينَةِ عَشْرًا، وَتُوفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبوت ملنے کے بعد نبی کریم ﷺ تیرہ سال مکہ مکرمہ میں اور دس سال مدینہ طیبہ میں رہے اور تریسٹھ برس کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی آئی تو عمر شریف چالیس سال تھی۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ظہور نبوت چالیس سال کی عمر میں ہوا، اس پر بھی سب متفق ہیں کہ بعد ہجرت مدینہ میں دس سال قیام فرمایا مگر اس میں اختلاف ہے کہ بعد ظہور نبوت مکہ معظمہ میں کتنا قیام رہا اس کے متعلق تین روایات ملتی ہیں: دس سال، تیرہ سال، پندرہ سال، تیرہ سال کو ترجیح ہے اور اس کا یہاں بیان ہے۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے متعلق تین قول ہیں: ساٹھ سال، تریسٹھ سال، پچیسٹھ سال، قوی تر قول تریسٹھ سال کا ہے۔ بعض شارحین نے ان تینوں قولوں کو اس طرح جمع کیا ہے کہ ساٹھ کے قول میں اکائیوں کو چھوڑ دیا گیا ہے صرف چھ دہائیاں بیان ہوئی ہیں اور پچیسٹھ والے قول میں سال، ولادت اور سال ہجرت کو الگ الگ سال شمار کر لیا گیا ہے بہر حال تریسٹھ کا قول قوی ہے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر، عمر فاروق، علی مرتضیٰ ان تمام حضرات کی عمریں تریسٹھ سال ہوئی ہیں۔

نکتہ: لا الہ الا اللہ کے حروف بارہ ہیں اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حروف بارہ، یوں ہی ابوبکر صدیق، عمر ابن الخطاب، عثمان ابن عفان، علی ابن ابی طالب سب کے حروف بارہ بارہ ہیں۔ ان حضرات کے ناموں کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں سے بہت ہی قرب ہے۔ (مرآۃ المنجیح، ج ۸، ص ۹۶)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
 قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
 عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کریم
 عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ جَرِيرٍ، عَنْ صلی اللہ علیہ وسلم نے تریسٹھ برس کی عمر میں وصال

مُعَاوِيَةَ. اَنَّهُ سَمِعَهُ يُخْطُبُ، قَالَ: فرمایا اور اسی عمر میں حضرت صدیق اکبر
مَاتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی انتقال
وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَبِسْتَيْنِ ہوا اور اب میں (حضرت امیر معاویہ رضی
وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَأَنَا ابْنُ ثَلَاثٍ اللہ تعالیٰ عنہ) بھی تریسٹھ برس کا ہوں۔
وَبِسْتَيْنِ سَنَةً.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی کی عمر شریف بیاسی سال ہوئی ان تمام حضرات کے
نام اور کام یکساں ہیں۔

نکتہ عجیبہ: حضور انور نے فرمایا خیر القرون قرنی۔ اس قرنی میں ق سے اشارہ
ہے ابو بکر صدیق کی طرف، ر سے عمر فاروق کی طرف، ن سے عثمان غنی کی طرف اور ی
سے حضرت علی کی طرف یہ چاروں زمانے حضور انور کے اپنے زمانے ہیں رضی اللہ عنہم
اجمعین۔ حضرت صدیق اکبر کی خلافت دو سال چار ماہ ہوئی، بائیس جمادی الاول منگل
کی شب ۱۳ھ تیرہ ہجری مغرب وعشاء کے درمیان وفات پائی، آپ کی بیوی اسماء
بنت عمیس نے آپ کو غسل دیا، عمر فاروق نے نماز پڑھائی۔

حضرت عمر کی خلافت دس سال چھ ماہ ہوئی، چھبیس ذی الحجہ بدھ کے دن آپ کو
مغیرہ ابن شعبہ کے یہودی غلام ابولولو نے فجر کی نماز پڑھاتے ہوئے محراب النبی میں
برچھا مارا اس سے آپ شہید ہوئے، ۲۳ھ اتوار کے دن دفن کئے گئے خاص روضہ
انور میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں۔ حضرت علی خاص شہادت عثمان کے
دن خلیفہ ہوئے یعنی اٹھارہ ذی الحجہ جمعہ کے دن ۳۵ھ پینتیس ہجری میں عبدالرحمن
ابن ملجم مرادی نے آپ کو جمعہ کے دن سترہ رمضان ۴۰ھ ہجری میں کوفہ میں شہید
کیا، آپ کی خلافت چار سال ۹ ماہ چند دن ہوئی۔ حضرت انس نے باب یہ حدیث بیان

کی تو اس وقت حضرت علیؑ زندہ تھے اس لیے آپؐ کا ذکر نہیں کیا۔ (مرقات) ایک دن امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی عمریں تریسٹھ سال ہوئیں اب میری عمر بھی تریسٹھ سال ہے میری تمنا ہے کہ اس سال میری وفات بھی ہو جائے مگر آپؐ کی یہ تمنا پوری نہ ہوئی۔ بلکہ آپؐ کی عمر شریف اٹھتر سال ہوئی مگر آپؐ کو اس تمنا کا ثواب مل گیا۔ (مرقات) و ترمذی میں جریر بن معاویہ۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۸، ص ۹۸)

❖ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ
 حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا وصال
 مَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ تریسٹھ برس کی عمر میں ہوا۔
 سَنَةً۔

شرح حدیث: غم و الم کے بادلوں کا چھٹا جانا

(۱) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس غم و الم کے موقع پر یہ الفاظ ارشاد فرمائے: میرے پیارے باپ نے دعوت حق کو قبول فرمایا اور فردوس بریں میں نزول فرمایا، آہ جبرائیل علیہ السلام کو آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کی خبر کون پہنچائے؟ الہی عز و جل! روح فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو روح محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا دے۔ الہی عز و جل! مجھے دیدار رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مسرور کر دے۔ الہی عز و جل! مجھے اس مصیبت کو جھیلنے کے ثواب سے بے نصیب نہ رکھنا اور روز محشر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے محروم نہ فرمانا۔

(۲) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا نے اس سانحہ عظیم پر اپنے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ہائے افسوس! وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس نے فقر کو غنا پر، اور مسکینی کو دولت مندی پر ترجیح دی، افسوس! وہ معلم دین جو گناہ گار امت کی فکر میں کبھی پوری رات آرام سے نہ سویا، ہم سے رخصت ہو گیا۔ جس نے ہمیشہ صبر و ثبات سے اپنے نفس کے ساتھ مقابلہ کیا، جس نے برائیوں پر کبھی توجہ نہ کی، جس نے نیکی اور احسان کے دروازے کبھی ضرورت مندوں پر بند نہ کئے، جس روشن ضمیر کے دامن پر دشمنوں کی ایذا رسانی کا گرد و غبار کبھی نہ بیٹھا۔

(۳) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آخری غسل دیتے ہوئے جو تاریخی الفاظ کہے وہ ساری امت کے جذبات رنج و غم کے ترجمان ہیں۔

میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نثار، آپ کی موت سے وہ چیز جاتی رہی جو کسی دوسرے کی وفات سے نہ گئی تھی، یعنی غیب کی خبروں، اور وحی آسمانی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی موت صدمہ عظیم ہے۔ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا، اور آہ و زاری سے منع نہ کیا ہوتا تو ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر آنسو بہا دیتے پھر بھی اس درد کا علاج اور زخم کا اندام نہ ہوتا۔ (السیرۃ النبویہ: لابن ہشام، باب جہاز رسول صلی اللہ علیہ وسلم ودفنہ، ج ۴، ص ۵۵۵)

(۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تھے، اس کی ہر چیز روشن ہو گئی تھی اور جس روز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی ہے، اس کی ہر چیز اداس ہو گئی ہے اور بعد تدفین ابھی مٹی سے ہاتھ بھی نہ جھاڑے تھے کہ ہم نے اپنے قلوب میں تغیر پایا۔ (کیونکہ اب انھیں مرشد کامل کی صحبت کے انوار کا ملہ دکھائی نہ

پڑتے تھے)

(شرح العلامة الزرقانی، الفصل الاول فی اتمہ تعالیٰ..... الخ، ج ۱۲، ص ۶۷۱)

(۵) حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یاد کر کے رونے لگیں۔ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کیا، آپ کیوں روتی ہیں؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خدا تعالیٰ کے پاس (یہاں سے) بہتر نعمتیں موجود نہیں؟ انہوں نے بھی تصدیق کی، لیکن اپنے رونے کا یہ سبب بتلایا کہ وحی آسمانی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ اس پر ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی شریک گریہ و غم ہو گئے۔

(الوفی احوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (مترجم) باب وصال مصطفیٰ اور کیفیت صحابہ، ص ۸۱۷)

الغرض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں سے ہر شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پر سو گوار تھا اور یاس و حرمان کی تصویر بنا ہوا تھا۔

(صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۳۹-۲۴۱)

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ، عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا
قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ وصال مبارک ۶۵ برس کی عمر میں ہوا،
عَلِيَّةَ، عَنْ خَالِدِ الْحَدَّادِ، قَالَ: (انہوں نے پیدائش اور وصال کے سال کا
أَنْبَاءًا عَنْ عَمَّارِ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ، اعتبار کیا ہے ورنہ آپ کی عمر مبارک ۶۳
قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: سال ہی تھی)
تُوِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، وَهُوَ ابْنُ تَحْمِيسَ وَسِتِّينَ.

❖ عَنْ الْحَسَنِ، عَنْ دَعْقَلِ بْنِ حَنْظَلَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُبِضَ وَهُوَ ابْنُ ثَمِينٍ وَسِتِّينَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: وَدَعْقُلٌ، لَا نَعْرِفُ لَهُ سَمَاعًا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت دَعْقَلِ بن حَنْظَلَه رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وصال کے وقت نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک ۶۵ برس تھی۔

شرح حدیث: پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری خطبہ

جب حضور نبی پاک، صاحب لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو منبرِ اقدس پر جلوہ افروز ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور الوداع کہنے والے کی طرح چہرہٴ اقدس لوگوں کی طرف متوجہ کیا اور فرمایا:

اے لوگو! کیا میں نے تم تک رسالت نہ پہنچا دی اور نصیحت و امانت ادا نہ کر دی؟ لوگوں نے عرض کی: کیوں نہیں، یا رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ و صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! بے شک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے رسالت پہنچا دی اور امانت ادا کر دی اور امت کی خیر خواہی کی اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی عبادت کی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا آخری وقت آ گیا۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہماری طرف سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہر نبی علیہ السلام کی جزا سے افضل جزا دے جو اس نے ہر نبی کو اس کی امت کی طرف سے عطا کی۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر شریف سے نیچے اترے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو الوداع کہا، ان سے مصافحہ فرمایا، صحابہ

کرام علیہم الرضوان رور ہے تھے۔

(الروض الفائق لی انواعہ والافاق ص ۸، مصنف الفخیر العسقلانی ۸۱۰ھ)

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى
الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ،
حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ
رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ
أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ سَمِعَهُ،
يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَيْسَ بِالْقَطْوِيلِ
الْبَائِنِ، وَلَا بِالْقَصِيرِ، وَلَا
بِالْأَبْيَضِ الْأَمْهَمِيِّ، وَلَا بِالْأَكْثَرِ،
وَلَا بِالْجَعْدِ الْقَطِطِ، وَلَا بِالْسَبْطِ،
بَعَثَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى رَأْسِ
أَرْبَعِينَ سَنَةً، فَأَقَامَ بِمَكَّةَ عَشَرَ
سِنِينَ، وَبِالْمَدِينَةِ عَشَرَ سِنِينَ،
وَتَوَفَّاهُ اللَّهُ عَلَى رَأْسِ سِتِّينَ
سَنَةً، وَلَيْسَ فِي رَأْسِهِ وَجْحَتُهُ
عِشْرُونَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ.

حضرت ربیعہ بن ابو عبد الرحمن رضی
اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت انس
بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کا
قد مبارک نہ تو بہت لمبا تھا اور نہ ہی بہت
پست اور رنگ مبارک نہ تو بالکل سفید (بغیر
سرخی کے تھا اور نہ بالکل گندم گوں) سیاہی
مائل نہ تھا۔ آپ کے بال مبارک نہ
تو بہت زیادہ گھنگریالے تھے اور نہ بالکل
سیدھے۔ چالیس برس کی عمر میں آپ نے
اعلان نبوت کیا پھر دس سال تک مکہ مکرمہ
میں رہے اور دس سال مدینہ طیبہ میں
اور پھر ساٹھ برس کی عمر میں آپ کا وصال
مبارک ہو گیا (عربی دستور کے مطابق کسر
کا ذکر نہیں کیا اور نہ عمر مبارک ۶۳ سال ہی
تھی) اور (وصال کے وقت) آپ کے
سر انور اور داڑھی مبارک میں بیس بال بھی
سفید نہ تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ بائن بنا ہے ہون سے بمعنی دوری اسی سے ہے طلاق بائنہ، یہاں بائن سے مراد ہے بہت زیادتی جو حد اعتدال سے دور ہو یعنی حضور انور اتنے دراز قد نہ تھے کہ حد اعتدال سے دور ہوں۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور مائل بہ درازی تھے کیونکہ طویل کے ساتھ بائن کی قید بیان ہوئی اور قصیر مطلق بغیر قید کے فرمایا۔

بلکہ آپ کا رنگ شریف سفید مائل بہ سرخی تھا یا سرخی پیلا ہوا سفید جو کہ بہت ہی حسین ہوتا ہے۔

یعنی حضور کے بال شریف نہ تو جشہ والوں کی طرح بالکل چھلے دار منٹھے ہوئے تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ بال سیدھے کناروں پر خم دار تھے ایسے بال بہت حسین معلوم ہوتے ہیں۔

سرے سے مراد آخری کنارہ ہے۔ حضور انور کی نبوت کا ظہور چالیس سال کی عمر شریف میں ہوا جب آپ کا سنہ شریف پورے چالیس سال کا ہو چکا تھا۔

تمام کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور انور کی نبوت کا ظہور چالیس سال کی عمر شریف میں ہوا، اس پر بھی سب متفق ہیں کہ بعد ہجرت مدینہ منورہ میں قیام دس سال رہا مگر اس میں اختلاف ہے کہ ظہور نبوت کے بعد ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں کتنا قیام رہا دس سال، تیرہ سال، پندرہ سال۔ قوی یہ ہے کہ تیرہ سال قیام رہا لہذا عمر شریف کل تریسٹھ سال ہوئی ساٹھ یا پینسٹھ سال نہیں یہاں دس سال والی روایت ہے۔

مرقات نے یہاں فرمایا کہ ساٹھ سال روایت میں دہائی لی گئی ہے تین جو کسر تھی وہ چھوڑ دی گئی اور پینسٹھ سال والی روایت میں ولادت اور وفات کے سال شامل کر لیے گئے ہیں ورنہ عمر شریف تریسٹھ سال ہے اور یہ دونوں روایات اس کے خلاف نہیں۔

بعض روایات میں ہے کہ سر مبارک داڑھی شریف اور ریش بچی سب میں ملا کر
میں بال سفید تھے، بعض میں ہے کہ کل چودہ بال سفید تھے، یہ روایت چودہ بالوں والی
ہے شمار میں اختلاف ہو سکتا ہے، اس روایت میں ہے کہ سر مبارک میں چودہ بال سفید
تھے، داڑھی شریف میں پانچ بال اور ریش بچی میں ایک بال سفید۔
پہلے گزر چکا کہ حضور انور درمیانہ قد تھے مائل بہ درازی یہ قد بہت حسین ہوتا

ہے۔

رنگت سفید جس میں سرخی پلائی ہوئی اور وہ جگمگاتی ہوتی تھی یہ حسن کی انتہا ہے۔

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے

اس چمک دار رنگت پہ لاکھوں سلام

بالوں کی درازی میں چار روایتیں ہیں: نصف کان تک، کانوں کی گدیوں
تک، کانوں اور کندھوں کے درمیانی تک، کندھوں تک، ان میں تعارض نہیں کبھی
تا بگوش کبھی تا بدوش مختلف اوقات میں مختلف حالات تھے۔ حضور انور بال کٹواتے تھے
اور سوا ج و عمرہ کے کبھی منڈواتے نہیں تھے۔

چھوٹا سر کم عقلی کی علامت ہوتی ہے اور بہت بڑا سر حسین نہیں ہوتا درمیان سر
قدرے بڑا بہت حسین ہے وہ ہی یہاں مراد ہے۔ شعر

ہر چہ اسباب جمال است رخ خوب ترا

ہمہ بروجہ کمال است کما لا یحقی

(اشعہ)

بھاری قدم بہادری ثابت قدمی اور عبادت میں طاقت کی دلیل ہیں، پتلے دبلے
قدم کمزوروں کی علامت ہے، یوں ہی تلوے اندر کو دھنسنے ہونا حسن کے خلاف ہے کہ
زمین پر صرف کنارہ قدم لگے باقی الگ رہیں پورا قدم زمین کو لگے، بھرے قدم ہوں

یہ حسن ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم شریف ایسے ہی تھے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔ شعر

دل کرو ٹھنڈا مرا وہ کف پا چاند سا

سینہ پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروڑوں درود

یعنی آپ کا حسن کماحقہ میں بیان نہیں کر سکتا بس اتنا سمجھ لو کہ میری آنکھوں نے نہ آپ سے پہلے حسین دیکھا نہ آپ کے بعد۔ حضرت انس کی آنکھ تو کیا دیکھتی جناب جبریل امین کی آنکھوں نے ایسا نہ دیکھا۔ شعر

معراج میں جبریل سے کہنے لگے شاہ ام

تم نے تو دیکھے ہیں بہت تلاء تو کیسے ہیں ہم

روح الامین کہنے لگے اے مہ جبین تیری قسم

آفتابا گردیدہ ام مہر بتاں درزیدہ

ام بسیر خواں دیدم ام لیکن تو چیزے دگیری

کشادہ ہتھیلی علامت ہے جو دو سخا کی حضور جیسا سخی پیدا نہ ہوا نہ ہوگا۔ عرب کہتے

ہیں عہد الکف بنخیل و سبط الکف جو ادتنگ ہتھیلی والا کنجوس ہوتا ہے، وسیع ہتھیلی والا

سخی داتا۔

خیال رہے کہ حضور انور کے دست مبارک قدم شریف تھے تو بھاری مگر کھال

مبارک نہایت نرم تھی جیسا کہ روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء ریشم

سے بھی زیادہ نرم تھے۔ نرمی اور چیز ہے بھاری ہونا کچھ اور یہ بھی خیال رہے کہ ہاتھ

پاؤں بھاری ہونا مردوں میں ہنر ہے عورتوں میں عیب ہے کیونکہ مردوں کے مضبوط

اعضاء بہادری کی علامت ہیں عورتوں کے اعضاء نازک چاہئیں۔ (مرقات)

54- بَابُ مَا جَاءَ فِي وَفَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وصال مبارک

❖ حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّاْرٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: أَخِرُ نَظَرَةٍ نَظَرْتُهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَشَفَ السِّتَارَةَ يَوْمَ الْاَلْثَنَيْنِ، فَتَنَظَرْتُ إِلَى وَجْهِهِ كَأَنَّهُ وَرَقَةٌ مُصْغَفٍ، وَالنَّاسُ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ، فَكَادَ النَّاسُ أَنْ يَضْطَرُّوا، فَأَشَارَ إِلَى النَّاسِ أَنْ ائْتُوا وَأَبُو بَكْرٍ يَوْمُهُمْ وَالْقَى السِّجْفَ، وَتَوَقَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ آخِرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے آخری مرتبہ حضور اکرم ﷺ کی طرف اس وقت دیکھا جب آپ نے سوموار کے دن (کھڑکی سے) پردہ بنایا، میں نے آپ کے چہرہ انور کی طرف دیکھا (تو ایسا معلوم ہوا) کہ گویا قرآن پاک کا ایک ورق ہے، اس وقت صحابہ کرام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، قریب تھا کہ لوگوں میں اضطراب پیدا ہو جاتا اتنے میں آپ نے لوگوں کو (اپنی جگہ) ٹھہرنے کا حکم فرمایا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی امامت فرما رہے تھے، پھر آپ نے پردہ ڈال دیا اور اس دن پچھلے پہر آپ کا وصال ہو گیا۔

شرح حدیث: سرکار ﷺ کا وصال اور صحابہ کرام کا حزن و ملال

جب حضور پر نور، شافعِ یومِ النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پردہ فرمایا تو لوگ مسجد میں جمع ہو گئے اور غم و اَلَم سے سسکیاں لے لے کر رونے لگے اور

دُنیا تاریک ہو گئی۔ حضرت سید نابلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پکارنے لگے: **وَاَبَيَّثَا!** اے میرے جلیل القدر نبی! حضرت سیدنا فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فریاد نکلی: **وَاَبَثَا!** اے میرے عظیم باپ! حضرت سیدنا حسن و حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے صدالگائی: **وَاَجَدَا!** اے ہمارے جدِ کریم! اور ہر مسلمان نے غم و الم میں ڈوب کر کہا: **وَاَحْزَنَا!** ہائے! ہمارا رنج و الم!

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال پُر ملال پر شدتِ غم سے خدائے راشدین امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امیر المؤمنین حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں سے سیلِ اشک رواں ہو گیا۔

بھائیو! اس دنیا میں رہنے کی طمع کیوں کی جاتی ہے؟ حالانکہ نبی مختار، محبوب غفار **عَزَّ وَجَلَّ** و **صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم** نے بھی اس کو چھوڑ دیا، آپ **صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم** کے وصال پُر ملال پر جگر جل رہا ہے اور پلکیں آنسوؤں میں ڈوب رہی ہیں، صبر ہاتھوں سے جا رہا ہے اور آنسو بہہ رہے ہیں، آپ **صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم** کی جدائی کی چوٹ نے تمام مصائب کو کم کر دیا اور آپ **صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم** کی رخصت نے دوستوں کی زندگی بے کیف کر دی۔ آنسوؤں کے ہار کو منتشر کر دیا۔ پیسوں کے، میان غم کی آگ روشن کر دی۔ جیسے ہوئے آنسوؤں کو پگھلا دیا اور غم کی بجھی ہوئی آگ کو بجھ کا دیا۔

تو اے غزدہ! کیا حضور سید المرسلین، جنابِ رحمۃ اللعالمین **صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم** کے وصال کے بعد بھی اس دنیا میں ہمیشہ رہنے کی طمع کرتا ہے؟ کیا تیرے لئے ان لوگوں میں عبرت نہیں جنہیں گذشتہ سالوں میں مہینوں اور زمانوں نے ختم کر دیا؟ کیا

تیرے لئے ان لوگوں میں کوئی غور و فکر نہیں جنہیں تجھ سے پہلے موت نے پچھاڑ دیا۔ ان میں سے کوئی بوڑھا تھا تو کوئی ادھیڑ عمر، کوئی نوجوان تھا تو کوئی بچہ جبکہ کوئی تو پیدا ہوتے ہی راہِ آخرت پر چل پڑا۔ کیا تو نے ان سے عبرت نہ پکڑی جن کو تو نے قبروں میں دفن کیا جیسے دوست، احباب، بھائی اور ہمسائے وغیرہ۔ تو کب تک محض دنیوی تعلقات کی طرف متوجہ رہے گا؟ گویا تجھے موت کا یقین نہیں۔ کیا موت کے متعلق تجھے مہلت نے دھوکے میں ڈالایا زمانے (کے حالات) نے تجھ سے دھوکا کیا۔

(الروض النافق فی المؤمنین والظالمین ص ۱۳ مصنف الشیخ عیسیٰ بن عیسیٰ ۸۱۰ھ)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعَدَةَ
الْبَصْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمُ
بْنُ أَحْضَرَ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنِ
إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنِ
عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ مُسْنِدَةً
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِلَى
صَنْدِي أَوْ قَالَتْ: إِلَى جِجْرِي
فَدَعَا بِطَسْتٍ لِيَبُولَ فِيهِ، ثُمَّ
بَالَ، فَمَاتَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے
سینے میں یا (آپ نے فرمایا) میری گود
سے تکیہ لگایا ہوا تھا، آپ نے پیشاب
فرمانے کے لیے ایک برتن منڈویا اور اس
میں پیشاب فرمایا پھر (کچھ دیر بعد دعا
مانگتے مانگتے) آپ کا وصال ہو گیا۔

شرح حدیث: آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری دنیا میں آخری گھڑیاں

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم اُمّ المؤمنین
حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم دنیا سے رخصت ہونے والے تھے۔ ہمیں دیکھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے پھر فرمایا خوش آمدید! اللہ عز و جل تمہیں زندہ رکھے، تمہیں پناہ دے، تمہاری مدد فرمائے، میں تمہیں اللہ عز و جل سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اللہ عز و جل سے تمہاری بھلائی کا طلب گار ہوں، میں اس کی طرف سے تمہیں واضح ڈر سنانے والا ہوں، اللہ عز و جل کے شہروں اور بندوں کے سلسلے میں تکبر نہ کرنا، موت قریب آچکی ہے اور اللہ عز و جل، سدرۃ المنتہی، جنت المأویٰ اور بھرے ہوئے جام کی طرف لوٹنا ہے، میری طرف سے اپنے آپ کو اور میرے بعد تمہارے دین میں داخل ہونے والوں کو سلام کہنا۔

(المحر الزخار بمسند البزار، مسند عبد اللہ بن مسعود، الحدیث ۲۰۲۸، ج ۵، ص ۳۹۳-۳۹۴)

ایک روایت میں ہے کہ نبیوں کے سلطان، سرور و ذیشان، محبوبِ رحمن عز و جل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وصالِ ظاہری کے وقت حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: مَنْ لَمْ يُقَيِّمْ مِنْ بَعْدِي تَرْجَمَ: میرے بعد میری اُمت کے لئے کون ہو گا۔ اللہ عز و جل نے حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خوشخبری سنا دو کہ میں انہیں اُن کی اُمت کے بارے میں رُسا نہیں کروں گا اور انہیں یہ بھی خوشخبری دے دو، کہ جب لوگوں کو (قبروں سے) اٹھایا جائے گا، تو سب سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائیں گے، جب لوگ جمع ہوں گے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی ان کے سردار ہوں گے اور کوئی اُمت جنت میں داخل نہ ہوگی یہاں تک کہ آپ کی اُمت اس میں داخل ہو جائے۔ یہ سن کر پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الْآنَ قَدْ قَرِئْتُ عَنِّي تَرْجَمَ: اب میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوئی۔

(المعجم الکبیر، الحدیث ۲۶۷۷، ج ۳، ص ۶۳، مفہوم: بدون الْآنَ قَرِئْتُ عَنِّي)

اُمُّ الْمُؤْمِنِينَ حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: سرکار

مدینہ، قرار قلب سینہ، باعثِ فُزولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے میرے گھر میں، میری باری کے دن، میرے سینے اور گردن کے درمیان وصال فرمایا اور اللہ عزَّ وَّجَلَّ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت میرے اور آپ کے لعاب کو جمع فرما دیا، میرے پاس میرے بھائی حضرت سیدنا عبد الرحمن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حاضر ہوئے، ان کے ہاتھ میں مسواک تھی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسواک کی طرف دیکھنے لگے، تو میں سمجھ گئی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پسند فرمایا ہے۔ میں نے عرض کی: میں یہ مسواک ان سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لے لوں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سرِ انور کے اشارے سے فرمایا: ہاں! میں نے ان سے وہ مسواک لی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنے دہن مبارک میں داخل فرمایا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سخت محسوس ہوئی۔ میں نے پوچھا: نرم کر دوں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سرِ انور سے اشارہ فرمایا: ہاں۔ میں نے اسے (دانتوں سے) نرم کر دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پانی کا ایک پیالہ تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس میں اپنا دست مبارک داخل کرتے اور فرماتے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بے شک موت کی سختیاں ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دست مبارک اوپر اٹھائے اور فرمایا: اَلرِّفِيقُ الْأَعْلَى، اَلرِّفِيقُ الْأَعْلَى یعنی اللہ عزَّ وَّجَلَّ ہی اعلیٰ دوست ہے، اللہ عزَّ وَّجَلَّ ہی اعلیٰ دوست ہے۔ تو میں نے کہا: اللہ عزَّ وَّجَلَّ کی قسم! اب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیں اختیار نہیں فرمائیں گے۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ووفاته، الحدیث ۴۴۹، ص ۳۶۵)

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، اللہ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب عزَّ وَّجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدنا

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! مجھ سے سوال کرو؟ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا موت قریب آگئی؟ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یقیناً قریب آگئی اور بہت قریب آگئی۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے نبی! اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ہاں جو نعمتیں ہیں وہ آپ کو مبارک ہوں، کاش! ہمیں اپنے انجام کا سم ہو جاتا؟ تو آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمارا انجام بارگاہ انبی عَزَّ وَجَلَّ، سدرۃ المنتہی، جنت المأویٰ، فردوسِ اعلیٰ، بھرپور پیالے، رفیقِ اعلیٰ، لطف اٹھانے اور خوشگوار زندگی کی طرف ہے۔ انہوں نے عرض کی: یا نبی اللہ! آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کون غسل دے؟ رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا: میرے اہل بیت میں قریبی شخص۔ پھر ہم نے عرض کی: آپ کو کن کپڑوں میں کفن دیں؟ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جواباً فرمایا: میرے انہی کپڑوں: یحییٰ چادر اور مصری بچہ میں۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نماز جنازہ کا طریقہ کیا ہوگا؟ (راوی فرماتے ہیں) یہ سن کر ہم سب رو پڑے، حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی رونے لگ گئے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بس کرو، اللہ عَزَّ وَجَلَّ تمہاری مغفرت فرمائے اور تمہیں اپنے نبی کی طرف سے اچھا بدلہ عطا فرمائے، جب تم میرے غسل و کفن سے فارغ ہو جاؤ، تو مجھے میرے اسی حجرے میں میری قبر کے کنارے چار پائی پر رکھ دینا اور کچھ دیر کے لئے باہر نکل جانا، کیونکہ سب سے پہلے میرا رب مجھ پر درود بھیجے گا۔ (اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمانِ رحمت نشان ہے) (هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ، ترجمہ کنز الایمان: وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے۔) (پ ۲۲،

الجزاب: ۴۳) پھر وہ اپنے فرشتوں کو مجھ پر درود پاک پڑھنے کی اجازت دے گا، تو اللہ عزّ و جلّ کی مخلوق میں سب سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے حجرے میں داخل ہوں گے اور مجھ پر درود بھیجیں گے پھر حضرت میکائیل علیہ السلام پھر حضرت اسرافیل علیہ السلام پھر حضرت ملک الموت عزرائیل علیہ السلام بہت بڑے بڑے لشکروں کے ساتھ آئیں گے، پھر تمام فرشتے آئیں گے، اللہ عزّ و جلّ ان سب پر رحمت فرمائے۔ (آمین)

پھر تم سب لوگ قافلہ در قافلہ اور گروہ در گروہ آنا اور مجھ پر درود و سلام پیش کرنا اور چیخ و پکار کر کے اور رو دھو کر مجھے اذیت نہ پہنچانا اور تم میں سے پہلے امام اور میرے اہل بیت میں سے زیادہ قریب والے مجھ پر درود پاک پڑھیں، پھر عورتوں کا گروہ، پھر بچوں کا گروہ۔ امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو قبر شریف میں کون اتارے گا؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے اہل بیت میں سے قریبی لوگ، ان کے ساتھ بے شمار فرشتے ہوں گے جو تمہیں نظر نہیں آتے، لیکن وہ تمہیں دیکھتے ہیں، اٹھو اور میری طرف سے بعد والوں کو میرا سلام پہنچا دینا۔ (العجم الکبیر، الحدیث ۶۶، ج ۳، ص ۶۳) (البحر الزاخر بمسند البزار، مسند عبد اللہ بن مسعود، الحدیث ۲۰۲۸، ج ۵، ص ۹۳، ۹۴، ۹۵)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا
اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ
مُوسَى بْنِ سَرْجِسَ، عَنِ الْقَاسِمِ
بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا
قَالَتْ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ بِالْمَوْتِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
فرماتی ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کو وصال کے وقت دیکھا، آپ کے پاس
اس میں دست مبارک ڈالتے اور چہرہ انور
پر مٹے۔ پھر آپ نے دعا مانگی کہ اے
اللہ! موت کی سختیوں پر یا (آپ نے

وَعِنْدَهُ قَدْحٌ فِيهِ مَاءٌ، وَهُوَ يُدْخِلُ يَدَهُ فِي الْقَدْحِ ثُمَّ يَمْسُحُ وَجْهَهُ بِالْمَاءِ، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُمَّ أَعِزِّي عَلَى مُنْكَرَاتِ أَوْ قَالَ: عَلَى سَكْرَاتِ الْمَوْتِ.

فرمایا) موت کی بیہوشیوں پر میری مدد فرما۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ غشی یا پیش دور کرنے کے لیے یہ عمل فرماتے تھے کیونکہ بوقت موت بہت گرمی محسوس ہوتی ہے اسی لیے اکثر اس وقت میت کو پسینہ آجاتا ہے اور پیاس کا غلبہ ہوتا ہے اسی لیے اس وقت منہ میں پانی ٹپکانے کا حکم ہے اگرچہ سردی کا موسم ہو۔

بعض شارحین نے فرمایا کہ منکرات سے مراد وسوسے اور برے خیالات ہیں جن سے میت کا دھیان رب سے ہٹ جائے اور سکرَاتِ سکرۃ کی جمع ہے، بمعنی غشی، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَتَرَى النَّاسَ سُكَرَىٰ۔ یہاں وہ تکلیف مراد ہے جو عقل زائل کر دے یعنی سخت تکلیف اور یہ دعا امت کی تعلیم کے لیے ہے کہ اس وقت یہ دعا کیا کریں۔ مطلب یہ ہے کہ مجھے ان تکالیف کو برداشت کرنے کی طاقت دے یا انہیں کم فرمادے، یہاں شیخ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سلطنت الہیہ کے متولی اور منتظم ہیں، کون و مکان کے سارے احکام آپ کو سپرد ہیں، تمام جہان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرہ حکومت میں ہے، ایسی ذمہ داری جب احکم الحاکمین کی بارگاہ میں جائے تو اسے ہیبت زیادہ ہوتی ہے، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہیبت الہیہ کا غلبہ تھا، اس کی کیفیت تھی۔ (اشعة اللمعات) اسی شدت کی اور بہت وجہ بیان کی گئی ہیں، مگر حق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات ہمارے عقل و قیاس سے ورا ہیں۔

❖ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، عَنْ عَائِشَةَ ،
قَالَتْ: لَا أَغْبِطُ أَحَدًا يَهْوِي
مَوْتَ بَعْدَ الَّذِي رَأَيْتُ مِنْ شِدَّةِ
مَوْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ .
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
فرماتی ہیں کہ مجھے کسی کی آسانی موت پر
رشتک نہیں آتا جب سے میں نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم پر وصال (کے وقت) تکلیف
دیکھ چکی ہوں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ دوسرے کی بھلائی اپنے لیے بھی چاہنا غبطہ یا رشتک کہلاتا ہے اور کسی
کی نعمت پر جلنا اور اس کا زوال چاہنا حسد یا جلن کہا جاتا ہے، رشتک کبھی اچھا ہوتا ہے
کبھی برا مگر حسد ہمیشہ بری ہی ہوتی ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ پہلے میں کسی کی
جانکی آسان دیکھتی تو رشتک کرتی اور چاہتی تھی کہ میری موت بھی ایسی ہی آسان
ہو۔ سمجھتی تھی کہ آسان نزع مرنے والے کی نیکی و مقبولیت کی علامت ہے مگر جب حضور
انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شدت نزع دیکھی تو یہ خیال ورشتک دونوں جاتے رہے، سمجھ گئی
کہ سختی جانکی اچھی چیز ہے بری نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۷۸۸)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ
الْعَلَاءِ ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو
مُعَاوِيَةَ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي
بَكْرٍ وَهُوَ ابْنُ الْمُلَيْكِ ، عَنِ ابْنِ
أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ:
لَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ ، اخْتَلَفُوا فِي دَفْنِهِ ،
فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: سَمِعْتُ مِنْ
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا
وصال ہوا تو صحابہ کرام میں آپ کے دفن
کے معاملے میں اختلاف ہوا (اس پر)
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک
ارشاد سنا ہے جو مجھے (ابھی تک) نہیں
بھولا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی

رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، شَيْئًا مَا نَسِيتُهُ، قَالَ:
مَا قَبِضَ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلَّا فِي الْمَوْضِعِ
الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُدْفَنَ فِيهِ،
ادْفُنُوهُ فِي مَوْضِعٍ فَرَّاشِهِ۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ چنانچہ بعض صحابہ نے کہا کہ حضور کو مکہ معظمہ میں دفن کیا جاوے، بعض
نے کہا بیت المقدس میں جہاں حضرات انبیاء کرام سورہے ہیں، بعض نے کہا کہ مدینہ
منورہ میں جنت البقیع میں (اشہ و مرقات) بلکہ بعض نے کہا کہ حضور انور کو دفن کیا ہی نہ
جاوے (مرقات) تاکہ تاقیامت لوگ اس چاند کا دیدار کرتے رہیں۔

صحابہ نے پہلے تو حضرت صدیق اکبر سے پوچھا کہ کیا حضور انور کو دفن کیا جاوے گا
فرمایا ہاں، پھر پوچھا کہ کہاں، فرمایا وہاں ہی جہاں وفات ہوئی ہے۔ (شمائل مرقات)
یعنی جس جگہ اللہ تعالیٰ کو یا ان رسول کو دفن ہونا پسند تھا وہاں ہی ان کو وفات دی گئی
لہذا رب کو یہی پسند ہے کہ حضور انور حضرت عائشہ کے حجرہ میں دفن ہوں تاکہ آپ سے
جگہ کو عزت ملے کسی جگہ سے آپ کو عزت نہ ملے۔ خیال رہے کہ حضرت موسیٰ نے دعا کی
کہ مجھے فلسطین پہنچا کر وفات دی جاوے چنانچہ وہاں ہی آپ کی وفات اور آپ کا دفن
واقع ہوئے۔ یوسف علیہ السلام اولاً مصر میں دفن ہوئے اپنی جائے وفات میں، پھر
چار سو برس کے بعد آپ کا تابوت فلسطین لایا گیا۔ یعقوب علیہ اسلام زندگی شریف میں
فلسطین پہنچے پھر وہاں وفات پا کر دفن ہوئے لہذا ان واقعات سے اس حدیث پر یہ
اعتراض نہیں ہو سکتا کہ یہ حضرات اپنی وفات کی جگہ دفن نہ ہوئے یا یہ کہ وہ نبی جس جگہ
وفات پائیں اس جگہ ان کا دفن ہونا بہتر ہے، اگر اور جگہ دفن کر دیئے جائیں تو بہتر نہ ہوگا

غرض کہ یہاں ذکر بہتری کا ہے نہ کہ واقع کا۔

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ حضور انور اپنے گھر میں دفن ہوئے کیونکہ آپ کا گھر آپ کی وفات کے بعد کسی وارث کی ملک نہ بنا بلکہ وقف ہو گیا اور وقف میں قبر بنائی جاسکتی ہے، پھر حضرت صدیق و فاروق اس وقف شدہ جگہ میں حضور کے پہلو میں دفن ہوئے۔ ہم لوگ اپنے گھر میں دفن نہیں ہو سکتے یوں ہی ہم مسجد میں دفن نہیں ہو سکتے کہ مسجد اور قسم کا وقف اور قبر دوسری قسم کا وقف۔

ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اس کی اسناد میں عبدالرحمن ابن ابوبکر ملکی یہ ضعیف ہے۔ (مرقات) مگر یہ ضعف ترمذی کے لیے ہے صدیق اکبر کے لیے نہیں کیونکہ یہ حدیث دوسری اسنادوں سے بھی مروی ہے۔ مالک نے یہ حدیث یوں روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بعض لوگوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر شریف کے پاس دفن کرو، بعض نے کہا کہ بقیع میں تب جناب صدیق نے یہ فرمایا اور حجرہ عائشہ صدیقہ میں قبر کھودی گئی۔ (مرقات) (مراۃ الناجح، ج ۸، ص ۲۰۸)

❖ عن سفیان الثوری عن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
موسیٰ بن ابی عائشہ عن عبید اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ
اللہ عن ابن عباس وعائشہ: أن عنها فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے
أبا بکر قبل النبی صلی اللہ علیہ وصال مبارک کے بعد حضرت ابوبکر صدیق
وسلم بعدما مات . حدثنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے، آپ نے
نصر بن علی الجھضمی . حدثنا اپنا منہ حضور اکرم ﷺ کی دونوں
مرحوم بن عبد العزیز العطار، آنکھوں کے درمیان اور اپنا ہاتھ آپ کی
عن یزید بن أبی نعوس . عن دونوں کلائیوں پر رکھا اور فرمایا ہائے نبی!
عائشہ أن أبا بکر دخل علی ہائے برگزیدہ! ہائے دوست (ﷺ)۔

النبي صلى الله عليه وسلم بعد
وفاته فوضع فمه بين عينيه
ووضع يديه على ساعديه
وقال: وانبياؤه واصفياءه
واخليلاءه.

شرح حدیث: فضائل صدیق اکبر بزبان مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت سیدنا اُسید بن صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب حضرت
سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تو مدینے کی فضا میں رنج و غم کے آثار
تھے، ہر شخص شدتِ غم سے نڈھال تھا، ہر آنکھ سے اشک رواں تھے، صحابہ کرام علیہم
الرضوان پر اسی طرح پریشانی کے آثار تھے جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے
وصال ظاہری کے وقت تھے، سارا مدینہ غم میں ڈوبا ہوا تھا۔ پھر جب حضرت سیدنا
صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غسل دینے کے بعد کفن پہنایا گیا تو حضرت سیدنا علی
المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تشریف لائے، اور کہنے لگے: آج کے دن نبی
آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ ہم سے رخصت ہو گئے۔ پھر آپ رضی
اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کھڑے ہو گئے اور
آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے صدیق
اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اللہ عز وجل آپ پر رحم فرمائے، آپ رسول اللہ عز وجل وصی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بہترین رفیق، اچھے محب، بااعتماد رفیق اور محبوب خدا عز وجل و
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رازداں تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ فرمایا کرتے تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں میں سب
سے پہلے مؤمن، ایمان میں سب سے زیادہ مخلص، پختہ یقین رکھنے والے اور متقی و

پر ہیزگار تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دین کے معاملات میں بہت زیادہ سخی اور اللہ کے رسول عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے زیادہ قریبی دوست تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت سب سے اچھی تھی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ سب سے بلند تھا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے لئے بہترین واسطہ تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اندازِ خیر خواہی، دعوت و تبلیغ کا طریقہ، شفقتیں اور عطائیں رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرح تھیں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بہت زیادہ خدمت گزار تھے۔ اللہ عزوجل آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام کی خدمت کی بہترین جزاء عطا فرمائے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دینِ متین اور نبیِ مکرم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بہت زیادہ خدمت کی، اللہ عزوجل اپنی رحمت کے شایانِ شان آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جزاء عطا فرمائے۔ (آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

جس وقت لوگوں نے رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلایا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق فرمائی، حضور نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہر فرمان کو حق و سچ جانا اور ہر معاملے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق فرمائی، اللہ عزوجل نے قرآن کریم میں آپ کو صدیق کا لقب عطا فرمایا فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ○

ترجمہ کنز الایمان: اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے

ان کی تصدیق کی یہی ڈروالے ہیں۔ (پ 24، الزمر: 33)

اس آیت میں صَدَّقَ بِہ سے مراد صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا تمام مؤمنین

ہیں۔

پھر حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرمہ اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے مزید فرمایا: اے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! جس وقت لوگوں نے بخل کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سخاوت کی، لوگوں نے مصائب و آلام میں رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ چھوڑ دیا لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم، رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت بابرکت سے بہت زیادہ فیضیاب ہوئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان تو یہ ہے کہ، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ثانی اثنین کا لقب ملا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا رغا رہیں، اللہ عزوجل نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سکینہ نازل فرمایا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم، رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت فرمائی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رفیق و امین اور خلیفہ فی الدین تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت کا حق ادا کیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتدوں سے جہاد کیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال ظاہری کے بعد لوگوں کے لئے سہارا بنے، جب لوگوں میں اُداسی اور مایوسی پھیلنے لگی تو اس وقت بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوصلے بلند رہے۔ لوگوں نے اپنے اسلام کو چھپایا لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایمان کا اظہار کیا، جب لوگوں میں کمزوری آئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو تقویت بخشی، ان کی حوصلہ افزائی فرمائی اور انہیں سنبھالا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیشہ نبی کریم، رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کی اتباع کی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ برحق تھے، منافقین و کفار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوصلوں کو

پست نہ کر سکے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفار کو ذلیل کیا، باغیوں پر خوب شدت کی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کفار و منافقین کے لئے غیض و غضب کا پہاڑ تھے۔ لوگوں نے دینی امور میں سستی کی لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بخوشی دین پر عمل کیا۔ لوگوں نے حق بات سے خاموشی اختیار کی مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علی الاعلان کلمہ حق کہا، جب لوگ اندھیروں میں بھٹکنے لگے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ان کے لئے منارہ نور ثابت ہوئی۔ انہوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف رخ کیا اور کامیاب ہوئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے زیادہ ذہین و فہم، اعلیٰ کردار کے مالک، سچے، خاموش طبیعت، دور اندیش، اچھی رائے کے مالک، بہادر اور سب سے زیادہ پاکیزہ خصلت تھے۔

خدا عز و جل کی قسم! جب لوگوں نے دین اسلام سے دوری اختیار کی تو سب سے پہلے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے اسلام قبول کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے سردار تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں پر مشفق باپ کی طرح شفقتیں فرمائیں، جس بوجھ سے وہ لوگ تھک کر نڈھال ہو گئے تھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں سہارا دیتے ہوئے وہ بوجھ اپنے کندھوں پر لا دیا۔ جب لوگوں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قوم کی باگ ڈور سنبھالی، جس چیز سے لوگ بے خبر تھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے جانتے تھے اور جب لوگوں نے بے صبری کا مظاہرہ کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صبر سے کام لیا۔ جو چیز لوگ طلب کرتے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عطا فرما دیتے۔ لوگ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی کرتے رہے اور کامیابی کی طرف بڑھتے رہے۔ اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشوروں اور حکمت عملی کی وجہ سے انہیں ایسی کامیابیاں عطا ہوئیں جو ان لوگوں کے وہم و گمان میں بھی نہ تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کافروں کے لئے دردناک عذاب اور

مؤمنوں کے لئے رحمت، شفقت اور محفوظ قلعہ تھے۔ خدا عزوجل کی قسم! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی منزل مقصود کی طرف پرواز کر گئے۔ اور اپنے مقصود کو پالیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کبھی غلط نہ ہوئی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی بزدلی کا مظاہرہ نہ کیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت نڈر تھے، کبھی بھی نہ گھبراتے گویا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جذبوں اور ہمتوں کا ایسا پہاڑ تھے جسے نہ تو آندھیاں ڈگمگا سکیں نہ ہی سخت گرج والی بجلیاں متزلزل کر سکیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالکل ایسے ہی تھے جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدن کے اعتبار سے اگرچہ کمزور تھے لیکن اللہ عزوجل کے دین کے معاملے میں بہت زیادہ قوی و مضبوط تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آپ کو بہت عاجز سمجھتے، لیکن اللہ عزوجل کی بارگاہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رتبہ بہت بلند تھا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کی نظروں میں بھی بہت باعزت و باوقار تھے۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کرتے ہوئے مزید فرمایا: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی کسی کو عیب نہ لگایا، نہ کسی کی غیبت کی اور نہ ہی کبھی لالچ کیا۔ بلکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں پر بہت زیادہ شفیق و مہربان تھے، کمزور و ناتواں لوگ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک محبوب اور عزت والے ہوتے، اگر کسی مالدار اور طاقتور شخص پر ان کا حق ہوتا تو انہیں ضرور ان کا حق دلواتے۔ طاقت اور شان و شوکت والوں سے جب تک لوگوں کا حق نہ لے لیتے وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک کمزور ہوتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک امیر و غریب سب برابر تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ مقرب و محبوب وہ تھا جو سب سے زیادہ متقی و پرہیزگار تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صدق و سچائی کے پیکر تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ اٹل ہوتا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت مضبوط رائے کے مالک اور حلیم و بردبار تھے۔ خدا عز و جل کی قسم! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم سب سے سبقت لے گئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد والے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سب کو پیچھے چھوڑ دیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی منزل مقصود کو پہنچ گئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت عظیم کامیابی حاصل ہوئی، (اے یار غار!) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شان سے اپنے اصلی وطن کی طرف کوچ کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت کے ڈنکے آسمانوں میں بج رہے ہیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جدائی کا غم ساری دنیا کو زلزلہ رہا ہے۔ **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔**

ہم ہر حال میں اپنے رب عز و جل کے ہر فیصلے پر راضی ہیں، ہر معاملے میں اس کی اطاعت کرنے والے ہیں۔ اے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! رسول اللہ عز و جل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جدائی کا غم مسلمانوں کے لئے سب سے بڑا غم ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات اہل اسلام کے لئے عزت کا باعث بنی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے لئے بہت بڑا سہارا اور جائے پناہ تھے۔ اللہ عز و جل نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آخری آرام گاہ اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قرب میں بنائی۔ اللہ عز و جل ہمیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے اچھا اجر عطا فرمائے، اور ہمیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھے۔ اور گمراہی سے بچائے۔ (آمین بحوالہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

لوگ حضرت سیدنا علی الرضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا کلام خاموشی سے سنتے رہے۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خاموشی اختیار کی تو لوگوں نے زار و قطار

رونا شروع کر دیا اور سب نے بیک زبان ہو کر کہا، اے حیدر کڑا! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بالکل سچ فرمایا۔

(عُيُونُ الْبُكَايَاتِ ص ۱۳۶ امام ابو الفرج عبد الرحمن بن علی الجوزی التوفی ۵۹۷ھ)

❖ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
الصَّوَّافُ الْبَصْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا فرماتے ہیں جس دن نبی کریم ﷺ
جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو (انوار نبوت
أَنَسٍ، قَالَ: لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ سے) ہر شے روشن ہو گئی اور جس دن آپ
الَّذِي دَخَلَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى کا وصال مبارک ہوا ہر چیز تاریک ہو گئی
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ أَضَاءَ اور ابھی ہم نے (مرقد انور کی) مٹی مبارک
مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ، فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ سے ہاتھ جھاڑے بھی نہ تھے اور تدفین ہی
الَّذِي مَاتَ فِيهِ أَظْلَمَ مِنْهَا كُلُّ میں مصروف تھے کہ ہمیں اپنے دلوں کی
شَيْءٍ، وَمَا نَقَضْنَا أَيْدِيَنَا مِنَ حالت بدلی ہوئی معلوم ہوئی۔
التُّرَابِ، وَإِنَّا لَفِي دَفْنِهِ صَلَّى اللہ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى أَتَكْرَفَا
قُلُوبُنَا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ حراب چھوٹا نیزہ، بعض روایات میں، بخنا جڑھم ہے یعنی حضور انور کی تشریف آوری کی خوشی میں مدینہ منورہ میں رہنے والے حبشی لوگ نیزہ بازی یا خنجر بازی کرنے لگے کہ نیزے یا خنجروں کو لے کر یہ لوگ ناپتے کودتے تھے اپنے کرتب دکھاتے تھے۔ معلوم ہوا کہ خوشی میں بچوں کا گانا بجانا، کھیل کود کرنا جائز بلکہ سنت صحابہ سے ثابت ہے۔ عید میلاد کے موقع پر جلوس نکالنا اور جلوس کے آگے تلوار نیزہ گنگہ پٹا

وغیرہ لے کر کرب دکھانا سب جائز ہے۔ جس طریقہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کی جائے درست ہے۔ اس موقع پر بنی نجار کی بچیاں بھی دف بجاتی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے گاتی تھیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں شریک ہونا اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔

یہ عبارت بالکل ظاہری معنی پر ہے اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں۔ واقعی اس دن سورج نکلا تھا دھوپ بھی تھی مگر سورج میں بھی تاریکی اور سیاہی تھی اور دھوپ میں بھی وفات شریف کا اثر ہر درودیوار پر ظاہر تھا۔ یہ غلط احساس نہ تھا کیوں نہ ہوتا کہ یہ فراق رسول کا دن ہے جیسے شہادت امام حسین کے روز سارا دن سرخ خونی رنگ تھا اور جو پتھر وغیرہ اٹھایا گیا اس کے نیچے خون نمودار ہوا۔

یہ چمک دھوپ سے نہ تھی بلکہ قدرتی نورانیت تھی جو بیان میں نہیں آسکتی صرف دیکھنے سے ہی تعلق رکھتی ہے جیسے قیامت میں نورانی چمک ہوگی، رب فرماتا ہے: **أَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا**۔ آج بھی بعض اہل بصر باخبر حضرات کو کبھی یہ تجلی ربیع الاول کی بارہویں تاریخ دن میں بلکہ رات میں بھی اور شب قدر میں نظر آتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ اس دن وہ تجلی سب کو نظر آتی تھی اب کسی قسمت والے کو نظر آتی ہے، یہاں مرقات نے فرمایا کہ یہ چمک محسوس تھی۔

یعنی ابھی ہم حضور انور کے دفن سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ ہمارے دلوں میں وہ نورانیت، صفائی، نرمی و رغبت الی اللہ نہ رہی جو کہ حضور کی حیات شریف میں تھی کیونکہ اب وحی آنا بند ہوگئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کا مشاہدہ ختم ہو گیا، تعلیم و تائید ظاہری انتہاء کو پہنچ گئی۔ (مرقات و اشعہ) غرض کہ ایمانی حالت تصدیق میں فرق آنا مراد نہیں۔ خیال رہے کہ حضور سب کچھ دے گئے مگر اپنا دیدار ساتھ لے گئے جس سے لوگ صحابی بنتے تھے اس لیے تا قیامت حاجی، قاری، قاضی نمازی بنتے رہیں گے مگر

صحابی نہ بنیں گے کیونکہ صحابی بنانے والی چیز تو قبر انور میں چھپ گئی ۔
 خوشا وہ وقت کہ دیدار عام تھا اس کا
 خوشا وہ وقت کہ طیبہ مقام تھا اس کا
 ہم خواب میں دیدار کو بھی ترس گئے ۔
 تم آتے خواب میں ہم پتلیاں تلووں سے مل لیتے
 ہم اپنی سوئی قسمت کو جگاتے اپنی آنکھوں سے

(مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۳۵)

❖ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ
 أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: تَوَفَّيَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاَلْتَنِينَ۔
 حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا وصال سو
 رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ موار کے دن ہوا۔

شرح حدیث: سرکارِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کب پردہ فرمایا؟

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے: تمہارے نبی کریم،
 رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے۔ پیر کے دن مکہ مکرمہ
 رَاَدَهَا اللّٰہُ شَرْفًا وَتَعْظِيْمًا سے ہجرت کی۔ پیر کے دن مدینہ منورہ رَاَدَهَا اللّٰہُ شَرْفًا
 وَتَكْرِیْمًا تشریف لائے اور وصال بھی بارہ ربیع الاول (ربیع النور) شریف پیر کے دن
 ہی فرمایا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدتِ مرض بارہ دن تھی اور آپ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بخار درِ دسر کے سبب تھا۔ (المعجم الکبیر، الحدیث ۱۴۹۸۳، ج ۱۲، ص ۱۸۳)

حضرت سیدنا ابن ابی یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: سرکارِ ابد قرار، شافع
 روزِ شمار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت عام الفیل بارہ ربیع الاول
 شریف پیر کے دن ہوئی۔ اسی دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ

رَآدَهَا اللَّهُ شَرَفًا وَتَكْرِيمًا سے ہجرت فرمائی اور اسی دن مَدِينَةُ مَنْوَرِهَ رَآدَهَا اللَّهُ شَرَفًا وَتَكْرِيمًا تشریف لائے۔ نیز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ظاہری بھی گیارہ ہجری پیر کے دن وقتِ چاشت اور نصف النہار کے درمیان ہوا۔

(السيرة النبوية لابن هشام، ولادة رسول الله، ج ۱، ص ۱۶۱۔ المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد الله

بن عباس، المحدث ۲۵۰۶، ج ۱، ص ۵۹۴)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ،
قَالَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ
عُيَيْنَةَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ
أَبِيهِ، قَالَ: قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ
صلى الله عليه وسلم يَوْمَ
الْاِثْنَيْنِ فَمَكَتَ ذَلِكَ الْيَوْمَ
وَلَيْلَةَ الثَّلَاثَاءِ، وَدُفِنَ مِنَ
اللَّيْلِ، وَقَالَ سُفْيَانُ: وَقَالَ
غَدُوهُ: يُسْمَعُ صَوْتُ الْمَسَاحِي
مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ.

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت امام
باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ
سوموار کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال
ہوا پھر اس دن اور منگل کی رات (انتظام
خلافت وغیرہ کی وجہ سے) توقف کے بعد
آئندہ رات (بدھ کی رات) آپ کو دفن
کیا گیا، سفیان راوی کہتے ہیں کہ امام
باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ دوسروں
نے کہا کہ رات کے آخری حصہ میں
کدالوں کی آواز سنی گئی۔

شرح حدیث: اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ
الرحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا
جنازہ انور اگر قیامت تک رکھا رہتا اصلاً کوئی خلل متحمل نہ تھا، انبیاء علیہم السلام کے
اجسام ظاہرہ بگڑتے نہیں، سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد انتقال ایک سال کھڑے
رہے سال بھر بعد دفن ہوئے، جنازہ مبارکہ حجرہ ام المومنین صدیقہ میں تھا جہاں اب

مزار انور ہے اس سے باہر لے جانا نہ تھا، چھوٹا سا حجرہ اور تمام صحابہ کو اُس نماز اقدس سے مشرف ہونا ایک ایک جماعت آتی اور پڑھتی اور باہر جاتی دوسری آتی، یوں یہ سلسلہ تیسرے دن ختم ہوا۔ اور اگر تین برس میں ختم ہوتا تو جنازہ اقدس تین برس یوں ہی رکھا رہنا تھا کہ اس وجہ سے تاخیر دفن اقدس ضروری تھی۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۹ ص ۲۵۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: تُوِّفِيَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ، وَذُفِنَ
يَوْمَ الثَّلَاثَاءِ

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت ابوسلمہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک سوموار کو ہوا اور
منقل کو تدفین ہوئی۔

شرح حدیث: وصال پر چند پُر درد اشعار

دربار رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شاعر حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کلام پڑھا، اس کے چند پُر درد اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے، جس سے ان کے رنج و غم کے گہرے اور سچے جذبات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

تیری نیند کے اچاٹ ہونے کا سبب اس عظیم انسان کی جدائی ہے جو ہمارا ہادی و رہنما ہے، صد افسوس! کہ وہ جو زمین پر بہترین ہستی تھی، آج زیر زمین مدفون ہے۔ اے میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کاش ایسا ہوتا کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے بقیع الغرقہ میں دفن ہو جاتا۔ میرے ماں باپ اس نبی کامل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر فدا ہوں جو پیر کے روز ہمیں داغ مفارقت دے گیا۔ مدینہ کی سرزمین مجھے ویران و سنان دکھائی دیتی ہے۔ کاش! میں آج کے دن کے لیے پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔ اے میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا میں

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر مدینہ میں رہ سکتا ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وصال میرے لئے جام زہر سے تلخ تر ہے۔ میرے آقا! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ کا پاک وجود ایسا نور تھا جس نے تمام روئے زمین کو روشن کر رکھا تھا۔ جس نے بھی اس نور سے فیض پایا اس نے ہدایت پائی۔

اے ہمارے رب عزوجل! ہمیں اپنے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنت الفردوس میں اکٹھا کر دے۔ خدا عزوجل کی قسم! جب تک میں زندہ رہوں گا اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے روتا اور تڑپتا رہوں گا۔

(السيرۃ النبویہ، شعر حسان بن ثابت فی مرثیہ، ج ۴، ص ۵۵۸-۵۶۲)

❖ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ بُبَيْطٍ، عَنْ نَعِيمِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ بُبَيْطِ بْنِ شَرِيْطٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ، وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ، قَالَ: أُلْحِمِي عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي مَرَضِهِ فَأَفَاقَ، فَقَالَ: حَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَقَالُوا: نَعَمْ فَقَالَ: مُرُّوا بِلَالٍ فَلْيَوِّدُنْ، وَمُرُّوا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ لِلنَّاسِ أَوْ قَالَ: بِالنَّاسِ، قَالَ: ثُمَّ أُلْحِمِي عَلَيْهِ، فَأَفَاقَ، فَقَالَ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت سالم بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض وصال میں غشی طاری ہوئی پھر آپ کو صحت ہوئی تو فرمایا کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ عرض کیا ہاں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہو کہ اذان پڑھیں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھیں، پھر آپ پر (دوبارہ) غشی طاری ہو گئی پھر آپ کو کچھ افاقہ ہوا تو پوچھا کہ کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے، حاضرین نے جواب دیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا

حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَقَالُوا: نَعَمْ
فَقَالَ: مُرُوا بِلَالًا فَلْيُؤَدِّنْ ،
وَمُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ .
فَقَالَتْ عَائِشَةُ : إِنَّ أَبِي رَجُلٌ
أَسِيفٌ ، إِذَا قَامَ ذَلِكَ الْمَقَامَ
بَكَى فَلَا يَسْتَطِيعُ ، فَلَوْ أَمَرْتُ
غَيْرَهُ . قَالَ : ثُمَّ أُغْمِى عَلَيْهِ
فَأَفَاقَ فَقَالَ : مُرُوا بِلَالًا
فَلْيُؤَدِّنْ ، وَمُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ
بِالنَّاسِ . فَيَأْتِكُنَّ صَوَاحِبُ أَوْ
صَوَاحِبَاتُ يُوسُفَ . قَالَ : فَأَمَرَ
بِلَالَ فَأَدَّنَ . وَأَمَرَ أَبُو بَكْرٍ فَصَلَّى
بِالنَّاسِ ، ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَجَدَ خِفَّةً ،
فَقَالَ: انْظُرُوا لِي مَنْ أَتَكِي
عَلَيْهِ . فَجَاءَتْ بَرِيرَةُ ، وَرَجُلٌ آخَرُ ،
فَاتَّكَأَ عَلَيْهِمَا فَلَمَّا رَأَاهُ أَبُو بَكْرٍ
ذَهَبَ لِيُنْكِصَ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ أَنْ
يُثْبِتَ مَكَانَهُ . حَتَّى قَضَى أَبُو بَكْرٍ
صَلَاتَهُ . ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ ، فَقَالَ

حضرت بلال سے کہو کہ اذان پڑھیں اور
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں (اس پر)
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض
کیا میرے والد نرم دل ہیں، جب وہ اس
مقام (مقام حضور اکرم) پر کھڑے ہوں
گے تو رو پڑیں گے اور نماز نہیں پڑھا سکیں
گے، کیا اچھا ہوتا آپ کسی اور کو حکم فرما
دیتے۔ پھر آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ جب
افاقہ ہوا تو پھر فرمایا بلال سے کہو کہ اذان
پڑھیں اور ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھائیں،
تم (ازواج مطہرات) یوسف عورتوں کی
مثل ہو، راوی کہتے ہیں پھر حضرت بلال کو
کہا گیا تو انہوں نے اذان پڑھی اور
حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا گیا تو
انہوں نے نماز پڑھائی پھر نبی کریم
ﷺ نے کچھ آرام پایا تو فرمایا میرے
لیے ایسا شخص دیکھا لاؤ جس کا میں
سہارا ہوں، چنانچہ (حضرت عائشہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا کی آزاد کردہ لونڈی) بریرہ اور
ایک مرد آئے اور نبی کریم ﷺ نے ان

عُمَرُ : وَاللّٰهُ لَا أَسْمَعُ أَحَدًا يَذْكُرُ
 أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ قُبِضَ إِلَّا ضَرْبَتُهُ بِسَيْفِي
 هَذَا . قَالَ : وَكَانَ النَّاسُ أُمِّيِّينَ
 لَهُمْ يَكُنْ فِيهِمْ نَبِيٌّ قَبْلَهُ .
 فَأَمْسَكَ النَّاسُ فَقَالُوا : يَا
 سَالِمُ ، انْظُرْنِي إِلَى صَاحِبِ
 رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ فَادْعُهُ . فَأَتَيْتُ أَبَا بَكْرٍ
 وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَتَيْتُهُ أَبْيَ
 كَهَيْشًا . فَلَمَّا رَأَى ، قَالَ : أَقْبِضْ
 رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ ، قُلْتُ : إِنَّ عُمَرَ يَقُولُ :
 لَا أَسْمَعُ أَحَدًا يَذْكُرُ أَنَّ رَسُولَ
 اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ
 إِلَّا ضَرْبَتُهُ بِسَيْفِي هَذَا . فَقَالَ لِي :
 انْظُرْنِي . فَأَنْطَلَقْتُ مَعَهُ . فَجَاءَ هُوَ
 وَالنَّاسُ قَدْ دَخَلُوا عَلَى رَسُولِ
 اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .
 فَقَالَ : يَا أَيُّهَا النَّاسُ ، أَفْرِجُوا لِي ،
 فَأَفْرَجُوا لَهُ فَجَاءَ حَتَّى أَكَبَّ عَلَيْهِ

دونوں کا سہارا لیا، جب حضرت ابو بکر رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے
 لگے (لیکن) آپ نے اشارے سے
 انہیں اپنی جگہ ٹھہرنے کا حکم فرمایا یہاں
 تک کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ نے نماز مکمل کی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کا وصال ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! اگر کسی سے
 میں نے سن لیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا
 وصال ہو گیا ہے تو میں اسے اپنی اس تلوار
 سے قتل کر دوں گا۔ لوگ لکھے پڑھے نہ
 تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کوئی نبی
 بھی نہیں آیا تھا (اس لیے) لوگ حضرت
 فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہنے پر
 اس بات سے رُک گئے، پھر صحابہ کرام نے
 کہا اے سالم! جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے یار غار کو بلاد (آپ فرماتے ہیں)
 میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کے پاس آیا، اس وقت آپ مسجد میں
 تھے، میں حیرانی (کی حالت) میں رو رہا
 تھا۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو پوچھا گیا

وَمَسَّهُ، فَقَالَ: إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ
 مَيِّتُونَ، ثُمَّ قَالُوا: يَا صَاحِبَ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ، أَقْبِضْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ،
 فَعَلِمُوا أَنَّ قَدْ صَدَقَ، قَالُوا: يَا
 صَاحِبَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَيُصَلِّي عَلَى رَسُولِ
 اللَّهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالُوا: وَكَيْفَ؟
 قَالَ: يَدْخُلُ قَوْمٌ فَيَكْبِتُونَ
 وَيُصَلُّونَ، وَيَدْعُونَ، ثُمَّ
 يَخْرُجُونَ، ثُمَّ يَدْخُلُ قَوْمٌ
 فَيَكْبِتُونَ وَيُصَلُّونَ وَيَدْعُونَ،
 ثُمَّ يَخْرُجُونَ، حَتَّى يَدْخُلَ
 النَّاسُ، قَالُوا: يَا صَاحِبَ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ، أَيَدْفَنُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ،
 قَالُوا: أَيْنَ؟ قَالَ: فِي الْمَكَانِ
 الَّذِي قَبِضَ اللَّهُ فِيهِ رُوحَهُ، فَإِنَّ
 اللَّهَ لَمْ يَقْبِضْ رُوحَهُ إِلَّا فِي

نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا ہے؟ میں
 نے عرض کیا حضرت عمر بن خطاب رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں کسی سے یہ
 بات نہ سنوں کہ رسول اللہ ﷺ کا
 وصال ہو گیا ورنہ میں اسے اپنی اس تلوار
 قتل کر دوں گا، حضرت صدیق اکبر رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا چلو! چنانچہ میں آپ
 کے ہمراہ آیا، اس وقت لوگ نبی کریم
 ﷺ کے پاس (اندر) داخل ہو چکے
 تھے۔ آپ نے فرمایا اے لوگو! مجھے راستہ
 دو چنانچہ انہوں نے آپ کو راستہ دے
 دیا۔ آپ آئے اور نبی کریم ﷺ کے
 جسم اقدس پر جھکتے ہوئے اسے چھوا اور پھر
 آپ نے آیت پڑھی کہ بیشک تمہیں
 انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے، پھر
 صحابہ کرام نے کہا اے رسول اللہ! ﷺ
 کے یار غار! کیا رسول اللہ ﷺ کا
 وصال ہو گیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں!
 چنانچہ انہیں معلوم ہو گیا کہ آپ نے سچی
 بات کی ہے پھر انہوں نے پوچھا پھر انہوں
 نے پوچھا۔ اے رسول اللہ ﷺ کے

مَكَانٍ طَيِّبٍ فَعَلِمُوا أَنَّ قَدْ
صَدَّقَ ، ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَغْسِلَهُ
بَنُو أَبِيهِ ، وَاجْتَمَعَ الْمُهَاجِرُونَ
يَتَشَاوَرُونَ ، فَقَالُوا : انْطَلِقْ بِنَا
إِلَى إِخْوَانِنَا مِنَ الْأَنْصَارِ
نُدْخِلُهُمْ مَعَنَا فِي هَذَا الْأَمْرِ .
فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ : مِنَّا أَمِيرٌ
وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ
الْخَطَّابِ : مَنْ لَهُ مِثْلُ هَذِهِ
الثَّلَاثِ تَابَى الثَّلَاثِ إِذْ هُمَا فِي
الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَخْزَنْ
إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا مَنْ هُمَا ، قَالَ : ثُمَّ
بَسَطَ يَدَهُ قَبَايِعَهُ وَبَايِعَهُ النَّاسُ
بَبَيْعَةٍ حَسَنَةٍ جَمِيلَةٍ .

یار غار! کیا ہم رسول اللہ ﷺ کی نماز
جنازہ پڑھیں؟ آپ نے فرمایا ہاں! پوچھا
کیسے؟ آپ نے فرمایا ایک جماعت
(اندر) داخل ہو اور تکبیریں کہے، دعا
کرے، درود شریف پڑھے اور باہر
آجائے پھر دوسری جماعت داخل ہو،
تکبیریں کہے، دعا کرے، درود شریف
پڑھے اور باہر آجائے یہاں تک کہ سب
لوگ فارغ ہو جائیں پھر صحابہ کرام نے
پوچھا اے رسول اللہ! ﷺ کے دوست
! کیا نبی کریم ﷺ کو دفن کیا جائے گا؟
آپ نے فرمایا اس جگہ جہاں اللہ تعالیٰ
نے آپ کی روح مبارک کو قبض فرمایا،
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح مبارک
پاک جگہ پر قبض فرمائی ہے۔ چنانچہ صحابہ
کرام کو معلوم ہو گیا کہ آپ نے سچ فرمایا
ہے پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ
عنہ نے حکم دیا کہ نبی کریم ﷺ کو آپ
کی خاص برادری والے غسل دیں۔ ادھر
مہاجرین جمع ہو کر (خلافت کے بارے
میں) مشورے کرنے لگے، پھر مہاجرین

نے عرض کیا کہ آپ ہمارے ساتھ انصار
 بھائیوں کے چاس چھیں تاکہ ہم ان کو بھی
 مشورہ میں شرکت کریں (جب وہاں گئے
 تو انصار نے کہا کہ ایک امیر ہم میں سے
 ہو اور ایک تم میں سے حضرت عمر بن
 خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ
 تین صفات کس شخص میں ہیں) جو اس
 آیت قرآنی میں مذکور ہیں کہ وہ دو میں
 سے دوسرے تھے جب وہ دونوں غار میں
 تھے، جب انہوں نے اپنے ساتھ سے
 فرمایا غم نہ کر بے شک اللہ ہمارے ساتھ
 ہے، پھر فرمایا وہ دو کون ہیں (یعنی ایک
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے حضرت
 صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) راوی نے
 کہا کہ پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ ہاتھ بڑھایا اور ان (حضرت
 صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بیعت
 کی پس لوگوں نے (بھی آپ کے ہاتھ پر
 بغیر کسی نزاع کے) نہایت عمدہ اور اچھی
 بیعت کی (اور آپ کو خلیفہ تسلیم کر لیا)۔

شرح حدیث: وفات کا اثر

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات سے حضرات صحابہ کرام اور اہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کتنا بڑا صدمہ پہنچا؟ اور اہل مدینہ کا کیا حال ہو گیا؟ اس کی تصویر کشی کے لئے ہزاروں صفحات بھی متحمل نہیں ہو سکتے۔ وہ شمع نبوت کے پروانے جو چند دنوں تک جمال نبوت کا دیدار نہ کرتے تو ان کے دل بے قرار اور ان کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی تھیں۔ ظاہر ہے کہ ان عاشقانِ رسول پر جانِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دائمی فراق کا کتنا روح فرسا اور کس قدر جانکاہ صدمہ عظیم ہوا ہوگا؟ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بلامبالغہ ہوش و حواس کھو بیٹھے، ان کی عقلیں گم ہو گئیں، آوازیں بند ہو گئیں اور وہ اس قدر مجبوط الحواس ہو گئے کہ ان کے لئے یہ سوچنا بھی مشکل ہو گیا کہ کیا کہیں؟ اور کیا کریں؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایسا سکتہ طاری ہو گیا کہ وہ ادھر ادھر بھاگے بھاگے پھرتے تھے مگر کسی سے نہ کچھ کہتے تھے نہ کسی کی کچھ سنتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رنج و ملال میں نڈھال ہو کر اس طرح بیٹھ رہے کہ ان میں اٹھنے بیٹھنے اور چننے پھرنے کی سکت ہی نہیں رہی۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب پر ایسا دھچکا لگا کہ وہ اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکے اور ان کا ہارٹ فیل ہو گیا۔ (مدارج النبوۃ، قسم سوم، باب دوم، ج ۲، ص ۴۳۲ ملخصاً والمواہب اللدنیہ وشرح الزرقانی، الفصل الاول فی اتمامہ... الخ، ج ۱۲، ص ۱۴۲، ۱۴۳)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر ہوش و حواس کھو بیٹھے کہ انہوں نے تلوار کھینچ لی اور ننگی تلوار لے کر مدینہ کی گلیوں میں ادھر ادھر آتے جاتے تھے اور یہ کہتے پھرتے تھے کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو میں اس تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا۔ (مدارج النبوۃ، قسم سوم، باب دوم، ج ۲، ص ۴۳۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ وفات کے بعد حضرت عمرو

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اجازت لے کر مکان میں داخل ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر کہا کہ بہت ہی سخت غشی طاری ہو گئی ہے۔ جب وہ وہاں سے چلنے لگے تو حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اے عمر! تمہیں کچھ خبر بھی ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے باہر ہو گئے اور تڑپ کر بولے کہ اے مغیرہ! تم جھوٹے ہو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس وقت تک انتقال نہیں ہو سکتا جب تک دنیا سے ایک ایک منافق کا خاتمہ نہ ہو جائے۔

(المواہب اللدیہ وشرح الزرقانی، الفصل الاول فی اتمامہ...، ج ۱۲، ص ۱۳۹)

مواہب لدنیہ میں طبری سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ "سُخ" میں تھے جو مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ ان کی بیوی حضرت حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہیں رہتی تھیں۔

چونکہ دوشنبہ کی صبح کو مرض میں کمی نظر آئی اور کچھ سکون معلوم ہوا اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت دے دی تھی کہ تم "سُخ" چلے جاؤ اور بیوی بچوں کو دیکھتے آؤ۔

(المواہب اللدیہ وشرح الزرقانی، الفصل الاول فی اتمامہ...، ج ۱۲، ص ۱۳۳، ۱۳۴)

بخاری شریف وغیرہ میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر "سُخ" سے آئے اور کسی سے کوئی بات نہ کہی نہ سنی۔ سیدھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں چلے گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رخ انور سے چادر ہٹا کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھکے اور آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان نہایت گرم جوشی کے ساتھ ایک بوسہ دیا اور کہا کہ آپ اپنی حیات اور وفات دونوں

حالتوں میں پاکیزہ رہے۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ہرگز خداوند تعالیٰ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں فرمائے گا۔ آپ کی جو موت لکھی ہوئی تھی آپ اس موت کے ساتھ وفات پا چکے۔ اسکے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کے سامنے تقریر کر رہے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے عمر! بیٹھ جاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیٹھنے سے انکار کر دیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں چھوڑ دیا اور خود لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے خطبہ دینا شروع کر دیا کہ

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الدخول علی المیت... الخ، الحدیث: ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ج ۱، ص ۴۲۱ ملخصاً)
اما بعد! جو شخص تم میں سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور جو شخص تم میں سے خدا عز وجل کی پرستش کرتا تھا تو خدا زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا۔ پھر اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورہ آل عمران کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۖ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَأَنْتُمْ مَاتَ
أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَسَنُيْضِرُّ
إِذِهِ شَيْئًا ۚ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ۚ (پ ۴، آل عمران: ۱۴۴)

اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرما جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم اپنے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو اپنے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کریگا اور عنقریب اللہ شکر ادا کرنے والوں کو ثواب دے گا۔ (آل عمران)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی تو معلوم ہوتا تھا کہ گویا کوئی اس آیت کو جانتا ہی نہ تھا۔

ان سے سن کر ہر شخص اسی آیت کو پڑھنے لگا۔

(صحیح، فارسی، کتاب الجنائز، باب الدخول علی المیت... الخ، الحدیث: ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ج ۱، ص ۴۲۱)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے سورہ آل عمران کی یہ آیت سنی تو مجھے معلوم ہو گیا کہ واقعی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اضطراب کی حالت میں تنگی شمشیر لے کر جو اعلان کرتے پھرتے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال نہیں ہوا اس سے رجوع کیا اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ گویا ہم پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا کہ اس آیت کی طرف ہمارا دھیان ہی نہیں گیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبہ نے اس پردہ کو اٹھ دیا۔ (مدارج النبیوت، قسم چہارم، باب دوم، ج ۲، ص ۴۳۴)

❖ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے وصال کے وقت (طبعی) تکیف (جو میں منشاء الہی تھی) پائی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہائے تکیف! (یعنی آپ کو کس قدر تکیف ہے) تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا آج کے بعد تمہارے باپ کو کوئی تکیف نہیں پہنچے گی، تیرے والد (ماجد) کے پاس وہ چیز (موت) حاضر ہوئی جس سے کسی کو چھٹکارا نہیں، اب قیامت کے دن ملاقات

حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ، شَيْخُ بَاهِلِيٍّ قَدِيمٌ بَصْرِيٌّ قَالَ: حَدَّثَنَا قَابُوسُ بْنُ جَبَلَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: لَمَّا وَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنْ كُرْبِ الْمَوْتِ مَا وَجَدَ، قَالَتْ فَاطِمَةُ: وَاکْرَبَاهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا كَرْبَ عَلَى أَبِيكَ بَعْدَ الْيَوْمِ، إِنَّهُ قَدْ حَضَرَ مِنْ أَبِيكَ مَا لَيْسَ بِتَارِكٍ

مِنْهُ أَحَدًا الْمُوَافَاةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ کرب سے مراد یا شدت مرض ہے یا بے چینی یا سخت تکلیف جس سے غشی آ جاوے۔

یعنی اب میں کیا کروں آپ کی تکلیف مجھ سے دیکھی نہیں جاتی دفع کرنے یا اپنے پر لینے سے مجبور ہوں۔

یعنی اے بیٹی تیرے باپ پر بس یہ آخری تکلیف ہے اس کے بعد کبھی تکلیف نہ ہوگی کیونکہ اب میں دار التکلیف سے رخصت ہو رہا ہوں وہاں جا رہا ہوں جہاں راحت ملے راحت ہے۔

یعنی ابا جان آپ نے ہم کو بے کس چھوڑ دیا اپنے رب کا بلاوا قبول کر لیا اب میں کہاں جاؤں کسے ابا کہہ کر پکاروں تم نے مجھے کس پر چھوڑا۔
یعنی آپ تو جنت کو سدھار گئے ہم کو یہاں تڑپتا چھوڑ گئے، ہم حضرت جبریل کو آپ کی خبر وفات سنائیں جن کا اب زمین پر آنا وحی لانا قسم ہو گیا۔

یعنی اے انس تم نے کن ہاتھوں اور کس دل سے حضور انور پر قبر کی مٹی ڈالی اور تم نے کیسے اس چاند کو قبر میں چھپایا تم سے یہ کیسے برداشت ہوا۔ خیال رہے کہ سیدہ کے یہ الفاظ نہ تو نوحہ ہیں نہ بے صبری بلکہ حضور کے فراق پر بے چینی ہے جو بذات خود عبادت ہے۔ نوحہ یہ ہے کہ میت کے ایسے اوصاف بیان کیے جاویں جو اس میں نہ ہوں اور پیٹنا جاوے۔ بے صبری یہ ہے کہ رب تعالیٰ کی شکایت کی جاوے، جناب سیدہ ان دونوں سے محفوظ ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ دنیا میں پانچ حضرات بہت روئے ہیں: حضرت آدم علیہ السلام فراق جنت میں، حضرت نوح علیہ السلام وحمی علیہ السلام خوف خدا

میں، حضرت فاطمہ زہرا فراق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں، حضرت امام زین العابدین واقعہ کربلا کے بعد حضرت حسین کی پیاس یاد کر کے۔ جناب سیدہ زینب فاطمی تھیں۔

صبت علی مصائب لواہا

صبت علی الايام صرن لیالیا

مجھ پر ایسی مصیبتیں پڑیں کہ اگر روز روشن پر پڑتیں تو وہ شب تاریک بن جاتی۔

(مرآة المناجیح، ج ۸، ص ۲۰۶)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ
يَحْيَى الْبَصْرِيُّ، وَتَضَرُّ بْنُ عَلِيٍّ،
قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ رَبِّهِ بْنِ بَارِقٍ
الْحَنْفِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ جَدِّي أَبَا
أُمِّي سِمَاكَ بْنَ الْوَلِيدِ يُحَدِّثُ،
أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ، يُحَدِّثُ أَنَّهُ
سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَنْ كَانَ لَهُ
فَرْطَانِ مِنْ أُمَّتِي أَدْخَلَهُ اللَّهُ
تَعَالَى فِيهَا الْجَنَّةَ، فَقَالَتْ
عَائِشَةُ: فَمَنْ كَانَ لَهُ فَرْطٌ مِنْ
أُمَّتِكَ؟ قَالَ: وَمَنْ كَانَ لَهُ فَرْطٌ
يَا مُوَفَّقَةُ قَالَتْ: فَمَنْ لَمْ يَكُنْ
لَهُ فَرْطٌ مِنْ أُمَّتِكَ؟ قَالَ: فَأَنَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت سے جس کے دو فرط (۱) بالغ بچے جو مر جائیں اور ماں باپ صابرو شاکر) ہوں اسے اللہ تعالیٰ ان کے سبب جنت میں داخل فرمائے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، آپ کی امت سے وہ شخص جس کا ایک نابالغ بچہ مر جائے (تو اس کا کیا حکم ہے؟) آپ نے فرمایا ہاں جس کا ایک بچہ فوت ہو (وہ بھی جنتی ہے) ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی آپ کی امت میں سے جس کا ایک بچہ بھی فوت نہ ہوا ہو، آپ نے فرمایا میں اپنی امت کے لیے ذریعہ نجات

فَرَّطَ لَأَمَّتِي، لَنْ يُصَابُوا بِمِثْلِي۔ ہوں، انہیں اتنی تکلیف نہیں پہنچتی جتنی مجھے پہنچتی ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ فوت شدہ چھوٹے بچوں کو فرط اس لیے فرمایا کہ وہ اپنے صابر ماں باپ کو جنت پہنچائے گا، نیز وہ آگے پہنچ کر اس کے اجر کا باعث بنتا ہے۔ فرط کے معنی پہلے ہو چکے وہ پیش رو جماعت جو منزل پر قافلہ سے آگے پہنچے اور تمام چیزوں کا انتظام کرے۔ اس حدیث کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ایسے صابر کا فرط میں نہیں صرف بچے ہی ہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسے صابر کا فرط بچے بھی ہیں میں بھی اور دوسروں کا فرط میں ہی ہوں۔ سبحان اللہ! کیسی امید افزا حدیث ہے۔

یعنی میری امت کے لیے جیسی مصیبت اور تکلیف کا باعث میری وفات ہے ایسی انہیں کوئی مصیبت نہیں اور یہ حقیقت بھی ہے جن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات دیکھی ان پر جو مصیبت پڑی وہ تو وہی جان سکتے ہیں۔ آج جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم یاد آتے ہیں تو عاشقوں کے کلیجے پھٹ جاتے ہیں۔ مدینہ منورہ سے چلتے وقت زائرین کا جو حال ہوتا ہے وہ نہ پوچھو، مدینہ کے در و دیوار کا فراق ستاتا ہے۔ میں نے مسجد نبوی شریف کی چوکھٹ سے لپٹ کر لوگوں کو روتے دیکھا ہے۔

بدن سے جان نکلتی ہے آہ سینہ سے

تیرے فدائی نکلتے ہیں جب مدینہ سے

فقیر نے تیرے حج پر رخصت کے وقت مدینہ کے در و دیوار سے عرض کیا تھا۔

جا رہا ہے اب ہمارا قافلہ

اے در و دیوار ہیر مصطفیٰ

یاد تیری جس گھڑی بھی آئے گی

ہے یقین دل کو بہت تڑپائے گی
غرض یہ حدیث بالکل حق اور صحیح ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فراق ساری امت
کے لیے مصیبت عظمیٰ ہے۔ یہ قصیدہ وداعیہ فقیر کی کتاب ”دیوان ساک“ میں دیکھئے۔

(مرآة المناجیح، ج ۸، ص ۹۵۷)

55- بَابُ مَا جَاءَ فِي مِيرَاثِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وارثت

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ،
قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ،
قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي
إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ،
أَخِي جُوَيْرِيَةَ لَهُ صُحْبَةٌ، قَالَ: مَا
تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِلَّا سِلَاحَهُ، وَبَغْلَتَهُ،
وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً.
حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ
تعالیٰ عنہ جو حضرت جویریہ (ام المؤمنین
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آزاد
کردہ لونڈی) کے بھائی تھے اور انہیں نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل تھا،
فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
(وصال کے وقت) صرف اپنے ہتھیار،
نچر اور کچھ زمین چھوڑی تھی جسے آپ نے
(راہ خدا میں) صدقہ کر دیا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ حضور انور کے جو لونڈی غلام تھے یا تو حضور کی حیات شریف میں
وفات پا گئے تھے یا حضور انور نے انہیں آزاد فرما دیا تھا، آپ نے کوئی غلام یا لونڈی نہ
چھوڑی۔

اس نچر کا نام دلدل تھا، یہ مقوقش شاہ اسکندر یہ نے حضور انور کی خدمت میں تحفہ

پیش کیا تھا۔ (اشعہ)

ان ہتھیاروں میں ایک زرہ تھی جو ایک یہودی کے پاس گروی تھی، ایک نیزہ تھا، ایک خود، ایک توار ذوالفقار تھی، گھر کے کپڑے کسبل شریف وغیرہ کا یہاں ذکر نہیں کہ وہ معمولی چیز ہیں۔ (مرقات)

جعلہا کا مرجع مذکورہ تینوں چیزیں ہیں یعنی یہ سب چیزیں حضور نے وقف فرمادیں تھیں اپنے اس فرمان عالی سے کہ ما تر کناہ صدقۃ۔ حضور انور کی ملک چار چیزیں تھیں: ندک کا نصف حصہ، وادی قرنی کا تہائی، خیبر کا پانچواں حصہ اور کچھ بنی نصیر کی زمیں کا یہ تمام چیزیں وقف ہو گئیں تھیں۔ بعد وفات حضرت فاطمہ نے اور حضور انور کی ازواج مطہرات نے حضرت صدیق اکبر سے میراث مانگی، آپ نے سب کو انکار فرمادیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان زمینوں کی تولیت حضرت علی و عباس کو دی، جھگڑا ہو جانے پر ان دونوں نے تقسیم کی درخواست کی جو نا منظور ہوئی، تمام خفاء کے زمانوں میں یہ وقف ہی رہیں، مروان ابن حکم نے ان پر قبضہ کر لیا۔ (از اشعہ و مرقات)

(مرآۃ المناجیح، ج ۸، ص ۲۱۹)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: جَاءَتْ فَاطِمَةُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ، فَقَالَتْ: مَنْ يَرِثُكَ، فَقَالَ: أَهْلِي وَوَلَدِي، فَقَالَتْ: مَا لِي لَا أَرِثُ أَبِي، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خاتون جنت حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (امیر المؤمنین) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئیں اور پوچھا کہ آپ کا وارث کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا میرے گھر والے اور میری اولاد (اس پر) خاتون جنت نے فرمایا (تو پھر) میں اپنے والد ماجد کی

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا نُورَثُ، وَلَكِنِّي أَعُولُ مَنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُهُ. وَأَنْفَقَ عَلَى مَنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ.

وارث کیوں نہیں ہوں؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہو سکتا (یعنی نبی کا مال وراثت نہیں ہوتا) پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں اس کی خبر گیری کرتا رہوں گا جس کی خبر گیری نبی کریم ﷺ فرماتے رہے اور جس پر نبی کریم ﷺ خرچ فرماتے رہے، میں بھی خرچ کرتا ہوں گا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان عیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں حق یہ ہے کہ حضور انور کی وفات سے آپ کا نکاح ٹوٹا نہیں اس لیے کہ حضور انور زندہ ہیں لہذا حضور پر اپنی ازواج کا خرچہ بعد وفات بھی واجب ہے جو آپ کا خلیفہ ادا کرے گا۔ بعض نے فرمایا کہ حضور کی ازواج ہمیشہ گویا عدت میں رہتی ہیں اور عدت کا خرچہ خاوند پر ہوتا ہے لہذا ان کا خرچہ حضور پر لازم ہے۔ حامل سے مراد یا تو خلیفہ ہے یا حضور کی زمین میں کام کاج کرنے والے مگر حق یہ ہے کہ جو مسلہ نوں کا کام کرے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نوکر ہے، اس کی تنخواہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جاری ہوتی ہے۔ (مرقات) لہذا ہم سب لوگ علماء مشائخ، سلاطین، وزراء حکام سب حضور کے نوکر چاکر ہیں، انہیں تنخواہ حضور کے ہاں سے ملتی ہے کسی کو تو کسی نوکری وغیرہ کے ذریعہ سے اور کسی کو محض توکل کے وسیلہ سے۔ فقیر کی آزمائش تو یہ ہے کہ جو شخص ان کی نوکری کرے اسے گھر بیٹھے تنخواہ ملتی ہے، جس جانور کو کھونٹے سے باندھ دیا

جاوے اس کی ساری ضرورتیں چارہ، پانی دوا وغیرہ کھونٹے پر ہی پہنچایا جاتا ہے۔ خدا کرے کہ ان کی نوکری مل جاوے وہ نوکر رکھ لیں یعنی ان دو خروچوں کے بعد جو باقی بچے وہ عام مسلمانوں پر صدقہ ہے۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ حضور عمر ابن عبدالعزیز نے مروان کے تمام مظالم ختم کیے، اس کے قبضہ میں حضور کی زمینیں واگذار کر کے وقف کیں۔ (مرقات)

یعنی انبیاء کی وفات کے بعد انبیاء کی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ سارے انبیاء کرام کا یہی حکم ہے، قرآن کریم میں جو ہے وَدَرَثَ سُلَيْمَنُ دَہَاں علم کی میراث مراد ہے نہ کہ مال کی اسی لیے آگے ہے وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْنَا مَنَطِقُ الطَّيْرِ نیز اگر مالی میراث مراد ہوتی تو صرف حضرت سلیمان کا ذکر نہ ہوتا بلکہ حضرت داؤد کے بارہ بیٹے ۹۹ بیویوں وغیرہم سب کا ذکر ہوتا۔ خیال رہے کہ عموماً وراثت مال نسب سے ملتی ہے وراثت کمال نسبت سے اور وراثت احوال فتا سے۔ حضور کا مال نہیں بتا حضور کے کمال حضور کے احوال تقسیم ہوتے ہیں، خدا تعالیٰ ہم کو حضور سے نسبت دے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۸، ص ۲۲۰)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى. حضرت ابوالمختری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عباس اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس جھگڑتے ہوئے آئے، دونوں ایک دوسرے سے فرما رہے تھے تو ایسا ہے تو ایسا ہے (اس پر) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم نے

قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ الْعَنْبَرِيُّ أَبُو غَسَّانٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْثَةَ عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ أَنَّ الْعَبَّاسَ وَعَلِيًّا جَاءَا إِلَى عُمَرَ يَخْتَصِمَانِ يَقُولُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِصَاحِبِهِ: أَنْتَ كَذَا، أَنْتَ كَذَا.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نبی کا ہر مال صدقہ ہوتا ہے البتہ جو اس نے (دوسروں کو) کھلایا پلایا، بے شک ہمارا کوئی وارث نہیں بن سکتا۔ اس حدیث میں اور واقعہ بھی ہے۔

❖ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں بن سکتا، ہم جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

شرح حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترکہ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس زندگی اس قدر زہدانتھی کہ کچھ اپنے پاس رکھتے ہی نہیں تھے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وفات کے بعد کیا چھوڑا ہوگا؟ چنانچہ حضرت عمرو بن العیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهِ دِرْهَمًا وَلَا دِينَارًا وَلَا عَبْدًا وَلَا أَمَةً وَلَا شَيْئًا إِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءُ وَسِلَاحَهُ وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً۔

(صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب الوصایا... الخ، الحدیث: ۲۷۳۹، ج ۲، ص ۲۳۱)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت نہ درہم و دینار چھوڑا نہ لونڈی و غلام نہ اور کچھ صرف اپنا سفید نچر اور ہتھیار اور کچھ زمین جو عام مسلمانوں پر صدقہ کر گئے چھوڑا تھا۔ (بخاری ج ۱ ص ۳۸۲ کتاب الوصایا)

بہر حال پھر بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متروکات میں تین چیزیں تھیں۔
 (۱) بنو نضیر، فدک، خیبر کی زمینیں (۲) سواری کا جانور (۳) ہتھیار۔ یہ تینوں چیزیں
 قابل ذکر ہیں۔

زمین

بنو نضیر، فدک، خیبر کی زمینوں کے باغات وغیرہ کی آمدنیاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم اپنے اور اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے سال بھر کے اخراجات اور
 فقراء و مساکین اور عام مسلمانوں کی حاجات میں صرف فرماتے تھے۔

(سنن ابی داود، کتاب الخراج والخی۔۔ الخ، باب فی قایا۔۔ الخ، الحدیث: ۲۹۶۳، ج ۳ ص ۱۹۳، ۱۹۴، ملخصاً و مدارج النبوت، قسم چہارم، باب سوم، ج ۲ ص ۴۴۵)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضرت عباس اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہما اور بعض ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن چاہتی تھیں کہ ان جائیدادوں کو
 میراث کے طور پر وارثوں کے درمیان تقسیم ہو جائے۔ چنانچہ حضرت امیر المؤمنین
 ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ان لوگوں نے اس کی درخواست پیش کی مگر
 آپ اور حضرت عمر وغیرہ اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان لوگوں کو یہ حدیث سنادی
 کہ لَا تُورَثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَةً

(سنن ابی داود، کتاب الخراج۔۔ الخ، باب فی صفایا۔۔ الخ، الحدیث: ۲۹۶۳، ج ۳، ص ۱۹۳، ۱۹۴، صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب من قب قراہ۔۔ الخ، الحدیث: ۱۱۷۱-۱۱۷۲، ج ۳، ص ۵۳۸، ۵۳۹، کتاب الفرائض، باب قول النبی فانورث۔۔ الخ، الحدیث: ۲۵۲۵-۲۵۲۶، ج ۴ ص ۱۳، ملخصاً)

ہم (انبیاء) کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ مسلمانوں پر
 صدقہ ہے۔

اور اس حدیث کی روشنی میں صاف صاف کہہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وصیت کے بموجب یہ جائیدادیں وقف ہو چکی ہیں۔ لہذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی مقدس زندگی میں جن مدآت و مصارف میں ان کی آمدنیاں خرچ فرمایا کرتے تھے اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت عباس و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اصرار سے بنو نضیر کی جائیداد کا ان دونوں کو اس شرط پر متولی بنا دیا تھا کہ اس جائیداد کی آمدنیاں انہیں مصارف میں خرچ کرتے رہیں گے جن میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خرچ فرمایا کرتے تھے۔ پھر ان دونوں میں کچھ ان بن ہو گئی اور ان دونوں حضرات نے یہ خواہش ظاہر کی کہ بنو نضیر کی جائیداد تقسیم کر کے آدھی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تولیت میں دے دی جائے اور آدھی کے متولی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہیں مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس درخواست کو نامنظور فرما دیا۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الخراج۔۔۔ الخ، باب فی مصایا۔۔۔ الخ، الحدیث: ۲۹۶۳، ۲۹۶۴، ج ۳، ص ۱۹۳، ۱۹۵)

لیکن خیر اور فدا کی زمینیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے تک خلفاء ہی کے ہاتھوں میں رہیں حاکم مدینہ مروان بن الحکم نے اس کو اپنی جاگیر بنالی تھی مگر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں پھر وہی عمل درآمد جاری کر دیا جو حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دور خلافت میں تھا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الخراج۔۔۔ الخ، باب فی مصایا۔۔۔ الخ، الحدیث: ۲۹۷۲، ج ۳، ص ۱۹۸)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حضرت ابوبریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں
 مَهْدِيٍّ. قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ کہ ہماری وراثت درہم اور دینار تقسیم نہیں

عَنْ أَبِي الدِّثَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ
 أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَقْسِمُ
 وَرَثَتِي دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا مَا
 تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي وَمُؤْنَةِ
 غَامِلٍ فَهُوَ صَدَقَةٌ.

ہوتے، میں اپنی ازواج مطہرات کے
 اخراجات اور اپنے عامل (خیفہ) کے
 مصارف کے بعد جو کچھ بھی چھوڑ جاؤں وہ
 صدقہ ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ حضور انور کی وفات سے آپ کا نکاح ٹوٹ نہیں اس لیے
 کہ حضور انور زندہ ہیں لہذا حضور پر اپنی ازواج کا خرچہ بعد وفات بھی واجب ہے جو
 آپ کا خلیفہ ادا کرے گا۔ بعض نے فرمایا کہ حضور کی ازواج ہمیشہ گویا عدت میں رہتی
 ہیں اور عدت کا خرچہ خاوند پر ہوتا ہے لہذا ان کا خرچہ حضور پر لازم ہے۔ عامل سے مراد
 یا تو خلیفہ ہے یا حضور کی زمین میں کام کاج کرنے والے مگر حق یہ ہے کہ جو مسلمانوں کا
 کام کرے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نوکر ہے، اس کی تنخواہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
 طرف سے جاری ہوتی ہے۔ (مرقات) لہذا ہم سب لوگ علماء مشائخ، سلاطین، وزراء
 حکام سب حضور کے نوکر چاکر ہیں، انہیں تنخواہ حضور کے ہاں سے ملتی ہے کسی کو تو کسی
 نوکری وغیرہ کے ذریعہ سے اور کسی کو محض توکل کے وسیلہ سے۔ فقیر کی آزمائش تو یہ ہے
 کہ جو شخص ان کی نوکری کرے اسے گھر بیٹھے تنخواہ ملتی ہے، جس جانور کو کھونٹے سے
 باندھ دیا جاوے اس کی ساری ضرورتیں چارہ، پانی دوا وغیرہ کھونٹے پر ہی پہنچی جاتا
 ہے۔ خدا کرے کہ ان کی نوکری مل جاوے وہ نوکر رکھ لیں یعنی ان دو خرچوں کے بعد
 جو باقی بچے وہ عام مسلمانوں پر صدقہ ہے۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ حضور عمر ابن
 عبدالعزیز نے مروان کے تمام مظالم ختم کیے، اس کے قبضہ میں حضور کی زمینیں واگذا

کر کے وقف کیں۔ (مرقات)

یعنی ہماری وفات کے بعد ہماری میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ سارے انبیاء کرام کا یہ ہی حکم ہے، قرآن کریم میں جو ہے وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ وِہاں علم کی میراث مراد ہے نہ کہ مال کی اسی لیے آگے ہے وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عٰثِمُنَا مَنٰطِقَ الطَّيْرِ۔ نیز اگر مالی میراث مراد ہوتی تو صرف حضرت سلیمان کا ذکر نہ ہوتا بلکہ حضرت داؤد کے بارہ بیٹے ۹۹ بیویوں وغیرہم سب کا ذکر ہوتا۔ خیال رہے کہ عموماً وراثت مال نسب سے ملتی ہے وراثت کمال نسبت سے اور وراثت احوال فنا سے۔ حضور کا مال نہیں بنتا حضور کے کمال حضور کے احوال تقسیم ہوتے ہیں، خدا تعالیٰ ہم کو حضور سے نسبت دے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۸، ص ۲۲۰)

❖ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ
الْحَلَّالُ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ
عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ
أَنَسٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَالِكِ
بْنِ أُوَيْسٍ بْنِ الْحَدَّادِ، قَالَ:
دَخَلْتُ عَلَى عُمَرَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ
عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ، وَطَلْعَةُ،
وَسَعْدُ، وَجَاءَ عَلِيٌّ، وَالْعَبَّاسُ،
يَخْتَصِمَانِ، فَقَالَ لَهُمْ عُمَرُ:
أَنْشُدُكُمْ بِالَّذِي يَأْذِنُهُ تَقْوَمُ
السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، أَنْتَعْلَمُونَ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

حضرت مالک بن اوس بن حدثان
فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں حاضر ہوا (اسی
اثنا میں) حضرت عبدالرحمن بن عوف،
حضرت طلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ
عنہ تشریف لائے (اور پھر) حضرت علی
الرضی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
بھی آپس میں جھگڑتے ہوئے تشریف
لے آئے، ان (حاضرین صحابہ کرام)
سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا
میں تمہیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں (اور
پوچھتا ہوں) جس کے حکم سے آسمان

وسلم، قَالَ: لَا نُورَثُ، مَا تَرَكَنَاهُ صَدَقَةٌ، فَقَالُوا: اللَّهُمَّ. اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہماری وارثت تقسیم نہیں ہوتی ہم جو کچھ چھوڑ جائیں، صدقہ ہے، انہوں نے جواب دیا اے اللہ! ہاں (ہم جانتے ہیں) اس حدیث میں طویل

واقعہ ہے۔

شرح حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وارث نہیں

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَانُورَثُ مَا تَرَكَنَاهُ صَدَقَةٌ ا۔ رواہ احمد والبخاری ومسلم
وابوداؤد والنسائی عن ابی ہریرہ صدیق وابوداؤد عن ام المؤمنین
ونحوہ عن الزبیر واحمد والشیخان وابوداؤد عن ابی ہریرۃ رضی
اللہ تعالیٰ عنہ۔

(اصحیح مسلم شریف کتاب الجہاد باب حکم النبی نور محمد اصح المطابع کراچی ۹۱/۲) (سنن ابوداؤد،

کتاب الخراج والبی آفتاب عالم پریس لاہور ۶۰/۲)

ہمارا کوئی وارث نہ ہوگا ہم جو چھوڑ جائیں گے صدقہ ہے، اسے امام احمد،
بخاری، مسلم اور ابوداؤد نے حضرت ابو ہریرہ سے بھی روایت کیا رضی
اللہ تعالیٰ عنہم۔

حدیث اُم المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں ہے:

فاذا مت فہوائی ولی الامر من بعدی۔

(سنن ابوداؤد کتاب الخراج والبی آفتاب عالم پریس لاہور ۶۰/۲)

جب میں انتقال فرما جاؤں تو میرے ترکے کا اختیار اُسے ہے جو میرے

بعد ولی امر و خلیفہ ہوگا۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ،
قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ
مَهْدِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ،
عَنْ عَاصِمِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ
حُبَيْشٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا
تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَا
شَاةً وَلَا بَعِيرًا، قَالَ: وَأَشْكُ فِي
الْعَبْدِ وَالْأَمَةِ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ یعنی ان چیزوں میں سے کچھ بھی میراث بنا کر نہ چھوڑی جو کچھ چھوڑا
وہ وقف فی سبیل اللہ کر کے چھوڑا کہ ان کا وارث کوئی نہ ہو سارے مسلمان فائدہ
اٹھائیں۔ لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضور انور نے اپنے ایک خچر اور قصوا
اوٹنی اور نوحجرے اور بنی نضیر کے مال اور ندک باغ چھوڑے کیونکہ یہ سب کچھ وقف فی
سبیل اللہ ہوئے کسی وارث کو کچھ نہ ملا۔ دیکھ لو کہ نوحجرے روضہ اطہر بنا دیئے گئے، اس
میں حضور انور اور جناب صدیق و فاروق کی قبریں بنیں۔ مقبرہ وقف ہوتا ہے کسی کی
ملک نہیں ہوتا، بقیہ سارے مالوں کا یہ ہی حال ہوا۔ کتب تواریخ میں جو آتا ہے کہ حضور
انور کی بیس اونٹنیاں بہت سے اونٹ اور سات بکریاں سات بھیڑیں تھیں وہ غلط
ہے، اس حدیث نے ان سب کی نفی کر دی وہ جانور صدقات کے تھے ان کا حضور انور
انتظام فرماتے تھے۔ (ازمرقات و لمعات) اس کی تصریح ابھی آگے آرہی ہے۔

یعنی اپنے کسی مال کی وصیت کسی کے لیے نہیں کی کہ فلاں مال فلاں کو دینا ورنہ حضور انور نے نماز تقویٰ طہارت کی وصیت ساری امت کو فرمائی۔ خیال رہے کہ جس مال کی میراث تقسیم نہیں ہوتی اس کی وصیت بھی نہیں ہو سکتی، میراث اور وصیت گویا ہم جنس ہیں۔ جب حضور انور کا مال قابل میراث نہیں تو قابل وصیت بھی نہیں۔ بعض لوگ ام المومنین سے کہتے تھے کہ حضرت علی حضور کے وصی ہیں، آپ نے باغ فدک وغیرہ کی وصیت انہیں کی تھی تو آپ تردید میں فرماتی تھیں کہ حضور انور کا وصال تو میرے سینہ پر ہوا وصیت کس وقت کردی وصال کے وقت تو میں موجود تھی۔

(مراۃ المناجیح، ج ۸، ص ۲۱۸)

56- بَابُ مَا جَاءَ فِي رُؤْيَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خواب میں زیارت

❖ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ رَأَى فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَأَى فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِهِ.

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت نہیں اپنا سکتا۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ، عَنْ أَبِي

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری

صَاحِبُ. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ رَأَى فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَأَى. فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَصَوَّرُ أَوْ قَالَ: لَا يَتَشَبَّهُ بِـ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی جو شخص خواب میں ایک شکل دیکھے اور سمجھے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو وہ حضور اقدس ہی ہیں شیطان آپ کی شکل بن کر نہیں آیا خواہ وہ شخص حضور و بچپن شریف کی عمر میں دیکھے یا جوانی کی عمر میں یا بڑھاپے شریف کی عمر میں۔ خیال رہے کہ خواب میں حضور کا نورانی چہرہ چمکدار دیکھنا اپنے درستی عقائد کی علامت ہے اور چہرہ انور میں سیاہی دیکھنا اپنے دل کی سیاہی بد عقیدگی ہے، حضور کا لباس صاف سفید اپنے نیک اعمال ہونے کی علامت ہے، لباس مبارک کثیف دیکھنا اپنے اعمال خراب ہونے کی علامت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئینہ حق نما ہے آئینہ میں اپنا چہرہ نظر آتا ہے۔ شعر

گفت من آئینہ منقول دوست

ترکی و ہندی بہ بند آنچہ است

اگر خواب میں حضور کوئی ناجائز حکم دیں تو وہ ہمارے اپنے سننے میں فرق ہے۔ کسی نے خواب میں دیکھا کہ حضور فرماتے ہیں اشرب خمر اتم شراب چو اس کی تعبیر دی گئی کہ حضور نے فرمایا ہے لا اشرب تو نے غلطی سے سن لیا اشرب یا خمر سے مراد شراب طہور شراب محبت ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ شیطان خواب میں خدا بن کر آ سکتا ہے مگر مصطفیٰ بن کر نہیں

آ سکتا کیونکہ حضور ہادی مطلق ہیں اور شیطان مضل مطلق گمراہ گمراہی کی شکل میں کیسے آئے ضدین جمع نہیں ہو سکتیں اللہ تعالیٰ ہادی بھی ہے مضل بھی دیکھو مدعی الوہیت کے ہاتھ پر عجیب بات ظاہر ہو سکتے ہیں جیسے دجال مکر مدعی نبوت کے ہاتھ پر کبھی عجائبات ظاہر نہیں ہو سکتے۔ (اشعۃ اللمعات) (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۴۴۵)

بے مثل آقا

اللہ جل جلالہ نے حضرت محمد صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا بنایا ہے کہ نہ اس سے پہلے کوئی بنایا ہے نہ بعد میں کوئی بن سکتا ہے، نہ آئے گا۔ سب سے اعلیٰ، سب سے اجمل، سب سے افضل، سب سے اکمل، سب سے ارفع، سب سے آنور، سب سے ابہا، سب سے اعلم، سب سے احسب، سب سے انسب، تمام کلمات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو بیان کرنے سے قاصر ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس وہ ان الفاظ کی تعبیرات سے بہت بلند و بالا ہے۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال میں سے بہت تھوڑا سا ظاہر فرمایا اگر سارا ظاہر فرماتے تو آنکھیں اُس کو برداشت نہ کر سکتیں۔ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سارا حسن ظاہر کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسن کی چند جھلکیاں دکھائی گئیں اور باقی سب مستور رہیں، کوئی نہ کھائی نہ تھی جو اُس جمال کی تاب لاسکتی، اس لئے ہم وہی کچھ کہتے ہیں جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر ہم تک پہنچایا۔

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ

حَدَّثَنَا خَلْفُ بْنُ خَلِيفَةَ، عَنْ أَبِي تَعَالَى عَنْهُ اپنے والد سے روایت کرتے

مَالِكِ الْأَشْجَعِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ مجھے خواب میں دیکھا اس نے یقیناً مجھے ہی

وَسَلَّمَ: مَنْ رَأَى فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآهُ.
رَأَى.

شرح حدیث: خواب میں زیارت

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کا ایک خط آپ کے ایک رفیق شیخ عبدالقدور شاذلی کے پاس حضرت سیدی علی خواص علیہ الرحمۃ نے دیکھا۔ جو اس شخص کے جواب میں لکھا تھا جس نے بادشاہ کے پاس آپ کی سفارش طلب کرنے کو لکھا تھا۔ اس خط کے جواب میں علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا تھا۔ میرے بھائی میں اس وقت تک ۵۷ مرتبہ بیداری کی حالت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بالمشافہ حاضر ہو چکا ہوں اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ بادشاہ و امراء کے پاس جانے سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے ملاقات ترک کر دیں گے تو ضرور قلعہ میں جاتا اور بادشاہ سے تمہاری سفارش کرتا۔ میں ایک خادم حدیث ہوں جن حدیثوں کو محدثین سے اپنے طریقوں سے ضعیف کہا ہے ان کی تصحیح کے لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف محتاج ہوں اور بلاشبہ اس کا نفع تمہارے نفع پر ترجیح رکھتا ہے۔ مذکورہ واقعہ کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ حضرت محمد بن ترین، امیر مروج رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق مشہور ہے کہ انہیں جاتے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آمنے سامنے زیارت ہوتی تھی۔ جب وہ صبح کے وقت روضہ اطہر پر حاضر ہوئے تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے اپنی قبر اطہر میں سے کلام فرمایا۔ یہ بزرگ اپنے اسی مقام پر فائز رہے حتیٰ کہ ایک شخص نے ان سے درخواست کی کہ شہر کے حاکم کے پاس اس کی سفارش کریں آپ علیہ الرحمۃ حاکم کے پاس پہنچے اور سفارش کی اس نے آپ علیہ الرحمۃ کو اپنی مسند پر بٹھایا۔ تب سے آپ علیہ الرحمۃ کی زیارت کا سلسلہ ختم ہو گیا پھر یہ ہمیشہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم کی بارگاہ میں زیارت کی تمنا پیش کرتے رہے۔ مگر زیارت نہ ہوئی ایک مرتبہ ایک شعر عرض کیا تو دور سے زیارت ہوئی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ظالموں کی مسند پر بیٹھنے کے ساتھ میری زیارت چاہتا ہے اس کا کوئی راستہ نہیں۔ حضرت علی خواص فرماتے ہیں کہ پھر ہمیں ان بزرگ کے متعلق خبر نہ ملی کہ ان کو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی یا نہیں حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔

(میزان الشریعہ الکبریٰ ص ۴۸)

امام شعرانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ حضرت امام ابو الحسن شاذلی اور ان کے شاگرد حضرت شیخ ابو العباس مرلیسی علیہما الرحمۃ فرماتے تھے کہ اگر ہم لمحہ بھر کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے محروم ہو جائیں تو اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار نہ کریں۔ (میزان الشریعہ ص ۴۸)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ هُوَ ابْنُ
سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ
الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ
كُلَيْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، أَنَّهُ
سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ: مَنْ رَأَى فِي الْمَنَامِ فَقَدْ
رَأَى، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتِمَّقُنِي،
قَالَ أَبِي: فَحَدَّثْتُ بِهِ ابْنَ عَبَّاسٍ،
فَقُلْتُ: قَدْ رَأَيْتُهُ، فَذَكَرْتُ
الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ، فَقُلْتُ: شَبَّهْتُهُ

حضرت عاصم بن کلیب رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھ سے میرے والد
نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابو
ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے
سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس
نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے حقیقتہً
مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میرا ہم
صورت نہیں بن سکتا (حضرت عاصم کہتے
ہیں) میرے والد نے فرمایا کہ میں نے یہ
حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کے سامنے بیان کی اور (یہ بھی) کہا کہ

یہ۔ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّهُ كَانَ يُشَبِّهُهُ۔

میں نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے اور آپ کو حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشابہ پایا ہے (اس پر) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصدیق کی کہ بے شک نبی کریم ﷺ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشابہ تھے۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَوْفُ بْنُ أَبِي جَمِيلَةَ، عَنْ يَزِيدَ الْقَارِسِيِّ وَكَانَ يَكْتُبُ الْمَصَاحِفَ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ زَمَنَ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: فَقُلْتُ لَا ابْنَ عَبَّاسٍ: إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ كَانَ يَقُولُ: إِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَتَشَبَّهَ بِي، فَمَنْ رَأَى فِي النَّوْمِ

حضرت یزید فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو قرآن پاک لکھا کرتے تھے، فرماتے ہیں، میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا اور پھر یہ واقعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بے شک رسول اللہ ﷺ یہ فرمایا کرتے تھے کہ شیطان میرے مشابہ نہیں ہو سکتا (اس لیے) جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا (پھر) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا) کیا تو اس شخص کا حلیہ بیان کر سکتا ہے جسے تو نے خواب میں دیکھا ہے؟

فَقَدْ رَأَى، هَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ
تَدْعَ هَذَا الرَّجُلَ الَّذِي رَأَيْتَهُ
فِي النَّوْمِ، قَالَ: نَعَمْ، أَنْعْتُ
لَكَ رَجُلًا بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ، جِسْمُهُ
وَلَحْمُهُ أَسْمَرٌ إِلَى الْبَيَاضِ، أَمَحُلُ
الْعَيْنَيْنِ، حَسَنُ الصَّحِيحِ، بِجَمِيلِ
كَوَاوِيرِ الْوَجْهِ، مَلَأْتُ لِحْيَتَهُ مَا
بَيْنَ هَذِهِ إِلَى هَذِهِ، قَدْ مَلَأْتُ
فَخْرَهُ، قَالَ عَوْفٌ: وَلَا أَذْهَبُ مَا
كَانَ مَعَ هَذَا النَّعْبِ، فَقَالَ ابْنُ
عَبَّاسٍ: لَوْ رَأَيْتَهُ فِي الْيَقَظَةِ مَا
اسْتَطَعْتَ أَنْ تَنْعَتَهُ فَوْقَ هَذَا.

انہوں نے کہا ہاں میں بیان کرتا ہوں، اس
کا جسم اور گوشت دو آدمیوں کے درمیان کا
جسم تھا (نہ بہت فربہ اور نہ بہت پتلا، نہ
بہت لمبا اور نہ بہت پست) گندم گوں
سفیدی مائل رنگ، سرگیں آنکھیں، دل
پسند مسکراہٹ خوشنما کن روں والا چہرہ اور
کانوں کے درمیانی حصے اور سینے کو پر
کرنے والی داڑھی، حضرت عوف
(راوی) فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ
ان صفات کے علاوہ اور کیا بیان کیا۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرماتے ہیں، اگر تم بیداری کی حالت میں
نبی کریم ص کی زیارت سے مشرف ہوتے
تو ان صفات سے زیادہ نہ بیان کر سکتے
(یعنی نبی کریم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹھیک یہی
حلیہ مبارک تھا)۔

❖ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي
شَهَابٍ الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَوْفٍ، قَالَ:
قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: قَالَ أَبُو قَتَادَةَ:
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ: مَنْ رَأَى، يَعْنِي فِي النَّوْمِ،

حضرت ابن شہاب زہری رضی اللہ
تعالیٰ عنہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں
کہ حضرت ابوسلمہ حضرت ابو قتادہ کے
واسطے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے
ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے

فَقَدْ رَأَى الْحَقُّ
مجھے خواب میں دیکھا اس نے حق دیکھا
(یعنی واقعی مجھ ہی کو دیکھا)۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے چند معنی کیے گئے ہیں: ایک یہ کہ دیکھنے سے مراد ہے خواب میں دیکھنا اور حق سے مراد ہے واقعی دیکھنا باطل کا مقابل یعنی جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے واقعی مجھے دیکھا وہ شکل خیالی یا شیطانی نہیں میری ہے۔ دوسرے یہ کہ تاقیامت جو دل بیداری میں مجھے دیکھے گا وہ مجھ ہی کو دیکھے گا۔ شیطان میری شکل میں اس کے سامنے نہ آئے گا۔ بعض اویہاء بیداری میں حضور کو دیکھتے آپ سے کلام کرتے ہیں، مصافحہ و معانقہ کرتے ہیں۔ شیخ ابو مسعود ہرنہز کے بعد حضور انور سے مصافحہ کرتے تھے، ابوالحسن شاذلی فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور انور نے فرمایا اے علی اپنے کپڑے پاک رکھو، نور الدین عینی نے روضہ انور سے جواب سلام سنا، شیخ ابوالعباس کہتے ہیں کہ اگر میں ایک ساعت بھی حضور کا جمال نہ دیکھو تو اپنے مرتد ہو جانے کا فتویٰ دوں، حضرت غوث پاک وعظ فرما رہے تھے کہ شیخ علی ابن ہتی سامنے بیٹھے تھے کہ انہیں نیند آگئی حضور غوث پاک منبر سے اتر کر ان کے پاس باادب کھڑے ہو گئے اور حاضرین سے فرمایا باادب رہو خاموش رہو کچھ دیر بعد علی بیدار ہوئے جناب غوث پاک نے فرمایا اے علی کیا تم نے خواب میں حضور کی زیارت کی بولے ہاں، فرمایا اس لیے میں تمہارے پاس پاس باادب کھڑا ہو گیا، فرمایا تم کو حضور نے کیا حکم دیا عرض کیا آپ کی مجلس میں حاضر رہنے کا، شیخ علی نے کہا کہ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا جناب غوث نے بیداری میں دیکھ غرض کہ بیداری میں حضور کو دیکھنا اولیاء اللہ سے ثابت ہے یہ حدیث اس کی دلیل ہے۔ (اشعۃ المعانی) کوئی شخص اس دنیا میں آنکھوں سے بیداری میں رب تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا، قرآن مجید فرماتا ہے: لا

تُذِرُكُمُ الْاَبْطَرُ ان آنکھوں سے رب کو صرف حضور انور نے بیداری میں دیکھا مگر زمین پر رہ کر نہیں بلکہ عرش سے ورا جا کر یعنی معراج کی رات، ہاں خواب میں رب تعالیٰ کی زیارت ہو سکتی ہے بلکہ بعض خواص کو ہوئی ہے، حضور انور صبح کی نماز میں دیر سے آئے بعد نماز فرمایا میں نے رب کو اچھی صورت میں دیکھا جیسا کہ ہم نے باب المساجد میں اس حدیث کی شرح میں لکھ چکے ہیں، بعض لوگ اس حدیث کے معنی یہ کرتے ہیں کہ یہاں حق سے مراد رب تعالیٰ کی ذات ہے اور معنی یہ ہیں کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے خدا تعالیٰ کو دیکھ لیا کیونکہ حضور انور آمینہ ذات کبریا ہیں جیسے کہا جائے کہ جس نے قرآن مجید پڑھا اس نے رب سے کلام کر لیا یا جس نے بخاری دیکھی اس نے محمد بن اسماعیل کو دیکھ لیا اگرچہ بعض لوگ اس معنی کی تردید کرتے ہیں لیکن ہم نے جو توجیہ عرض کی اس توجیہ سے یہ معنی درست ہیں، قرآن کریم نے حضور کو ذکر اللہ فرمایا: قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُولًا کیونکہ حضور کو دیکھ کر خدا تعالیٰ یاد آتا ہے حضور مذکر ہیں اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكَّرٌ۔ یہاں مرقات، اشعة المعات نے اس حدیث کے متعلق بڑی اعلیٰ باتیں فرمائی ہیں۔ (ماۃ المنجیح، ج ۶، ص ۳۴۶)

❖ حَدَّثَنَا قَابُثٌ . عَنْ أَنَسٍ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ فرماتے ہیں جس نے مجھے خواب میں دیکھا
وَسَلَّمَ. قَالَ: مَنْ رَأَى فِي الْمَنَامِ اس نے حقیقتہً مجھ ہی کو دیکھا کیونکہ
فَقَدْ رَأَى. فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا شیطان میری مثال نہیں بن سکتا اور (یہ
يَتَخَيَّلُ بِي وَقَالَ: وَرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ بھی) فرمایا کہ مومن کی خواب نبوت کا
جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا چھالیسواں حصہ ہے۔
مِنَ النَّبُوَّةِ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ رؤیا صالحہ سے مراد سچی خواب ہے جو نہ شیطانی و سوسرہ سے ہو نہ دل کے خیالات سے بلکہ خاص رحمان کی طرف سے ہو جس قدر تقویٰ اعلیٰ اس قدر خوابیں سچی ہوتی ہیں۔ خیال رہے کہ کبھی کفار و فسق کی خوابیں بھی سچی ہوتی ہیں، شاہ مصر کا فر تھا مگر اس نے آئندہ کے سات سال کی قحط سالی بالیوں کی شکل میں دیکھی، حضرت یوسف علیہ السلام نے تعبیر دی اور وہ خواب سچی تھی اس کی اس خواب کے بہت اعلیٰ نتیجے ہوئے۔

اس کا حقیقی مطلب رب تعالیٰ جانے یا اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ حضور کی نبوت کا زمانہ تیس سال ہے اور ظہور نبوت سے پہلے چھ ماہ یعنی نصف سال آپ کو بہت ہی سچی اور اعلیٰ خوابیں آئیں تو زمانہ خواب زمانہ نبوت کا چھیا لیسواں حصہ ہے اس لیے خواب کو چھیا لیسواں حصہ فرمایا گیا۔ واللہ اعلم! بعض روایات میں ہے سترہاں حصہ ہے، بعض میں ہے پچاسواں حصہ ہے۔ فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم کے اچھے اخلاق اور میانہ روی نبوت کا چوبیسواں حصہ ہے لہذا چاہیے یہ کہ فرمان پر ایمان لاؤ مطلب اللہ رسول کے سپرد کرو، بعض نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھیا لیس خصوصی صفات عالیہ عطا ہوئیں جن میں سے ایک صفت اچھی خواب ہے، بعض نے فرمایا کہ اس سے عدد خاص مراد نہیں بلکہ زیادتی بیان کرنا مقصود ہے یا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی چھیا لیس قسم کی ہوئی ہے بلا واسطہ جبریل، بواسطہ جبریل، پھر گھنٹہ کی سی آواز، صاف بیان حق تعالیٰ کا خواب میں کچھ فرما دینا حتیٰ کہ معراج میں مشاہدہ جمال کر اگر کلام فرمایا ان چھیا لیس حصہ سے ایک خواب بھی ہے لہذا یہ خواب نبوت کا چھیا لیسواں حصہ ہے۔ (اشعہ) خیال رہے کہ حضور پر نبوت ختم ہو چکی مگر نبوت کے اوصاف تا قیامت باقی ہیں اوصاف نبوت یا اجزاء نبوت بعینہ نبوت نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۴۴۴)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ الْمُبَارَكِ: إِذَا ابْتُلَيْتَ بِالْقَضَاءِ فَعَلَيْكَ بِالْأَثَرِ.

حضرت محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد سے سنا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب تو قاضی (منصف) بنایا جائے تو تجھے حدیث پاک کی اتباع

لازم ہے۔

شرح حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

ترجمہ کنز الایمان: بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔

(پ ۲۱، الاحزاب: ۲۱)

اللہ عز وجل کے محبوب، دانا، غیوب، منزّہ عن الغیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا: خَيْرُ مَا لَهْدَى هَذِي مُحَمَّدٌ يَعْنِي بَهْتَرِينَ رَاسْتَهُ مُحَمَّدٌ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا راستہ ہے۔ اَوْ كَمَا قَالَ

(الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان، باب الاعتصام بآب... الخ، الحدیث ۱۰۱۰، ج ۱، ص ۱۰۶ ملخصاً)

یقیناً نبی کریم رضی اللہ عنہ وف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین عظیمہ میں ہمارے لئے نصیحتوں کے انمول خزانے پنہاں ہیں۔

اہل علم پر مخفی نہیں احادیث کا ترجمہ اور پھر اس کی وضاحت بے حد مشکل کام ہے کیونکہ حدیث تفصیلات عقائد اور احکام شرعیہ کے استنباط کا شرعی ماخذ بھی ہے۔ اگر ترجمہ و وضاحت کرنے والے سے ذرا بھی چوک ہوگئی تو کچھ بعید نہیں کہ شارع اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مقصود ہی ادا ہونے سے رہ جائے۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ الْمُبَارَكِ: إِذَا ابْتُلَيْتَ بِالْقَضَاءِ فَعَلَيْكَ بِالْأَثَرِ.

حضرت ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حَدَّثَنَا النَّظَرُ بْنُ عَوْنٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ: هَذَا الْحَدِيثُ دِينٌ. هیں، پس تم دیکھو کہ اپنا دین کس سے لے رہے ہو (یعنی دیندار اور دیانتدار آدمی سے حدیث یعنی نہایت ضروری ہے۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ کا نام محمد ابن سیرین، کنیت ابو بکر ہے، شاندار تابعین میں سے ہیں، آپ کے والد سیرین حضرت انس کے آزاد کردہ غلام تھے، آپ بڑے عالم، فقیہ، علم تعبیر کے امام تھے، آپ کی عمر ۷۷ سال ہوئی، ۱۱۰ھ میں وصال ہوا، بصرہ سے قریب دس میل دور عشرہ میں خواجہ حسن بصری کے قبہ میں آپ کا مزار ہے، فقیر نے زیارت کی ہے۔

یعنی علم شریعت علم دین جب بنے گا جب سکھانے والا استاد عالم دین ہوگا، بے دین عالم سے حاصل کیا ہوا علم بے دینی ہی دے گا، آج لوگ بے دینوں سے تفسیر و حدیث پڑھ کر بے دین ہو رہے ہیں، فرمان کے ساتھ فیضان ضروری ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۱، ص ۲۶۳)

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ منکران تقدیر کے پاس نہ بیٹھو نہ انہیں اپنے پاس بٹھاؤ نہ ان سے سلام کلام کی ابتدا کرو۔

(سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب فی ذراری المشرکین، الحدیث: ۴۷۲۰، ج ۴، ص ۳۰۵)

پیارے بھائیو! بڑی صحبت سے دین و دنیا دونوں تباہ و برباد ہو جاتے ہیں، بُرے ماحول میں انسان کی عادات اور اطوار بگڑ جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی زیادہ ہونے لگتی ہے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری پیاری سنتیں پامال ہونے لگتی ہیں آہستہ آہستہ انسان فسق و فجور کا مجسمہ بن جاتا ہے۔ ایسے شخص کی بیداری

شیطان کے لئے باعثِ فرحت و مسرت ہوتی ہے۔ لہذا شیطان لعین اس بات کا خواہاں ہوتا ہے کہ ایسا شخص بیدار ہی رہے تاکہ زیادہ سے زیادہ معاشرہ اور اس میں بسنے والے افراد اس کے فسق و فجور کا نشانہ بن سکیں چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔

لَا شَيْءَ أَشَدُّ عَلَى الْإِبْلِيسَ مِنْ تَوْبَةِ الْعَاصِ فَإِذَا نَامَ الْعَاصِ يَقُولُ
مَتَى يَنْتَبِهُ وَيَقُومُ حَتَّى يَعْصِيَ اللَّهَ

(کشف المحجوب، باب فی نومہ فی السفر والحضر، ص ۳۹۵)

ترجمہ: یعنی شیطان پر گناہ گار کے سونے سے بڑھ کر کوئی چیز سخت نہیں کہ جب گناہ گار سوتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ یہ کب اٹھے گا جو اٹھ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریگا۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خلیفہ چہارم جانشین رسول و زوج بتول حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ”ابوالحسن“ اور ”ابوتراب“ ہے۔ آپ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے چچا ابو طالب کے فرزند ارجمند ہیں۔ عام الفیل کے تیس برس بعد جبکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی عمر شریف تیس برس کی تھی۔ ۱۳ رجب کو جمعہ کے دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاتۂ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت فاطمہ بنت اسد ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آپ نے اپنے بچپن ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے زیر تربیت ہر وقت آپ کی امداد و نصرت میں لگے رہتے تھے۔ آپ مہاجرین اولین اور عشرہ مبشرہ میں اپنے بعض خصوصی درجات کے لحاظ سے بہت زیادہ ممتاز ہیں۔ جنگ بدر، جنگ احد، جنگ خندق وغیرہ تمام اسلامی لڑائیوں میں اپنی بے پناہ شجاعت کے ساتھ جنگ فرماتے

رہے اور کفار عرب کے بڑے بڑے نامور بہادر اور سورما آپ کی مقدس تلوار ذوالفقار کی مار سے مقتول ہوئے۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد انصار و مہاجرین نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کر کے آپ کو امیر المؤمنین منتخب کیا اور چار برس آٹھ ماہ نو دن تک آپ مسند خلافت کو سرفراز فرماتے رہے۔ ۱۷ رمضان ۳۵ھ کو عبدالرحمن بن ملجم مرادی خارجی مردود نے نماز فجر کو جاتے ہوئے آپ کی مقدس پیشانی اور نورانی چہرے پر ایسی تلوار ماری جس سے آپ شدید طور پر زخمی ہو گئے اور دو دن زندہ رہ کر جام شہادت سے سیراب ہو گئے اور بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ ۱۹ رمضان جمعہ کی رات میں آپ زخمی ہوئے اور ۲۱ رمضان شب یکشنبہ آپ کی شہادت ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

آپ کے بڑے فرزند ارجمند حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو دفن فرمایا۔ (تاریخ الخلفاء، الخلفاء الراشدون، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص ۱۳۲ و اسد الغابہ، علی بن ابی طالب، ج ۴، ص ۱۲۸-۱۳۲ ملاحظہ و ازالۃ الخفاء عن خلایۃ الخلفاء، مقصد دوم، ناثر امیر المؤمنین، امام المہدیین اسد اللہ... الخ، ج ۴، ص ۴۰۵ ملاحظہ و معرفۃ الصحابہ، علی بن ابی طالب، الحدیث: ۳۲۱، ۳۲۳، ۳۲۵، ج ۱، ص ۱۰۰ ملاحظہ وغیرہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یمن کے قبیلہ دوسر سے ان کا خاندانی تعلق ہے۔ زمانہ جاہلیت میں ان کا نام ”عبد شمس“ تھا مگر جب یہ ۷ھ میں جنگ خیبر کے بعد دامن اسلام میں آ گئے تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ یا عبدالرحمن رکھ دیا۔ ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی آستین میں ایک بلی دیکھی تو آپ نے ان کو یا اَبَاہُرَیْرَہ! (اے بلی کے باپ!) کہہ کر پکارا۔ اسی دن سے ان کا یہ لقب اس قدر مشہور ہو گیا کہ لوگ ان کا اصلی نام ہی بھول گئے۔ یہ بہت ہی عبادت گزار، انتہائی متقی

اور پرہیزگار صحابی ہیں۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ یہ روزانہ ایک ہزار رکعت نماز نفل پڑھا کرتے تھے۔ آٹھ سو صحابہ اور تابعین آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ نے پانچ ہزار تین سو چوہتر حدیثیں روایت کی ہیں جن میں سے چار سو چھیالیس بخاری شریف میں ہیں۔ ۵۹ھ میں اٹھتر سال کی عمر پاکر مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ (الاکمل فی اسماء الرجال، حرف الھاء، فصل فی اصحابہ، ص ۶۲۲ واسد الغابہ، ابوہریرۃ، ج ۶، ص ۳۳۶-۳۳۷ وارشاد الساری للشرح صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب امور الایمان، تحت الحدیث: ۹، ج ۱، ص ۱۵۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے لیے حکمت اور فقہ و تفسیر کے علوم کے حاصل ہونے کے لیے دعا مانگی۔ ان کا علم بہت ہی وسیع تھا اسی لئے کچھ لوگ ان کو بحر (دریا) کہتے تھے اور خبر الامۃ (امت کا بہت بڑا عالم) یہ تو آپ کا بہت ہی مشہور لقب ہے۔ یہ بہت ہی خوبصورت اور گورے رنگ کے نہایت ہی حسین و جمیل شخص تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو کم عمری کے باوجود امور خلافت کے اہم ترین مشوروں میں شریک کرتے رہے۔

لیث بن ابی سلیم کا بیان ہے کہ میں نے طاؤس محدث سے کہا کہ تم اس نوعمر شخص (عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی درس گاہ سے چمپے ہوئے ہو اور اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی درس گاہوں میں نہیں جا رہے ہو۔

طاؤس محدث نے فرمایا کہ میں نے یہ دیکھا ہے کہ ستر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ان کے مابین کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تھا تو وہ سب حضرت عبداللہ بن

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر عمل کرتے تھے اس لئے مجھے ان کے علم کی وسعت پر اعتماد ہے اس لئے میں ان کی درس گاہ چھوڑ کر کہیں نہیں جاسکتا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خوف خدا کا بہت زیادہ غلبہ رہتا۔ آپ اس قدر زیادہ روتے کہ آپ کے دونوں رخساروں پر آنسوؤں کی دھار بہنے کا نشان پڑ گیا تھا۔ ۶۸ھ میں بمقام طائف ۷۱ برس کی عمر میں وصال ہوا۔ (اسد الغابۃ، مہد اللہ بن عباس، ج ۳، ص ۲۹۵-۲۹۹، مسقط)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابو یزید ہے، نوکندہ میں سے تھے۔ ہجرت کے دوسرے سال پیدا ہوئے اور حجة الوداع میں اپنے والد کے ساتھ حج کیا۔ امام زہری ان کے شاگردوں میں بہت ہی مشہور ہیں۔ ۸۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف السین، فصل فی السی، ص ۵۹۸)

حضرت ام ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن ہیں فتح مکہ کے سال ۸ھ میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا ظہور اسلام سے پہلے ہی ان کی شادی بمیرہ بن ابی وہب کے ساتھ ہو گئی تھی، بمیرہ اپنے کفر پر ازار ہا اور مسلمان نہیں ہوا۔

(الاستیعاب، کتاب کنی النساء، باب المہاجر، ص ۶۵۶، ام حانی، بنت ابی طالب، ج ۴، ص ۵۱۷)

اس لئے میاں بیوی میں جدائی ہو گئی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے زخمی دل کو تسکین دینے کے لئے ان کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر تمہاری خواہش ہو تو میں خود تم سے نکاح کر لوں انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! جب میں کفر کی حالت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتی تھی تو بھلا اسلام کی دولت مل جانے کے بعد میں کیوں نہ آپ سے محبت کروں گی؟ لیکن بڑی مشکل یہ ہے کہ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں مجھے خوف ہے کہ میرے

ان بچوں کی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کا جواب سن کر مطمئن ہو گئے۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ دو خصوصیات بہت زیادہ باعث شرف ہیں ایک یہ کہ فتح مکہ کے دن حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک کافر کو امان اور پناہ دے دی اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کافر کو قتل کرنا چاہا جب ام ہانی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو تم نے امان دے دی اس کو ہم نے بھی امان دے دی۔

(صحیح البخاری، کتاب الجزیۃ، وھودۃ، باب امان النساء، رقم ۳۱۷۱، ج ۲، ص ۳۷۷)

دوسری یہ کہ فتح مکہ کے دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے مکان پر غسل فرمایا اور کھانا نوش فرمایا پھر آٹھ رکعت نماز چاشت ادا فرمائی۔

(صحیح بخاری، کتاب الغسل، باب لتستر فی الغسل عند الناس، رقم ۲۸۰، ج ۱، ص ۱۱۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی ہیں ان کی ماں کا نام ”ام رومان“ ہے ان کا نکاح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے قبل ہجرت مکہ مکرمہ میں ہوا تھا لیکن کا شانہ نبوت میں یہ مدینہ منورہ کے اندر شوال ۲ھ میں آئیں یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبوبہ اور بہت سی چیتھی بیوی ہیں۔

(شرح الخاطمۃ الزرقانی، حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا، ج ۳، ص ۳۸۱-۳۸۲، ۳۸۵)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ان کے بارے میں ارشاد ہے کہ کسی بیوی کے لحاف میں میرے اوپر وحی نہیں اتری مگر حضرت عائشہ جب میرے ساتھ نبوت کے بستر پر سوئی رہتی ہیں تو اس حالت میں بھی مجھ پر وحی اتری رہتی ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب فضل عائشہ رضی اللہ عنہا، رقم

(۵۵۲ ج ۲، ۳، ۴، ۵)

فقہ و حدیث کے علوم میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بیبیوں کے درمیان ان کا درجہ بہت اونچا ہے بڑے بڑے صحابہ علیہم الرضوان ان سے مسائل پوچھا کرتے تھے عبادت میں ان کا یہ عالم تھا کہ نماز تہجد کی بے حد پابند تھیں اور نفلی روزے بھی بہت زیادہ رکھتی تھیں سخاوت اور صدقات و خیرات کے معاملہ میں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سب بیبیوں میں خاص طور پر بہت ممتاز تھیں ام درہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ کہیں سے ایک لاکھ درہم ان کے پاس آئے آپ نے اسی وقت ان سب درہموں کو خیرات کر دیا اس دن وہ روزہ دار تھیں میں نے عرض کیا کہ آپ نے سب درہموں کو بانٹ دیا اور ایک درہم بھی آپ نے باقی نہیں رکھا کہ اس سے آپ گوشت خرید کر روزہ افطار کرتیں تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم نے پہلے کہا ہوتا تو میں ایک درہم کا گوشت منگالیتی آپ کے فضائل میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں ۷ ارمضان منگل کی رات میں ۵۵۷ یا ۵۵۸ میں مدینہ منورہ کے اندر آپ کی وفات ہوئی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور رات میں دوسری ازواج مطہرات کے پہلو میں جنت البقیع کے اندر مدفون ہوئیں۔ (شرح اعلامہ الزرقانی علی المواہب، حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا، ج ۴، ص ۳۸۹-۳۹۲)

عبداللہ ابن مغفل

آپ مزینی ہیں، بیعت رضوان میں شریک ہوئے اولاً مدینہ منورہ میں پھر بصرہ میں رہے آپ ان گیارہ میں سے ہیں جنہیں حضرت عمر نے بصرہ بھیجا لوگوں کو علم فقہ سکھانے کے لیے، آپ نے بصرہ میں ۶۰ ساٹھ میں وفات پائی، آپ سے خواجہ حسن بصری وغیرہ نے روایات لیں حسن بصری فرماتے ہیں کہ بصرہ میں ان سے افضل کوئی نہ ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند ہیں۔

ان کی والدہ کا نام زینب بنت مظعون ہے۔ یہ بچپن ہی میں اپنے والد ماجد کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ یہ علم و فضل کے ساتھ ہی عبادت گزار اور متقی و پرہیزگار تھے۔ میمون بن مہران تابعی کا فرمان ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بڑھ کر کسی کو متقی و پرہیزگار نہیں دیکھا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے امام ہیں۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات اقدس کے بعد ساٹھ برس تک حج کے مجموعوں اور دوسرے مواقع پر مسلمانوں کو اسلامی احکام کے بارے میں فتویٰ دیتے رہے۔ مزاج میں بہت زیادہ سخاوت کا غلبہ تھا اور بہت زیادہ صدقہ و خیرات کی عادت تھی۔ اپنی جو چیز پسند آجاتی تھی فوراً ہی اس کو راہ خدا عز و جل میں خیرات کر دیتے تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں ایک ہزار غلاموں کو خرید خرید کر آزاد فرمایا۔ جنگ خندق اور اس کے بعد کی اسلامی لڑائیوں میں برابر کفار سے جنگ کرتے رہے۔ ہاں البتہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان جو لڑائیاں ہوئیں آپ ان لڑائیوں میں غیر جانبدار رہے۔

عبدالملک بن مروان کی حکومت کے دوران حجاج بن یوسف ثقفی امیر الحج بن کر آیا۔ آپ نے خطبہ کے درمیان اس کو ٹوک دیا۔ حجاج ظالم نے جل بھن کر اپنے ایک سپاہی کو حکم دے دیا کہ وہ زہر میں بچھایا ہوا نیزہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں میں مار دے چنانچہ اس مردود نے آپ کے پاؤں میں نیزہ مار دیا۔ زہر کے اثر سے آپ کا پاؤں بہت زیادہ پھول گیا اور آپ علیل ہو کر صاحب فراش ہو گئے۔ مکار حجاج بن یوسف آپ کی عیادت کے لیے آیا اور کہنے لگا کہ حضرت! کاش! مجھے معلوم ہو جاتا کہ کس نے آپ کو نیزہ مارا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کو جان کر پھرتم کیا کرو گے؟ حجاج نے کہا کہ اگر میں اس کو قتل نہ کروں تو خدا مجھے مار ڈالے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم کبھی ہرگز ہرگز اس کو قتل نہیں کرو گے اس نے تو تمہارے حکم ہی سے ایسا کیا ہے۔ یہ سن کر حجاج بن یوسف کہنے لگا کہ نہیں نہیں،

اے ابو عبد الرحمن! آپ ہرگز ہرگز یہ خیال نہ کریں اور جہدی سے اٹھ کر چل دیا۔ اسی مرض میں ۳۷ھ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے تین ماہ بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چوراسی یا چھیاسی برس کی عمر پا کر وفات پا گئے اور مکہ معظمہ میں مقام ”محصب“ یا مقام ”ذی طوی“ میں مدفون ہوئے۔

(اکمل فی السالکین، حرف الامین، فصل فی الصحابہ، ص ۶۰۳-۶۰۵ واسد الغابۃ، عبداللہ بن عمر

بن الخطاب، ج ۳، ص ۳۳۷-۳۵۱ ملخصاً)

حضرت ابو جحیفہ

آپ کا نام وہب بن عبداللہ سوائی ہے یعنی سوا ابن عامہ سے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ نابالغ تھے مگر حضور سے روایات لی ہیں، آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وزیر خزانہ بنایا تھا، آپ حضرت علی کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہے، آپ کوفہ میں ۳۷ھ میں فوت ہوئے، آپ سے آپ کے بیٹے عوذ نے اور بہت سے تابعین بلکہ حضرت علی نے بھی روایات لیں۔ (اشعۃ درقات)

حضرت ابو رمثہ تیمی

آپ کے نام میں اختلاف ہے یا تورفاعہ ابن یثرب ہے یا عمرہ ابن یثرب، قبیلہ تیم رباب سے ہیں نہ کہ تیم قریش سے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ تیمی ہیں اپنے والد کے ساتھ آئے اور دونوں مسلمان ہو گئے بعد میں کوفہ میں قیام رہا۔ (لمعات و مرقات و اشعۃ اللمعات)

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام ہند بنت ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن

مخزوم ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ ہے۔

(مدارج النہوت، قسم پنجم، باب دوم، در ذکر ازاواج مطہرات، ج ۲، ص ۷۵)

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تین سواٹھتر حدیثیں مروی ہیں ان

میں تیرہ حدیثیں بخاری و مسلم میں صرف بخاری میں تین حدیثیں اور تنہا مسلم میں تیرہ اور باقی دیگر کتابوں میں مروی ہیں۔

(مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، در ذکر زواج مطہرات دی، ج ۲، ص ۷۶)

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال امہات المؤمنین میں سے سب سے آخر میں ہوا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ۵۹ھ میں ہوا جو صحیح تر ہے اور بعض ۶۲ھ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد بتاتے ہیں۔ اور اس قول کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسے ترمذی نے ایک انصار کی بیوی سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ وہ کہتی ہیں میں ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو روتے ہوئے دیکھ کر عرض کیا اے ام سلمہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا کس چیز نے رلا لیا ہے؟ فرمایا کہ میں نے ابھی ابھی خواب میں تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سر انور اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے محاسن شریف گرد آلود ہیں اور گریہ فرما رہے ہیں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کس بات پر گریہ فرما رہے ہیں۔ فرمایا: جہاں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا گیا وہاں موجود تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے وقت حیات تھیں۔

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال چوراسی سال کی عمر میں مدینہ طیبہ میں ہوا۔ ان کی نماز جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بقول دیگر سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

(مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، در ذکر زواج مطہرات دی، ج ۲، ص ۷۵)

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پھوپھی زاد بہن ہیں اور ان کی کنیت ام سلمہ ہے قبیلہ انصار سے تعلق رکھنے والی صحابیہ ہیں یہ بہت عقل مند اور ہوش گوش والی

عورت تھیں ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میں بہت سی عورتوں کی نمائندہ بن کر آئی ہوں سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مردوں اور عورتوں دونوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے چنانچہ ہم عورتیں آپ پر ایمان لائی ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کا عہد کیا ہے اب صورت حال یہ ہے کہ ہم عورتیں پردہ نشین بنا کر گھروں میں بٹھادی گئی ہیں اور ہم اپنے شوہروں کی خواہشات پوری کرتی ہیں اور ان کے ان کے بچوں کو گود میں لئے پھرتی ہیں اور ان کے گھروں کی رکھوالی کرتی ہیں اور ان کے مالوں اور سامانوں کی حفاظت کرتی ہیں اور مرد لوگ جنازوں اور جہادوں میں شرکت کر کے اجر عظیم حاصل کرتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ ان مردوں کے ثوابوں میں سے کچھ ہم عورتوں کو بھی حصہ ملے گا یا نہیں یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صیہ کرام علیہم الرضوان سے فرمایا کہ دیکھو اس عورت نے اپنے دین کے بارے میں کتنا اچھا سوال کیا ہے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا! تم سن لو اور جا کر عورتوں سے کہہ دو کہ عورتیں اگر اپنے شوہروں کی خدمت گزاری کر کے ان کو خوش رکھیں اور ہمیشہ اپنے شوہروں کی خوشنودی طلب کرتی رہیں اور ان کی فرمانبرداری کرتی رہیں تو مردوں کے اعمال کے برابر ہی عورتوں کو بھی ثواب ملے گا یہ سن کر حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا مارے خوشی کے نعرہ تکبیر لگاتی ہوئی باہر نکلیں۔ (الاستیعاب، باب النساء، باب الف ۳۶۷، اسماء بنت یزید، ج ۴، ص ۳۵۰)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ ان کی والدہ کا نام "اسماء بنت عیس" رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے۔ ان کے والدین جب ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تو یہ حبشہ ہی میں پیدا ہوئے پھر اپنے والدین کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے۔ یہ بہت ہی دانشمند و حلیم، نہایت ہی علم و فضل والے اور بہت ہی پاکباز و پرہیزگار تھے اور سخاوت

میں تو اس قدر بلند مرتبہ تھے کہ ان کو بخیر الجود (سخاوت کا دریا) اور اسخی المسلمین (مسلمانوں میں سب سے زیادہ سخی) کہتے تھے۔ نوے برس کی عمر پا کر ۸۰ھ میں مدینہ منورہ کے اندر وفات پائی۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، حرف العین، فصل فی اصحابہ، ص ۶۰۳ و اسد الغابہ، عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ، ج ۳، ص ۱۹۹)

ان کے وصال کے وقت عبدالملک بن مروان اموی خلیفہ کی طرف سے مدینہ منورہ کے حاکم حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے ان کو حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خبر پہنچی تو وہ آئے اور خود اپنے ہاتھوں سے ان کو غسل دے کر کفن پہنایا اور ان کا جنازہ اٹھا کر جنت البقیع کے قبرستان تک لے گئے۔

حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے آنسو ان کے رخسار پر بہہ رہے تھے اور وہ زور زور سے یہ کہہ رہے تھے کہ اے عبداللہ بن جعفر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ بہت ہی بہترین آدمی تھے، آپ میں کبھی کوئی شر تھا ہی نہیں، آپ شریف تھے، لوگوں کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے والے نیکو کار تھے۔ پھر حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ آپ کی عمر شریف کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ آپ کی عمر نوے برس کی تھی اور بعض کا قول ہے کہ بانوے برس کی عمر میں آپ نے وصال فرمایا۔ اسی طرح آپ کے وصال کے سال میں بھی اختلاف ہے۔

۸۰ھ، ۸۲ھ، ۸۵ھ تین اقوال ہیں۔ (اسد الغابہ، عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ، ج ۳، ص ۲۰۱ و تہذیب التہذیب، حرف العین، عبداللہ بن جعفر... الخ، ج ۴، ص ۲۵۷)

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرزند ہیں۔ اس لئے یہ رشتہ میں شہنشاہ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی اور حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے داماد ہیں۔ یہ بھی عشرہ مبشرہ یعنی ان دس خوش نصیب صحابہ کرام

رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہیں جن کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جنتی ہونے کی خوشخبری سنائی۔

بہت ہی بلند قامت، گورے اور چھریرے بدن کے آدمی تھے اور اپنی وادہ ماجدہ کی بہترین تربیت کی بدولت بچپن ہی سے نڈر، جفاکش، بلند حوصلہ اور نہایت ہی اولوالعزم اور بہادر تھے۔ سولہ برس کی عمر میں اس وقت اسلام قبول کیا جبکہ ابھی چھ یا سات آدمی ہی حقہ بگوش اسلام ہوئے تھے۔ تمام اسلامی لڑائیوں میں دلاوران عرب کے مقابے میں آپ نے جس عہدائے بہادری کا مظاہرہ کیا تو تاریخ جنگ میں اس کی مثال مافیٰ مشکل ہے۔ آپ جس طرف بھی تلوار لے کر بڑھتے کفار کے پرے کے پرے کاٹ کر رکھ دیتے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جنگ خندق کے دن ”حواری“ (مخلص و جاں نثار دوست) کا خطاب عطا فرمایا۔ آپ جنگ جمل سے بیزار ہو کر واپس تشریف لے جا رہے تھے کہ عمرو بن جرموز نے آپ کو دھوکہ دے کر شہید کر دیا۔ وقت شہادت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف چونسٹھ برس کی تھی۔ ۳۶ھ میں بمقام سفوان آپ کی شہادت ہوئی۔

پہلے یہ ”وادی السباع“ میں دفن کئے گئے مگر پھر لوگوں نے ان کی مقدس لاش کو قبر سے نکالا اور پورے اعزاز و احترام کے ساتھ لا کر آپ کو شہر بصرہ میں سپرد خاک کیا جہاں آپ کی قبر شریف مشہور زیارت گاہ ہے۔ (۱) الکمال فی اسماء الرجال، حرف الزیاد، فصل فی البصیۃ، ص ۵۹۵ و اسد الغابۃ، از بیر بن العوام، ج ۲، ص ۲۹۵-۲۹۸ ملقطاً و اریاض النضرۃ فی مناقب اشترۃ، ابناہ، لدس فی مناقب از بیر بن العوام، الفصل لدس فی خصائصہ، ذکر اختصاصہ... الخ، ج ۲، ص ۲۷۵ (۲)

ابوبکرہ

آپ کا نام نقیح ابن حارث ابن کلدہ ہے، ثقفی ہیں، آپ غزوہ طائف کے موقع

پر ایک کنوئیں کی رسی کے ذریعہ جسے عربی میں بکرہ کہتے ہیں، لٹک کر حضور انور کی خدمت میں پہنچے حضور انور نے فرمایا تم ابو بکرہ یعنی رسی والے ہو، آپ غلام تھے حضور نے آپ کو آزاد کیا، بصرہ میں قیام رہا وہاں ہی وفات ہوئی، ۴۹ انچاس میں وفات ہوئی۔ (اکمال)

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا نام صدی بن عجلان ہے مگر یہ اپنی کنیت ہی کے ساتھ مشہور ہیں۔ بنو ہاہلہ کے خاندان سے ہیں اس لئے باہلی کہلاتے ہیں۔ مسلمان ہونے کے بعد سب سے پہلے صلح حدیبیہ میں شریک ہو کر بیعت الرضوان کے شرف سے سرفراز ہوئے۔ دو سو پچاس حدیثیں ان سے مروی ہیں اور حدیثوں کے درس و اشاعت میں ان کو بے حد شغف تھا، پہلے مصر میں رہتے تھے پھر حمص چلے گئے اور وہیں ۸۶ھ میں اکانوے برس کی عمر میں وفات پائی۔ بعض مؤرخین نے ان کا سال وفات ۸۱ھ تحریر کیا ہے۔ یہ اپنی داڑھی میں زرد رنگ کا خضاب کرتے تھے۔

(اسد الغابہ، صدی بن عجلان، ج ۳، ص ۱۶۔ ۱۷ والاکمیل فی ۳۱۲ الرجال، حرف البزۃ، فصل فی

الہیۃ، ص ۵۸۶ والاعلام للزکلی، صدی بن عجلان، ج ۳، ص ۲۰۳)

حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں اور بعض کا قول ہے کہ یہ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام تھے انہوں نے اس شرط پر ان کو آزاد کیا تھا کہ عمر بھر رسول اللہ عز وجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت کرتے رہیں گے۔ ”سفینہ“ ان کا لقب ہے۔ ان کے نام میں اختلاف ہے کسی نے ”رباح“ کسی نے ”مہران“ کسی نے ”رومان“ نام بتایا ہے: ”سفینہ“ عربی میں کشتی کو کہتے ہیں۔ ان کا لقب ”سفینہ“ ہونے کا سبب یہ ہے کہ دوران سفر ایک شخص تھک گیا

تو اس نے اپنا سامان ان کے کندھوں پر ڈال دیا اور یہ پہلے ہی بہت زیادہ سامان اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے خوش طبعی اور مزاح کے طور پر یہ فرمایا کہ **أَنْتَ سَفِينَةٌ** (تم تو کشتی ہو) اس دن سے آپ کا یہ لقب اتنا مشہور ہو گیا کہ لوگ آپ کا اصلی نام ہی بھول گئے، لوگ ان کا اصلی نام پوچھتے تو یہ فرماتے تھے کہ میں نہیں بتاؤں گا۔ میرا نام رسول اللہ عز وجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ”سفینہ“ رکھ دیا ہے اب میں اس نام کو کبھی ہرگز ہرگز نہیں بدلوں گا۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، حرف السین، فصل فی الصحابہ، ص ۵۹۷ و اسد الغابۃ، سفینۃ رضی اللہ عنہ، ج ۲، ص ۳۸۱)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن کے باشندہ تھے مکہ مکرمہ میں آکر اسلام قبول کیا۔ پہلے ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے پھر حبشہ سے کشتیوں پر سوار ہو کر تمام مہاجرین حبشہ کے ساتھ آپ بھی تشریف لائے اور خیبر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۲۰ھ میں ان کو بصرہ کا گورنر مقرر فرمایا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت تک یہ بصرہ کے گورنر رہے جب حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جنگ شروع ہوئی تو پہلے آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طرفدار تھے مگر اس جھگڑے سے منقبض ہو کر مکہ مکرمہ چلے گئے یہاں تک کہ ۵۲ھ میں آپ کی وفات ہو گئی۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف المیم، فصل فی الصحابہ، ص ۶۱۸)

مغیرہ بن شعبہ

آپ ثقفی ہیں، خندق کے سال ایمان لائے پھر مہاجر ہو کر مدینہ منورہ حاضر ہوئے، آخر میں کوفہ میں رہے ستر سال عمر ہوئی ۵۰ پچاس میں وفات ہوئی، آپ سے بہت احادیث مروی ہیں، امیر معاویہ کی طرف سے حاکم رہے آپ کا مزار کوفہ میں ہے

مشہور صحابی ہیں۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الیم، فصل فی الصحابہ، ص ۶۱۸)

عبداللہ ابن مسعود

آپ کی کنیت ابو عبد الرحمن ہے، ہزلی ہیں، پرانے مؤمنین سے ہیں، حضرت عمر فاروق سے کچھ پہلے ایمان لائے بلکہ آپ اسام کے چھٹے صاحب ہیں کہ آپ سے پہلے صرف پانچ آدمی ایمان لائے تھے حضور انور کے خاص خادم تھے حضور کے صاحب اسرار تھے سفر میں حضور انور کی نعلین مسواک وضو کا برتن آپ کے پاس رہتا تھا بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے، حضور انور نے آپ کے جنتی ہونے کی گواہی دی در فرمایا کہ میں اپنی امت کے لیے وہ چیز پسند کرتا ہوں جو ابن مسعود پسند کریں اور وہ چیز ناپسند کرتا ہوں جو ابن مسعود ناپسند کریں، اخلاق عادات طور طریقہ میں حضور انور سے بہت ملتے جلتے تھے دبلے دراز قدم گندی رنگ تھے حضرت عمر کے زمانہ بلکہ شروع خلافت عثمانیہ میں بھی کوفہ کے حاکم رہے، پھر بیت المال کے محافظ پھر مدینہ منورہ آ گئے وہاں ہی ۳۲ میں وفات ہوئی، ساٹھ سال سے زیادہ عمر پائی خلفاء راشدین نے آپ سے احادیث لیں۔ مترجم کہتا ہے کہ صحابہ کرام میں بڑے فقیہ صحابی ہیں حتیٰ کہ امام اعظم ابو حنیفہ آپ کی اتباع کرتے ہیں۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، حرف العین، فصل فی الصحابہ)

جابر ابن عبد اللہ

آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے، انصاری ہیں، سلمیٰ ہیں، بہت احادیث آپ سے مروی ہیں، آپ بدر وغیرہ اٹھارہ غزوات میں شریک ہوئے، حضور انور کی وفات کے بعد شام و مصر گئے، آخر نابینا ہو گئے تھے، آپ کی عمر چورانوے سال ہوئی ۴۲ھ جو ہتر میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی، آپ مدینہ منورہ کے آخری صحابی ہیں کہ آپ کی وفات سے زمین مدینہ صحابی سے خالی ہو گئی۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الیم، فصل فی الصحابہ)

حضرت عبداللہ بن سلام

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ میں یہودیوں کے سب سے

بڑے عالم تھے، آپ کی کنیت ابو یوسف ہے اسرائیلی ہیں، یوسف علیہ السلام کی اولاد سے ہیں، بنی عوف ابن خزرج کے حلیف تھے خود ان کا اپنا بیان ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ میں تشریف لائے اور لوگ جوق در جوق ان کی زیارت کے لئے ہر طرف سے آنے لگے تو میں بھی اُسی وقت خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور جونہی میری نظر جمال نبوت پر پڑی تو پہلی نظر میں میرے دل نے یہ فیصلہ کر دیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے وعظ میں یہ ارشاد فرمایا کہ

اَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الصَّغَامَ وَصِنُوا الْأَرْحَامَ وَصَلُّوا
بِالنَّبِيلِ وَالنَّاسِ يَتَاهُم

اے لوگو! سلام کا چہ چا کرو اور کھانا کھلاؤ اور (رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی کرو اور راتوں کو جب لوگ سو رہے ہوں تو تم نماز پڑھو۔

حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک نظر دیکھا اور آپ کے یہ چہ بول میرے کان میں پڑے تو میں اس قدر متاثر ہو گیا کہ میرے دل کی دنیا ہی بدل گئی اور میں مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن اسلام میں آجانا یہ اتنا اہم واقعہ تھا کہ مدینہ کے یہودیوں میں کھلبلی مچ گئی۔

(مدارج النبوۃ، قسم سوم، باب اول، ج ۲، ص ۶۶ مختصراً واستدرك للحاكم، کتاب ابرو والصلہ،

باب ارضوا اهل الارض... الخ، الحدیث ۳۵۹، ج ۵، ص ۲۲۱ مختصراً)

حضور انور نے آپ کے جنتی ہونے کی شہادت دی آپ کے بیٹوں یوسف اور محمد وغیرہا نے آپ سے روایات لیں، مدینہ منورہ میں ۴۳ تینتالیس میں وفات ہوئی آپ کے فضائل بہت ہیں، آپ کے متعلق بہت آیات ہیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے اور یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ یہ فارس کے شہر ”رامہرمز“ کے باشندہ تھے۔ مجوسی مذہب کے پابند تھے اور ان کے باپ مجوسیوں کی عبادت گاہ آتش خانہ کے منتظم تھے۔ یہ بہت سے راہبوں اور عیسائی سادھوؤں کی صحبت اٹھ کر مجوسی مذہب سے بیزار ہو گئے اور اپنے وطن سے مجوسی دین چھوڑ کر دین حق کی تلاش میں گھر سے نکل پڑے اور جیسائیوں کی صحبت میں رہ کر عیسائی ہو گئے۔ پھر ڈاکوؤں نے گرفتار کر لیا اور اپنا غلام بنا کر بیچ ڈالا اور یکے بعد دیگرے یہ دس آدمیوں سے زیادہ اشخاص کے غلام رہے۔ جب رسول اللہ عز وجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت یہ ایک یہودی کے غلام تھے جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو جناب رسول اللہ عز وجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کو خرید کر آزاد فرما دیا۔

جنگ خندق میں مدینہ منورہ شہر کے گرد خندق کھودنے کا مشورہ انہوں نے ہی دیا تھا۔ یہ بہت ہی طاقتور تھے اور انصار و مہاجرین دونوں ہی ان سے محبت کرتے تھے۔ چنانچہ انصاریوں نے کہنا شروع کیا کہ سَلْمَانٌ مِّثْلَیْ سَلْمَانَہُمْ میں سے ہیں اور مہاجرین نے بھی یہی کہا کہ سَلْمَانٌ مِّثْلَیْ سَلْمَانَہُمْ ہم میں سے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ان پر بہت بڑا کرم عظیم تھا جب انصار و مہاجرین کا نعرہ سن تو ارشاد فرمایا: سَلْمَانٌ مِّثْلَ اَهْلِ الْبَيْتِ (یعنی سلمان ہم میں سے ہیں) یہ فرما کر ان کو اپنے اہل بیت میں شامل فرمایا۔ عقد مواخات میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کو ابوالدرداء صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھائی بنادیا تھا، اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ان کا شمار ہے۔ بہت عابد و زاہد اور متقی و پرہیزگار تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ یہ رات میں بالکل ہی اکیسے صحبت نبوی سے سرفراز ہوا کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے

تھے کہ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم اوس بھی سیکھا اور علم آخر بھی سیکھا اور وہ ہم اہل بیت میں سے ہیں۔ احادیث میں ان کے فضائل و مناقب بہت مذکور ہیں۔ ابو نعیم نے فرمایا کہ ان کی عمر بہت زیادہ ہوئی۔ بعض کا قول ہے تین سو پچاس برس کی عمر ہوئی اور دو سو پچاس برس کی عمر پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے۔ ۳۵ھ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی۔

یہ مرض الموت میں تھے تو حضرت سعد اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کی بیمار پرسی کے لیے گئے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے۔ ان حضرات نے رونے کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ہم لوگوں کو وصیت کی تھی کہ تم لوگ دنیا میں اتنا ہی سامان رکھنا جتن کہ ایک سوار مسافر اپنے ساتھ رکھتا ہے لیکن افسوس کہ میں اس مقدس وصیت پر عمل نہیں کر سکا کیونکہ میرے پاس اس سے کچھ زائد سامان ہے۔

بعض مؤرخین نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا سال ۱۰ رجب ۳۳ھ یا ۳۶ھ تحریر کیا ہے۔ مزار مبارک مدائن میں ہے جو زیارت گاہ خلائق ہے۔

(اسد الغابۃ، سلمان الفارسی، ج ۲، ص ۴۸-۴۹، معقلاً والکمل فی اسماء الرجال، حرف السین، فصل فی الصحابۃ، ص ۵۹۷ وکنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابۃ، سلمان الفارسی، الحدیث: ۱۲۶، ج ۳، الجزء ۳، ص ۸۴ وفتح الباری، حرف السین، سلمان الخیر الفارسی، ج ۳، ص ۲۲۲، معقلاً)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابواسحاق ہے اور خاندان قریش کے ایک بہت ہی نامور شخص ہیں جو مکہ مکرمہ کے رہنے والے ہیں۔ یہ ان خوش نصیبوں میں سے ایک ہیں جن کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جنت کی بشارت دی۔ یہ ابتدائے اسلام ہی میں جبکہ ابھی ان کی عمر سترہ برس کی تھی دامن اسلام میں آ گئے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ

وسلم کے ساتھ ساتھ تمام معرکوں میں حاضر ہے۔ یہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کفار پر تیر چلایا اور ہم لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہ کر اس حال میں جہاد کیا کہ ہم لوگوں کے پاس سوائے نبیوں کے بچوں اور بول کی پھیلوں کے کوئی کھانے کی چیز نہ تھی۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف السین، فصل فی الصیۃ، ص ۵۹۶ معقظا و معرفۃ الصیۃ، معرفۃ سعد بن ابی وقاص... الخ، الحدیث: ۵۳۵، ج ۱، ص ۱۳۵)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے خاص طور پر ان کے لئے یہ دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ سَيِّدُ سَهْمَةٍ وَّ اَجِبْ دَعْوَتَهُ

اے اللہ! عزوجل ان کے تیر کے نشانہ کو درست فرما دے اور ان کی دعا کو مقبول فرما! (کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصیۃ، سعد بن ابی وقاص... الخ،

الحدیث: ۳۶۶۳۰، ج ۷، الجزء ۱۳، ص ۹۲)

خلافت راشدہ کے زمانے میں بھی یہ فارس اور روم کے جہادوں میں سپہ سالار رہے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ان کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا پھر اس عہدہ سے معزول کر دیا اور یہ برابر جہادوں میں کفار سے کبھی سپاہی بن کر اور کبھی اسلامی لشکر کے سپہ سالار بن کر لڑتے رہے۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المؤمنین ہوئے تو انہوں نے دوبارہ انہیں کوفہ کا گورنر بنادیا۔ یہ مدینہ منورہ کے قریب مقام ”عقیق“ میں اپنا ایک گھر بنا کر اس میں رہتے تھے اور ۵۵ھ میں جبکہ ان کی عمر شریف پچھتر برس کی تھی اسی مکان کے اندر وصال فرمایا۔ آپ نے وفات سے پہلے یہ وصیت فرمائی تھی کہ میرے کفن میں میرا اون کا وہ پرانا جبہ ضرور پہنایا جائے جس کو پہن کر میں نے جنگ بدر میں کفار سے جہاد کیا تھا چنانچہ وہ جبہ آپ کے کفن میں شامل کیا گیا۔ لوگ فرط عقیدت سے آپ کے جنازے کو کندھوں پر

اٹھ کر مقام ”عقیق“ سے مدینہ منورہ لائے اور حاکم مدینہ مروان بن الحکم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں آپ کی قبر منور بنائی۔

”عشرہ مبشرہ“، یعنی جنت کی خوشخبری پانے والے دس صحابیوں میں سے یہی سب سے اخیر میں دنیا سے تشریف لے گئے اور ان کے بعد دنیا عشرہ مبشرہ کے ظاہری وجود سے خالی ہو گئی مگر زمانہ ان کی برکات سے ہمیشہ ہمیشہ مستفیض ہوتا رہے گا۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف السین، فصل فی الصحبہ، ص ۵۹۶ واسد الغابہ، سعد بن مالک

القرشی، ج ۲، ص ۴۳۴، ۴۳۵ ملحوظاً و ملخصاً)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا اسم گرامی جندب بن جنادہ ہے مگر اپنی کنیت کے ساتھ زیادہ مشہور ہیں۔ بہت ہی بلند پایہ صحابی ہیں اور یہ اپنے زہد و قناعت اور تقویٰ و عبادت کے اعتبار سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ایک خصوصی امتیاز رکھتے ہیں۔ ابتداء اسلام ہی میں مسلمان ہو گئے تھے یہاں تک کہ بعض مؤرخین کا قول ہے کہ اسلام لانے میں ان کا پانچواں نمبر ہے۔ انہوں نے مکہ مکرمہ میں اسلام قبول کیا پھر اپنے وطن قبیلہ بنی غفار میں چلے گئے پھر جنگ خندق کے بعد ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کچھ دنوں کے لیے ملک شام چلے گئے پھر وہاں سے لوٹ کر مدینہ منورہ آئے اور مدینہ منورہ سے چند میل دور مقام ”ربذہ“ میں سکونت اختیار کر لی۔ بہت سے صحابہ اور تابعین علم حدیث میں آپ کے شاگرد ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں بمقام ربذہ ۳۲ھ میں آپ نے وفات پائی۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الذال، فصل فی الصحابہ، ص ۵۹۴ واسد الغابہ، جندب بن جنادہ،

ج ۱، ص ۴۳۰، ۴۳۱ ملحوظاً)

ان کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

جس شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت کا شوق ہو وہ ابوذر کا دیدار کر لے۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، ذکر الصحابہ، فضلہم... الخ، الحدیث: ۳۳۲۴، ج ۶، الجزء ۱۱، ص ۳۰۷)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت کے بارے میں اختلاف ہے بعض کا قول ہے کہ ان کی کنیت ”ابوعبد الرحمن“ ہے اور بعض کے نزدیک ”ابوحماد“ اور کچھ لوگوں نے کہا کہ ”ابوعمر“ ہے۔

اسلام لانے کے بعد سب سے پہلا جہاد جس میں انہوں نے شرکت کی وہ جنگ خیبر ہے۔ یہ بہت ہی جاں باز اور مجاہد صحابی تھے۔ فتح مکہ کے دن قبیلہ اشجع کا جھنڈا انہیں کے ہاتھ میں تھا۔ ملک شام کی سکونت اختیار کر لی تھی اور حدیث میں کچھ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بہت سے تابعین ان کے شاگرد ہیں۔ شہر مشق میں ۳۷ھ کے سال میں ان کا وصال شریف ہوا۔ (اسد الغابہ، عوف بن مالک، الجزء ۱، ص ۳۳۳)

زید بن ثابت

آپ انصاری ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب ہیں، ہجرت کے بعد سے وفات پاک تک کاتب رہے، صحابہ کرام میں بڑے فقیہ ہیں، علم میراث کے امام ہیں، قرآن مجید جمع کرنے والی جماعت کے امیر ہیں کہ آپ نے اپنی جماعت کے ساتھ خلافت صدیقی میں قرآن مجید جمع کیا اور عہد عثمانی میں اسے مصاحف میں نقل فرمایا، آپ سے بڑی مخلوق نے احادیث روایت کیں، پچاس سال عمر پائی ۴۵ پینتالیس میں وفات شریف ہوئی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خليفة دوم جانشین پیغمبر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ”ابوحفص“ اور لقب ”فاروق اعظم“ ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اشرف قریش میں اپنی ذاتی و خانہ دانی وجاہت کے لحاظ سے بہت ہی ممتاز ہیں۔ آٹھویں پشت میں آپ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاندانی شجرہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے شجرہ نسب سے ملتا ہے۔ آپ واقعہ فیل کے تیرہ برس بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور اعلان نبوت کے چھ سال تک برس کی عمر میں شرف بہ اسلام ہوئے، جبکہ ایک روایت میں آپ سے پہلے کل انتالیس آدمی اسلام قبول کر چکے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسکن ہو جانے سے مسلمانوں کو بے حد خوش ہوئی اور ان کو ایک بہت بڑا سہارا مل گیا یہاں تک کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ خانہ کعبہ کی مسجد میں اعلانیہ نماز ادا فرمائی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام اسلامی جنگوں میں مجاہدانہ شان کے ساتھ کفار سے لڑتے رہے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی تمام اسلامی تحریکات اور صلح و جنگ وغیرہ کی تمام منصوبہ بندیوں میں حضور سلطان مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے وزیر و مشیر کی حیثیت سے وفادار و رفیق کا رہے۔

امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ منتخب فرمایا اور دس برس چھ ماہ چار دن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تخت خلافت پر رونق افروز ہو کر جانشینی رسول کی تمام ذمہ داریوں کو باحسن وجوہ انجام دیا۔ ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ چہار شنبہ کے دن نماز فجر میں ابو بکر لوہ فیروز مجوسی کافر نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شکم میں خنجر مارا اور آپ یہ زخم کھ کر تیسرے دن شرف شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ بوقت وفات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف تریسٹھ برس کی تھی۔ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی اور روضہ مبارکہ کے اندر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلوئے انور میں مدفون ہوئے۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف العین، فصل فی اصحابہ، ص ۶۰۲)

نعمان بن بشیر

ابو عبد اللہ حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہ انصاری ہیں، آپ ہجرت کے بعد

انصار میں سب سے پہلے پیدا ہونے والے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آپ کی عمر آٹھ سال نو مہینے تھی، آپ کے والدین بھی صحابی تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آپ کوفہ کے والی تھے، ۴۷ھ میں آپ کو اہل حمص نے شہید کیا، آپ سے ایک جماعت نے احادیث روایت کیں جن میں آپ کے صاحبزادے محمد اور حضرت امام شعبی (رضی اللہ عنہم) بھی شامل ہیں۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف النون، فصل فی اصحابہ)

حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ قبیلہ انصار کے خاندان بنو نجار میں سے تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ حضرت بی بی ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیوہ ہو جانے کے بعد ان سے نکاح کر لیا تھا۔ یہ بہت ہی مشہور تیر انداز اور نشانہ باز تھے۔ ان کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ لشکر میں ابو طلحہ کی ایک لاکار ایک ہزار سواروں سے بڑھ کر رعب دار ہے۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہجرت فرمانے سے قبل ہی حج کے موقع پر منیٰ کی گھاٹی میں اپنے ستر ساتھیوں کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت اسلام کر کے مسلمان ہو گئے تھے۔ پھر جنگ بدر و جنگ احد اور اس کے بعد کی تمام اسلامی لڑائیوں میں انتہائی جذبہ ایمانی اور جوش اسلامی کے ساتھ جہاد کرتے رہے اور بڑے بڑے مجاہدانہ کارناموں کا مظاہرہ کر کے اور اسلامی خدمات کے شاہکار پیش کر کے ۳۷ھ میں ستر برس کی عمر میں رات ہی ملک بقا ہوئے۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الطاء، فصل فی اصحابہ، ص ۶۰۱ و نیز اعمال، کتاب الفضائل، فضائل

اصحابہ و فضائل رضی اللہ عنہم، الحدیث: ۵۷۳۳۳ ۷۶، ۳۳۳ ۷۶، ج ۶، الجزء ۱۱، ص ۳۱۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس حدیث کے راوی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب نامہ یہ

ہے: انس بن مالک بن النضر بن ہضم بن زید بن حرام انصاری۔ آپ قبیلہ انصار میں خزوج کی ایک شاخ بنی نجار میں سے ہیں ان کی والدہ کا نام ام سلیم بنت ملحان ہے۔ ان کی کنیت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ابو حمزہ رکھی اور ان کا مشہور لقب ”خادم النبی“ ہے اور اس لقب پر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے حد فخر تھا۔ دس برس کی عمر میں یہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور دس برس تک سفر و وطن، جنگ و صلح ہر جگہ ہر حال میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت کرتے رہے اور ہر دم خدمت اقدس میں حاضر باش رہتے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے تبرکات میں سے ان کے پاس چھوٹی سی لاشی تھی۔ آپ نے وصیت کی تھی کہ اس کو بوقت دفن میرے کفن میں رکھ دیں۔ چنانچہ یہ لاشی آپ کے کفن میں رکھ دی گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کے لیے خاص طور پر مال اور اولاد میں ترقی اور برکت کی دعائیں فرمائی تھیں، چنانچہ ان کے مال اور اولاد میں بے حد برکت و ترقی ہوئی۔ مختلف بیویوں اور باندیوں سے آپ کے اتنی لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں اور جس دن آپ کا وصال ہوا اس دن آپ کے بیٹوں اور پوتوں وغیرہ کی تعداد ایک سو بیس تھی۔ بہت زیادہ حدیثیں آپ سے مروی ہیں۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے حنا کا خضاب سر اور داڑھی میں لگاتے تھے اور خوشبو بھی بکثرت استعمال کرتے۔ آپ نے وصیت فرمائی کہ میرے کفن میں وہی خوشبو لگائی جائے جس میں حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا پسینہ ملا ہوا ہے۔ ان کی والدہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پسینہ کو جمع کر کے خوشبو میں ملایا کرتی تھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں لوگوں کو تعلیم دینے کے لیے آپ مدینہ منورہ سے بصرہ چلے گئے۔ آپ کے سال وصال اور آپ کی عمر شریف کے بارے میں اختلاف ہے۔ مشہور یہ ہے کہ ۹۱ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ بعضوں نے ۹۲ھ

بعض نے ۹۳ھ بعض نے ۹۰ھ کو آپ کے وصال کا سال تحریر کیا ہے۔ بوقت وصال آپ کی عمر شریف ایک سو تین برس کی تھی۔ بعض نے ایک سو دس بعض نے ایک سو سات اور بعض نے ننانوے برس لکھا ہے۔ بصرہ میں وفات پانے والے صحابیوں میں سے سب سے آخر میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کے بعد شہر بصرہ میں کوئی صحابی باقی نہیں رہا۔ بصرہ سے دو کوس کے فاصلہ پر آپ کی قبر شریف بنی جو زیارت گاہ خلّاق ہے۔ آپ بہت ہی حق گو، حق پسند، عبادت گزار صحابی ہیں اور آپ کی چند کرامتیں بھی منقول ہیں۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الهمزة، فصل فی الصحابة، ص ۵۸۵ و اسد الغابۃ، انس بن مالک بن

النضر، ج ۱، ص ۱۹۲-۱۹۵ ملحقاً)

سال میں دو مرتبہ پھل دینے والا باغ

ان کی کرامتوں میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ دنیا بھر میں کھجوروں کا باغ سال میں ایک ہی مرتبہ پھلتا ہے مگر آپ کا باغ سال میں دو مرتبہ پھلتا تھا۔

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الفضائل والشمائل، باب انکرامات، الحدیث: ۵۹۵۲، ج ۲، ص ۳۰۱)

شوق دیدار رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

رسول اللہ عز وجل صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ایمان کا باعث ہوتا تھا اس بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کے نہایت مشتاق رہتے تھے۔ جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو تشنگان دیدار میں جن لوگوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا وہ آپ کو پہچان نہ سکے لیکن جب دھوپ آئی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کے اوپر اپنی چادر کا سایہ کیا، تو سب نے اس سایہ میں آفتاب نبوت کی دید سے اپنا ایمان تازہ کیا۔ (صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ہجرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ، الحدیث: ۳۹۰۶، ج ۲، ص ۵۹۳)

حجۃ الوداع میں مشتاقان دیدار نے آفتاب نبوت کو ہالے کی طرح اپنے حلقے میں

لے لیا، بدو آ کر شربت دیدار سے سیراب ہوتے تھے اور کہتے تھے: یہ مبارک چہرہ ہے۔
 حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مرض الموت کے زمانہ میں جب حجرہ مبارکہ
 کا پردہ اٹھایا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حالت نماز میں ملاحظہ فرما کر مسکرائے تو
 اس آخری دیدار سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر مسرت کی وہ کیفیت طاری ہوئی کہ
 سوچا نماز ہی توڑ دیں اور اس جمال بے مثال کا آج جی بھر کر نظارہ کر لیں۔ حضرت
 انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كان وجهه ورقة مصحف ما رآه ينّا منظرا كان اعجب الينا من
 وجه النبي صلى الله عليه وسلم حين وضع لنا۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب اهل العلم والفضل احق بالامامة، الحدیث: ۶۸۱، ج ۱، ص ۲۴۳)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ قرآن کے ورق کی طرح صاف تھا
 ہم نے کوئی منظر ایسا نہ دیکھا جو ہمیں رخ انور کے اس منظر سے زیادہ
 خوشگوار ہو جب چہرہ مبارک ہم پر نمودار ہوا۔

بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو آنکھیں صرف اس لئے عزیز تھیں کہ ان کے
 ذریعے رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہوتا تھا۔ لیکن جب خدا عزوجل نے
 ان کو اس شرف سے محروم کر دیا تو، وہ آنکھوں سے بھی بے نیاز ہو گئے۔

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں جاتی رہیں، لوگ عیادت کو آئے تو انھوں
 نے کہا کہ ان سے مقصود تو صرف رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار
 تھا۔ لیکن جب آپ کا وصال ہو گیا، تو اگر میرے عوض تبالہ کی ہر نیاں اندھی ہو جائیں
 اور میری بینائی لوٹ آئے تب بھی مجھے پسند نہیں۔

(الادب المفرد، باب العیادة من الرمد، الحدیث: ۵۴۳، ص ۱۵۳)



ہمارے ادارے کی دیگر مطبوعات
دکھائے گئی ہیں اور مشروبات عیار اور چمک کی علامت



پروکسٹریٹس
ایڈیٹرز
ایڈیٹرز